تالیف:
حضرت مولانا سید احمد حسن محدث دہلوی
تفسیر
احسن التفاسیر
اردو
www.KitaboSunnat.com
ہدیہ منجانب
بلال گروپ آف انڈسٹریز
لاہور کراچی

وقف
سورة فاتحة الكتاب سبعة ايات مكية
بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العلمين الرحمن الرحيم
ملك يوم الدين اياك نعبد
وقف

وقف

وإياك نستعين اهدنا الصراط
المستقيم صراط الذين أنعمت عليهم
غير المغضوب عليهم ولا الضالين

وقف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس تفسیر کو پڑھنے اور اس سے فائدہ
اٹھانے والے حضرات سے درخواست ہے کہ وہ

بلال گروپ آف انڈسٹریز

کے ارکان، انکے آباؤ اجداد، آل اولاد اور اہل و عیال کو
اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیں خصوصاً یہ دعا کہ اللہ تعالیٰ
انکی تمام لغزشیں معاف فرمائے اور حسنات قبول فرمائے،
اور خاتمہ بالخیر فرمائے : آمین ثم آمین

فون : 36-5716134

A-88 مین گلبرگ ـــــ لاہور

وقف

وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا

قرآن مجید مترجم

ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ المتوفی ۱۲۳۰ھ

مع تفسیر

احسن التفاسیر

اردو

جس میں احادیث حسنہ صحیحہ اور اقوالِ صحابہؓ و دیگر سلف سے قرآن حکیم کی تفسیر کی گئی ہے اور صحت روایت کا حد درجہ خیال رکھتے ہوئے معتبرہ و مسلمہ تفاسیر ابن جریر، ابن کثیر، معالم، خازن، دُرِّ منثور اور فتح البیان کے اہم مطالب کا بہترین انتخاب ہے۔ نیز آیاتِ کریمہ کے شانِ نزول صحیح بہ التزام صحت سند لائے گئے ہیں

از تالیفاتِ عالیہ

عمدۃ المفسرین، سند المحدثین، علامۂ زمن حضرت مولانا سید احمد حسن رحمہ اللہ المتوفی ۱۳۳۸ھ

مصنف تنقیح الرواۃ فی تخریج احادیث المشکوٰۃ وغیرہ

تخریج احادیث

مولانا حافظ محمد ادریس کیلانی

المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ۔ لاہور ۲

ناشر — المکتبۃ السلفیۃ لاہور

مطبع — طفیل آرٹ پریس لاہور

طبع اول — محرم الحرام ۱۴۰۴ھ
اکتوبر ۱۹۸۳ء

طبع دوم — شوال ۱۴۰۵ھ
جولائی ۱۹۸۵ء

فہرست مطالب تفسیر احسن التفاسیر جلد ششم (۶)

تفسیر
احسن التفاسیر
منزل ششم
الصّٰفّٰت ـــــــــ الحجرات
۱ ـــــــــ ۲۶۴

ایاتہا ۱۸۲ — (۳۷) سُورَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ (۵۶) — رکوعاتہا ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۝۱ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۝۲ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۝۳ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۝۴

قسم صف باندھنے والوں کی قطار ہو کر پھر ڈانٹنے والوں کی جھڑک کر پھر پڑھنے والوں کی یاد کر بیشک حاکم تمہارا ایک ہے

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝۵

رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو انکے بیچ میں ہے اور رب مشرقوں کا

۱ – ۵ – قتادہ کے قول کے موافق صافات وہ فرشتے ہیں جو صفیں باندھے ہوتے آسمان پر اللہ کا حکم سننے کو کھڑے ہوتے ہیں مجاہد کے قول کے موافق زاجرات وہ فرشتے ہیں جو بادلوں کو ڈانٹتے اور ہانکتے ہیں۔ اور جو شیاطین حکم الٰہی کا مطلب سننے کو آسمان پر جاتے ہیں انکو انگارے مارتے ہیں تالیات وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کا حکم خود بھی پڑھتے ہیں اور فرشتوں کو بھی سناتے ہیں۔ ان تینوں قسم کے فرشتوں کی اللہ تعالیٰ نے اس بات پر قسم کھائی ہے کہ بیشک معبود تمہارا ایک اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں وہ رب ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو ان کے درمیان میں ہے ان کا بھی رب وہی ہے اور رب ہے مشرقوں کا چاند سورج اور تاروں کے الگ الگ مشرق اور مغرب ہیں فقط مشرق کا ذکر کیا جس سے مغرب خود سمجھ میں آسکتا ہے۔ قتادہ کے قول کے موافق سورج اور چاند کے ایک سال میں تین سو ساٹھ مشرق اور مغرب ہیں۔ قرآن شریف میں جس طرح مثلاً آسمان و زمین کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے یہ جتلایا ہے کہ آسمان و زمین دونوں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی بڑی نشانیاں ہیں اسی طرح یہاں یہ جتلایا ہے کہ اگرچہ یہ مشرک لوگ شرارت سے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہیں لیکن اصل میں فرشتے اللہ کی بہت بڑی مخلوق اور اس کی قدرت کی نشانی ہیں۔ جن کو طرح طرح کے کام اللہ تعالیٰ نے سپرد کر رکھے ہیں صحیح مسلم[2] کے حوالہ سے حضرت عائشہ کی روایت ایک جگہ گذر چکی ہے کہ سب فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں صحیح بخاری[3] و مسلم میں ابوہریرہؓ کی روایت ہے جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتوں کی ایک جماعت زمین پر ذکر الٰہی کی مجلسوں کی تلاش میں پھرتی رہتی ہے پھر تلاش کے بعد اس جماعت کے فرشتوں کو جہاں کہیں ذکر الٰہی کی کوئی مجلس نظر آتی ہے تو اس مجلس میں یہ فرشتے بھی شریک ہو کر ذکر الٰہی سنتے ہیں معراج کے ذکر میں صحیح بخاری[4] کے حوالہ سے مالک بن صعصعہ کی حدیث گذر چکی ہے۔ جس میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر روز بیت المعمور میں ستر ہزار فرشتے عبادت کے لئے جاتے ہیں۔ جو پھر وہیں رہ جاتے ہیں۔ ترمذی[5] اور ابن ماجہ کے حوالہ سے ابوذرؓ کی معتبر روایت ایک جگہ گذر چکی ہے کہ آسمانوں پر چار انگل کی جگہ ایسی نہیں ہے کہ جہاں اللہ کی عبادت کوئی فرشتہ نہ کر رہا ہو۔ اسی طرح کی اور بھی صحیح حدیثیں ہیں۔ جن میں مثلاً پہاڑوں پر جو فرشتے تعینات ہیں۔ ان کا اور جمعہ کی نماز کے ثواب لکھنے والے فرشتوں کا اور دوزخ پر جو فرشتے تعینات ہیں ان کا ذکر ہے۔ ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آیت میں مثال کے طور پر فرشتوں کی خاص جماعت کی اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی ہے، ورنہ فرشتوں کی تعداد بے گنتی ہے اور آسمان و زمین میں طرح طرح کے کام ان کو سپرد ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی ایسی عظمت ہے کہ مثال کے

[1] تفسیر الدر المنثور ص ۲۷۱ ج ۵ [2] صحیح مسلم مع شرح نووی باب فی احادیث متفرقۃ ص ۴۱۳ ج ۲۔ [3] صحیح بخاری باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ ص ۹۴۸ ج ۲ [4] صحیح بخاری باب ذکر الملٰئکۃ ص ۴۵۵ ج ۱ [5] جامع ترمذی باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا۔ ص ۶۶ ج ۲

منزل ۶

إِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ۝٦ وَحِفْظًا مِّن كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۝٧

ہم نے رونق دی ورے آسمان کو ایک رونق جو تارے ہیں اور بچاؤ بنایا ہر شیطان سرکش سے

لَّا يَسَّمَّعُونَ إِلَى الْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ وَيُقْذَفُونَ مِن كُلِّ جَانِبٍ ۝٨ دُحُورًا ۖ وَلَهُمْ

سن نہیں سکتے اوپر کی مجلس تک اور پھینکے جاتے ہیں ہر طرف سے ہانکنے کو اور ان کو مار ہے

عَذَابٌ وَاصِبٌ ۝٩ إِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝١٠

ہمیشہ مگر جو کوئی اچک لایا جھپٹ سے پھر پیچھے لگا اس کو انگارا چمکتا

طور پر اُن میں سے بعضے فرشتوں کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کو جتلایا ہے یہاں صافات، تالیات زاجرات یہ تین صفتیں جو ذکر فرمائی ہیں ان میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ تینوں صفتیں فرشتوں کی ہیں یا کسی اور چیز کی لیکن طبرانی تفسیر ابن ابی حاتم مستدرک حاکم میں عبداللہؓ بن مسعود کا صحیح قول[۱] ہے کہ تینوں صفتیں فرشتوں کی ہیں۔ اس لئے اوپر جو تفسیر بیان کی گئی ہے وہی صحیح ہے اور اب اس صحیح تفسیر کے بعد کوئی اختلاف باقی نہیں رہا۔

۶ — ۱۰ — ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی یہ نشانی جتلائی ہے کہ اُس نے آسمان میں تارے پیدا کر کے آسمان کی رونق بڑھائی پھر فرمایا چوری سے شیاطین آسمان پر کی کچھ باتیں سننے کو جو آجاتے ہیں۔ تو ان ہی تاروں میں سے آگ کے شعلے لیکر اللہ کے فرشتے ان شیاطینوں پر آگ کے انگارے برساتے ہیں تاکہ وہ شیاطین آسمان پر کی باتیں نہ سننے پاویں۔ یہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت[۲] ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو کاہن لوگوں کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ کاہن لوگ جھوٹے ہیں بعضے صحابہ نے عرض کیا کہ کاہنوں کی بعضی بعضی بات تو سچ نکلتی ہے آپ نے فرمایا کہ کبھی شیطان آسمان کی باتوں میں سے کوئی بات جو چرا لاتا ہے وہ سچی نکل آتی ہے ورنہ اس ایک سچی بات کے ساتھ سینکڑوں جھوٹی باتیں ملا کر شیاطین کاہن لوگوں سے کہدیتے ہیں۔ اسلام سے پہلے کچھ لوگ ایسے تھے کہ مشرکوں کو کچھ آگے کی باتیں تبلا کر کمائی کرتے تھے ان لوگوں کو کاہن کہتے تھے۔ یہ کاہن لوگ شیاطین کے ناموں کی نذر نیاز کیا کرتے تھے اس نذر و نیاز کے لالچ سے شیاطین آسمان پر کی باتیں چوری سے سن آتے اور کاہنوں سے کہدیا کرتے تھے۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ غیب کی باتیں چرانے والے شیاطینوں کے پیچھے آگ کے انگارے لگ جاتے ہیں لیکن اُس پر بھی بچ بچا کر کوئی شیطان آسمان پر کی کبھی ایک آدھی بات سن آتا تھا۔ جس کو کاہنوں تک پہنچا دیتا۔ ترمذی نسائی مسند امام احمد وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے صحیح روایت[۳] ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن شریف کے نازل ہونے کے زمانہ میں آسمان کی خبروں کے روکنے کا انتظام زیادہ ہو گیا تھا تاکہ قرآن شریف کا کوئی مضمون اللہ کے رسول پر نازل ہونے سے پہلے چوری کے طور پر کاہنوں تک نہ پہنچ جائے۔ صحیح[۴] بخاری کے حوالہ سے قتادہ کا قول ایک جگہ گذر چکا ہے کہ تارے اللہ تعالیٰ نے تین کاموں کے لئے پیدا کئے ہیں۔ ایک تو آسمان کی رونق دوسرے ان تاروں میں سے شعلے لے کر آسمان کی باتیں سننے والے شیاطینوں پر اللہ کے فرشتے انگارے برساتے ہیں تیسرے تاروں کے حساب سے مسافر لوگ رستہ کا حال معلوم کر لیتے ہیں۔ اس کے سوا تاروں میں جس کسی نے اور کوئی تاثیر خیال کی وہ غلطی پر ہے۔ قدیمی فلسفی اور نجومی لوگ تاروں میں ان تین باتوں کے سوا جن تاثیرات کے قائل ہیں اُن کے اعتقاد کا غلط ہونا قتادہ کے اس قول سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

[۱] تفسیر الدر المنثور الجزء الخامس ص ۲۷۱ [۲] صحیح بخاری باب الکہانۃ ص ۸۵۷ ج ۲ [۳] جامع ترمذی تفسیر سورہ ص ص ۱۹۰ ج ۲ [۴] صحیح بخاری باب فی النجوم ص ۴۵۴ ج ۱

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ⑪

اب پوچھ ان سے یہ مشکل ہیں بنانی یا جتنی خلقت ہم نے بنائی ہم ہی نے اُن کو بنایا ہے ایک گارے چپکتے سے

بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ⑫ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ⑬ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً

بلکہ تو رہتا ہے اچنبھے میں اور وہ کرتے ہیں ٹھٹھے اور جب سمجھائیے نہیں سوچتے اور جب دیکھیں کچھ نشانی

يَّسْتَسْخِرُوْنَ ⑭ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ⑮ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا

ہنسی میں ڈال دیتے ہیں اور کہتے ہیں اور کچھ نہیں یہ جادو ہے کھلا کیا جب ہم مر گئے اور ہو گئے

تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ⑯ اَوَاٰبَاۗؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ⑰ قُلْ نَعَمْ وَ

مٹی اور ہڈیاں کیا ہم کو پھر اٹھنا ہے کیا ہمارے باپ دادوں اگلے کو تو کہہ ہاں اور

اَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ⑱ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ⑲

تم ذلیل ہو گئے سو وہ تو یہی ہے ایک جھڑکی پھر تبھی لگیں گے دیکھنے

وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ⑳ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ

اور کہیں گے اے خرابی ہماری یہ آیا دن جزا کا یہ ہے دن فیصلہ کا جس کو تم

بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ㉑ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ㉒

جھٹلاتے تھے جمع کرو گنہگاروں کو اور ان کی جوروں کو اور جو کچھ پوجتے تھے

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ㉓

اللہ کے سوائے پھر چلاؤ ان کو راہ پر دوزخ کی

۱۱-۲۳- اوپر آسمان زمین اور ان دونوں میں کی تمام مخلوقات کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا۔ اے رسول اللہ کے تم ان منکرین حشر سے ذرا پوچھو تو سہی کہ ان تمام چیزوں کا پیدا کرنا مشکل تھا یا ان منکرین حشر کا دوبارہ پیدا کرنا مشکل ہے۔ ترمذی[1] ابوداؤد اور صحیح ابن حبان کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی یہ صحیح روایت ایک اور جگہ گذر چکی ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کے پتلے کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کی مٹی لی ہے۔ اسی واسطے بنی آدم میں کوئی گورا ہے کوئی کالا کوئی سخت مزاج ہے کوئی نرم مزاج اس حدیث سے انا خلقناھم من طین لازب۔ کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ اب بنی آدم کی پیدائش نطفہ سے ہے لیکن ان کے باپ آدم کے پتلے کی مٹی اس طرح لی گئی ہے جس میں سب بنی آدم کے پتلوں کی مٹی کی خاصیت رکھی گئی ہے پھر جس صاحب قدرت نے اس طرح کی عقل سے باہر خاصیت کا پتلا بنا کر اس میں روح پھونک دی اس کو ہر ایک مردہ کی مٹی سے پتلہ کا بنا دینا اور اس میں روح کا پھونک دینا کیا مشکل ہے۔ دنیا کے جنگل دریا ان لوگوں کے اختیار میں نہیں۔ اسی سبب سے ان لوگوں کو مردہ کی رواں دواں مٹی کا جمع ہو جانا دشوار نظر آتا ہے اللہ کے اختیار، علم اور قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں سب کچھ اس کا پیدا کیا ہوا اور اس کے علم کا تابع ہے اس لئے مردہ کی مٹی جہاں کی ہوگی۔ اس کے علم سے فوراً جمع ہو جاوے گی صحیح[2] بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ اور ابوسعیدؓ خدری کی روایتیں ایک جگہ گذر چکی ہیں۔ کہ ایک شخص نے اپنی لاش کے

[1] جامع ترمذی تفسیر سورہ بقرہ ص ۱۴۰ ج ۲۔ [2] صحیح بخاری ص ۴۹۵ ج ۱ و ص ۱۱۱۸ ج ۲۔

وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُونَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُونَ ﴿۲۶﴾

اور کھڑا رکھو ان کو ان سے پوچھنا ہے کیا ہوا تم کو ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے کوئی نہیں وہ آج آپ کو پکڑواتے ہیں

وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۲۷﴾ قَالُوا إِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَأْتُونَنَا عَنِ الْيَمِينِ ﴿۲۸﴾

اور منہ کیا بعضوں نے بعضوں کی طرف لگے پوچھنے بولے تم ہی تھے کہ آتے تھے ہم پر داہنے سے

قَالُوا بَلْ لَمْ تَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ ﴿۳۰﴾ بَلْ كُنْتُمْ

وہ بولے کوئی نہیں پر تم ہی نہ تھے یقین لانے والے اور ہمارا تم پر زور نہ تھا پر تم ہی لوگ

جلادینے اور آدھی مٹی کو دریا میں بہادینے اور آدھی کو ہوا میں اڑا دینے کی وصیت کی تھی۔ اس شخص کے مرجانے کے بعد وصیت کے موافق عمل ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ سے اس شخص کی مٹی کے جمع ہونے کا حکم دیا۔ اور وہ مٹی جمع ہوئی اور اس کا پتلہ بنایا گیا۔ اس حدیث سے مردہ کی رواں دواں مٹی کے جمع ہوجانے کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ مٹی میں جب پانی ملایا جائے تو وہ چپکنے لگتی ہے۔ اسی واسطے آدم علیہ السلام کے پتلہ کے گارے کو چپکتا ہوا گارا فرمایا۔ اب آگے فرمایا ان لوگوں کو حشر کا قائم ہونا تفصیل سے سمجھایا جاتا ہے۔ اور یہ لوگ نہیں مانتے ہیں۔ اس پر اے رسول اللہ کے تم کو ان لوگوں کے حال پر تعجب ہوتا ہے۔ لیکن تعجب کی کچھ بات نہیں ہے یہ لوگ قرآن کی نصیحت کو بغیر سوچے سمجھے مسخراپن کرکے اور معجزہ کو جادو بتلا کر ٹال دیتے ہیں۔ اس لیے ان کے دل پر قرآن کی نصیحت کا اور معجزہ کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا اپنی قدیمی عادت کے موافق یہ لوگ اپنے اور اپنے بڑوں کے دوبارہ زندہ ہوجانے کا انکار کریں تو ان سے فقط اتنا ہی کہدیا جائے کہ ہاں تم اور تمہارے بڑے حشر کے دن بڑی ذلت سے دوبارہ زندہ کئے جاؤگے۔[۵۱] صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انس رضی اللہ عنہ بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذرچکی ہے کہ نافرمان لوگ جب قبروں سے اٹھیں گے تو فرشتے منہ کے بل گھسیٹ کر انہیں میدان محشر میں لیجاویں گے۔ ان لوگوں کے ذلت سے دوبارہ زندہ ہونے کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔ پھر فرمایا کہ اب تو یہ لوگ حشر کا انکار کرتے ہیں مگر دوسرے صور کی آواز سنتے ہی دوبارہ زندہ ہوکر تعجب سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے گا۔ اور مل کر یہ کہنے لگیں گے کہ بڑی کمبختی یہ سزا و جزا کا دن تو آنکھوں کے سامنے آگیا۔ اللہ کے فرشتے اور اچھے لوگ ان نافرمانوں کو جواب دلویں گے کہ ہاں یہ وہی نیک و بد کے فیصلہ کا دن ہے جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے تھے۔ اس کے بعد حساب و کتاب ہوکر بت پرستوں، سورج پرستوں وغیرہ کی جماعتیں بنائی جاکر ان جماعتوں اور ان کے جھوٹے معبودوں کو دوزخ کے راستہ سے لگا دیا جاوے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے صحیح قول کے موافق احشروا الذین ظلموا ازواجھم کی تفسیر یہی ہے کہ ہر ایک قسم کے نافرمانوں کی الگ الگ جماعتیں بنائی جاوینگی۔[۵۲] صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ایک جگہ گذرچکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم غیب کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے۔ کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کون شخص دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل کام کرے گا۔ اور کون جنت میں داخل ہونے کے قابل۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ میں سے جو لوگ علم الٰہی میں دوزخی ٹھہر چکے تھے وہ مرتے دم تک ایسی ہی باتیں کرتے رہے۔ جیسی باتوں کا ذکر آیتوں میں ہے اور جو لوگ علم الٰہی میں جنت کے قابل قرار پاچکے تھے۔ وہ آخر کو اس کثرت سے راہ راست پر آئے کہ مکہ کے ہر ایک گھر میں اسلام پھیل گیا۔

۲۴-۳۴- ترمذی[۵۳] تاریخ بخاری مستدرک حاکم دارمی اور تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت

---

[۵۱] صحیح بخاری تفسیر سورۃ فرقان ص ۷۰۱ ج ۲۔

[۵۲] صحیح بخاری باب وکان امر اللہ قدرا مقدورا۔ ص ۹۷۷ ج ۲۔

[۵۳] ترمذی شریف تفسیر سورۃ صافات ص ۱۷۷ ج ۲

قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ إِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَأَغْوَيْنٰكُمْ إِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾

بیحد چلنے والے ہو ثابت ہوئی ہم پر بات ہمارے رب کی ہم کو مزہ چکھنا پھر ہم نے تم کو گمراہ کیا ہم تھے آپ گمراہ

فَإِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ إِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾

سو وہ اسی دن تکلیف میں شریک ہیں ہم ایسا کچھ کرتے ہیں گنہگاروں کے حق میں

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں جو کوئی کسی کو برے کام کے راستہ پر لگاوے گا۔ اس کو اور برے راستہ لگنے والے ان دونوں کو قیامت کے دن خدا کے روبرو جواب دہی کرنی پڑے گی یہ فرمانے کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی۔ اگرچہ ترمذی نے اس روایت کو غریب کہا ہے لیکن یہ روایت کئی طریق سے ہے۔ جس کے سبب سے ایک ایک سند کو دوسرے سے تقویت ہو جاتی ہے۔ صحیح سند سے ترمذی[1] میں ابوہریرہؓ کی روایت سے دوسری حدیث ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چار باتوں کی جواب دہی کے لیے ہر ایک شخص کو خدا تعالیٰ کے روبرو کھڑا رہنا پڑے گا۔ ایک تو ہر شخص سے پوچھا جاوے گا کہ اس نے اپنی عمر کس کس کام میں گذاری۔ دوسری بات یہ کہ اگر کچھ علم پڑھا تو اس علم کے موافق کیا عمل کیا۔ تیسری بات یہ کہ کس کس طریقہ سے دنیا میں مال کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا۔ چوتھی بات یہ کہ خاص کر جوانی کی عمر کس کام میں صرف کی۔ ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ابوبرزہؓ اسلمی کی روایت کے موافق چار باتوں کا بڑا حساب و کتاب تو جدا ہوگا۔ اور انس کی روایت کے موافق فقط ایک بات کا حساب جدا ہوگا۔ اب جن مفسروں نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے۔ کہ حساب و کتاب کے اور دوزخ میں لے جانے کے حکم ہونے کے بعد بعضے لوگوں کو روکا جاوے گا اور وہ جواب دہی ہوگی جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ یہ تفسیر اس تفسیر کے موافق ہے۔ جو خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے انس کی روایت میں اس آیت کی فرمائی ہے اور جن مفسروں نے ابوبرزہؓ کی روایت کو اس آیت کی تفسیر خیال کر کے اس آیت کی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ ان لوگوں کو عقائد اور اعمال کے سوال و جواب اور حساب و کتاب کے لیے پل صراط پر گذرنے سے پہلے روکا اور ٹھہرایا جاوے گا۔ اول تو وہ تفسیر انسؓ کی روایت کی مخالف ہے دوسری بات یہ ہے کہ قرآن شریف کا مطلب بھی اس پہلی تفسیر کے موافق ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دوزخ میں لے جانے کا حکم دے کر پھر ان لوگوں کے کھڑا کئے جانے اور روکے جانے کا حکم دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بڑا حساب و کتاب ہو جانے اور دوزخ میں لے جانے کا حکم ہو جانے کے بعد ایک خاص جواب دہی کے لیے پل صراط پر گذرنے سے پہلے ان لوگوں کو روکا جاوے گا۔ علاوہ اس کے ترمذی کی ابوبرزہؓ کی روایت میں اس جواب دہی کا ذکر بھی تو نہیں ہے۔ جس جواب دہی کا ذکر آیت میں ہے پھر جو باتیں اس حدیث میں ہیں۔ وہ بدوں کسی تعلق کے آیت کی تفسیر کیوں کر قرار پا سکتی ہیں۔ ہاں قرآن شریف کی جن آیتوں میں ان چار باتوں میں سے کسی بات کا ذکر ہے۔ ان آیتوں کی تفسیر اس حدیث کو قرار دیا جاوے تو آیت اور حدیث میں تعلق پیدا ہو سکتا ہے۔ بہت سی آیتوں میں یہ جو ذکر ہے کہ دوزخ میں داخل ہونے کے بعد بہکنے والے لوگ اپنے بہکانے والوں کو برا کہویں گے اور وہ ان کو برا کہویں گے۔ جب برے لوگ پل صراط سے نہ گذر سکیں گے اور پل صراط پر سے کٹ کر دوزخ میں گر پڑیں گے وہ اس وقت کا ذکر ہے اس آیت میں جس برا بھلا کہنے کا ذکر ہے یہ ذکر پل صراط پر سے گذرنے سے پہلے کا ہے جس وقت اچھے برے لوگ حساب و کتاب کے لیے خدا تعالیٰ کے روبرو ہوں گے چنانچہ آیت کے مطلب سے خود معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان لوگوں کو دوزخ میں لے جانے کا حکم دے کر پھر فرشتوں سے اللہ تعالیٰ فرماوے گا۔ ان لوگوں کو کھڑا رکھو ان سے پوچھنا ہے۔ اور پھر دوزخ میں داخل ہو جانے کے بعد اس طرح کے مشرک لوگ خدا تعالیٰ کے روبرو نہ آسکیں گے۔ چنانچہ سورۃ قد افلح المومنون میں گذر چکا ہے کہ اس طرح کے مشرک لوگ دوزخ کے عذاب کی تکلیف سے تنگ آ کر ربنا غلبت علینا شقوتنا اور ربنا اخرجنا منھا کہہ کہہ کر ایک مدت تک چلاویں گے۔ تو آخر اللہ تعالیٰ ان

[1] جامع ترمذی باب ما جاء فی شان الحساب والقصاص ص ۷۷ ج ۲۔

إِنَّهُمْ كَانُوٓا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا ٱللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٥﴾ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوٓا

وُہ تھے کہ اُن سے جب کوئی کہتا کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے تو غرور کرتے اور کہتے کیا ہم چھوڑ دیں گے

ءَالِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍۭ ﴿٣٦﴾ بَلْ جَآءَ بِٱلْحَقِّ وَصَدَّقَ ٱلْمُرْسَلِينَ ﴿٣٧﴾ إِنَّكُمْ

اپنے ٹھاکروں کو کہے سے ایک شاعر دیوانے کے کوئی نہیں وُہ لایا ہے سچا دین اور سچ مانا ہے سب رسولوں کو بے شک تم کو

لَذَآئِقُوا ٱلْعَذَابِ ٱلْأَلِيمِ ﴿٣٨﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَ ٱللَّهِ

چکھنی ہے دکھ والی مار اور وہی بدلا پاؤ گے جو کچھ تم کرتے تھے مگر جو بندے اللہ کے

ٱلْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ أُو۟لَٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿٤١﴾ فَوَٰكِهُ ۖ وَهُم مُّكْرَمُونَ ﴿٤٢﴾

ہیں سچنے ہوئے وُہ جو ہیں اُن کو روزی ہے مقرر میوے کی اور اُن کی عزت ہے

کو بغیر روبرو بلانے کے یہی جواب دے گا اخسئوا فیھا ولا تکلمون۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تم لوگ بات کرنے کے قابل نہیں ہو اس لیے جس حالت میں ہو اسی حالت میں پڑے رہو۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ جن جماعتوں اور اُن کے جھوٹے معبودوں کو دوزخ کے راستہ سے لگا دینے کا حکم ہوگا۔ اُن کے دوزخ میں جھونکے جانے سے پہلے فرشتوں کو یہ بھی حکم ہوگا۔ کہ ان جماعتوں کو ذرا ٹھہراؤ کچھ ان سے پوچھنا ہے۔ پھر اُن سے یہ پوچھا جاوے گا۔ کہ جس عذاب کو دنیا میں تم لوگ جھٹلاتے تھے آج ایک دوسرے کی مدد کر کے تم اس عذاب کو کیوں نہیں ٹال دیتے۔ اب بہکنے والے اپنے بہکانے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہویں گے کہ تم ہی ہم کو بڑے زور شور سے ہر وقت بہکاتے رہتے تھے یمین کے معنی عربی میں قوت کے ہیں تاتوننا عن الیمین۔ کا مطلب یہی ہوا۔ کہ تم لوگ بڑے زور شور سے ہم کو نیک باتوں سے روکتے تھے۔ بہکانے والے جواب دیویں گے کہ تم پر ہمارا زیادہ زور نہیں چلتا تھا تمہارے دل میں عقبیٰ کی باتوں کا پورا بھروسہ نہیں تھا اس لیے تم ہمارے کہنے میں آکر ہم جیسے ہو گئے۔ اب سوا اس کے کچھ علاج نہیں کہ ہم اور تم دونوں اس عذاب کو بھگتیں۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو اسی طرح قائل و معقول کر کے سزا دیتا ہے۔ کیونکہ اس کی بارگاہ میں کسی پر ظلم نہیں ہے۔ صحیح مسلم[1] کے حوالہ سے ابوذرؓ کی روایت سے حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے۔ کہ ظلم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر حرام کر لیا ہے۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ بارگاہ الٰہی میں ظلم نہیں ہے اس واسطے قیامت کے دن نافرمان لوگوں کو پورا قائل کیا جا کر جرم کے موافق سزا دی جاوے گی۔

۳۵-۵۰۔ مکہ کے مشرکوں میں بہت دنوں سے شرک کی باتیں چلی آتی تھیں۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے جب توحید کی باتیں فرماتے تو کبھی مشرک لوگ یہ کہتے کہ جس طریقہ پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ ہم تو اس طریقہ پر قائم رہویں گے اور جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرک اور ان مشرکوں کے بتوں کی مذمت کرتے تو وہ ظالم نہایت زیادتی سے اللہ تعالیٰ کے حق میں بے ادبی کے کلمات کہنے کو مستعد ہو جاتے صحیح سند کا حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت سے ترمذی[2] النسائی وغیرہ میں ایک دفعہ کا یہ ایک قصہ ہے۔ کہ ابوطالب کی بیماری کے زمانہ میں ایک بڑی جماعت قریش کی ابوطالب کے پاس گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح طرح کی شکایت کی۔ ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس شکایت کا سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا میں تو ایک بات ایسی ان لوگوں کو بتلاتا ہوں۔ جس کے اختیار کرنے کے سبب سے سب ملک عرب و عجم ان کا تابعدار ہو جاوے۔ جب اُن جماعت کے لوگوں نے پوچھا کہ آخر وہ بات کیا ہے۔ بیان تو کرو تو آپ نے کلمہ توحید پڑھ کر سنایا۔ یہ سنتے ہی بڑے

[1] صحیح مسلم مع شرح نووی باب تحریم الظلم (ص ۳۱۹ ج ۲)

[2] جامع ترمذی تفسیر سورۃ ص۔ ص ۱۷۸ ج ۲۔

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۵﴾

باغوں میں نعمت کے تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے لوگ لیے پھرتے ہیں ان کے پاس پیالہ شراب ستھری کا

بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَهُمْ

سفید رنگ مزہ دیتی پینے والوں کو نہ اس میں سر پھرتا ہے اور نہ وہ اس سے بہکتے ہیں اور ان کے پاس ہیں

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى

عورتیں نیچی نگاہ رکھتیاں بڑی آنکھوں والیاں گویا وہ انڈے ہیں چھپے دھرے پھر منہ کیا ایک نے دوسرے

بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾

کی طرف لگے پوچھنے

تکبر سے اجعل الالھۃ الٰھا واحدا اور ماسمعنا بھذا فی الملۃ الاخرۃ کہتے ہوئے وہ سب لوگ اس مجلس میں سے اٹھ کر چلے گئے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے ایک معبود کی عبادت کسی پچھلے دین میں نہیں سنی۔ غرض اسی طرح توحید کی باتیں سن کر نخوت اور تکبر سے پیش آنے کے مشرکین مکہ کے بہت سے قصے قرآن شریف اور حدیث شریف میں ہیں۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے وہی ذکر فرمایا ہے۔ کہ قیامت کے دن جب ان لوگوں پر طرح طرح کا عذاب ہوگا جس کا ذکر اوپر کی آیتوں میں ہے۔ تو اس وقت ان کو یاد دلایا جاوے گا۔ کہ تم پر عذاب اسی سبب سے ہے کہ تم توحید کی باتیں اللہ کے رسول سے سن کر نخوت اور تکبر سے ان حق باتوں کو نہیں سنتے تھے۔ اور اللہ کے رسول کو شاعر اور دیوانہ بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ کیا ایک دیوانہ کے کہنے سے ہم اپنے باپ دادا کے زمانہ کے معبودوں کو چھوڑ دیویں گے۔ اب بیچ میں اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کی بات کا جواب دیا ہے کہ اللہ کے رسول شاعر اور دیوانہ نہیں بلکہ یہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ پھر جنت اور اہل جنت کا ذکر فرمایا ہے۔ تاکہ عقبیٰ کے منکروں کو جنت کا حال سن کر ایک طرح کی رغبت عقبیٰ کی پیدا ہو۔ ایک آدمی دوسرے آدمی کی طرف پیٹھ کرے تو ذرا برا معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ جنت میں جنتی لوگ اس طرح جڑاؤ تختوں پر بیٹھیں گے کہ ایک کی پشت دوسرے کی طرف نہ ہوگی۔ دنیا کی شراب سے درد سر ہوتا ہے، قے ہوتی ہے، نشہ چڑھ کر عقل زائل ہو جاتی ہے۔ کبھی قولنج کا درد پیدا ہو جاتا ہے۔ اس واسطے فرمایا کہ جنت کی شراب میں یہ کوئی بات نہ ہوگی۔ نہروں میں جس طرح پانی بہتا ہے۔ اس طرح جنت میں شراب اور دودھ اور شہد اور میٹھے پانی کی نہایت صاف نہریں ہوں گی۔ اس شراب کا رنگ ایسا ہوگا کہ جس کے دیکھنے سے رغبت آوے گی۔ یہ دودھ نہ کبھی جمے گا نہ کھٹا ہوگا۔ یہ شہد موم کے میل سے بالکل صاف ہوگا۔ جنت کی اور نعمتوں اور جنت کے میووں کا جو ان آیتوں میں ذکر ہے۔ صحیح بخاری[۱] و مسلم کی حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ جنت کی نعمتیں وہ ہیں کہ نہ آنکھوں سے کسی نے دیکھیں اور نہ کانوں سے سنیں۔ نہ کسی کے دل میں ان نعمتوں کا تصور گذر سکتا ہے۔ اس لئے جنت کی نعمتوں کی تفصیل سوا خدا کے کون جان سکتا ہے۔ ان آیتوں میں جنت کی حوروں کا بھی ذکر ہے۔ حدیث شریف میں ترمذی[۲] کی روایت سے آیا ہے کہ حوروں کے جسم میں اس طرح کی چمک ہوگی۔ کہ ستر پوشاکوں میں سے ان کا جسم نظر آوے گا۔ ترمذی نے اس روایت کو عبداللہ بن مسعود کا قول صحیح قرار دیا ہے بخاری[۳] کی ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے۔ کہ جنت کی حوروں کی پوشاک ایسی ہوگی۔ کہ اس پوشاک میں سے ان کا ایک دوپٹہ دنیا بھر کی چیزوں سے بڑھ کر

[۱] صحیح بخاری باب ماجاء فی صفۃ الجنۃ الخ ص ۴۶۰ ج ۱۔
[۲] جامع ترمذی باب ماجاء فی صفۃ نساء اھل الجنۃ الخ ص ۸۹ ج ۲۔
[۳] بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب صفۃ الجنۃ واھلھا الفصل الاول ص ۴۹۵۔

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّیْ کَانَ لِیْ قَرِیْنٌ ﴿۵۱﴾ یَّقُوْلُ اَئِنَّکَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِیْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا

بولا ایک بولنے والا ان میں مجھ کو تھا ایک ساتھی کہتا کیا تو یقین کرتا ہے کیا جب

مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِیْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾

ہم مر گئے اور ہو گئے مٹی اور ہڈیاں کیا ہم کو بدلا ملتا ہے کہنے لگا بھلا تم جھانک کر دیکھو گے

فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ کِدْتَّ لَتُرْدِیْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ

پھر جھانکا تو اس کو دیکھا بیچوں بیچ دوزخ کے بولا قسم اللہ کی تو تو لگا تھا کہ مجھ کو گڑھے میں ڈالے اور اگر نہ ہوتا میرے رب کا فضل

لَکُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی وَمَا نَحْنُ

تو میں بھی ہوتا ان میں جو پکڑے آتے کیا اب ہم کو نہیں مرنا مگر جو پہلے بار مر چکے اور ہم کو

بِمُعَذَّبِیْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾

تکلیف نہیں پہنچتی بے شک یہی ہے بڑی مراد ملنی ایسی چیزوں کے واسطے چاہیے محنت کریں محنت والے

قیمت کا ہو گا۔ غرض جنت کی سب چیزیں ایسی ہی ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ اپنی رحمت سے جب جنت میں جانا نصیب کرے گا۔ اسی وقت ان چیزوں کی قدر معلوم ہو گی۔ اس واسطے صحیح بخاری[1] و مسلم کی حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں جتنی سی جگہ میں گھوڑے کا سوار اپنے گھوڑے کا کوڑا رکھتا ہے۔ جنت کی اتنی سی جگہ تمام دنیا سے بہتر ہے غول کے معنے خلاف طبیعت بات کے پیش آنے کے ہیں۔ اس لئے حاصل مطلب یہ ہے کہ جنت کی شراب سے درد سر۔ قے۔ قولنج کوئی خلاف طبیعت بات پیش نہ آوے گی۔ عرب کے محاورہ میں نزف الرجل ایسے موقعہ پر بولتے ہیں۔ جب کوئی آدمی نشہ میں ہو جاتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ جنت کی شراب میں یہ بات نہ ہو گی۔ کہ کوئی جنتی مدہوش ہو جاوے۔ بیض مکنون اس کا یہ مطلب ہے کہ انڈے کے سخت چھلکے کے اندر کا نرم پوست جیسا آبدار رہتا ہے۔ حوروں کا جسم ایسا آبدار رہو گا۔

(۵۱-۶۱) تفسیر اسمٰعیل سدی اور تفسیر ابن ابی حاتم[2] وغیرہ میں بنی اسرائیل کا ایک قصہ اس آیت کے متعلق جو لکھا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے۔ کہ کسی تجارت میں دو شخص ساجھی تھے۔ جس میں ایک شخص مشرک تھا اور ایک مسلمان تھا۔ یہ مسلمان شخص اکثر اپنے دین کے کاموں میں مصروف رہ کر تجارت کے کاموں سے بے خبر رہتا تھا۔ اس مشرک ساجھی نے اپنے اس مسلمان ساجھی کا یہ حال دیکھ کر اپنے ساجھے سے اس کو الگ کر دیا۔ اس ساجھی کے الگ ہونے کے وقت دونوں شخصوں کے حصہ میں چار چار ہزار اشرفیاں آئیں۔ اس مشرک شخص نے تو اپنی اشرفیاں دنیا کے طرح طرح کے کاموں میں لگائیں اور مسلمان شخص نے رفتہ رفتہ وہ اپنی سب اشرفیاں عاقبت کے اجر کے خیال سے اللہ کی راہ میں خیرات کر ڈالیں اور تنگ حال ہو گیا۔ ایک روز اس مشرک نے اس مسلمان کو تنگ دست دیکھ کر اس کے حال پر بڑا افسوس کیا۔ اور اس سے پوچھا کہ تیری اشرفیاں کہاں گئیں۔ پہلے تو اس مسلمان نے اپنی اشرفیوں کا حال اس مشرک سے چھپایا۔ لیکن جب اس مشرک شخص نے بہت کھود کھود کر پوچھا تو اس نے بیان کیا کہ وہ اشرفیاں عاقبت کے اجر کے خیال سے میں نے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں۔ اس مشرک عاقبت کے منکر نے عاقبت اور عاقبت کے اجر کا نام سن کر اس مسلمان کو بہت برا بھلا کہا۔ قیامت کے دن اس مسلمان کو جنت میں اور مشرک کو دوزخ میں جب اللہ تعالیٰ داخل فرمائے گا۔ تو یہ مسلمان شخص اپنے مشرک ساجھی کا عاقبت کا انکار کرنا۔ اور برا کہنا یاد کر کے جنت میں سے جھانک کر اس کو دیکھے گا اور

[1] صحیح بخاری باب ما جاء فی صفة الجنة الخ ص ۴۶۱ ج ۱ [2] ص ۵۲ بحوالہ تفسیر الدر المنثور ص ۲۷۵ ج ۵ تفسیر ابن کثیر ص ۹ ج ۴

اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ

کیا یہ بہتر ہے مہمانی یا درخت سینڈھ کا ہم نے اس کو رکھا ہے خراب کرنا ظالموں کا وہ ایک درخت ہے

طرح طرح کے عذاب میں گرفتار پاکر یہ کہے گا۔ کہ اگر دنیا میں تیرا کہنا میں مان لیتا تو آج میں بھی اس مصیبت میں گرفتار ہوتا حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا ہے۔ کہ جنت کے مکانوں کی دیواروں میں کھڑکیاں ہوں گی جن میں سے اہل جنت اہل دوزخ کا حال دیکھ کر اپنے عیش و آرام کی بڑی قدر کریں گے۔ کیونکہ یہ قاعدہ ہے۔ کہ دوسرے کی مصیبت دیکھ کر آدمی کو اپنے آرام کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ اس مسلمان جنتی شخص کے کلام میں اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے۔ کہ وہ شخص جنت کی نعمتوں کی قدر اور اپنی خوشی ظاہر کرنے کی باتوں میں یہ بھی کہے گا۔ کہ یہ بھی بڑی مراد پوری ہونے کی بات ہے۔ کہ ہم جنتی لوگ سدا اسی عیش میں رہویں گے اور سوا دنیا میں ایک دفعہ کی موت کا مزا چکھ لینے کے۔ اب ہم کو کبھی موت نہیں آنے کی اس کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی صحیحین[1] کی روایت میں ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہو جانے کے بعد جنت اور دوزخ کے مابین میں موت کو ذبح کر دیا جاوے گا۔ اور پھر فرشتے پکار کر اہل جنت اور اہل دوزخ کو سنا دیں گے۔ کہ اب جو جس حال میں ہے۔ ہمیشہ وہ اسی حال میں رہے گا۔ اب کسی کو موت نہیں۔ اس خبر کو سن کر اہل جنت اپنے عیش و آرام سے ہمیشہ رہنے کی بڑی خوشی کریں گے۔ اور اہل دوزخ اپنا عذاب میں ہمیشہ رہنے کا حال دیکھ کر بڑا رنج کریں گے۔ جس خوشی کا اس حدیث میں ذکر ہے۔ وہی خوشی ہے۔ جس کا تذکرہ اس جنتی شخص نے اپنی خوشی اور مراد پانے کی باتوں میں کیا ہے۔ غرض جنت کی نعمتیں دنیا کی نعمتوں سے نرالی ہیں۔ پھر یہ کتنی بڑی بات ہے۔ کہ وہ نعمتیں ہمیشہ رہویں گی نہ ان نعمتوں کو دکھ کا خلل ہے۔ نہ بیماری کا نہ موت کا کچھ کھٹکا۔ دنیا کی نعمتوں کو دکھ کا بیماری کا موت کا ہر طرح کا کھٹکا لگا ہوا ہے جس کے سبب سے یہ کہنا چاہیے کہ دنیا کی بادشاہت وزارت کوئی نعمت پائیدار نہیں۔ کیونکہ زبان حال سے دنیا کی ہر نعمت یہ پکار رہی ہے۔ کہ آج ہے تو کل نہیں۔ عاقبت میں اس کے برخلاف معاملہ ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم[2] میں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کے لوگوں کو فرشتے ہر وقت پکار پکار کر سنا دیں گے۔ کہ جنت کی زندگانی کو موت نہیں اور جوانی کو بڑھاپا نہیں۔ صحت کو مرض نہیں۔ خوشی کو رنج نہیں۔ لمدینون اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ کیا مرنے اور خاک ہو جانے کے بعد ہم پھر دوبارہ زندہ ہوں گے۔ اور ہماری نیکی بدی کا حساب و کتاب ہوگا۔ منکرین حشر کے اس عقلی اعتراض کا جواب عقلی طور پر اللہ تعالیٰ نے کئی آیتوں میں جو دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ خود دنیا کا موجودہ انتظام اس بات کو چاہتا ہے۔ کہ دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد قیامت کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ چھوٹے چھوٹے حاکم فرمانبردار اور نافرمان رعایا کو ایک حالت پر رکھنا ناانصافی جانتے ہیں۔ پھر اس احکم الحاکمین کے انصاف سے یہ بعید ہے کہ اس کی بارگاہ میں نہ نیکی کا کچھ ثمرہ ہو نہ بدی کی کچھ پرسش۔ دنیا کی حالت سب کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ کہ یہاں بہت سے نیک لوگ تنگ دست ہیں۔ اور بد لوگ خوش حال۔ اس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ دنیا میں جزا و سزا کا موقعہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کے لیے ایک دوسرا جہان ہے۔ جس کا حال وحی کے ذریعہ سے انبیا کو معلوم ہوا ہے۔ اور عقل بھی اس کا انکار نہیں کر سکتی۔ سورہ جاثیہ میں اس عقلی جواب کی تفصیل زیادہ آوے گی۔

۶۲-۷۴۔ اوپر جنت کی نعمتوں کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا۔ کہ یہ جنت کی نعمتیں بہتر ہیں۔ یا دوزخیوں کی خوراک سینڈھ کا درخت بہتر ہے۔

[1] صحیح مسلم مع شرح نووی باب جہنم اعاذنا اللہ منہا ص ۳۸۲ ج ۲۔

[2] صحیح مسلم مع شرح نووی باب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واھلہا ص ۳۷۸ ج ۲۔

تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ

کہ نکلتا دوزخ کی جڑ میں شگوفہ جیسے سر شیطانوں کے پھر وہ کھاویں گے

مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ

اس میں سے پھر بھریں گے اس سے پیٹ پھر ان کو اسکے اوپر ملونی جلتے پانی کی پھر

مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾

ان کو لے جانا آگ کے ڈھیر میں انھوں نے پائے اپنے باپ دادا بہکے ہوئے سو وہ انہیں کے قدموں پر دوڑتے ہیں

وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ

اور بہک چکے ان سے آگے بہت لوگ پہلے اور ہم نے بھیجے ہیں ان میں ڈر سنانے والے اب دیکھ

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾

کیسا ہوا آخر ڈرائے ہوؤں کا مگر جو بندے ہیں اللہ کے چنے ہوئے

ع ۵۲

ترمذی[1] نسائی ابن ماجہ صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے صحیح روایت ہے۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس دوزخ کے سینڈھ کے عرق کا ایک قطرہ بھی اگر زمین پر ٹپک پڑے تو تمام دنیا کے لوگوں کی زندگی دشوار ہو جاوے۔ اور اگر دنیا کے دریاؤں میں وہ قطرہ پڑ جاوے۔ تو دریاؤں کا پانی بالکل بگڑ جاوے۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افسوس ہے۔ اُن لوگوں کے حال پر جن کی خوراک یہ سینڈھ کا پھل ہوگا۔ اس حدیث یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ وہ سینڈھ دنیا کے سینڈھ جیسا نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایسی بُری بلا ہے جس کی حالت حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر[2] ابن جریر میں قتادہ کا قول ہے کہ قرآن شریف میں جب سینڈھ کے درخت کا ذکر آیا تو مشرکین مکہ تعجب سے کہنے لگے۔ کہ سبز درخت دوزخ کی آگ میں کیوں کر ہوگا۔ اُس پر فرمایا۔ یہ اللہ کی قدرت ہے۔ کہ دوزخ کے کندہ پر نہیں۔ بلکہ بیچ دوزخ کی جڑ میں یہ درخت نکلے گا۔ اور منکروں کو اس خرابی میں ڈالے گا۔ کہ اُس کے پھل پیٹ بھر کر اُن کو کھانے پڑیں گے اور جب وہ پھل اُن کے حلق میں پھنسیں گے۔ تو ایسا کھولتا ہوا پانی اُن کو پلایا جاوے گا۔ کہ اُن کی انتڑیاں نکل پڑیں گی۔ زقوم کے علاوہ دوزخیوں کو کبھی ایک کانٹوں دار گھاس بھی کھلائی جاوے گی۔ جس کا ذکر سورۃ الغاشیہ میں آوے گا۔ حاصل یہ ہے۔ کہ دوزخ کے درجے الگ الگ ہیں۔ بعض درجوں میں دوزخیوں کی خوراک زقوم ہوگی۔ اور بعضوں میں کانٹوں دار گھاس عرب کے لوگ خوفناک چیز کو شیطان سے تشبیہ دیا کرتے ہیں۔ اس واسطے سینڈھ کے پھل کو شیطان کے سر سے مشابہت دی۔ مسند امام احمد ترمذی[3] صحیح ابن حبان مستدرک حاکم اور بیہقی میں ابو سعیدؓ خدری اور ابوہریرہؓ سے معتبر روایتیں ہیں۔ جن میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب وہ کھولتا ہوا پانی دوزخیوں کے منہ کے پاس لایا جاوے گا۔ تو اُن کے منہ کی کھال جل کر اتر جاوے گی۔ اور جب وہ پانی اُن کو پلایا جاوے گا۔ تو کٹ کر انتڑیاں نکل پڑیں گی۔ اُس کھولتے ہوئے پانی کو ملونی کا پانی جو فرمایا۔ اُس کی تفسیر سورہ ابراہیم میں گذر چکی ہے۔ کہ زیادہ بدمزہ کرنے کے لیے اس پانی میں پیپ بھی ملائی جائے گی۔ تفسیر عبدالرحمٰن بن زید میں ملونی کی یہ تفسیر کی گئی ہے۔ جو اوپر بیان کی گئی۔ یہ عبدالرحمٰن بن زید سفیان بن عیینہ کے مرتب

[1] جامع ترمذی باب ما جاء فی صفۃ شراب اہل النار ص ۹۵ ج ۲۔ [2] بحوالہ تفسیر الدر المنثور ص ۲۷۷ ج ۵ و تفسیر ابن کثیر ص ۱۰ ج ۴۔
[3] ترمذی شریف باب ما جاء فی صفۃ شراب اہل النار ص ۹۵ ج ۲۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَجَعَلْنَا

اور ہم کو پکارا تھا نوح نے سو کیا خوب پہنچنے والے ہیں پکار پر اور بچا دیا اس کو اور اس کے گھر کو اس بڑی گھبراہٹ سے اور رکھی

ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿۷۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۹﴾

اُس کی اولاد وہی رہ جانے والی اور باقی رکھا اس پر پچھلی خلق میں کہ سلام ہے نوح پر سارے جہان والوں میں

کے تبع تابعین میں ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں ان سے روایتیں ہیں۔ حدیث کی روایت میں اگرچہ علمانے ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مگر تفسیر کے باب میں یہ اپنے باپ زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں۔ اس لئے تفسیر کے باب میں اُن کے قول کا اعتبار ہے۔ کیونکہ اُن کے باپ حسن بصری کے مرتبہ کے ثقہ تابعیوں میں ہیں۔ اکثر سلف کا قول ہے کہ یہ کھولتے پانی کا چشمہ دوزخ کے کنارہ پر ہے۔ وہاں فرشتے دوزخیوں کو پانی پلانے لائیں گے اور پھر دوزخ میں دھکیل دیویں گے ثم ان مرجعهم لالی الجحیم۔ کا یہی مطلب ہے اب آگے فرمایا قریش کے اور پچھلی اُمتوں کے نافرمان لوگ اس واسطے عذاب میں پکڑے گئے۔ کہ انہوں نے اللہ کے رسولوں کی نصیحت کو نہ مانا اور سرکشی کرکے اپنے بڑوں کی لکیر کے فقیر رہے ہاں اللہ کے چنے ہوتے جن بندوں نے اللہ کے رسولوں کی نصیحت کو مان لیا۔ وہ اس عذاب سے بچ کر جنت میں داخل ہوئے۔ ترمذی[1] ابوداؤد، موطا، مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدم علیہ السلام کی پشت سے قیامت تک کی روحوں کو نکال کر عالم ارواح ہی میں اللہ تعالےٰ نے یہ فرما دیا تھا۔ کہ اتنی روحوں کے بنی آدم دنیا میں پیدا ہونے کے بعد جنتیوں کے سے کام کریں گے اور اتنی روحوں کے بنی آدم دوزخیوں کے سے کام کریں گے۔ اگرچہ منذری نے اس حدیث کی سند پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو مسلم بن یسار نے حضرت عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ حالانکہ مسلم بن یسار کو حضرت عمرؓ کی ملاقات کا موقع نہیں ملا۔ اس واسطے اس حدیث کی سند پوری نہیں ہے۔ لیکن موطا، مسند امام احمد اور مستدرک حاکم کی سند میں مسلم بن یسار نہیں ہے اور یہ سندیں پوری ہیں۔ اسی واسطے ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، حاصل کلام یہ ہے کہ سب سندوں کے ملانے سے یہ حدیث معتبر ہے۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ اگرچہ جنتی اور دوزخی عالم ارواح میں بھی اللہ تعالےٰ کے علم غیب کے موافق چنے جا چکے تھے۔ لیکن اللہ تعالےٰ نے اپنے انصاف سے جزا و سزا کا دار و مدار دنیا کے پیدا ہونے کے بعد رکھا۔ جب اُس علم غیب کا ظہور ہو گیا۔ تو اس کے موافق قیامت کے دن جزا و سزا کا فیصلہ کیا جاوے گا۔ یہ کئی جگہ گذر چکا ہے۔ کہ دنیا نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اس لئے جو لوگ علم الٰہی میں دوزخ کے قابل ٹھہر چکے تھے زبردستی ان کو راہِ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف تھا۔ اس واسطے اُن کو اللہ تعالےٰ نے ان کے حال پر چھوڑ دیا۔

۷۵-۸۲۔ اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا تھا کہ جس طرح قریش اللہ کے رسول کی نصیحت نہیں مانتے اور شیطان کے پھندے میں پھنسے ہوتے ہیں۔ اسی طرح قریش سے پہلے بھی بہت قومیں بہک چکی ہیں۔ اور اللہ کے رسولوں کی نصیحت کے نہ ماننے سے وہ قومیں ہلاک ہو چکی ہیں۔ اب اس آیت سے آخر سورہ تک اُس ارشاد کی تائید میں حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت اسمٰعیل حضرت موسےٰ حضرت ہارون حضرت الیاسؑ حضرت لوط حضرت یونس کے سات قصے ذکر فرماتے۔ اُن میں سے یہ پہلا قصہ حضرت نوح سب سے پہلے صاحب شریعت نبی کا ہے مدت تک حضرت نوح نے اپنی قوم کو سمجھایا۔ جب اُن لوگوں نے حضرت نوح کی نصیحت کو نہ مانا۔ اس وقت حضرت نوحؑ نے آکتا کر رب انی مغلوب فانتصر اور رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا یہ دعائیں مانگی۔ جن دعاؤں کا مطلب یہ ہے۔ کہ یا اللہ اب میں قوم کے لوگوں کی سرکشی سے عاجز آ گیا ہوں

[1] جامع ترمذی تفسیر سورۂ اعراف ص ۵۵ ج ۲۔

إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٨٠﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ﴿٨٢﴾

ہم یوں بدلا دیتے ہیں نیکی والوں کو وہ ہے ہمارے بندوں ایمان داروں میں پھر ڈبا دیا ہم نے دوسروں کو

لئے اُن سے ایسا بدلہ لے کہ اُن کا ایک گھر بھی زمین پر باقی نہ رہے۔ آخر اللہ کے رسول کی بددعا کے اثر سے وہ قوم غرق ہو کر ہلاک ہو گئی۔ حضرت نوح کی اسی بددعا کرنے کا اور اللہ تعالےٰ کا اس میں اثر دینے کا ذکر اس آیت میں ہے۔ قریش کو اور ساری اُمت کو گویا یہ نصیحت اللہ تعالےٰ نے فرمائی ہے۔ کہ اللہ کے رسول کی بددعا کا انجام اچھا نہیں۔ اللہ کے رسول کی ناخوشی اور اللہ کے رسول کی بددعا سے اُمت کے ہر شخص کو بچنا چاہیے۔ معتبر سند سے مسند امام احمد مسند بزار مسند ابی یعلےٰ اور مستدرک حاکم میں ابوسعید خدری سے روایت[ل] ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ یا تو اُس کے مقصد کو پورا کر دیتا ہے اور اگر علم الٰہی میں وہ مقصد پورا ہونے کے قابل نہ ہو تو اس شخص کے سر سے کوئی بلا ٹل جاتی ہے یا عقبےٰ میں اُس دعا کا اجر اُس کو مل جاوے گا۔ یہ حدیث فلنعم المجیبون کی گویا تفسیر ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ بارگاہ الٰہی میں کسی کی دعا رائیگاں نہیں جاتی صحیح سند سے مسند امام احمد ترمذی[ع] طبرانی مستدرک حاکم میں سمرہ بن جندب سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ طوفان کے بعد سام حام اور یافث نوح علیہ السلام کے تین بیٹے جو طوفان سے بچے۔ اُن کی نسل سے تمام دنیا چلی۔ یہ حدیث وجعلنا ذریتہ ھم الباقین کی گویا تفسیر ہے نوح علیہ السلام کے بعد جو آسمانی کتابیں نازل ہوئیں اُن میں نوح علیہ السلام کا ذکر خیر سے وہی وترکنا علیہ فی الآخرین کی گویا تفسیر ہے۔ اب آگے اُس ذکر خیر کی یہ تفسیر فرمائی کہ ہر ایماندار شخص اُن کے نام کے ساتھ علیہ السلام کا لفظ بولتا یا لکھتا ہے۔ صحیح بخاری[ع] میں ابوہریرہؓ کی روایت سے حدیث قدسی ہے۔ کہ جو شخص فرض عبادت کے بعد نفل عبادت میں لگا رہتا ہے اُس کو بارگاہ الٰہی میں ایک قربت حاصل ہو جاتی ہے۔ صحیح بخاری[ع] میں ابوہریرہؓ کی دوسری حدیث ہے۔ کہ جس شخص کو بارگاہ الٰہی میں قربت حاصل ہو جاتی ہے۔ تو اللہ کے حکم سے جبرئیل علیہ السلام اُس خبر کو آسمان و زمین میں پکار کر کہہ دیتے ہیں جس سے آسمان و زمین میں اُس شخص کا ذکر خیر جاری ہو جاتا ہے۔ ان حدیثوں سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ نیک لوگوں کا ذکر خیر کیونکر اور کن باتوں سے ہر جگہ پھیل جاتا ہے۔ پھر فرمایا۔ جس طرح اللہ تعالےٰ نے نوح علیہ السلام اور اُن کے ساتھ کے ایمان دار لوگوں کو طوفان کی آفت سے بچا کر اُن کے مخالفوں کو طوفان کے عذاب سے ہلاک کر دیا نہ اسی طرح اللہ تعالےٰ حضرت نوح کی طرح کامل الایمان اور خالص دل سے عبادت کرنے والے بندہ کو اُس کی نیکیوں کا بدلہ دیتا ہے۔ صحیح بخاری[ھ] و مسلم کے حوالہ سے ابوموسےٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے۔ کہ پہلے تو اللہ تعالےٰ نافرمان لوگوں کو مہلت دیتا ہے جب مہلت کے زمانہ میں وہ لوگ اپنی نافرمانی سے باز نہیں آتے تو اُن کو ایسے سخت عذاب میں پکڑ لیتا ہے۔ جس سے وہ بچ نہیں سکتے۔ اس حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ قوم نوح کے نافرمان لوگوں کو ساڑھے نو سو برس تک مہلت دی گئی۔ اور اس مہلت کے زمانہ میں اللہ کے رسول نوح علیہ السلام اللہ کے حکم سے ہر طرح ان لوگوں کو سمجھاتے رہے۔ لیکن یہ لوگ اپنی نافرمانی سے باز نہ آئے۔ اور اللہ کے رسول کو یہاں تک تنگ کیا کہ آخر اللہ کے رسول نے ان لوگوں کے حق میں بددعا کی جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ طوفان کے عذاب سے یہ سب نافرمان ہلاک ہو گئے۔ ان آیتوں میں محسنین کا لفظ جو آیا ہے۔ اس کی تفسیر صحیح

ل بحوالہ مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات الفصل الثالث ص ۱۹۶۔ ع جامع ترمذی تفسیر سورہ صافات ص ۱۷۷ ج ۲۔

ع بحوالہ مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات فی الذکر والتقرب الیہ۔ ص ۱۹۷۔ ع بخاری شریف باب کلام الرب مع جبرائیل الخ۔ ص ۱۱۱۵ ج

ھ بخاری شریف باب قولہ وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القرٰی ص ۶۷۸ ج ۲۔

وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ﴿۸۳﴾ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴿۸۴﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ

اور اسی کی راہ والوں میں سے ہے ابراہیم جب آیا اپنے رب پاس لے کر دل نروگا جب کہا اپنے باپ کو

وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ﴿۸۶﴾ فَمَا ظَنُّكُمْ

اور اپنی قوم کو تم کیا پوجتے ہو کیا جھوٹ بنائے حاکموں کو اللہ کے سوائے چاہتے ہو پھر کیا خیال کیا ہے تم نے

بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ﴿۸۸﴾ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ﴿۸۹﴾ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ

جہان کے صاحب کو پھر نگاہ کی ایک بار تاروں میں پھر کہا میں بیمار ہوں پھر الٹے گئے اس سے

مسلم[1] کی حضرت عمرؓ کی حدیث کے حوالہ سے ایک جگہ گذر چکی ہے۔ کہ احسان اس طرح کے خالص دل کی عبادت کو کہتے ہیں۔ کہ عبادت کے وقت آدمی یہ سمجھے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ مرتبہ آدمی کو میسر نہ آوے تو اتنا ضرور سمجھے کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے۔

۸۳۔۹۵۔ حضرت عبداللہؓ بن عباس رضی اللہ عنہ نے من شیعتہ کی تفسیر[2] میں من اھل دینہ کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہم السلام حضرت نوح علیہ السلام کے دین والوں میں سے ہیں۔ حضرت ابراہیم کو حنیف اور ملت ابراہیمی کو حنیفی کہتے ہیں۔ حنیف کے معنے ایک طرف کا ہو جانا حضرت ابراہیم نے شرک سے بیزار ہو کر اپنے وطن کو باپ کو قوم کو چھوڑا اور اللہ کی وحدانیت کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اس لئے حضرت ابراہیم کا یہ لقب ہوا۔ حضرت ابراہیم اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا قصہ ملتا جلتا ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم کی طرح نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی توحید کی حفاظت میں وطن کو قوم کو سب کو چھوڑنا پڑا۔ اور پھر جس طرح ہجرت کے بعد ابراہیم علیہ السلام کا بول بالا ہوا۔ وہی حال ہجرت کے بعد نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ قلب سلیم کا بھی وہی مطلب ہے۔ جو حنیف کا ہے۔ کہ حضرت ابراہیم کا دل شرک کے دھبہ سے بالکل پاک صاف تھا۔ صحیح بخاری[3] میں نعمانؓ بن بشیر سے روایت ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی کے بدن میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جس کو دل کہتے ہیں۔ اگر وہ درست ہے تو آدمی کے سب کام درست ہیں نہیں تو کچھ بھی نہیں مطلب یہ ہے۔ کہ شریعت میں نیک عمل کا ثواب نیت پر موقوف ہے اور نیت دلی ارادہ کا نام ہے۔ اس واسطے جس شخص کا دلی ارادہ درست نہیں۔ اس کا کوئی نیک عمل بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں جس طرح مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافق دکھاوے کے لئے سب نیک عمل کرتے تھے۔ لیکن ان کے دل میں کھوٹ تھی۔ اس لئے قرآن شریف میں جگہ جگہ ان کی مذمت آئی ہے۔ غرض شریعت میں قلب سلیم کی جس قدر ضرورت ہے۔ اس کا حال اس حدیث[4] سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کا قصہ مختصر طور پر بیان فرمایا ہے۔ سورۃ الانبیاء میں اس قصہ کی زیادہ تفصیل گذر چکی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ پہلے حضرت ابراہیم علیہم السلام نے اپنے باپ آزر اور قوم کے لوگوں کے روبرو بت پرستی کی مذمت بیان کی جب ان لوگوں پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دبی ہوئی آواز سے یہ قسم کھائی کہ کبھی موقعہ پا کر میں ان بتوں کا پورا علاج کروں گا۔ اب سال بھر میں ایک میلہ بستی کے باہر ہوا کرتا تھا۔ جس میں بستی کے سب لوگ جاتے تھے اور میلہ میں جاتے وقت کچھ کھانا پکا کر بت خانہ میں رکھ جاتے تھے۔ اور میلہ میں سے پلٹ کر جب آیا کرتے تو وہ کھانا کھا لیتے۔ اس قصہ کے سال جب یہ لوگ جانے لگے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام بیماری کا عذر کر کے بستی میں رہ گئے۔

[1] صحیح مسلم مع شرح نووی کتاب الایمان ص ۲۷ ج ۱۔ [2] تفسیر ابن کثیر ص ۱۲ ج ۴۔ [3] صحیح مسلم مع شرح نووی باب اخذ الحلال و ترک الشبہات ص ۲۸ ج ۲۔ [4] بخاری شریف کتاب الایمان فصل من استبرأ لدینہ ص ۱۳ ج ۱۔

مُدۡبِرِيۡنَ ﴿۹۰﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمۡ فَقَالَ اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۹۱﴾ مَا لَكُمۡ لَا تَنۡطِقُوۡنَ ﴿۹۲﴾ فَرَاغَ

پیٹھ دے کر پھر جا گھسا ان کے بتوں میں پھر بولا تم کیوں نہیں کھاتے تم کو کیا ہے کہ نہیں بولتے پھر گھسا

عَلَيۡهِمۡ ضَرۡبًۢا بِالۡيَمِيۡنِ ﴿۹۳﴾ فَاَقۡبَلُوۡۤا اِلَيۡهِ يَزِفُّوۡنَ ﴿۹۴﴾ قَالَ اَتَعۡبُدُوۡنَ مَا تَنۡحِتُوۡنَ ﴿۹۵﴾

ان پر مارتا داہنے ہاتھ سے پھر لوگ آئے اس پر دوڑ کر گھبرائے بولا کیوں پوجتے ہو جو آپ تراشتے ہو

اور ان لوگوں کے بستی کے باہر چلے جانے کے بعد بت خانہ کو اکیلا پا کر بت خانہ میں گئے۔ اور بتوں کے سامنے کھانا دھرا ہوا دیکھ کر پہلے تو دل لگی کے طور پر بتوں سے یہ کہا کہ تم یہ کھانا کیوں نہیں کھاتے۔ جب بتوں نے اس کا جواب کچھ نہیں دیا۔ تو پھر ان بتوں سے یہ کہا کہ تم بولتے کیوں نہیں۔ اُس کے بعد سب میں بڑے بت کو تو ثابت چھوڑ دیا۔ اور باقی سب چھوٹے بتوں کو توڑ توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب یہ لوگ میلہ سے پلٹ کر آئے۔ اور بت خانہ میں عادت کے موافق کھانا لینے گئے تو بتوں کو ٹوٹا ہوا پا کر آپس میں چرچا کرنے لگے۔ کہ یہ کام کس نے کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے جب دبی ہوئی آواز سے وہ قسم کھائی تھی جس کا ذکر اوپر گذرا تو اُن میں کے بعضے لوگوں نے حضرت ابراہیم کی وہ آواز سن لی تھی۔ اس واسطے ان لوگوں نے اس کام کا شبہ حضرت ابراہیم کی نسبت ظاہر کیا۔ اُس پر ان لوگوں نے اِس کی فریاد نمرود سے کی اور حضرت ابراہیم جب نمرود کے سامنے بلاتے گئے تو انہوں نے یہ کہا کہ تم لوگ بڑے بت کے ساتھ ملا کر ان چھوٹے بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اس لئے بڑے بت نے اس بات کو ناپسند کیا۔ اور چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالا۔ اگر یہ بت کچھ بات کر سکتے ہیں تو ان سے پوچھ لیا جاوے۔ کہ ان کو کس نے توڑ ڈالا۔ حضرت ابراہیم کی اس بات سے جب وہ لوگ قائل ہوتے۔ تو حضرت ابراہیم نے اُن کو یوں بھی قائل کیا۔ کہ تم لوگ اپنے ہاتھ کے تراشے ہوتے بتوں کی پوجا کرتے ہو۔ یہ کون سی عقل کی بات ہے اب آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلبِ سلیم کا بیان ہے۔ کہ انہوں نے شرک کی دلی بیزاری کے سبب سے اپنے باپ اور قوم کے لوگوں سے بت پرستی پر جھگڑا کیا اور کہا کہ اللہ نے تم کو تمہاری ضرورت کی سب چیزوں کو پیدا کیا پھر تم نے اُس کو چھوڑ کر یہ جھوٹے معبود تراش رکھے ہیں۔ اس شرک کی حالت میں اگر تم مر گئے۔ تو اللہ کو کیا منہ دکھاؤ گے۔ اسی جھگڑے کے بعد ان لوگوں کا میلہ میں جانے کا وقت آ گیا۔ اور ان لوگوں نے حضرت ابراہیم کو بھی میلے میں چلنے کو کہا۔ لیکن ان نجومی لوگوں کی زبان بند کرنے کے لئے ابراہیم علیہ السّلام نے تاروں کی طرف نگاہ کر کے بیمار ہو جانے کا عذر کیا۔ اور میلہ میں نہیں گئے۔ اب آگے وہی قصہ ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔ کہ ان لوگوں کے میلے میں چلے جانے کے بعد ابراہیم علیہ السّلام بت خانہ میں گئے اور ان لوگوں کے بتوں کو توڑ ڈالا اور بتوں کے توڑنے کا حال پوچھنے کے وقت ان لوگوں کو یوں قائل کیا۔ کہ تم اپنے ہاتھ کے تراشے ہوئے بتوں کی پوجا کرتے ہو۔ جو عقل سے بالکل بعید ہے۔ نجومی وہ فرقہ ہے جو تاروں میں برائی اور بھلائی پہنچانے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ قدیمی فلسفی لوگوں کا بھی یہی اعتقاد تھا۔ صحیح بخاری میں زید بن خالد جہنی سے اور صحیح مسلم[1] میں ابوہریرہ سے جو روایتیں ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تاروں میں کسی مستقل تاثیر کا اعتقاد رکھنا شرک ہے۔ صحیح بخاری[2] و مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی عمر میں دینی ضرورت سے یہ تین باتیں ایسی کی ہیں۔ جو ظاہر میں جھوٹ کی

[1] صحیح مسلم مع شرح نووی باب بیان کفر من قال مطرنا بنوء کذا۔ ص ۵۹ ج ۱۔

[2] صحیح بخاری باب قول اللہ عزوجل واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا الخ۔ ص ۴۷۳ ج ۱۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ﴿٩٧﴾

اور اللہ نے بنایا تم کو اور جو تم بناتے ہو اس کو بولے چنو اس کے واسطے ایک چنائی پھر ڈالو اس کو آگ کے ڈھیر میں

فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ﴿٩٨﴾ وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي

پھر چاہنے لگے اس پر برا داؤ پھر ہم نے ڈالا انہیں کو نیچے اور بولا میں جاتا ہوں اپنے رب کی طرف

سَيَهْدِينِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٠٠﴾ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ﴿١٠١﴾

وہ مجھ کو راہ دے گا اے رب بخش مجھ کو کوئی بیٹا نیک پھر خوشخبری دی ہم نے اس کو ایک لڑکے کی جو ہوگا تحمل والا

صورت کی ہیں ایک تو تاروں کو دیکھ کر انہوں نے بیماری کا عذر کیا۔ دوسرے انہوں نے یہ کہا کہ بڑے بت نے چھوٹے بتوں کو توڑ ڈالا تیسرے[۱] انہوں نے ایک ظالم بادشاہ کے خوف سے اپنی بیوی سارہ کو اپنی بہن ظاہر کیا۔ یہ حدیث انی سقیم کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ بات مناہی کے جھوٹ میں داخل نہیں ہے۔ ابراہیم علیہ السلام جب اپنے وطن سے ہجرت کر کے ملک شام کو جا رہے تھے تو راستے میں ایک ظالم بادشاہ کی بستی ملی جو خوبصورت عورتوں کو بدکاری کی غرض سے پکڑوا لیا کرتا تھا۔ اور خوبصورت عورت کا شوہر ہو تو اسے قتل کرا دیتا تھا۔ خوبصورتی کے سبب سے جب اُس ظالم بادشاہ کے آدمیوں نے حضرت سارہ کو پکڑا تو قتل کے صدمہ سے بچنے کے لئے حضرت ابراہیم نے اپنی بی بی کو اپنی دینی بہن ظاہر کیا۔ پورا قصہ یہ ہے کہ جب حضرت سارہ اُس ظالم بادشاہ کے گھر پہنچیں اور اُس نے بدارادہ کیا تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ اور اُس نے حضرت سارہ سے تندرست ہو جانے کی دعا مانگنے کو کہا۔ جب اُن کی دعا سے وہ ظالم اچھا ہو گیا تو اُس نے حضرت سارہ کو چھوڑ دیا۔ اور حضرت ہاجرہ کو اُن کی خدمت کے لیے دیا۔ ابوہریرہؓ کی جس روایت کا ذکر اوپر گذرا اُس میں یہ قصہ تفصیل سے ہے۔

۹۶-۱۰۱-فرقہ قدریہ معتزلہ اور اہل سنت میں جس طرح اور چند مسئلوں میں بحث ہے۔ اُسی طرح یہ مسئلہ بھی بڑی بحث کا ہے۔ فرقہ قدریہ کا یہ مذہب ہے کہ بندہ جو کچھ کام کرتا ہے۔ وہ خود بندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے وہ کام بندہ میں پیدا نہیں کئے۔ اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ بندہ کی ذات اور سب اچھے برے بندہ کے کام اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ لیکن برے کام جب بندہ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالےٰ ناخوش ہوتا ہے۔ اور اچھے کام کرنے سے خوش ہوتا ہے۔ اِس مسئلہ کی بحث ایک ایسی بڑی بحث ہے۔ کہ امام بخاری اور علما نے اِس باب میں بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ یہ آیت بھی علمائے اہل سنت کی دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے۔ کیونکہ اِس آیت سے بندہ کا اور بندے کے ہر ایک کام کا اللہ تعالےٰ کی جانب سے پیدا ہونا ثابت ہوتا ہے صحیح سند سے رسالہ افعال عباد میں امام بخاری نے حذیفہؓ کی حدیث نقل کی ہے[۱] جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے ہر کام والے اور اُس کے ہر ایک کام کو پیدا کیا ہے۔ یہ حدیث آیت کے ٹکڑے واللہ خلقکم وما تعملون کی گویا تفسیر ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ اِن بت پرستوں کی ذات اور اُس ذات میں بت تراشی کی کاریگری یہ سب کچھ اللہ کا پیدا کیا ہے۔ اور اُس کی مخلوق ہے۔ پھر ان بت پرستوں کو اتنی سمجھ نہیں۔ کہ مثلاً جس پتھر کے انہوں نے بت تراشے ہیں۔ بت تراشی سے پہلے تو وہ پتھر اللہ کی مخلوق میں داخل تھا۔ اب اُس پتھر کی مورت بن گئی۔ تو اُس میں یہ فوقیت کہاں سے آگئی۔ کہ اُس کو مخلوقات کے دائرہ سے نکال کر خالق کا شریک ٹھہرایا جاوے۔ رہی یہ بات کہ جن اصلی صورتوں کی یہ مورتیں ہیں۔ اُن کو خالق کا شریک ٹھہرا کر اُن کی مورتوں کی تعظیم کی جاتی ہے تو یہ بات بھی غلط ہے۔ کیوں کہ یہ سارے بت پرست جمع ہو جاویں۔ تو سوا اللہ تعالےٰ کے کسی دوسرے کی پیدا کی ہوئی ادنےٰ سی چیز بھی نہیں دکھا سکتے۔ اِس واسطے پہلے تو ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے لوگوں کو یوں قائل کیا کہ تم لوگ اپنے ہاتھ سے تراشے ہوئے بتوں کی پوجا کرتے ہو۔

---

[۱] بحوالہ تفسیر ابن کثیر ص ۱۳ ج ۴۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ إِنِّيٓ أَرٰى فِي الْمَنَامِ أَنِّيٓ أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا

پھر جب پہنچا اس کے ساتھ دوڑنے کو کہا اے بیٹے میں دیکھتا ہوں خواب میں کہ تجھ کو ذبح کرتا ہوں پھر دیکھ تو توکیا

تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓأَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِيٓ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِينَ ﴿۱۰۲﴾

دیکھتا ہے بولا اے باپ کرڈال جو تجھ کو حکم ہوتا ہے تو مجھ کو پاوے گا اگر اللہ نے چاہا سہار نے والا

فَلَمَّآ أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ أَنْ يّٰٓإِبْرٰهِيمُ ﴿۱۰۴﴾ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ

پھر جب دونوں نے حکم مانا اور پچھاڑا اس کو ماتھے کے بل پھر ہم نے اس کو پکارا یوں کہ اے ابراہیم تو نے سچ کر دکھایا خواب

إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۰۵﴾ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِينُ ﴿۱۰۶﴾ وَفَدَيْنٰهُ

ہم یوں دیتے ہیں بدلا نیکی کرنے والوں کو بیشک یہی ہے صریح جانچنا اور اس کا بدلہ دیا ہم نے

جو عقل کے خلاف ہے۔ پھر یوں قائل کیا کہ مخلوق کو مخلوق کی عبادت زیبا نہیں ہے۔ اس کے بعد اب وہی قصہ ہے جو سورہ انبیاء میں گزرا کہ جب حضرت ابراہیم کی باتوں سے نمرود اور اس کے دربار کے لوگ لاجواب ہو گئے۔ تو ان لوگوں نے یہ صلاح نکالی کہ تنور کی طرح کا ایک مکان بنا کر اس میں خوب آگ جلائی جاوے۔ اور ابراہیم علیہ السلام کو اس میں ڈالا جاوے۔ لیکن اللہ تعالٰی نے اس آگ کو ٹھنڈا کر دیا جس سے اللہ کے رسول ابراہیم علیہ السلام کے مخالفوں کو بڑی شرمندگی ہوئی۔ اب ابراہیم علیہ السلام نے الہام الٰہی کے موافق ملک شام کی طرف ہجرت کی۔ اور ملک شام میں پہنچ کر نیک بیٹے کے عطا ہونے کی اللہ تعالٰی سے دعا کی۔ اور اس دعا کے اثر سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے حضرت اسمٰعیل کو تحمل والا اس لیے فرمایا۔ کہ وہ اپنے صبر و تحمل سے اللہ کے نام پر ذبح ہو جانے کے لئے خوشی سے تیار ہو گئے۔ جس کا قصہ آگے آتا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم[۱] میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا حشر کے دن سب لوگ قبروں سے ننگے اٹھ کر محشر کے میدان کو جاویں گے۔ صحیح بخاری و مسلم[۲] میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔ حشر کے دن سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جاویں گے۔ ان حدیثوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو ننگا کر کے آگ میں ڈالا تھا۔ اس کا بدلہ یہ ہوگا۔ کہ حشر کے دن ساری مخلوقات سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کپڑے پہنائے جاویں گے۔

۱۰۲۔۱۱۳۔ قرآن شریف کے مضمون کے موافق صحیح تفسیر اس آیت کی یہی ہے۔ کہ حضرت ابراہیم کے یہ بیٹے جن کا ذکر اس آیت میں ہے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔ کیونکہ بعضی تفسیروں میں کچھ روایتوں کے حوالہ سے یہ جو لکھا ہے۔ کہ یہ اللہ کے نام پر ذبح ہونے کا قصہ حضرت اسحٰق علیہ السلام کی شان میں ہے ان روایتوں میں سے کوئی روایت درجہ صحت کو نہیں پہنچتی۔ کس لئے کہ ان روایتوں میں بعض روائتیں ضعیف ہیں اور کچھ ایسی ہیں کہ یہود کی غلط بیانی کے سبب سے اس مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو کر وہی بنی اسرائیل کی روائتیں مسلمانوں میں بھی پھیل گئی ہیں۔ کہ یہ قصہ حضرت اسحٰق کی شان میں ہے۔ ورنہ قرآن شریف کا مطلب تو یہی ہے۔ کہ یہ قصہ حضرت اسمٰعیل کی شان میں ہے۔ کس واسطے کہ اس آیت میں اللہ تعالٰی نے حضرت ابراہیم کے ایک بیٹے کا ذکر فرما کر پھر آگے کی آیت میں حضرت اسحٰق کا ذکر جدا فرمایا ہے۔ علاوہ اس کے توراۃ کے حصہ سفر التکوین کے باب ۲۲ میں ہے۔ کہ حضرت ابراہیم کو اکلوتے بیٹے کی قربانی کا حکم تھا۔ اس صورت میں اکلوتے بیٹے حضرت ابراہیم کے حضرت اسحٰق کی پیدائش سے پہلے

[۱] و [۲] صحیح مسلم مع نووی باب فناء الدنیا و بیان الحشر یوم القیمۃ ص ۳۸۴ ج ۲ و صحیح بخاری باب قولہ کما بدأنا اول خلق نعیدہ ص ۶۹۲ ج ۲۔

بِذِبۡحٍ عَظِيۡمٍ ﴿۱۰۷﴾ وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۱۰۸﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ ﴿۱۰۹﴾

ایک جانور ذبح کرنے کو بڑا اور باقی رکھا ہم نے اس پر پچھلی خلق میں سلام ہے ابراہیمؑ پر

كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۱۱﴾ وَبَشَّرۡنٰهُ

ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو وہ ہے ہمارے بندوں ایمانداروں میں اور خوشخبری دی ہم نے اس کو

بِاِسۡحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۱۱۲﴾ وَبٰرَكۡنَا عَلَيۡهِ وَعَلٰٓى اِسۡحٰقَ ؕ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِهِمَا

اسحاق کی جو نبی ہوگا نیک بختوں میں اور برکت دی ہم نے اس پر اور اسحاق پر اور ان دونوں کی اولاد میں

مُحۡسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ مُبِيۡنٌ ﴿۱۱۳﴾

نیکی والے ہیں اور بدکار بھی ہیں اپنے حق میں صریح

حضرت اسمٰعیل ہو سکتے ہیں۔ حضرت اسحٰق کو کسی طرح اکلوتا بیٹا ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ توراۃ کی عبارتوں میں اگرچہ یہود نے بہت ردو بدل کیا ہے۔ لیکن یہ مسئلہ توراۃ میں اسی طرح ہے۔ جس طرح قرآن میں ہے۔ غرض حافظ ابو جعفر ابن جریر نے جس قدر دلیلوں سے اس آیت کے قصہ کو حضرت اسحٰق کی شان میں ہونا ثابت کیا تھا۔ ان سب دلیلوں پر اعتراض کر کے حافظ ابن کثیر نے ان سب دلیلوں کو ضعیف کر دیا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ مسند امام احمد اور طبرانی میں اس قصہ کی روایت جو حضرت عبداللہ بن عباس سے ہے۔ اس میں اسمٰعیل علیہ السلام کا نام[1] ہے۔ اور اس کی سند اچھی ہے۔ حضرت اسحٰق کا نام مسند امام احمد اور طبرانی کی جن روایتوں میں ہے۔ ان کی سند میں عطا ابن السائب ہے جس کے حافظہ میں آخر کو فتور پڑ گیا تھا۔ اس واسطے ان آیتوں کی صحیح تفسیر یہی ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے اثر سے اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہو کر جب اچھی طرح پھرنے چلنے کے قابل ہو گئے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے اپنے اس خواب کا ذکر کیا۔ جس کا تذکرہ ان آیتوں میں ہے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال دی تھی۔ کہ انبیا کا خواب اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہوتا ہے۔ اس لئے اسمٰعیل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ جواب دیا کہ آپ کو جس طرح اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس کے موافق عمل کیجئے۔ اللہ نے چاہا تو آپ اس معاملہ میں مجھ کو پابند صبر پاویں گے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو اوندھا اس لیے لٹایا کہ چھری پھیرتے وقت اسمٰعیل علیہ السلام کا چہرہ دیکھ کر جوش محبت کے سبب سے اللہ کے حکم کی تعمیل میں کچھ خلل نہ پڑے۔ جب اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی پر بالکل تیار پایا۔ تو اسمٰعیل علیہ السلام کے بدلہ میں ایک دنبہ قربانی کے لیے بھیج دیا۔ اور غیب سے ابراہیم علیہ السلام کو یہ آواز آئی کہ اے ابراہیم تم نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ پھر فرمایا۔ کہ اگرچہ ابراہیم علیہ السلام کے حق میں یہ بڑی جانچ تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نیک لوگوں سے ویسا ہی برتاؤ برتتا ہے۔ جو برتاؤ اس نے ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ برتا۔ کہ ان کے اکلوتے بیٹے کو بھی قربانی سے بچا دیا۔ اور ایک اور بیٹے کی خوش خبری ان کو سنا دی۔ اور جانچ میں پورا اترنے سے ان کا ذکر خیر دنیا میں پھیلا دیا کہ ہر ایماندار آدمی ان پر سلام بھیجتا ہے۔ پھر فرمایا علم الٰہی کے موافق ابراہیم علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں قیامت تک اچھی بری طرح کے لوگ ہوں گے۔ بنی اسرائیل میں جو خرابیاں پیش آئیں۔ اور قیامت تک پیش آویں گی۔ یہ ان کی غیب گوئی کا قرآن شریف میں

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۱۵ ج ۵۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾

اور ہم نے احسان کیا موسیٰ اور ہارون پر اور بچا دیا ہم نے ان کو اور اُن کی قوم کو اس بڑی گھبراہٹ سے

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا

اور ان کی مدد کی تو رہے وہی زبر اور دی ان کو کتاب واضح اور سجھائی ان کو

الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾

سیدھی راہ اور باقی رکھا ان پر پچھلی خلق میں سلام ہے موسیٰ اور ہارون پر

ایک معجزہ ہے۔ صحیح بخاری[1] میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے۔ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ اسمٰعیل اور اُن کی ماں ہاجرہ کو مکہ کے میدان میں چھوڑ کر ملک شام کو جانے لگے۔ تو ہاجرہ نے اُن سے پوچھا کہ کیا یہ کام آپ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا۔ کہ ہاں یہ سُن کر ہاجرہ نے کہا تو اچھا اب ہماری نگہبانی اللہ کے ہاتھ ہے۔ مطلب یہ ہے۔ کہ جب حضرت ہاجرہ کے پیٹ سے اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہو گئے۔ تو اسمٰعیل علیہ السلام کو دیکھ کر سارہ اپنی بے اولادی کا بڑا رنج کیا کرتی تھیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ابراہیم علیہ السلام نے اسمٰعیل علیہ السلام اور اُن کی ماں ہاجرہ کو سارہ کی نگاہ سے دور کر دیا۔ سلف میں سے جو علما قربانی کا قصہ اسمٰعیل علیہ السلام کی شان میں بتلاتے ہیں۔ اس حدیث سے اُن کے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ اسحٰق علیہ السلام کے پیدا ہونے سے پہلے جب اللہ نے سارہ کے حال پر یہ نظر رحمت فرمائی کہ ان کا رنج دور ہو جانے کی نظر سے اسمٰعیل علیہ السلام اور اُن کی ماں ہاجرہ کو جنگل میں چھوڑ دینے کا حکم دیا۔ اب اسحٰق علیہ السلام کی قربانی کا حکم دے کر سارہ کو بے اولاد کر دینا۔ اور اسمٰعیل علیہ السلام کو زندہ رکھ کر سارہ کے رنج کو پہلے کے رنج سے اور بڑھا دینا۔ اللہ تعالیٰ کی اس نظر رحمت سے بہت بعید ہے۔ جس کا ذکر عبداللہ بن عباس کی حدیث میں ہے۔ علاوہ اس کے سورہ ہود میں گذر چکا ہے۔ کہ سارہ کو اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کی خوشخبری ساتھ کے ساتھ دی گئی تھی۔ پھر قربانی کا حکم اسحاق علیہ السلام کی شان میں ہوتا تو سارہ کو یہ شبہ ضرور پڑتا۔ کہ سورہ ہود کی ظاہر خوشخبری کے برخلاف ابراہیم علیہ السلام کا یہ قربانی کا خواب سچا نہیں ہے حالانکہ سارہ کے اس شبہ کا ذکر کہیں قرآن شریف میں نہیں ہے۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت جو اوپر گذری ہے۔ اُس میں یہ بھی ہے۔ کہ ابراہیم علیہ السلام۔ اسمٰعیل علیہ السلام کو اُن کی ماں ہاجرہ کو مکہ کے میدان میں جب چھوڑ کر گئے۔ تو اس وقت اسمٰعیل دودھ پیتے تھے اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام مکہ کو اتنے عرصہ میں آئے کہ ہاجرہ کا انتقال اور اسمٰعیل علیہ السلام کا نکاح ہو چکا تھا۔ حدیث کے ان لفظوں سے بعضے علما کو یہ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب اسمٰعیل علیہ السلام کی پوری جوانی سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کا مکہ کو آنا ثابت نہیں ہوتا۔ تو آٹھ سات برس کی عمر کا قربانی کا قصہ بھی اسمٰعیل علیہ السلام کی شان میں نہیں ہے۔ اس شبہ کا جواب حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں یہ دیا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عباس کی یہ حدیث مختصر ہے۔ حضرت علیؓ اور بعضے اور اصحاب کی صحیح روایتوں میں اس بات کا صاف تذکرہ ہے۔ کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی پوری جوانی سے پہلے ابراہیم علیہ السلام بارہا ملک شام سے مکہ کو آیا کرتے تھے۔

۱۱۴۔۱۲۲۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اُن احسانوں کا ذکر فرمایا ہے۔ جو اُس نے حضرت موسےٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام پر کئے اوّل

[1] صحیح بخاری باب یزفون النسلان فی المشی ص ۴۷۴ ج ۱

إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۲۱﴾ إِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۲۲﴾

ہم یوں دیتے ہیں بدلا نیکی کرنے والوں کو وُہ دونوں ہیں ہمارے بندوں ایمان داروں میں

وَإِنَّ إِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۲۳﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۲۴﴾

اور تحقیق الیاسؑ ہے رسولوں میں جب اپنی قوم سے کہا کیا تم کو ڈر نہیں

یہ کہ اُن دونوں کو نبوت عطا کی دوسرے یہ کہ فرعون اور اُس کی قوم بنی اسرائیل پر ظلم کرتے تھے۔ کہ اُن کے لڑکوں کو مار ڈالتے اور اُن کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے اللہ تعالےٰ نے اُس سے ان کو نجات دی۔ اور مدد کی کہ یہ اُن پر غالب ہوگئے۔ اور اُن کی زمین اور مال سب کچھ اُن کے ہاتھ لگا۔ اور اُن کی آنکھوں کے روبرو اُن کے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اُن پر توراۃ شریف کو اُتارا۔ اور بتائی اُن کو راہ سیدھی اور پچھلی خلقت میں اُن کا یہ ذکر خیر رکھا کہ سب ایماندار اُن پر سلام بھیجتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ بیشک ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں نیکی کرنے والوں کو۔ پھر فرمایا۔ موسیٰ و ہارون علیہما السلام ہمارے ایمان والے بندوں میں سے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام موسےٰ علیہ السلام کی چوتھی پشت کے دادا ہیں یہ ایک جگہ گذر چکا ہے۔ کہ اسرائیل یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے۔ اِس لیے یعقوب علیہ السلام کی نسل کو بنی اسرائیل کہتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کی مصر کی سکونت کے سبب سے بنی اسرائیل کا قیام مصر میں ہوا۔ فرعون کے زمانہ میں بنی اسرائیل سے محنت مزدوری کے ذلیل کام لیے جاتے تھے۔ پھر بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کی ذلت اِس سبب سے شروع ہوئی کہ فرعون نے بیت المقدس کی طرف سے ایک آگ آتی ہوئی خواب میں دیکھی۔ اور یہ بھی دیکھا کہ اُس آگ نے فرعونی قبطی قوم کے سب گھر جلا دئے لیکن بنی اسرائیل کا محلہ اُس آگ سے بالکل بچ گیا۔ اس وقت کے نجومیوں نے خواب کی تعبیر یہ بتلائی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کے سبب سے فرعونی سلطنت کو زوال ہو جاوے گا۔ اسی واسطے فرعون نے اپنے نزدیک موسیٰ علیہ السلام کو دنیا میں نہ رکھنے کے لئے بنی اسرائیل کے سب لڑکوں کے قتل کا حکم جاری کیا تھا۔ مگر تقدیر الٰہی کو کون روک سکتا ہے۔ اگرچہ حضرت موسےٰ کے شبہ میں بنی اسرائیل کے ہزاروں لڑکے قتل ہوئے۔ لیکن موسےٰ علیہ السلام آخر پیدا ہو کر فرعون ہی کے گھر میں پلے۔ اور اُن ہی کے سبب سے فرعون کو صدمہ پہنچا۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ فرعون کے اسی سخت حکم کو بڑی گھبراہٹ فرمایا۔ کیونکہ آنکھوں کے سامنے اولاد کا قتل ہونا بڑی گھبراہٹ ہے۔ فرعون اور اُس کے لشکر کے غرق ہونے کا قصہ جو کئی جگہ گذر چکا ہے۔ وہ قصہ آیت ونصرنٰہم فکانوا ھم الغٰلبین۔ کی گویا تفسیر ہے۔ سیدھی راہ سے مقصود شرک سے بچنا اور وحدانیت الٰہی پر قائم رہنا ہے۔ جو سب شریعتوں کا جز اعظم ہے۔ صحیح بخاری[1] میں مالکؓ بن صعصعہ کی بڑی حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ معراج کی رات ہارون علیہ السلام کی پانچویں آسمان پر اور موسےٰ علیہ السلام کی چھٹے آسمان پر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی موسےٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے مرتبہ میں اللہ تعالےٰ نے جو فرق رکھا ہے۔ اُس کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔

۱۲۳ تا ۱۲۴ صحیح بخاری[2] میں امام بخاری نے بغیر سند کے معلق طور پر حضرت عبد اللہ بن مسعود اور عبد اللہ بن عباس کا یہ قول بیان کیا ہے۔ کہ حضرت الیاس اور حضرت ادریس ایک ہی پیغمبر کا نام ہے۔ حضرت عبد اللہؓ بن عباس کے اِس قول کو تو معہ سند کے ابن جریر نے اپنی تفسیر[3] میں ضحاک سے روایت کیا ہے۔ جس کی سند ضعیف ہے۔ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے اس قول کو عبد بن حمید نے اپنی مسند میں اور ابن ابی حاتمؒ نے اپنی تفسیر میں روایت

---

[1] صحیح بخاری باب حدیث الاسراء الخ ص ۵۴۸ ج ۱۔ [2] صحیح بخاری باب ان الیاس لمن المرسلین ص ۴۷۰ ج ۱۔

[3] بحوالہ تفسیر ابن کثیر ص ۱۹ ج ۴۔

اَتَدۡعُوۡنَ بَعۡلًا وَّتَذَرُوۡنَ اَحۡسَنَ الۡخَالِقِيۡنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمۡ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ

کیا تم پکارتے ہو بعل کو اور چھوڑتے ہو بہتر بنانے والے کو جو اللہ ہے رب تمہارا اور رب تمہارے

الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوۡهُ فَاِنَّهُمۡ لَمُحۡضَرُوۡنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ﴿۱۲۸﴾

باپ دادوں کا پھر اُن کو جھٹلایا سو وہ پکڑے آتے ہیں مگر جو بندے ہیں اللہ کے چنے ہوئے

وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلۡ يَاسِيۡنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى

اور باقی رکھا اس پر پچھلی خلق میں کہ سلام ہے الیاس پر ہم یوں دیتے ہیں بدلہ

الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۳۲﴾

نیکی کرنے والوں کو وہ ہے ہمارے بندوں ایمانداروں میں

کیا ہے۔ اُس کی سند اگرچہ درجہ حسن کی ہے لیکن یہ روایت اُس صحیح روایت کی مخالف ہے۔ جس کو ابن حبانؒ نے صحیح قرار دیا ہے جو حضرت ابوذرؓ کی روایت سے ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ حضرت ادریس نے پہلے پہل قلم سے لکھنا دنیا میں ایجاد کیا ہے۔ اور وہ نبی رسول ہیں۔ اس صحیح روایت سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ ادریس علیہ السلام اور الیاس علیہ السلام ایک پیغمبر کا نام نہیں ہے۔ کس لیے کہ حضرت الیاس بنی اسرائیل میں سے ہیں۔ اور قلم سے لکھنا بنی اسرائیل سے پہلے ہی دنیا میں جاری تھا چنانچہ حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کو عزیز مصر خیال کر کے جو خط لکھا ہے۔ اُس خط کو اکثر مفسروں نے اپنی تفسیروں میں نقل کیا ہے۔ اس واسطے یہی قول صحیح ہے کہ حضرت الیاس بنی اسرائیل میں کے جدا نبی ہیں۔ اور حضرت ادریس حضرت شیث کے بیٹے اور حضرت آدم کے پوتے ہیں۔ اور یہ حضرت نوح سے پہلے کے انبیا میں جدا نبی ہیں۔ بعضے مفسروں نے الیاسین کی تفسیر آل محمدؐ کی جو کی ہے۔ اِس قول کو حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں ضعیف قرار دیا ہے۔[1] صحیح قول یہی ہے کہ جس طرح حضرت ادریس کے نام میں ادریسین بھی آیا ہے۔ اسی طرح الیاس اور الیاسین دونوں حضرت الیاس کے نام ہیں۔ بیہقی اور مستدرک حاکم میں انسؓ بن مالک سے روایت[2] ہے کہ الیاس اور آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی ہے۔ اور دونوں نے مل کر ایک دفعہ کھانا بھی کھایا ہے۔ اگرچہ حاکم نے اِس روایت کو صحیح کہا ہے۔ لیکن ذہبی نے اس کو جھوٹی حدیث قرار دیا ہے۔ جس کو محدثین موضوع کہتے ہیں جو علما اِس بات کے قائل ہیں کہ الیاس بنی اسرائیل میں کے نبی ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ بنی اسرائیل میں کا بعلبک بستی کا بادشاہ اور اس کی رعایا بت پرست ہوگئے تھے۔ اور ان ہی کی ہدایت کے لئے الیاس علیہ السلام نبی ہوئے۔ اور اُن لوگوں کی بت پرستی کے سبب سے ان لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا ہے۔

۱۲۵-۱۳۲ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق اِن آیتوں کی تفسیر کا حاصل یہ ہے۔ کہ کنعانی قوم کے ایک ظالم بادشاہ کا جب انتقال ہو گیا تو اس کی بی بی نے اپنے خاوند کی شکل کی ایک مورت بنائی۔ اور اُس کا نام بعل رکھا۔ کہ بعل عربی میں عورت کے خاوند کو بھی کہتے ہیں۔ اُس کے بعد اِس عورت کا دوسرا نکاح ایک اسرائیلی بادشاہ سے ہوگیا۔ اور اِس عورت نے اپنے دوسرے خاوند کو بہکا کر اُس بعل بت کی پوجا عام طور پر لوگوں میں جاری کروا دی۔ اِن ہی لوگوں کے سمجھانے کے لئے الیاس علیہ السلام نے وہ نصیحت کی ہے۔ جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔

[1] فتح الباری ص ۲۳۶ ج ۳۔ [2] بحوالہ تفسیر الدر المنثور ص ۲۸۶ ج ۵۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي

اور تحقیق لوطؑ ہے رسولوں میں سے بچا دیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو سارے مگر بڑھیا رہ گئی

الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

رہنے والوں میں پھر اکھاڑ مارا ہم نے دوسروں کو اور تم گزرتے ہو ان پر صبح کے وقت

وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

اور رات کو پھر کیا نہیں سوجھتے

حاصل اُس نصیحت کا یہ ہے۔ کہ اے لوگو جس اللہ نے تم کو اور تمہارے بڑوں کو پیدا کیا۔ اس کا شکریہ کیا یہی ہے کہ تم اس کی عبادت کو چھوڑ کر اُس بعل بت کی پوجا کرتے ہو۔ اب آگے فرمایا کہ ان لوگوں نے الیاس علیہ السلام کی نصیحت کو نہیں مانا اس لئے دین و دنیا کے عذاب میں پکڑے گئے۔ حسن بصری کی تفسیر کے موافق دنیا کا عذاب تو یہ ہوا کہ ان لوگوں میں تین برس کا سخت قحط پڑا۔ اور عقبے[1] میں جو سب مشرکوں کا حال ہوگا۔ وہی مصیبت ان لوگوں پر آوے گی۔ چنانچہ سورۃ الاعراف میں گذر چکا ہے۔ کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں گھس جاوے تو گھس جاوے لیکن ایسے مشرک لوگ جنت میں کسی طرح نہیں جاسکتے۔ اب اس عذاب میں سے ان لوگوں کو مستثنے[2] فرمایا۔ جو الیاس علیہ السلام کی نصیحت کو مان کر خالص دل سے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو گئے تھے۔ پھر فرمایا الیاس علیہ السلام اللہ کے کامل الایمان بندے تھے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ان کا یہ ذکر خیر دنیا میں جاری رکھا۔ کہ ہر ایمان دار شخص اُن کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہتا اور لکھتا ہے پھر فرمایا اللہ تعالےٰ سب نیک بندوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دیتا ہے۔ صحیح بخاری[3] کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی روایت اوپر گذر چکی ہے۔ کہ نیک لوگوں کا ذکر خیر آسمان و زمین میں کیونکر اور کن باتوں سے پھیل جاتا ہے۔ صحیح بخاری[4] و مسلم کے حوالہ سے ابو موسےٰ اشعری کی حدیث گذر چکی ہے۔ کہ پہلے تو اللہ تعالےٰ نافرمان لوگوں کو مہلت دیتا ہے۔ اور جب مہلت کے زمانہ میں وہ لوگ اپنی نافرمانی سے باز نہیں آتے تو ان کو عذاب میں پکڑ لیتا ہے۔ ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بعل بت کے پوجنے والے لوگوں کو پہلے مہلت دی گئی اور اس مہلت کے زمانہ میں الیاس علیہ السلام نے اُن کو پوری نصیحت کی اُس نصیحت کے بعد بھی جو لوگ شرک سے باز نہ آتے تو وہ دین و دنیا کے وبال میں پھنس گئے۔ اور جو لوگ اس نصیحت کے پابند ہو گئے۔ وہ وبال سے بچ گئے۔ اور ذکر خیر کے ساتھ اللہ کے کلام میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۳۳۔۱۳۸ حضرت الیاس کے قصہ کے بعد یہ لوط علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا۔ یہ قصہ سورۃ الاعراف سورہ ہود سورہ شعراء اور سورۃ النمل میں گذر چکا ہے۔ حاصل اس قصہ کا یہی ہے کہ ان لوگوں نے لڑکوں کے ساتھ بدفعلی کی عادت نکالی تھی۔ ملک شام کے شہروں میں ایک بستی سدوم ہے وہاں یہ لوگ رہتے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ابراہیم کے بھتیجے لوط علیہ السلام جب ملک عراق سے ملک شام کو آئے تو سدوم کے لوگوں کی ہدایت کے لئے نبی مقرر ہوتے۔ ایک مدت تک لوط علیہ السلام نے طرح طرح کی نصیحت سے ان لوگوں کو راہ راست پر لانا چاہا۔ مگر یہ لوگ اپنی عادت سے باز نہ آئے۔ آخر اللہ کے حکم سے جبرئیل علیہ السلام نے اُن کی بستی کو الٹ دیا۔ اب وہاں بدبودار پانی کا ایک چشمہ ہے۔ جو کسی کام نہیں آتا۔ ملک شام کے سفر کے وقت قریش کا گذر اس الٹی ہوئی جگہ پر سے ہوا کرتا تھا۔ اسی واسطے فرمایا کہ اُس جگہ کو دیکھ کر کیا یہ عبرت حاصل کرنے کی سمجھ ان لوگوں میں نہیں ہے کہ نافرمان لوگوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ صحیح بخاری[5] و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث

[1] دیکھیں تفسیر ہذا ص ۱۲۔ [2] تفسیر ہذا ص ۱۲۔ [3] تفسیر ہذا ص ۱۲۔

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ

اور تحقیق یونس ہے رسولوں میں سے جب بھاگ کر پہنچا اس بھری کشتی پس قرعہ ڈلوایا تو ہو گیا

مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ

الزام کھایا پھر لقمہ کیا اس کو مچھلی نے اور وہ الاہنا کھایا ہوا تھا پھر اگر نہ ہوتا کہ وہ تھا

الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَ

یاد کرتا پاک ذات کو تو رہتا اس کے پیٹ میں جس دن تک مردے جیویں پھر ڈال دیا ہم نے اس کو چٹیل میدان میں اور

اوپر گذر چکی ہے۔ کہ نافرمان لوگوں کو پہلے اللہ تعالےٰ مہلت دیتا ہے۔ جب مہلت کے زمانہ میں وہ لوگ اپنی نافرمانی سے باز نہیں آتے تو پھر اُن کو سخت عذاب میں پکڑ لیتا ہے۔ ان آیتوں میں قوم لُوط اور قریش دونوں قوموں کا جو ذکر ہے۔ یہ حدیث دونوں کی حالت کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مہلت کے زمانہ میں قوم لوط کو لوط علیہ السلام نے اور قریش کو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح سے اگرچہ سمجھایا۔ لیکن یہ لوگ اپنی نافرمانی سے باز نہ آئے تو قوم لُوط کا انجام تو اوپر ابھی گذرا کہ ان کی بستی اُلٹ گئی۔ اور قریش کا انجام صحیح بخاری[1] و مسلم کی انسؓ بن مالک کی روایت کے حوالہ سے کئی جگہ گذر چکا ہے۔ کہ بدر کی لڑائی میں ان میں کے بڑے بڑے نافرمان نہایت ذلت سے مارے گئے اور مرتے ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہوئے جس عذاب کے جتلانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا اب تو تم لوگوں نے اللہ تعالےٰ کے وعدہ کو سچا پا لیا۔ لُوط علیہ السلام کی بی بی قوم کے لوگوں سے ملی ہوئی تھی۔ اس لئے وہ بھی عذاب میں پکڑی گئی جس کو نجات والوں میں سے الگ کر کے ایک بڑھیا فرمایا۔

۱۳۹-۱۴۸۔ یہ یونس علیہ السلام کا قصہ سورۃ الانبیاء میں بھی گذر چکا ہے۔ تفسیر سدی تفسیر ابن ابی حاتم[2] مسند بزار اور تفسیر ابن مردویہ میں حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ عبداللہؓ بن مسعود کی صحیح روایت سے جو بیان کیا گیا ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ موصل شہر کی سرزمین میں نینوا کی بستی ہے وہاں کے لوگوں کی ہدایت کے واسطے حضرت یونس نبی ہوتے تھے جب وہاں کے لوگوں نے حضرت یونس کی نصیحت کو نہ مانا تو حضرت یونس نے اُن لوگوں کو عذاب الٰہی کے نازل ہونے کی خبر سنائی۔ اور خود اُس بستی کے باہر چلے گئے۔ جب نینوا کے لوگوں نے کچھ کچھ آثار عذاب الٰہی کے دیکھے تو جنگل میں جا کر بہت روئے اور گڑگڑائے اللہ تعالےٰ نے ان کے حال پر رحم فرما کر اُن پر عذاب نازل نہیں فرمایا۔ جب حضرت یونس کو معلوم ہوا کہ وقت مقررہ پر عذاب نہیں آیا تو اس شریعت میں یہ حکم تھا کہ جھوٹ بولنے والے شخص کو مار ڈالا کرتے تھے۔ اس لئے حضرت یونس نے اپنے دل میں سوچا کہ جس قوم کے نزدیک میں جھوٹا اور واجب القتل ٹھہر چکا ہوں۔ اُس قوم کی سرحد میں بھی رہنا مناسب نہیں ہے۔ یہ سوچ کر بدوں مرضی اور حکم اللہ تعالےٰ کے اس بستی سے بہت دور جانا چاہا اور دریا پر جا کر کشتی میں بیٹھے۔ کشتی دریا میں چلنے سے اٹک گئی۔ جب قرعہ ڈالا کہ کس شخص کے سبب سے کشتی نہیں چلتی تو تین دفعہ حضرت یونس کا نام نکلا۔ اس لئے یونس علیہ السلام نے اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا اور اللہ کے حکم سے ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا جب وہ مچھلی دریا کی تہ میں بیٹھی تو کنکروں کے تسبیح کی آواز حضرت یونس کو مچھلی کے پیٹ میں آئی اور انہوں نے بھی لا الٰہ الا انت سبحٰنک انی کنت من الظّٰلمین۔ پڑھنا شروع کیا۔ اس کا ذکر ان آیتوں میں ہے کہ اگر یونس علیہ السلام راحت کے وقت اللہ کی عبادت میں نہ لگے رہتے۔ اور اب تکلیف کے وقت مچھلی کے پیٹ میں اللہ کی تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔ اس میں علمائے مفسرین نے اختلاف کیا ہے کہ حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں کتنے روز رہے تفسیر سدی تفسیر کلبی تفسیر مقاتل بن سلیمان تینوں تفسیروں[3] میں بالاتفاق حضرت عبداللہؓ بن مسعود

[1] صحیح بخاری باب قتل ابی جہل ص ۵۶۶ ج ۲۔ [2] بحوالہ التفسیر الدر المنثور ص ۲۸۸ ج ۵ [3] بحوالہ تفسیر الدر المنثور ص ۲۸۹ ج ۵

هُوَ سَقِيمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَأَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِينٍ ﴿۱۴۶﴾ وَأَرْسَلْنَٰهُ إِلَىٰ مِائَةِ

وہ بیمار تھا اور اگایا اس پر ہم نے ایک درخت بیل کا اور بھیجا اس کو لاکھ

أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ ﴿۱۴۷﴾ فَآمَنُوا فَمَتَّعْنَٰهُمْ إِلَىٰ حِينٍ ﴿۱۴۸﴾

آدمیوں پر یا زیادہ پھر وہ یقین لائے پھر ہم نے ان کو برتنے دیا ایک وقت تک

کے قول کے موافق یہی ہے۔ کہ حضرت یونس چالیس روز تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ اس میں بھی علما نے اختلاف کیا ہے۔ کہ حضرت یونس پہلے سے نبی تھے یا مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد نبی ہوتے۔ قوی قول یہی ہے کہ مچھلی کے پیٹ میں جانے سے پہلے سے حضرت یونس نبی تھے۔ کیونکہ ان آیتوں میں کشتی میں جانے کے وقت ان کو نبی فرمایا ہے۔ حدیث کی شرح کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس خیال سے کہ حضرت یونس کا قصہ سن کر لوگوں کے دل میں حضرت یونس کی طرف سے کوئی برا خیال لوگوں کے دل میں پیدا نہ ہو جاوے۔ اور لوگ حضرت یونس کو حقیر نہ جانیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح بخاری[1] و مسلم کی ابوہریرہؓ کی روایت میں فرمایا کہ کوئی شخص مجھ کو یہ نہ کہے کہ میں یونس سے بہتر ہوں حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے۔ کہ نینوے بستی کے لوگوں کی ہدایت کے لئے یونس علیہ السلام کو رسول بنا کر اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ جو عذاب کا وعدہ ٹل جانے سے گھبرا کر ایک بھری ہوئی کشتی میں سفر کی نیت سے جا بیٹھے اور جب وہ کشتی اٹک گئی اور کشتی والوں نے قرعہ ڈالا اور کشتی کے اٹک جانے کا یہ حال دریافت کیا۔ کہ کشتی کسی شخص کے سبب سے اٹکی ہے تو قرعہ میں یونس علیہ السلام کا نام نکلا حضرت عبداللہؓ بن عباس کے صحیح قول کے موافق مدحضین کے معنی مقروعین کے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قرعہ میں یونس علیہ السلام کا نام نکلا۔ جس کے سبب سے انہوں نے اپنے آپ کو دریا میں ڈال دیا۔ اور ان کے خطاوار ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ان کو ایک مچھلی نے نگل لیا۔ پھر فرمایا اس تکلیف سے پہلے راحت کے زمانہ میں اگر یونس علیہ السلام ذکر الٰہی میں نہ لگے رہتے تو فقط تکلیف کے وقت ذکر الٰہی ان کو قیامت تک کچھ فائدہ نہ دیتا کیونکہ تکلیف کے وقت تو فرعون نے بھی اللہ کو یاد کیا تھا۔ یہ تفسیر قتادہ کے قول کے موافق ہے۔ ترمذی[2] اور مستدرک حاکم میں ابوہریرہؓ کی معتبر روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کو یہ منظور ہو کہ تکلیف کے وقت اس کی دعا جلدی قبول ہو تو وہ شخص راحت کے وقت اللہ تعالیٰ کو نہ بھولے۔ اس حدیث سے قتادہ کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔ غرض اس قول کے موافق یونس علیہ السلام راحت کے زمانہ میں ذکر الٰہی میں لگے رہتے تھے اور تکلیف کے وقت بھی انہوں نے وہ دعا کی جس کا ذکر اوپر گذرا۔ اس لئے اللہ کے حکم سے اس مچھلی نے دریا کے کنارہ پر ان کو اگل دیا اور مچھلی کے پیٹ کی گرمی کے سبب سے ان کی حالت بیماروں کی سی ہو گئی۔ بدن پر کے بال اور ناخن اڑ گئے کھال بالکل پتلی ہو گئی۔ عرا اس میدان کو کہتے ہیں جہاں کسی درخت یا مکان کا سایہ نہ ہو اس لئے وہاں اللہ تعالیٰ نے کدو کی بیل پیدا کر دی کہ اس کے پتوں کا سایہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ ترجمہ میں عراء کے معنی چٹیل پر میدان کے جو لکھے ہیں۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس میدان میں کسی طرح کا سایہ نہ تھا۔ ابوہریرہؓ کا قول ہے کہ جب تک یونس علیہ السلام میں پھرنے چلنے کی طاقت نہیں آئی۔ اس وقت تک اللہ کے حکم سے ایک پہاڑی بکری صبح و شام ان کو دودھ پلا جاتی ہر ایک نبی کی امت کی ابتدا میں ایک تعداد ہوتی ہے۔ اور پھر نئے بچے پیدا ہو کر جب نبی کی نصیحت سننے کے قابل ہو جاتے ہیں تو وہ تعداد بڑھ جاتی ہے۔ اسی مطلب کو مائۃ الف اویزیدون

[1] صحیح بخاری باب وان یونس لمن المرسلین ص ۴۸۵ ج ۱۔

[2] جامع ترمذی ما جاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ ص ۱۹۶ ج ۲۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ

اب اُن سے پوچھ تیرے رب کے یہاں بیٹیاں اور ان کے یہاں بیٹے ہیں یا ہم نے بنایا فرشتوں کو عورت اور وُہ

شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾

دیکھتے تھے سنتا ہے وہ اپنا جھوٹ بنایا کہتے ہیں اللہ کے اولاد ہوئی اور بیشک جھوٹے ہیں

اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾

کیا پسند کیں بیٹیاں بیٹوں سے کیا ہوا تم کو کیسا انصاف کرتے ہو کیا تم دھیان نہیں کرتے

اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۷﴾

کیا تم پاس کوئی سند ہے کھلی تو لاؤ اپنی کتاب اگر ہو تم سچے

سے ادا فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ یونس علیہ السلام کے نبی ہو کر جانے کے وقت تو اُن کی امت کی تعداد لاکھ آدمیوں کی تھی۔ مگر آئندہ زیادتی کی گنجائش تھی جس طرح مثلاً صلح حدیبیہ کے وقت اللہ کے رسول کے ساتھی صحابہ کی تعداد چودہ سو کے قریب تھی۔ مگر اُس میں زیادتی کی گنجائش تھی۔ جو فتح مکہ کے سفر کے تک، دس ہزار تک پہنچ گئی۔ پھر فرمایا کہ دوسری دفعہ یونس علیہ السلام کے نینوا البتی میں آنے کے بعد وہاں کے لوگ راہ راست پر آگئے اور اللہ تعالیٰ نے موت کے وقت مقررہ تک اُن کو امن امان میں رکھا۔ ہاں موت کے بعد ہر ایک کے عملوں کے موافق جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا۔ معتبر سند سے مسند امام احمد ترمذی[1] نسائی اور مستدرک حاکم میں سعدؓ بن ابی وقاص سے روایت ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یونس علیہ السلام کی اُس دعا کو اسم اعظم فرمایا ہے جس کا ذکر اوپر گذرا۔ اسم اعظم وہ ہے۔ جس کے پڑھنے کے بعد جو دعا مانگی جاوے وہ قبول ہوتی ہے۔

۱۴۹-۱۵۷۔ اوپر پہلے کے انبیاء اور ان کی نافرمان اُمتوں کا ذکر فرما کر تنبیہ کے طور پر قریش کی ایک نافرمانی کا یوں ذکر فرمایا کہ اے رسول اللہ کے تم ان مشرکوں سے پوچھو کہ تم لوگ اللہ کے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں جو کہتے ہو۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا ہے تو کیا اس وقت تم نے دیکھا ہے کہ اللہ کے فرشتے عورتیں ہیں۔ پھر فرمایا جب یہ بات نہیں ہے تو یہ ان لوگوں کا ایک جھوٹ ہے کہ یہ لوگ اللہ کو صاحب اولاد ٹھہرا کر اللہ کے لئے بیٹیاں اور اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہیں۔ اُن کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ یہ لوگ کیا بکتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو بات یہ لوگ منہ سے نکالتے ہیں۔ اگر وہ جھوٹ نہیں ہے تو اُس کے سچ ہونے کی کوئی سند اُن کے پاس ہو تو اس کو پیش کریں۔ مطلب یہ ہے کہ جس اللہ نے ان کو ان کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا۔ یہ لوگ نادانی سے اس کی عبادت میں اپنے ہاتھ کے بناتے ہوئے بتوں کو شریک کرتے ہیں۔ اور پھر بھی اپنے آپ کو بڑا عقل مند کہتے ہیں حالانکہ ان کی عقل مندی کا یہ حال ہے کہ بلا سند اللہ کے فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے ہیں۔ اور اُن کی مورتیں بنا کر ان مورتوں کے عورتوں کے مناۃ اور لاۃ نام رکھتے ہیں اور ان کی پوجا کرتے ہیں۔ سورۂ سبا میں گذر چکا ہے کہ قیامت کے دن فرشتوں سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا۔ کہ یہ لوگ کیا تمہاری مورتوں کی پوجا کرتے تھے۔ فرشتے جواب دیں گے کہ شیطان کے بہکانے سے یہ لوگ جو کچھ کرتے تھے۔ وہ شیطان کی پوجا تھی۔ ہم تو ان لوگوں کے شرک سے بیزار اور اللہ کو ایسے شرک سے پاک ذات

[1] جامع ترمذی کتاب الدعوات ص ۲۱۰ ج ۲۔

وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ

اور ٹھہرا ہے اس میں اور جنوں میں ناتا اور جنوں کو معلوم ہے کہ وہ پکڑے آتے ہیں اللہ

اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾

نرالا ہے ان باتوں سے جو بتاتے ہیں مگر جو بندے ہیں اللہ کے چنے سو تم اور جن کو تم پوجتے ہو

مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۳﴾

اس کے ہاتھ سے نہیں بھاگ سکتے سکتے مگر اسی کو جو گرنے والا ہے آگ میں

جانتے ہیں۔ سورۂ سبا کی آیتوں کو ان آیتوں کے ساتھ ملایا جاوے۔ تو یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ مشرکین مکہ میں کے جن لوگوں نے فرشتوں کی مورتوں کی پوجا عرب میں پھیلائی تھی۔ قیامت کے دن فرشتے ان کی صورت سے بیزار ہو جاویں گے۔ صحیح بخاری[1] و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم غیب کے موافق اللہ تعالےٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ کون شخص دنیا میں پیدا ہونے کے بعد دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل کام کرے گا اور کون شخص جنت میں جانے کے قابل اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین میں سے جو لوگ علم الٰہی کے موافق دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل ٹھہر چکے تھے۔ انہوں نے مرتے دم ایسی ہی باتیں کیں۔ جیسی باتوں کا ذکر ان آیتوں میں ہے اور پھر اسی حال میں مر کر دوزخ کا ایندھن قرار پاتے۔ اسی طرح جو لوگ علم الٰہی میں جنت کے قابل قرار پا چکے تھے۔ وہ کچھ عرصہ تک اسی گمراہی کی باتوں میں لگے رہے۔ پھر اس طرح راہ راست پر آئے کہ فتح مکہ کے دن مکہ کے ہر گلی کوچہ بلکہ تمام جزیرہ عرب میں پورا اسلام یہاں تک پھیل گیا کہ مثلاً انصار میں کے قبیلہ اوس خزرج کے لوگ جو مناۃ بت کی تعظیم میں مشہور تھے۔ آخر کو بت پرستی کے دشمن اور اسلام کے ایسے مددگار بن گئے کہ انصار کی محبت ایمان کی نشانی ٹھہر گئی چنانچہ صحیح بخاری[2] کی انسؓ بن مالک کی روایت میں اس کا ذکر تفصیل سے ہے۔ یا تو تمام اہل عرب میں اسی مناۃ بت کی بڑی تعظیم تھی یا فتح مکہ کے وقت اللہ کے رسول کے حکم سے جب حضرت علیؓ نے اُس بت کو توڑا تو اہل عرب میں سے کسی نے حضرت علیؓ کا ہاتھ نہیں پکڑا۔

۱۵۸ تا ۱۶۳۔ شعب الایمان بیہقی تفسیر سدی تفسیر کلبی تفسیر مقاتل وغیرہ میں قتادہ کے قول کے موافق جو شان نزول ان آیتوں کی بیان[3] کی گئی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ فرشتوں کو اللہ تعالےٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ ایک روز حضرت ابوبکر صدیق اور کچھ مشرک لوگوں سے اس باب میں بحث ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اگر فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ تو ان بیٹیوں کی ماں کون ہے قبیلہ خزاعہ کے لوگوں نے جواب دیا کہ جنوں کے سرداروں کی بیٹیوں سے نعوذ باللہ من ذٰلک اللہ تعالےٰ نے شادی کی اور اس شادی کے سبب سے یہ لڑکیاں پیدا ہوتیں جن کو فرشتے کہتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ اور فرمایا کہ اے رسول اللہ کے ان مشرکوں سے پوچھو کہ یہ لوگ اس طرح کی بیہودہ باتیں جو اللہ تعالےٰ کی شان میں منہ سے نکالتے ہیں۔ ان کے پاس ان باتوں کے سچے ہونے کی کوئی سند ہو تو پیش کریں۔ پھر فرمایا کہ جنات خود جانتے ہیں۔ کہ ان مشرکوں کی یہ بیہودہ باتیں بالکل جھوٹی ہیں اور اس جھوٹ کے سبب سے یہ مشرک لوگ عذاب الٰہی میں پکڑے جاویں گے۔ پھر عذاب کے ذکر میں سے نیک لوگوں کو مستثنیٰ فرمایا اور آخر کو فرمایا۔ کہ یہ لوگ ایسی گمراہی کی باتوں سے اُن ہی لوگوں

[1] تفسیر ہذا ص ۴۔ [2] صحیح بخاری باب علامۃ الایمان حب الانصار ص ۷ ج ۱۔ [3] بحوالہ تفسیر الدر المنثور ص ۲۹۲ ج ۵۔

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

اور ہم میں جو ہے اس کو ایک ٹھکانہ ہے مقرر اور ہم بھی ہیں قطار باندھنے والے اور ہم ہی ہیں پاکی بولنے والے

وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾

اور یہ تو کہتے تھے اگر ہم پاس احوال ہوتا پہلے لوگوں کا تو ہم ہوتے بندے اللہ کے چنے

فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾

سو اس سے منکر ہو گئے اب آگے جان لیں گے اور پہلے ہو چکا ہمارا حکم اپنے بندوں کے حق میں جو رسول ہیں

کو بہکا سکتے ہیں۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل قرار پا چکے ہیں۔ جو لوگ علم الٰہی میں جنت میں جانے کے قابل ٹھہر چکے ہیں اور ان کو گمراہی کی باتوں سے کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اوپر کی آیتوں کی تفسیر میں صحیح بخاری[1] و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث جو گذر چکی ہے وہی حدیث ان آیتوں کی بھی گویا تفسیر ہے۔ حاصل اس تفسیر کا وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔

۱۶۴-۱۶۶۔ تفسیر قرطبی اور تفسیر مقاتل[2] میں چند روایتوں سے جو شان نزول ان آیتوں کی بیان کی گئی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ معراج کی رات جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام سدرۃ المنتہیٰ تک جبرئیل کے ساتھ پہنچے تو اس مقام پر پہنچ کر حضرت جبرئیل علیہ السلام آگے جانے سے رُکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہا کہ ایسے مقام پر مجھ کو تنہا چھوڑتے ہو حضرت جبرائیل نے ان تینوں آیتوں کے مضمون کے موافق جواب دیا۔ اسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے قائل کرنے کو ان تین آیتوں میں نازل فرمایا کہ یہ ظالم مشرک فرشتوں کو اللہ کی اولاد ٹھہراتے ہیں اور ان مورتوں کی پوجا کر کے مورتوں والے فرشتوں کو اپنا سفارشی قرار دیتے ہیں۔ ان کو یہ نہیں معلوم کہ اللہ کی جناب میں تمام فرشتوں کا تو کیا ذکر ہے مقرب فرشتوں کا یہ حال ہے۔ کہ جو جگہ خدا تعالیٰ نے ان کے لئے حد ٹھہرا دی ہے اس حد سے ایک قدم آگے وہ جنبش نہیں کر سکتے اس تفسیر قرطبی کا نام جامع احکام القرآن ہے اور قرطبی کا نام محمدؒ بن احمد ہے۔ یہ بڑی تفسیر ہے اور علما نے اس تفسیر کو مختصر بھی کیا ہے لیں شان نزول کی تائید اور صحیح حدیثوں سے بھی ہوتی ہے جن حدیثوں کا حاصل یہ ہے۔ کہ آسمان پر ملائکہ کے لئے خاص خاص جگہ اور خاص خاص عبادت مقرر ہے۔ چنانچہ معتبر سند سے ترمذیؒ اور ابن ماجہ میں حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان پر کہیں چار انگل کی جگہ ایسی نہیں ہے۔ جہاں کوئی فرشتہ سجدہ میں نہ پڑا ہو صحیح مسلم[3] اور نسائی اور ابن ماجہ میں ابو سعیدؓ اور جابرؓ بن سمرہ سے روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کہا کہ جس طرح فرشتے اللہ تعالیٰ کے روبرو برابر صفیں باندھتے ہیں۔ تم بھی نماز میں اسی طرح برابر صفیں باندھا کرو اور صحیح روایتوں میں رکوع کی حالت کا بھی ذکر آیا ہے۔ سورۃ الانبیا میں گذر چکا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم کے برخلاف کوئی کام نہیں کرتے۔ سورہ انبیا کا یہ مضمون گویا ان آیتوں کی اور اوپر کی آیتوں کی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ مشرکوں کی نجات کو جب اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف میں اس طرح ناممکن فرما دیا ہے جس طرح سوئی کے ناکے میں اونٹ کا گھس جانا ناممکن ہے۔ تو پھر اللہ کے فرشتے حکم الٰہی کے برخلاف ان مشرکوں کی نہ سفارش کر سکتے ہیں نہ اپنی حد سے بڑھ کر ان مشرکوں کی اور کوئی مدد کر سکتے ہیں۔

۱۶۷-۱۷۰۔ اوپر مشرکین مکہ کی گمراہی کی باتوں کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں ان مشرکین کو یوں قائل کیا۔ کہ اہل کتاب کو دیکھ کر پہلے تو یہ لوگ حرص کرتے تھے کہ

[1] تفسیر ہذا ص ۴۔ [2] تفسیر ہذا ص ۔

[3] مسلم شریف مع نووی باب النهی عن رفع البصر الی السماء فی الصلوٰۃ ص ۱۸۱ ج ۱۔

إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ﴿۱۷۲﴾ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۱۷۴﴾ وَأَبْصِرْهُمْ

بے شک انہی کو مدد ہوتی ہے اور ہمارا لشکر جو ہے وہی زبردست ہے سو تو اُن سے پھر آ ایک وقت تک اور ان کو دیکھتا رہ

فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿۱۷۵﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿۱۷۶﴾ فَإِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ

کہ آگے دیکھ لیں گے کیا ہماری آفت شتاب مانگتے ہیں پھر جب اترے گی اُن کے میدان میں تو بری

صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿۱۷۸﴾ وَأَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُونَ ﴿۱۷۹﴾

صبح ہوگی ڈرائے گیوں کی۔ اور پھر اُن سے ایک وقت تک اور دیکھتا رہ اب آگے دیکھ لیں گے

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۸۲﴾

پاک ذات ہے تیرے رب کی وہ عزت کا صاحب پاک ہے ان باتوں سے جو کرتے ہیں۔ اور سلام ہے رسولوں پر۔ اور سب تعریف اللہ کو ہے جو رب ہے سارے جہان کا

ع ۵ / ۹

ان میں کوئی نبی آسمانی کتاب لے کر آوے اور قسمیں کھا کر یہ بھی کہتے تھے کہ اگر ان میں کوئی نبی آیا تو یہ لوگ اللہ کے خالص بندے بن جائیں گے پھر فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی حرص کو پورا کر دیا تو یہ لوگ اللہ کے کلام کو جھٹلانے لگے۔ لیکن اس میں انہوں نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا۔ اس کا انجام انہی کے حق میں جو کچھ ہوگا وہ ان کو معلوم ہوگا۔ اس وعدہ کا ظہور بدر کی لڑائی کے وقت ہوا کہ اس لڑائی میں بڑے بڑے اسلام کے مخالف بڑی ذلت سے مارے گئے۔ اور مرتے ہی عقبےٰ کے عذاب میں گرفتار ہوگئے۔ جس عذاب کے جتلانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا۔ کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ کے وعدہ کو سچا پا لیا۔ صحیح بخاری[1] و مسلم کی انس بن مالک کی روایت کے حوالہ سے بدر کی لڑائی کا یہ قصہ کئی جگہ اوپر گذر چکا ہے۔ پھر فرمایا ان لوگوں کی خرابی اور بربادی کا وقت جب تک آوے اس وقت تک بھی ان لوگوں کی مخالفت سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم غیب کے موافق اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے کہ ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی مدد کرے گا۔ جس سے دین الٰہی کا لشکر ہمیشہ غالب رہے گا۔ اب آگے فرمایا۔ اب تو یہ لوگ عذاب کی جلدی کرتے ہیں۔ لیکن جب عذاب ان کے سر پر آ جاوے گا۔ تو ان کو اس جلدی کی حقیقت کھل جاوے گی اللہ تعالیٰ کے انتظام میں ہر کام کا وقت مقرر ہے اس لئے اے رسول اللہ کے کچھ گھبرانا نہیں چاہئے۔ تھوڑے دنوں تک وقت مقرر کا انتظار کرنا چاہیے۔ تفسیر سدی[2] میں وقت مقررہ کی تفسیر بدر کی لڑائی قرار دی ہے۔ اور حافظ ابوجعفر بن جریر نے اس تفسیر کو ترجیح دی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر کی صحیح بخاری و مسلم کی انس بن مالک کی روایت میں مشرکوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر عذاب الٰہی کے وعدہ کو جو یاد دلایا اس سے سدی کے قول اور حافظ ابوجعفر ابن جریر کی ترجیح دونوں کی تائید ہوتی ہے۔

۱۸۰۔۱۸۲۔ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت[3] سے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز سے فراغت کا حاصل کرنا صحابہ کو اس سے معلوم ہو جاتا تھا کہ نماز کے بعد آپ اس آیت کو پڑھا کرتے تھے اور حضرت زیدؓ زرقی سے طبرانی میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرضوں کے بعد تین دفعہ اس آیت کو پڑھنا بڑا ثواب ہے۔ طبرانی میں عبداللہ بن[4] ارقم کی بھی اس مضمون کی ایک حدیث ہے ان روایتوں میں ایک روایت کو دوسرے سے تقویت ہو جاتی ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سورۃ میں مشرکوں کی اس بیہودہ گوئی کا ذکر تھا جو مشرک لوگ اللہ کی شان میں کہتے تھے اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اس سورہ کو اس پاکی کی آیت پر ختم فرمایا ہے۔

[1] دیکھئے تفسیر ہذا ص ۲۲۔ [2] بحوالہ تفسیر الدر المنثور ص ۲۹۴ ج ۵۔ [3] ، [4] بحوالہ تفسیر الدر المنثور ص ۲۹۵ ج ۵۔

آیاتہا ۸۸ — (۳۸) سُورَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ (۳۸) — رکوعاتہا ۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ① بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ② كَمْ اَهْلَكْنَا

قسم ہے اس قرآن سمجھانے والے کی بلکہ جو لوگ منکر ہیں غرور میں ہیں اور مقابلہ میں بہت ہلاک کیں ہم نے

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ③ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ

ان سے پہلے سنگتیں پھر لگے پکارنے اور وقت نہ رہا تھا خلاصی کا اور اچنبھا کرنے لگے اس پر کہ آیا ان کو

مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ④ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا

ایک ڈر سنانے والا انہیں میں سے اور کہنے لگے منکر یہ جادوگر ہے جھوٹا کیا اس نے کر دیئے اتنوں کی بندگی کے بدلے

وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ⑤ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا

ایک ہی کی بندگی یہ بھی بڑے تعجب کی بات اور چل کھڑے ہوئے کتنے ہی پنچ اس میں سے کہ چلو اور ٹھہرے رہو

عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ يُّرَادُ ⑥ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ اِلَّا

اپنے ٹھاکروں پر بے شک اس بات میں کچھ غرض ہے نہیں سنا ہم نے اس پچھلے دین میں اور کچھ نہیں یہ

اخْتِلَاقٌ ⑦

بنائی بات ہے

۱-۷- حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے ترمذی[1] نسائی مسند امام احمد مصنف ابن ابی شیبہ مستدرک حاکم مسند عبد بن حمید بیہقی اور تفسیر ابن جریر وغیرہ میں جو شان نزول ان آیتوں کی بیان کی گئی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے قریش میں ایک کھل بلی سی پڑ گئی تھی۔ اس لئے ایک جماعت قریش کی ایک روز ابوطالب کے پاس گئی اور ابوطالب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح طرح کی شکایت کی ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ کہ اے میرے بھتیجے یہ قوم کے لوگ تمہاری شکایت کرتے ہیں۔ کہ تم اُن کے معبودوں کو بُرا کہتے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ میں قوم کے لوگوں سے ایسی ایک بات چاہتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اُس کو پورا کرلیویں تو تمام ملک عرب و عجم اُن کا فرماں بردار ہو جاوے۔ اِن لوگوں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آخر وہ کیا بات ہے۔ ذرا کہو تو سہی۔ تو آپ نے اُن کے روبرو کلمہ توحید پڑھا کلمہ توحید سن کر سب اجعل الالهة الها واحدا اور وما سمعنا بهذا فی الملة الآخرة کہتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ ترمذی اور حاکم نے اس شان نزول کی حدیث کو صحیح کہا ہے۔ مجلس سے اٹھتے وقت جو لفظ ان مشرکوں نے کہے اُن کا مطلب یہی ہے۔ کہ ہم نے اپنے بڑوں سے یہ نہیں سنا کہ ان بتوں کو چھوڑ کر خاص اللہ کی عبادت کی جاوے۔ اس واسطے اس نصیحت کو ہم ایک بنائی ہوئی بات جان کر اپنے ٹھاکروں کی پوجا پر ہم تو جمے ہوئے ہیں۔ مکہ کے قحط

[1] جامع ترمذی شریف تفسیر سورہ صٓ ص ۱۸۷ ج ۲۔

ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ⑧

کیا اسی پر اتری سمجھ کے ہم سب میں سے کوئی نہیں اُن کو دھوکا ہے میری نصیحت میں کوئی نہیں ابھی چکھی نہیں میری مار

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَاۗىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ⑨ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ

کیا اُن کے پاس ہیں خزانے تیرے رب کی مہر کے جو زبردست ہے بخشنے والا یا ان کی حکومت ہے آسمانوں میں

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ ⑩ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ

اور زمین میں جو اُن کے بیچ میں ہے تو چاہیے چڑھ جاویں رسیاں تان کر ایک لشکر یہ بھی وہاں تباہ ہوا ان سب

کے وقت اِن ٹھاکروں کی بےبسی کا حال جو معلوم ہوا۔ اس سے یہ لوگ اپنے بڑوں کی اور اپنی غلطی کو سمجھ سکتے تھے۔ چنانچہ کئی جگہ یہ بات ان کو جتلائی گئی ہے۔ اِس لئے اِن آیتوں میں اُن لفظوں کا کچھ جواب نہیں فرمایا۔ ص حروف مقطعات میں سے ہے جن کی تفسیر سورہ بقر میں گذر چکی ہے۔ باقی کی آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اِس قرآن صاحب نصیحت کی قسم ہے کہ اِن مشرکین مکہ کا قرآن کو جھٹلانا مال داری کے غرور اور سرکشی کے سبب سے ہے۔ نہیں تو یہ لوگ اللہ کے رسول کو بچپنے سے جانتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے کہیں جا کر کچھ پڑھا نہیں بالکل اَن پڑھ ہیں پھر اَن پڑھ آدمی اس طرح کا کلام کیونکر بنا سکتا ہے جس کی فصاحت انسان کی طاقت سے باہر ہو پچھلے انبیا اور اُمتوں کے قصے اُس میں ایسے ہوں کہ جن کو سوائے اہل کتاب کے کوئی نہیں جانتا۔ غیب کی خبریں اس میں ایسی سچی ہوں کہ جس طرح آنکھوں سے دیکھ کر کسی چیز کو کوئی بیان کرتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ اَن پڑھ نبی پر یہ قرآن اُترا ہے۔ اور یہ باتیں اِس قرآن میں وہ ہیں کہ اَن پڑھ آدمی تو درکنار اہل کتاب بھی بغیر آسمانی کتابوں کی مدد کے وہ باتیں نہیں بتلا سکتے پھر اَب اِس بات کو کون جھٹلا سکتا ہے۔ کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور جن پر یہ کلام الٰہی نازل ہوا ہے۔ وہ اللہ کے رسول ہیں اِس واسطے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر ایک نبی کی اُمت کے ایمان لانے کے موافق ہر نبی کو معجزہ دیا گیا ہے۔ اور مجھ کو اور معجزوں کے علاوہ قرآن کا ایک معجزہ ایسا دیا گیا ہے۔ جس سے مجھ کو اُمید ہے کہ قیامت کے دن میری پیروی کرنے والے سب اُمتوں سے زیادہ ہوں گے۔ چنانچہ صحیح بخاری[1] کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی یہ حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس طرح کی سمجھ میں آجانے کی باتوں کے سمجھانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ کلام الٰہی اور اللہ کے رسول کے جھٹلانے سے باز نہ آویں گے تو اُن سے پہلے کے ایسے لوگوں کا جو انجام ہوا وہی اِن کا ہو گا۔ صحیح بخاری[2] و مسلم کی انسؓ بن مالک کی روایت کے حوالہ سے کئی جگہ گذر چکا ہے۔ کہ اس وعدہ کا ظہور بدر کی لڑائی کے وقت ہوا۔ جس میں بڑے بڑے کلام الٰہی اور اللہ کے رسول کے جھٹلانے والے بڑی ذلت سے مارے گئے۔ اور مرتے ہی عقبٰے کے عذاب میں گرفتار ہو گئے۔ جس عذاب کے جتلانے کے لئے اللہ کے رسول نے اُن کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو اللہ کے وعدہ کو تم نے سچا پا لیا۔ پھر فرمایا یہ لوگ اللہ کے رسول کو جھوٹا اور جادوگر قرار دے کر یہ جو کہتے ہیں۔ کہ اللہ کا کلام انسان پر نہیں اُتر سکتا۔ قرآن اللہ کا کلام ہوتا تو اس کو کوئی فرشتہ ہمارے پاس لاتا۔ اس کا جواب اُن کو کئی جگہ سمجھا دیا گیا ہے کہ فرشتوں کو اصلی صورت میں دیکھنا اُن کی طاقت سے باہر ہے۔ اس لئے کوئی فرشتہ بھی اُن کے پاس قرآن لے کر آتا۔ تو ضرور انسان کی صورت میں آتا۔ باقی کی آیتوں کا مطلب وہی ہے۔ جو شان نزول میں بیان کیا گیا۔

۸۔ ۱۵۔ قرآن شریف کے جھٹلانے کی باتوں میں مشرکین مکہ ایک یہ بات بھی کہتے تھے۔ کہ قرآن شریف اگر کسی انسان پر نازل ہوتا تو ولید بن مغیرہ

[1] صحیح بخاری باب کیف نزل الوحی ص ۷۴۴ ج ۲۔ [2] دیکھئے تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۲۲

مِّنَ الْاَحْزَابِ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ﴿۱۲﴾ وَثَمُودُ

لشکروں میں ۔ جھٹلا چکے ہیں ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور فرعون میخوں والا اور ثمود

وَقَوْمُ لُوطٍ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ﴿۱۳﴾ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ

اور لوط کی قوم اور ایکہ کے لوگ وہ جونکیں فوجیں یہ جتنے تھے سب نے ہی جھٹلایا رسولوں کو

فَحَقَّ عِقَابِ ﴿۱۴﴾ وَمَا يَنْظُرُ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿۱۵﴾

پھر ثابت ہوئی میری طرف سے سزا اور راہ نہیں دیکھتے یہ لوگ مگر یہی ایک چنگھاڑ کی جو بیچ میں دم نہ لے گی۔

ع ۱۴ / ۱۰

یا عروہ بن مسعود ایسے مال دار شخص پر نازل ہوتا۔ اِن مال دار شخصوں کو چھوڑ کر محمدؐ جیسے تنگ دست پر کلام الٰہی کا اُترنا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اُس کا جواب اللہ تعالےٰ نے یہ دیا کہ جب تک اِن لوگوں کی ایسی باتوں کی سزا کے طور پر کوئی آفت اِن پر نہیں آتی۔ اس وقت تک یہ لوگ قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے میں ایسی ہی شک و شبہ کی باتیں کرتے رہیں گے۔ ہاں جب کوئی آفت آسمانی اِن پر آجاوے گی تو ان کا یہ سب شک و شبہ جاتا رہے گا صحیح بخاری[۱] و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی روایت گذر چکی ہے[۲]۔ بدر کی لڑائی میں جب مشرکین مکہ میں کے بڑے بڑے منکر قرآن مارے گئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا۔ کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ کے وعدہ کو سچا پا لیا۔ اِس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ مشرکین مکہ میں کے بڑے بڑے سرکشوں کا شک و شبہ ایسا بے وقت رفع ہوا کہ اُس سے اُن لوگوں نے کچھ فائدہ نہیں اٹھایا۔ پھر فرمایا۔ کہ اللہ کی رحمت کے خزانے کچھ اِن لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہیں کہ آسمان پر چڑھ کر یہ لوگ جس کو چاہیں نبوت دے دیں۔ جس طرح اِن سے پہلے لوگ قوم نوح سے لے کر فرعون تک ایسی سرکشی کی باتوں کے وبال میں پکڑے گئے۔ ایک دن یہی حال ان کا ہونے والا ہے۔ اور پھر دوسرے صور کی آواز سے اُن کو دوبارہ زندہ کیا جا کر اُن کی بداعمالی کی پوری سزا اُن کو دی جاوے گی۔ مالہا من فواق اِس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح نفیری بجانے والے بیچ میں دم لے کر نفیری بجاتے ہیں۔ صور کے پھونکنے میں اتنی مہلت بھی نہ ہوگی۔ بلکہ[۳] ایک دم میں صور پھونک دیا جاوے گا۔ اور فوراً یہ منکرین حشر دوبارہ زندہ کئے جا کر حساب و کتاب کے لیے حاضر کر دئے جاویں گے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کی حدیث بدر کی لڑائی کے قصہ میں گذر چکی ہے۔ کہ اِس لڑائی میں بڑے بڑے سردار مشرکین مکہ کے جو مارے گئے اُن کے نام پہلے سے اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو اور اللہ کے رسول نے صحابہ کو تبلا دئے تھے۔ اِس روایت میں انسؓ[۴] بن مالک قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول نے جتنے لوگوں کے نام اور جس جس جگہ پر اُن کی لاشوں کا پڑا رہنا ایک رات پہلے سے فرمایا تھا۔ صبح کو لڑائی کے ختم ہو جانے کے بعد وہی حال ہم لوگوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اِن آیتوں میں جو ذکر ہے کہ قوم نوح سے لے کر فرعون تک جیسے جس طرح برباد اور تباہ ہو چکے اِن مشرکین مکہ کا جتھا بھی ایک دن اسی طرح برباد اور تباہ ہو جاوے گا حضرت عمرؓ اور انس بن مالک کی یہ روایتیں۔ گویا اُس کی تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ اِن آیتوں کے وعدہ کے ظہور کا وقت جب آگیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ایک رات پہلے اُسے اپنے رسول کو اور اللہ کے رسول نے معجزہ کے طور پر صحابہ کو جتلا دیا اور صبح کو وہی حال صحابہ نے آنکھوں سے دیکھ لیا۔ معتبر سند کی عقبہؓ بن عامر[۵] کی حدیث۔

---

[۱] و [۲] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۲۲۔ [۳] صحیح مسلم مع شرح نووی باب غزوہ بدر ص ۱۰۲ ج ۲۔ [۴] الترغیب والترہیب فصل فی النفخ فی الصور ص ۲۲۷ ج ۲ صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۶۳ باب بعد باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت انا والساعۃ کہاتین۔

وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّل لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿١٦﴾ اصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ

اور کہتے ہیں اے رب شتاب دے ہم کو چھٹی ہماری پہلے حساب کے دن سے تو سہارا اس پر جو کہتے ہیں اور یاد کر ہمارے بندے داؤد

ذَا الْأَيْدِ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٧﴾ إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ ﴿١٨﴾ وَالطَّيْرَ

ہاتھ کے بل والا وہ تھا رجوع رہنے والا ہم نے تابع کیے پہاڑ اس کے ساتھ پاکی بولتے شام کو اور صبح کو اور اڑتے جانور

مَحْشُورَةً ۖ كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ ﴿١٩﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿٢٠﴾

جمع ہو کر سب تھے اس کے آگے رجوع رہتے اور زور دیا ہم نے اس کی سلطنت کو اور دی اس کو تدبیر اور فیصلہ بات کا

ایک جگہ گذر چکی ہے کہ پہلے صور کی آواز سے لوگ ایسے جلدی ہلاک ہو جاویں گے۔ کہ جس شخص کے ہاتھ میں نوالہ ہو گا وہ منہ تک نہ جا سکے گا کہ وہ شخص ہلاک ہو جاوے گا۔ صحیح بخاری و مسلم[1] کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث بھی گذر چکی ہے۔ کہ دوسرے صور سے پہلے ایک مینہ برسے گا جس سے سب جسم تیار ہو جاویں گے۔ اور پھر دوسرے صور کی آواز سے اُن جسموں میں روحیں پھونک دی جاوین گی۔ ان آیتوں میں صور کا جو ذکر ہے اُن حدیثوں سے اُس کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

۱۶۔۱۷ تفسیر ابوالعالیہ تفسیر مقاتل تفسیر سُدی[2] تفسیر ضحاک اور تفسیر کلبی میں جو شان نزول اس آیت کی چند روایتوں سے بیان کی گئی ہے اُس کا حاصل یہ ہے۔ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ سنا کہ قیامت کے دن دائیں اور بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دے جاویں گے اور جو لوگ جنت میں جاویں گے۔ اُن کو بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی۔ تو مسخراپن سے وہ مشرک یہ کہتے تھے۔ کہ وہ جنت کی نعمتیں دنیا میں ہی ہم آنکھوں سے دیکھ لیویں تو شاید ہم کو کچھ یقین آوے گا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرما دیا۔ کہ اے رسول اللہ کے ان نادانوں کی ایسی باتوں پر صبر کرنا چاہئے۔ وقت پر اپنے کئے کو خود یہ لوگ بھگت لیویں گے۔ بعضے مفسروں نے لکھا ہے۔ کہ جہاد کے حکم سے آیت کا ٹکڑا اصبر علی ما یقولون منسوخ ہے مگر صحیح قول یہی ہے۔ کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے اب آگے آنحضرت کا دل بہلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد کے قصہ کا ذکر فرمایا قط کے معنے لکھے ہوئے کاغذ کے ہیں۔ حضرت عبداللہؓ بن عباس اور سعید بن جبیر کے قول کے موافق آیت کا وہی مطلب ہے۔ جس کا ذکر اوپر گذرا کہ وہ لوگ مسخراپن سے سیدھے ہاتھ میں نامہ اعمال کا آجانا۔ اور اُس کے ذریعہ سے جنت کی نعمتوں کو یا اُلٹے ہاتھ میں نامہ اعمال آن کر دوزخ کے عذاب کو دنیا میں ہی دیکھ لینا چاہتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ ان لوگوں کے مسخراپن پر صبر کیا جاوے۔ صحیح سند سے ترمذی[3] ابن ماجہ صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم میں سفیانؓ بن عبداللہ ثقفی سے روایت ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان کو انگلیوں میں پکڑ کر یہ فرمایا کہ یہ زبان بھی آدمی کے حق میں بڑے خوف کی چیز ہے۔ اس حدیث کو آیت کے اس ٹکڑے کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ بت پرستی کے وبال کے علاوہ مشرکین مکہ اس وبال میں بھی قیامت کے دن پکڑے جاویں گے۔ کہ مسخراپن کے طور پر ایسی باتیں منہ سے نکالتے تھے جس کا ذکر آیت کے اُس ٹکڑے میں ہے۔

۱۷۔۲۴۔ ذالاید کے معنی صاحب قوت حضرت عبداللہؓ بن عباس کا قول ہے کہ داؤد علیہ السلام کی قوت عبادت الٰہی میں بڑھی ہوئی

[1] صحیح مسلم مع شرح نووی باب ما بین النفختین ص ۴۰۷ ج ۲۔ [2] بحوالہ تفسیر الدر المنثور ص ۲۹۷ ج ۵۔ [3] جامع ترمذی باب ما جاء فی حرمۃ الصلاۃ۔ ص ۱۰۰ ج ۲۔

وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ﴿٢١﴾ إِذْ دَخَلُوا عَلَىٰ دَاوُودَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ

اور پہنچی ہے تجھ کو خبر دعوے والوں کی　جب دیوار کود کر آ گئے عبادت خانہ میں　جب گھس آئے داؤد پاس تو ان سے گھبرایا

قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغَىٰ بَعْضُنَا عَلَىٰ بَعْضٍ فَاحْكُم بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ

وہ بولے مت گھبرا ہم دو جھگڑتے ہیں　زیادتی کی ایک نے دوسرے پر　سو فیصلہ کر دے ہم میں انصاف کا اور دور نہ ڈال بات کو

وَاهْدِنَا إِلَىٰ سَوَاءِ الصِّرَاطِ ﴿٢٢﴾ إِنَّ هَٰذَا أَخِي لَهُ تِسْعٌ وَتِسْعُونَ نَعْجَةً وَلِيَ نَعْجَةٌ وَاحِدَةٌ

اور بتا دے ہم کو　سیدھی راہ　یہ جو ہے بھائی ہے میرا　اس کے ہاں ننانوے دنبیاں اور میرے ہاں ایک دنبی

فَقَالَ أَكْفِلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ﴿٢٣﴾ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ إِلَىٰ

پھر کہتا ہے حوالے کر دے مجھ کو وہ　اور زبردستی کرتا ہے مجھ سے بات میں　بولا وہ بے انصافی کرتا ہے تجھ پر کہ مانگتا ہے تیری دنبی ملانے کو

نِعَاجِهِ ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْخُلَطَاءِ لَيَبْغِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

اپنی دنبیوں میں　اور اکثر شریک　زیادتی کرتے ہیں　ایک دوسرے پر　مگر جو یقین لاتے ہیں　اور کام کیے

تھی اس لئے ان کو صاحب قوت فرمایا۔ صحیح بخاری[1] و مسلم میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ اور ایک دن کھانا کھایا کرتے تھے۔ اسی طرح آدھی رات سویا کرتے تھے۔ اور آدھی رات عبادت کیا کرتے تھے۔ اِس حدیث سے عبد اللہ بن عباس کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔ نیک کاموں میں جو لگا اور بُرے کاموں سے بچا رہے اُس کو واب کہتے ہیں۔ داؤد علیہ السلام جب صبح شام ذکر الٰہی کرتے تھے۔ اُن کے ساتھ پہاڑ اور جانور بھی ذکر الٰہی کیا کرتے تھے۔ اور داؤد علیہ السلام پہاڑوں اور جانوروں کے ذکر الٰہی کا مطلب سمجھتے تھے۔ اُسی کا ذکر ان آیتوں میں فرمایا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی سلطنت کو قوت دی۔ سورہ بقرہ میں یہ قصہ گذر چکا ہے۔ کہ داؤد علیہ السلام نے مدد الٰہی سے جالوت بادشاہ کو کیوں کر قتل کیا۔ اور طالوت بادشاہ کے انتقال کے بعد بادشاہت اور حضرت شمویل کی وفات کے بعد نبوت یہ سب کچھ داؤد علیہ السلام کے خاندان میں کس طرح آیا۔ اِسی مدد غیبی کو سلطنت کی قوت فرمایا۔ یہاں حکمت کے معنے نبوت کے ہیں۔ اور فصل خطاب کے معنے مقدمات کے فیصلہ کرنے کی پوری سمجھ۔ فارسی اور اردو فائدہ میں یہ قصہ لکھا ہے کہ ایک عورت پر داؤد علیہ السلام کی نظر پڑ گئی۔ جس سے نکاح کرنے کا خیال اُن کے جی میں جم گیا۔ اُس عورت کا خاوند داؤد علیہ السلام کے لشکر میں تھا۔ اُس کو تابوت سکینہ کے آگے رہنے پر تعینات کیا۔ یہ بڑے معرکہ کی تعیناتی تھی۔ اس لیے وہ شہید ہو گیا۔ اُس کے بعد داؤد علیہ السلام نے اُس کی بی بی سے نکاح کر لیا۔ یہ قصہ مصنف ابن[2] ابی شیبہ تفسیر ابن ابی حاتم اور مستدرک حاکم میں ہے اور حاکم نے اس روایت کو صحیح بھی کہا ہے۔ لیکن حافظ ابن کثیر نے اِس قصہ کی روایت کو بنی اسرائیل کی روایتوں میں شمار کر کے یہی فیصلہ کیا ہے۔ کہ قرآن شریف میں اسی قدر قصہ ہے۔ کہ داؤد علیہ السلام نے اُس عورت کے خاوند سے یہ خواہش کی کہ وہ اپنی بی بی کو طلاق دے دے۔ اُس سے زیادہ کوئی بات قرآن شریف یا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہوتی۔

[1] صحیح بخاری باب من نام عند السحر ص ۱۵۲ ج ۱

[2] بحوالہ تفسیر الدر المنثور ص ۳۰۰ ج ۵

الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾

اچھے اور تھوڑے سے لوگ ہیں ویسے اور خیال میں آیا داؤد کے ہم نے اس کو جانچا پھر گناہ بخشوانے لگا اپنے رب سے اور گرا جھک کر اور رجوع ہوا

فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾

پھر ہم نے معاف کردیا اس کو وہ کام اور اس کو ہمارے پاس مرتبہ ہے اور اچھا ٹھکانا

تابوت سکینہ کا قصہ سورہ بقر میں گذر چکا ہے اِن آیتوں میں جو قصہ ہے۔ اُس قصہ کا حاصل یہ ہے کہ ایک رات کو خلاف عادت داؤد علیہ السلام کے عبادت خانہ میں دو شخص دیوار کود کر آگئے تفسیر مقاتل میں ہے کہ یہ جبرئیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام تھے جو آدمی کی شکل میں آئے تھے اِن دونوں شخصوں کے بے وقت دیوار کود کر آنے سے داؤد علیہ السلام پریشان ہو گئے۔ اِن دونوں شخصوں نے داؤد علیہ السلام سے کہا پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔ ہم تو اہل مقدمہ ہیں۔ ایک مقدمہ کے فیصلہ کے لئے تمہارے پاس آئے ہیں مگر شرط یہ ہے۔ کہ وہ فیصلہ روداد مقدمہ کے موافق صحیح ہونا چاہئے۔ مقدمہ کی روداد یہ ہے کہ اُس میرے دینی بھائی کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں۔ اور میرے پاس ایک دنبی ہے۔ لیکن یہ میرا دینی بھائی یہ کہتا ہے۔ کہ میں اپنی وہ ایک دنبی بھی اس کے حوالہ کردوں اور میرے اِس دینی بھائی کی بات چیت ایسی زبردست ہے کہ میں اس کی بات کو ٹال نہیں سکتا۔ مقدمہ کی یہ روداد سُن کر داؤد علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا کہ جو شخص ننانوے دنبیاں رکھ کر پھر اپنے دینی بھائی کے پاس ایک دنبی بھی نہیں دیکھ سکتا وہ بڑی نا انصافی کرتا ہے۔ اس فیصلہ کے بعد داؤد علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا۔ کہ ایک معاملہ میں جہاں چند شخص شریک ہوتے ہیں وہاں اکثر شریک لوگ آپس میں ایسی ہی زیادتیاں کرتے رہتے ہیں۔ تھوڑے سے بندے اللہ کے ایسے ہیں جو اس طرح کی زیادتیوں سے بچتے رہتے ہیں۔

۲۴-۲۵۔ فارسی اور اردو کے فائدہ میں جو قصہ حضرت داؤد کا شاہ ولی اللہ علیہ رحمۃ اور شاہ عبدالقادر علیہ رحمۃ نے بیان کیا ہے۔ جس کا ذکر اوپر گذرا اسی قصہ پر قاضی عیاض اور امام فخرالدین رازی وغیرہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس طرح کے قصے انبیا کی شان سے بعید ہیں۔ اس اعتراض سے بچنے کی غرض سے حافظ ابن کثیر نے اس قصہ کو اپنی تفسیر میں ذکر نہیں کیا۔ لیکن یہ اوپر گذر چکا ہے۔ کہ اِس قصہ کو ابن ابی[1] شیبہ نے مصنف میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور حاکم نے مستدرک میں اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس وغیرہ سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اس[2] روایت کو صحیح کہا ہے۔ اس قدر محدثین کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس قصہ کی اصل ضرور ہے اور خود قرآن شریف سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اِس قصہ کی اصل ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ بیرونی مثال سن کر حضرت داؤد نے جان لیا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو جانچا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیرونی مثال سے پہلے کوئی بات ایسی تھی۔ جس سے اس مثال کو داؤد علیہ السلام نے سن کر اپنے قصہ کا خلاصہ اُس مثال سے پہچان لیا۔ حافظ ابن کثیر نے[3] یہ جو اعتراض کیا ہے۔ کہ اس قصہ کی سند میں یزید بن ابان رقاشی ضعیف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اسماء الرجال کی کتابوں کے مصنف تین طرح کے لوگ ہیں بعضے سخت ہیں بعضے نرم ہیں بعضے معتدل ہیں امام احمد ابن عدی اُن معتدل لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں کہ کوئی دوسرا شخص سختی سے کسی اچھے راوی کو ضعیف اور ضعیف راوی کو اچھا بتلا

[1] تفسیر الدرالمنثور ص ۳۰۰۔ [2] ایضاً۔ [3] تفسیر ابن کثیر ص ۳۱ ج ۴

يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى

اے داؤد ہم نے کیا تجھ کو نائب ملک میں سو تو حکومت کر لوگوں میں انصاف سے اور نہ چل جی کی چاہ

دلوں سے تو یہ تینوں صاحب اُس کی اصلاح کر دیتے ہیں۔ اب امام احمد نے جب یہ فیصلہ کر دیا۔ کہ شعبہ کا یہ قول جو مشہور ہے کہ یزید بن ابان کی روایت لینے سے بدکاری کا کرنا بہتر ہے۔ یہ قول شعبہ کا یزید بن ابان کے حق میں غلط مشہور ہے۔ بلکہ دراصل یہ قول شعبہ کا ابان بن عیاش کے حق میں ہے اور ابن عدی نے یہ فیصلہ کر دیا کہ یزید بن ابان رقاشی کی روایت میں کچھ اندیشہ نہیں ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ سخت عادت کے علما نے یزید بن ابان رقاشی پر جو جرح کر دی تھی۔ معتدل عادت کے دو عالموں کی اصلاح کے بعد اُس قدر ضعف یزید بن ابان کی روایت میں باقی نہیں رہا۔ جس قدر ضعف اصلاح سے پہلے مشہور تھا۔ اسی واسطے ترمذی اور ابن ماجہ نے یزید بن ابان کو اپنے راویوں میں داخل کیا ہے۔ جب داؤد علیہ السلام اپنے فیصلہ کا مطلب اُن اہل مقدمہ دونوں شخصوں کو سنا چکے تو اُن کے خیال میں یہ بات آئی کہ اس مقدمہ کی صورت ان ہی کے حال کے موافق ہے کیونکہ اُن کی ننانویں بی بیاں تھیں اور اُس اوریا نام کے شخص کی ایک ہی بی بی تھی جس سے داؤد علیہ السلام نکاح کرنا چاہتے تھے۔ جب داؤد علیہ السلام نے مقدمہ کی روداد کو اپنے اوپر صادق پایا۔ اور سمجھ لیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک جانچ تھی تو فوراً سجدہ میں گر پڑے اور توبہ اور استغفار کرنے لگے صحیح بخاری[1]۔ ابوداؤد، و ترمذی، نسائی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے وخر راكعا وانابـ پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا معتبر سند سے ابوداؤد[2] صحیح ابن خزیمہ صحیح ابن حبان مستدرک حاکم وغیرہ میں ابوسعید خدری سے روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ ص پڑھی۔ اور یہ سجدہ ادا کر کے صحابہ سے فرمایا۔ میں نے تم لوگوں کو سجدہ کے لئے تیار دیکھ کر سجدہ کیا۔ ورنہ یہ سجدہ داؤد علیہ السلام کی توبہ کا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ پہلی حدیث کے موافق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ اس سجدہ کو سنت کہتے ہیں اور دوسری حدیث کے موافق امام شافعی رحمۃ اللہ اس سجدہ کو سنت نہیں کہتے۔ اب آگے فرمایا۔ داؤد علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں صاحب مرتبہ لوگوں میں سے تھے اس لئے خالص دل سے انہوں نے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس چوک کو معاف کر دیا۔ صحیح مسلم[3] کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے غفور رحیمی کی صفت ایسی پیاری ہے کہ اگر زمین پر کے موجودہ لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ اُن کی جگہ اور ایسی خلقت کو پیدا کرتا کہ وہ لوگ گناہ کر کے خالص دل سے توبہ کرتے! اور اللہ تعالیٰ اپنی غفور رحیمی کی صفت کے موافق اُن کی توبہ قبول کرتا۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ اگرچہ داؤد علیہ السلام نے اپنے مرتبہ کے موافق توبہ کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی غفور رحیمی کی صفت تو ایسی عام ہے۔ کہ ہر گنہ گار شخص جب اپنے رتبہ کے موافق خالص دل سے توبہ کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول فرما دے گا۔ داؤد علیہ السلام نے ایک تدبیر سے اُس عورت کے ساتھ نکاح کرنا چاہا تھا۔ مگر پیغمبروں کا درجہ بہت بڑا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو بھیجا۔ تاکہ داؤد علیہ السلام آگاہ ہو جاویں کہ دنیا کی مباح چیزوں میں ایسی تدبیر پیغمبروں کی شان کے برخلاف ہے۔

۲۶-۲۹۔ اوپر گذر چکا ہے کہ طالوت بادشاہ کے انتقال کے بعد بادشاہت اور شمویل علیہ السلام نبی کی وفات کے بعد نبوت یہ دونوں

[1] صحیح بخاری باب سجدہ ص ص ۱۴۶ ج ۱ [2] ابوداؤد باب السجود فی ص پارہ ۸ ص ج ۱ [3] صحیح مسلم مع شرح نووی باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبۃ ص ۳۵۵ ج ۱۔

فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ

پھر تجھ کو بچلاوے اللہ کی راہ سے مقرر جو لوگ بہکتے ہیں اللہ کی راہ سے ان کو سخت مار ہے

بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاۗءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۭ ذٰلِكَ

اس پر کہ بھلا دیا دن حساب کا اور ہم نے نہیں بنایا آسمان و زمین کو اور جو ان کے بیچ میں ہے نکما یہ

ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿٢٧﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

خیال ہے ان کا جو منکر ہیں سو خرابی ہے منکروں کی آگ سے کیا ہم کریں گے ایمان والوں کو

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۡ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾

جو کرتے ہیں نیکیاں برابر ان کے جو خرابی ڈالیں ملک میں کیا ہم کریں گے ڈر والوں کو برابر ڈھیٹھ لوگوں کے

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٢٩﴾

ایک کتاب ہے جو اتاری ہم نے تیری طرف برکت والی تا دھیان کریں لوگ اس کی باتیں اور تا سمجھیں عقل والے

نعمتیں اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو عطا فرمائیں۔ انہی کا ذکر ان آیتوں میں ہے مطلب یہ ہے۔ کہ اے داؤد اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیا اور بادشاہوں کا تم کو نائب اس لئے ملک میں مقرر کیا ہے۔ کہ بغیر دل کی چاہ کے لگاؤ کے خالص حکم الٰہی کے موافق نبوت اور حکومت کو چلاؤ اور دل کی چاہ کے لگاؤ سے تم کو اس لئے منع کیا گیا ہے کہ دل کی چاہ آدمی کو حکم الٰہی کی فرمانبرداری سے دور ڈال دیتی ہے۔ اور حکم الٰہی کی فرمانبرداری سے دور پڑ جانا ایسے لوگوں کا کام ہے جو قیامت کے حساب و کتاب کے لیے اللہ تعالیٰ کے رو برو کھڑے ہونے کو بھولے ہوئے ہیں۔ اور اتنا نہیں سمجھتے کہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے۔ یہ اتنا بڑا کارخانہ اللہ تعالیٰ نے بے فائدہ نہیں پیدا کیا بلکہ اسی فائدہ کے لئے یہ سب کچھ پیدا کیا ہے۔ کہ اس جہان کے ختم ہو جانے کے بعد نیکی کی جزا و بدی کی سزا کے لئے ایک دوسرا جہان پیدا کیا جاوے۔ کیونکہ سب کی آنکھوں کے سامنے بہت سے نیک لوگ دنیا میں تنگ دستی سے اور بد لوگ خوشحالی سے گذر کرتے ہیں۔ یہ اس لئے ہے حکمت الٰہی کے موافق نیکی کی جزا اور بدی کی سزا کے لئے دوسرا جہان مقرر ہے۔ کیونکہ نیک و بد کو ہمیشہ ایک حال میں رکھنا انصاف الٰہی کے بالکل برخلاف ہے۔ اب قریش کو تنبیہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ یہ سراپا عقبیٰ کی بہبودی کی نصیحت کا قرآن اے رسول اللہ کے اللہ نے تم پر اس لیے نازل فرمایا ہے کہ جو لوگ عقل سلیم رکھتے ہیں وہ اس سے یہ نصیحت حاصل کریں کہ دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد دنیا کے نیک و بد کی جزا و سزا کا فیصلہ ضرور ہونے والا ہے۔ کیونکہ بغیر اس کے دنیا کا پیدا کرنا بالکل بے ٹھکانے ٹھہرتا ہے۔ جو اللہ کی شان سے بہت بعید ہے صحیح سند سے ابی داؤد نسائی ابن ماجہ اور صحیح ابن حبان میں آنحضرت کے پروردہ ابو عبد الرحمٰن سفینہ سے روایت ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبوت کی خلافت میرے بعد تیس برس تک رہے گی بعد اس کے بادشاہ لوگ ہوں گے۔ یہ تیس برس خلفائے اربعہ کی خلافت کے زمانہ اور حضرت امام حسنؓ کی چھ مہینے کی خلافت کو ملا کر پورے ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ اور اس حدیث سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا معجزہ نکلتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلافت اور نبوت چلانے کے لیے ان آیتوں میں

[۱] بحوالہ مشکوٰۃ شریف کتاب الفتن فیما تکون منہا الی قیام الساعۃ ص ۴۶۳۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ۭ نِعْمَ الْعَبْدُ ۭ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ۝۳۰ۭ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ

اور دیا ہم نے داؤد کو سلیمان بہت خوب بندہ وہ ہے رجوع رہنے والا جب دکھانے کو آئے اس کے سامنے

الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝۳۱ۙ فَقَالَ اِنِّىْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى

گھوڑے خاصے تو بولا میں نے چاہی محبت مال کی اپنے رب کی یاد سے یہاں تک کہ

تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝۳۲ۣ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۭ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ۝۳۳

چھپ گیا اوٹ میں پھیر لاؤ اس کو میرے پاس پھر لگا جھاڑنے پنڈلیاں اور گردنیں

جو نصیحت داؤد علیہ السلام کو کی تھی جب تک اس اُمت کے خلفا میں اس نصیحت کا اثر رہا اس وقت تک اس اُمت میں بھی خلافت چلی پھر بعد اس کے دنیوی بادشاہت کا طریقہ جاری ہو گیا چنانچہ حضرت معاویہ نے جب اپنی زندگی میں اپنے بیٹے یزید کی خلافت کی بیعت شام اور مدینہ کے لوگوں سے لی تو عبد الرحمٰن بن ابی بکر صدیق نے اعتراض کیا۔ کہ یہ طریقہ کسریٰ اور قیصر بادشاہوں کا ہے خلفائے نبوت کا یہ طریقہ نہیں ہے اور اوپر کی حدیث کے موافق معجزہ کا حاصل یہ ہے کہ پیشین گوئی کے طور پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت و نبوت کی جو مدت قرار دی تھی بالکل اُسی کے موافق ظہور رہوا۔ یہ ابو عبد الرحمٰن سفینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ ہیں اُن کا نام مہران ہے ایک دفعہ انہوں نے سفر میں سامان بہت سا لے لیا تھا۔ اُس دن سے اِن کا لقب سفینہ ہو گیا۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جس طرح کشتی پر سامان لادتے ہیں اُسی طرح اُنہوں نے اپنے اوپر سامان لاد لیا قریش کے بارہ خلفا کی جابر بن سمرہ کی حدیث بہت صحیح[1] ہے لیکن وہ حدیث خلافت نبوت اور بادشاہت کو ملا کر ہے کیونکہ تیس برس میں قریش کے بارہ خلیفہ نہیں ہوئے یہ قریش میں کے بارہ خلیفہ کی تعداد خلفائے بنی امیہ کے خلیفہ ولید بن یزید بن عبد الملک پر ختم ہو جاتی ہے اِس کے بعد پھر طرح طرح کے جھگڑے شروع ہو گئے جن کی تفصیل تاریخ کی کتابوں میں ہے۔

۳۰۔۳۳۔ ناقابل اعتراض سند سے تفسیر ابن جریر اور تفسیر[2] ابن منذر میں حضرت علیؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ دریائی گھوڑے تھے جن کے دیکھنے کے شغل میں سلیمان علیہ السلام کی عصر کی نماز کو دیر ہو گئی۔ اوسط طبرانی[3] میں ابی بن کعب سے روایت ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عصر کی نماز میں دیر ہو جانے کے رنج سے سلیمان علیہ السلام نے اُن گھوڑوں کی پنڈلیاں کاٹ ڈالیں اور پھر اُن کو ذبح کر ڈالا۔ دین الٰہی کے جوش میں سلیمان علیہ السلام کا یہ کام ایسا ہی ہے۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کے بال پکڑ کر کھینچے تھے۔ ابی بن کعب کی حدیث جو اوپر بیان کی گئی اُس کی سند میں سعید بن بشیر راوی ہے۔ جس کو بعضے علماء نے ضعیف کہا ہے لیکن شعبہ اور عبد الرحمٰن بن ابراہیم نے سعید بن بشیر کو ثقہ قرار دیا ہے۔ شعبہ اِس فن میں امیر المؤمنین مشہور ہیں اور عبد الرحمٰن رحیم دمشق کے اُن علما میں ہیں کہ امام احمد اور ابن معین اُن کو اپنے سے بہتر شمار کرتے اور اُن کی مجلس میں شاگردوں کی شان سے بیٹھا کرتے تھے اِس لئے کہا جا سکتا ہے کہ اِس حدیث کی سند معتبر ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر داؤد علیہ السلام کی خلافت کا ذکر فرما کر اِن آیتوں میں ارشاد ہے کہ اُس خلافت نبوت اور نیابت بادشاہت کو اللہ تعالیٰ نے فقط داؤد علیہ السلام پر ختم نہیں کیا۔ بلکہ اُن کی اولاد میں سلیمان علیہ السلام کو بھی وہی مرتبہ عنایت فرمایا۔ کہ وہ نبی بھی ہوئے۔ بادشاہ بھی ہوئے

[1] بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب مناقب قریش ص ۵۵۰ و ابوداؤد باب المہدی ص ج ۲

[2] و [3] بحوالہ تفسیر الدر المنثور ص ۳۰۹ ج ۵۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ

اور ہم نے جانچا سلیمان کو اور ڈال دیا اس کے تخت پر ایک ڈھیر پھر وہ رجوع ہوا بولا اے رب میرے معاف کر مجھ کو

وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ

اور بخش مجھ کو وہ بادشاہی کہ نہ چاہیے کسی کو میرے پیچھے بیشک تو ہے سب بخشنے والا پھر ہم نے تابع کی اس کے باؤ

تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ﴿۳۶﴾ وَالشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ﴿۳۷﴾ وَّاٰخَرِيْنَ

چلتی اس کے حکم سے نرم نرم جہاں پہنچا چاہتا اور تابع کیے شیطان سارے عمارت کرنے والے اور غوطہ لگانے والے اور کتنے

اور باوجود بادشاہت کے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے مرضی کے کاموں میں لگے رہے۔ اب آگے ان کے جوش دینی اور مرضی الٰہی کے کاموں کی اُمنگ کی مثال میں وہی دریائی گھوڑوں کا قصہ بیان فرمایا۔ جس کا ذکر حضرت علیؓ اور ابی بن کعب کی روایت کے حوالہ سے اوپر گذر چکا ہے۔ اگرچہ حافظ ابو جعفر ابن جریر[1] نے حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے حوالہ سے مسحا بالسوق والاعناق کی یہ تفسیر کی ہے۔ کہ سلیمان علیہ السلام نے ان گھوڑوں کو دوبارہ اپنے سامنے منگوا کر ان کو پیار کیا۔ لیکن جب ابی بن کعب کی معتبر روایت میں خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کے ٹکڑے کی یہ تفسیر فرما دی ہے جو اوپر بیان کی گئی تو اب اس کے مقابل میں اور کوئی دوسری تفسیر صحیح نہیں قرار پا سکتی۔ اسی واسطے عماد الدین حافظ ابن کثیر نے حافظ ابو جعفر ابن جریر کے پیار کرنے کی تفسیر کو پسند نہیں کیا۔ صحیح سند سے ابن حبان میں ابوہریرہؓ سے اور معتبر سند سے طبرانی اور بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ[2] سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پر رکھا تھا کہ اگر آپ داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کی طرح نبوت اور بادشاہت دونوں چیزوں کو پسند کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کو دونوں چیزیں عطا فرما دے گا۔ لیکن آپ نے خالص نبوت کو پسند کیا۔ ان حدیثوں کو اوپر کی آیتوں اور ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام عمر تنگدستی سے جو گذاری وہ آپ کی مرضی کے موافق ایک بات تھی ورنہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ بادشاہت کی درخواست کو بھی اُن کی مرضی پر منحصر رکھا تھا۔

۳۴۔ ۴۰۔ والقینا علی کرسیہ جسدا کی تفسیر ایک تو یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام کے لشکر کے سردار دین کی لڑائی میں کچھ پہلو تہی کرنے لگے تھے اُس پر سلیمان علیہ السلام نے خفا ہو کر یہ قسم کھائی کہ ایک رات اپنی سو بیبیوں سے صحبت کریں گے جس سے سو لڑکے ان کی اولاد میں لشکر کے سردار پیدا ہو جاویں گے۔ اس قسم کے کھانے کے وقت سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ کہنا بھول گئے اس لئے ان کی ایک بی بی کے پیٹ سے ادھورا بچہ پیدا ہوا جس کو سلیمان کے دکھانے کے لئے ان کے تخت پر رکھ دیا گیا۔ جس کو دیکھ کر سلیمان علیہ السلام نے انشاء اللہ کے بھول جانے پر توبہ استغفار کی۔ یہ تفسیر صحیح بخاری[3] و مسلم وغیرہ کے چند صحابیوں کی روایتوں کے موافق نہایت صحیح تفسیر ہے۔ دوسری تفسیر وہی ہے جو شاہ عبدالقادر صاحب کے اردو فائدہ میں ہے کہ صخر نام کے ایک جن نے دھوکا دے کر سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی حضرت سلیمان کی ایک خادمہ عورت سے لے لی اور وہ انگوٹھی پہن کر سلیمان علیہ السلام کی شکل میں بادشاہت کرنے لگا۔ قتادہ کے قول کے موافق چالیس دن تک یہی حال رہا۔ اس چلہ میں صخر جن کے خوف سے سلیمان علیہ السلام بستی سے نکل گئے۔ اور ایک گاؤں میں چھپ کر رہنے لگے۔ پھر یہ انگوٹھی صخر جن کی انگلی میں سے نکل کر دریا میں جا پڑی اور مچھلی اس کو نگل گئی جو مچھلی پھر سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ لگی اور اس کے پیٹ میں سے وہ انگوٹھی نکلی اور سلیمان علیہ السلام پہلے کی طرح پھر وہ انگوٹھی پہن کر بادشاہ ہو گئے۔ اگرچہ اس دوسری

[1] بحوالہ تفسیر ابن کثیر ص ۳۴ ج ۴۔ [2] بحوالہ الترغیب والترہیب ابواب الزھد ص ۳۶۰، ۳۶۱ ج ۴۔ [3] صحیح بخاری باب قول الرجل لا طوفن اللیلۃ علی نساء ص ۷۸۰ ج ۲۔

مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾

اور بندھے ہوئے بیڑیوں میں ۔ یہ ہے بخشش ہماری ۔ اب تو احسان کر یا باز رکھ ۔ چھوڑ نہیں حساب

وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿٤٠﴾

اور اس کو ہمارے پاس مرتبہ ہے ۔ اور اچھا ٹھکانا

تفسیر کو بعضے علمانے یہود کی روایتوں میں شمار کر کے ناقابل اعتبار ٹھہرایا ہے۔ لیکن حاکم[1] نے اس روایت کو حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کر کے صحیح قرار دیا ہے اور یہ روایت نسائی[2] میں بھی ہے جس کی سند معتبر ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اصول حدیث کے قاعدہ کے موافق صحیح بخاری و مسلم کی روایتوں کو ترجیح دی جاکر صحیح تفسیر وہی ٹھہرے گی جو پہلے بیان کی گئی اسی واسطے حافظ عماد الدین ابن کثیر[3] نے دوسری تفسیر کو پسند نہیں کیا۔ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ نے بھی اپنے فارسی کے فائدہ میں اس دوسری تفسیر کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن اگر دونوں قصوں کے مجموعہ کو آیتوں کے مطلب میں داخل سمجھا جاوے تو دونوں روایتوں میں کچھ اختلاف باقی نہیں رہتا۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ جب سلیمان علیہ السلام قسم کے وقت ان شاء اللہ کہنا بھول گئے۔ تو اللہ تعالےٰ نے گرفت کے طور پر ان کی جانچ کی اب پہلی تفسیر کی بنیاد پر وہ جانچ یہ تھی کہ سو لڑکوں کے پیدا ہونے کی امید کی جگہ ایک لڑکا ادھورا پیدا ہوا تھا۔ اور دوسری تفسیر کی بنا پر وہ جانچ یہ تھی۔ کہ چالیس دن تک بادشاہت ضبط ہو گئی۔ پھر جب اس جانچ کے بعد سلیمان علیہ السلام نے ایسی بادشاہت کے عطا ہونے کی دعا کی جس کی کوئی دوسری مثال دنیا میں نہ پائی جاوے تو اللہ تعالےٰ نے ہوا اور جنات کو ان کا فرمانبردار کر دیا۔ وہ ہوا ظاہر میں تو نرم تھی آندھی نہیں تھی۔ لیکن تاثیر میں ایسی تیز تھی کہ رات دن میں اس کے سبب سے دو مہینہ کا راستہ طے ہو جاتا تھا۔ چنانچہ سورۃ السبا میں اس کا ذکر گذر چکا ہے۔ اسی واسطے یہاں تو اس ہوا کو نرم فرمایا۔ اور سورۃ الانبیا میں تیز ہوا فرمایا۔ غرض اوپر کی تفسیر کے موافق ان آیتوں میں اور سورۃ الانبیا کی آیتوں میں کچھ مخالفت نہیں ہے یہ تو ہوا کا کام ہوا۔ جنات جو تعینات تھے وہ کچھ تو عمارتوں کے بنانے کا کام کرتے تھے۔ اور کچھ غوطے لگا کر سمندر میں سے موتی نکالتے تھے اور کچھ اور کام کرتے تھے۔ جن کاموں کا ذکر سورۃ السبا میں گذر چکا ہے جو جنات سرکشی کرتے تھے ان کو بیڑیاں ڈال کر قید کر دیا جاتا تھا۔ آخر کو فرمایا سلیمان علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں صاحب مرتبہ تھے۔ اس لئے اتنی بڑی بادشاہت ان کو عطا کی جاکر یہ حکم دے دیا گیا تھا کہ اس بادشاہت کے کاموں میں وہ جس طرح چاہیں تصرف کریں۔ کسی بات میں ان سے کسی طرح کی پرسش نہ ہوگی۔ صحیح سند سے مسند امام احمد[4] میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دو ایماندار شخصوں میں دوستی تھی جن میں ایک خوشحال تھا۔ اور دوسرا تنگدست قیامت کے دن وہ تنگدست شخص پہلے سے جنت میں جاکر وہاں اپنے دوست کو نہ پاوے گا۔ تو بہت پریشان ہوگا پھر کچھ عرصہ کے بعد جب وہ مالدار شخص بھی جنت میں داخل ہو جاوے گا۔ تو وہ تنگدست شخص اپنی پریشانی کا حال اس مالدار دوست سے بیان کرے گا وہ مالدار شخص کہے گا۔ مالداری کے حساب وکتاب نے مجھ کو اتنے عرصہ تک روک رکھا تھا۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے کیونکہ اتنی بڑی بادشاہت کے عطا فرمانے کے بعد اللہ تعالےٰ نے سلیمان علیہ السلام کو حساب وکتاب کے جھگڑے سے جو بچا دیا۔ یہ اللہ تعالےٰ کا بہت بڑا احسان تھا جس احسان کا حال اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

[1]، [2] بحوالہ تفسیر الدر المنثور ص ٣٠٩، ٣١٠۔ [3] تفسیر ابن کثیر ص ٣٦ ج ٤۔ [4] الترغیب والترہیب باب الترغیب فی الفقر الخ ص ٢٤٠ ج ٢۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾

اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو جب پکارا اپنے رب کو کہ مجھ کو لگا دی شیطان نے ایذا اور تکلیف

اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَ

لات مار اپنے پاؤں سے یہ چشمہ نکلا نہانے کو ٹھنڈا اور پینے کو اور دیئے ہم نے اس کو اس کے گھر والے اور

مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾

ان کے برابر ان کے ساتھ اپنی طرف کی مہر سے اور یاد رہنے کو عقل والوں کے

۴۱۔۴۴۔ بعضے علما کا قول ہے کہ ایوب علیہ السلام انبیا بنی اسرائیل میں سلیمان علیہ السلام کے بعد نبی ہوتے ہیں۔ قرآن شریف کی اس سورۃ میں اور سورۃ الانبیا میں ایوب علیہ السلام کا قصہ سلیمان علیہ السلام کے بعد ہے۔ اس سے اس قول کی تائید بھی ہوتی ہے۔ لیکن ابن عساکر میں ہے کہ ایوب علیہ السلام لوط علیہ السلام کے نواسے اور موسیٰ علیہ السلام سے پہلے کے انبیا میں ہیں۔ ایوب علیہ السلام بہت صاحب اولاد اور صاحب مال تھے۔ ترمذی[1] اور ابن ماجہ میں سعد بن ابی وقاص کی صحیح روایت ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دنیا میں سب سے زیادہ آزمائش انبیا کی ہوا کرتی ہے۔ اس عادت الٰہی کے موافق ایوب علیہ السلام کی یہ آزمائش ہوئی کہ ان کی اولاد سب مرگئی سارا مال برباد ہوگیا۔ خود ایسے بیمار ہوتے کہ تمام بدن میں کیڑے پڑ گئے۔ بستی کے لوگوں نے بستی سے باہر ایک کونے میں ان کو ڈال دیا۔ سوا ان کی بی بی کے اور کوئی ان کا ساتھ دینے والا نہ تھا۔ تیرہ یا اٹھارہ برس تک یہی حال رہا۔ ایوب علیہ السلام کا صبر اس لئے مشہور ہے کہ وہ اس سخت آزمائش میں گھبرائے نہیں۔ علما نے لکھا ہے کہ ان کی بی بی کا نام رحمت[2] تھا۔ اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بیٹی یا پوتی تھیں۔ صحیح سند سے مسند بزار مستدرک حاکم صحیح ابن حبان[3] میں انس بن مالک سے روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ایوب علیہ السلام کے ایک دوست کی زبان سے ایک دن جب یہ کلمہ نکلا کہ ایوب علیہ السلام سے کوئی ایسا بڑا گناہ ہوا ہے جو تیرہ یا اٹھارہ برس کی تکلیف میں بھی معاف نہیں ہوا تو یہ کلمہ سن کر ایوب علیہ السلام نے وہ دعا کی۔ جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ اس کے بعد ایوب علیہ السلام کو خواب میں یہ حکم ہوا کہ زمین میں لات مارو انہوں نے جب لات ماری تو زمین میں دو چشمے پیدا ہوگئے۔ انہوں نے ایک چشمہ کا پانی پیا اور دوسرے چشمہ کے پانی سے نہائے اور فوراً اچھے ہوگئے۔ ایوب[4] علیہ السلام کی بی بی بستی میں جا کر محنت مزدوری کیا کرتی تھیں اور کچھ کھانا لا کر خود بھی کھاتی تھیں۔ ایوب علیہ السلام کو بھی کھلایا کرتی تھیں جس دن ایوب علیہ السلام اچھے ہوگئے۔ اس دن جب وہ کھانا لے کر آئیں تو انہوں نے ایوب علیہ السلام کو نہیں پہچانا اور ایوب علیہ السلام سے پوچھا کہ یہاں ایک بیمار شخص جو پڑا رہتا تھا اس کا کچھ حال تم کو معلوم ہے کیا اس کو بھیڑیا تو نہیں لے گیا۔ ایوب علیہ السلام نے جواب دیا وہ بیمار میں ہی ہوں اللہ تعالیٰ نے میرے صبر کا اجر مجھ کو دیا کہ مجھے بالکل تندرست کر دیا۔ تفسیر ضحاک[5] میں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایوب علیہ السلام کی بیوی کو جوان کر دیا اور ان سے ۲۳ بچے ہوئے صحیح بخاری[6] اور صحیح ابن حبان میں ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایوب علیہ السلام کے اچھے ہو جانے کے

---

[1] جامع الترمذی باب فی الصبر علی البلاء من ابواب الزہد عن سعد ص ۷۵ ج ۲۔ [2] تفسیر الدر المنثور ج ۵ ص ۳۱۷ بحوالہ ابن عساکر قول وہب [3] فتح الباری ص ۲۴۷ ج ۳ کتاب الانبیاء۔ [4] احمد فی الزہد ذکرہ السیوطی فی الدر المنثور ج ۵ ص ۳۱۶ [5] فتح الباری ص ۳۱۷ ج ۳۔ [6] بخاری کتاب الغسل باب من اغتسل عریانا ص ۴۲ ج ۱۔

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾

اور پکڑ اپنے ہاتھ میں سینکوں کا مٹھا پھر اس سے مار لے اور قسم میں جھوٹا نہ ہو ہم نے اس کو پایا سہارنے والا بہت خوب بندہ وہ ہے رجوع رہنے والا

بعد اللہ تعالیٰ نے ان پر سونے کی ٹڈیوں کا مینہ برسایا جس سے ایوب علیہ السلام مالدار ہو گئے۔ آخر کو فرمایا امت محمدیہ کے ایماندار عقل مند لوگوں کو مشرکین مکہ کے ستانے پر صبر کرنا اور صبر کے اجر کی امید اس قصہ سے پیدا کرنی چاہیے۔ اگرچہ ایوب علیہ السلام کی مدت میں سلف کا اختلاف ہے۔ لیکن تیرہ برس کی مدت کی انسؓ بن مالک کی روایت کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ مسند امام احمدؒ وغیرہ میں حضرت عبداللہؓ بن عباس کا قول[1] ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایوب علیہ السلام کے نیک عملوں کی کثرت دیکھ کر شیطان کو ایوب علیہ السلام سے ایک طرح کی دشمنی ہو گئی تھی اس لیے شیطان نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ مجھ کو ایوب علیہ السلام کی اولاد کی ہلاکت اور مال کی بربادی اور صحت جسمانی کی خرابی پر مسلط کیا جاوے تو میں دیکھوں کہ اس آزمائش کے بعد بھی ایوب علیہ السلام اپنے نیک عملوں پر قائم رہتے ہیں یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کو آزمائش کے سبب سے ایوب علیہ السلام کا درجہ بڑھانا منظور تھا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ایوب علیہ السلام کی ہر طرح کی ایذا کا اختیار دے دیا اور شیطان نے حکم الٰہی سے ایوب علیہ السلام کو ہر طرح کی ایذا دی اسی واسطے ایوب علیہ السلام نے انی مسنی الشیطن کہا۔ لیکن حافظ ابن کثیر وغیرہ نے اس قول کو ضعیف ٹھہرایا ہے اور کہا ہے کہ انبیاء پر شیطان کا اس طرح کا تسلط اللہ کی شان سے بعید ہے۔ سورہ بنی اسرائیل کی آیت ان عبادی لیس لک علیہم سلطن سے حافظ ابن کثیر کے اعتراض کی پوری تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ اس آیت کا مطلب بھی وہی ہے جو حافظ ابن کثیر کے اعتراض کا مطلب ہے۔ اس واسطے آیت کی تفسیر ان ہی علمائے سلف کے قول کے موافق صحیح معلوم ہوتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مالداری کے زمانہ میں شیطانی وسوسہ سے ایوب علیہ السلام مالداری کی حالت کو ذرا اچھا جاننے لگے تھے اس پر ان کو یہ تکلیف پہنچی اور اسی شیطانی وسوسہ کو انہوں نے تکلیف کا سبب ٹھہرا کر انی مسنی الشیطن بنصب و عذاب کہا۔ صحیح بخاری[2] اور موطا میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی کو اللہ تعالیٰ عقبیٰ میں بڑا درجہ دینا چاہتا ہے۔ اس کو دنیا میں طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کر کے ان مصیبتوں پر صبر کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ جس سے اس صبر کے اجر میں وہ شخص عقبیٰ میں بڑا درجہ پانے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اس حدیث کو ایوب علیہ السلام کے قصہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ایوب علیہ السلام کے حال پر اللہ تعالیٰ کی بڑی مہربانی تھی۔ کہ اس نے دنیا میں ان کو طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا کر کے صبر کی توفیق دی۔ جس سے ان کا عقبیٰ میں رتبہ بڑھا اب کسی دیندار آدمی پر کوئی دینوی تکلیف گذرے تو اسے توفیق صبر کی دعا مانگنی چاہیے اور ثابت قدم رہ کر اس تکلیف سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ بلکہ یہ سمجھنا چاہیے کہ اس تکلیف کی حالت پر صبر کرنے سے عقبیٰ میں بڑا ثواب ملے گا۔ چنانچہ طبرانی کبیر کے حوالہ[3] سے حضرت عبداللہؓ بن عباس کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جب مصیبتوں پر صبر کرنے والے لوگوں کو صبر کا اجر امید سے بڑھ کر ملیگا۔ تو بے صبر لوگ یہ کہیں گے کہ دنیا میں کوئی ہماری بوٹیاں قینچی سے کترتا اور ہم اس تکلیف پر صبر کرتے تو اچھا ہوتا کہ آج ہم بھی بڑے اجر کے مستحق ٹھہرتے۔

۴۴۔ اگرچہ علماء مفسرین نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ حضرت ایوب اپنی اس بیماری میں اپنی بی بی سے کس بات پر خفا ہو گئے تھے جس خفگی میں انہوں نے اپنی بی بی کو اپنے تندرست ہو جانے کے بعد سو کوڑے مارنے کی قسم کھائی تھی لیکن صحیح سبب حضرت ایوبؑ کی خفگی کا وہی ہے جس کی صراحت حدیث میں آئی ہے چنانچہ ناقابل اعتراض سند سے تفسیر ابن ابی حاتم[4] میں چند روایتیں ہیں کہ حضرت ایوبؑ کی بیماری کے زمانہ میں شیطان ایک حکیم کا بھیس بدل کر ایک صندوق

[1] تفسیر الدر المنثور ص ۳۱۰ ج ۵۔ [3] بحوالہ الترغیب والترہیب باب الترغیب فی الصبر ص ۵۲۶ ج ۴۔

[2] الترغیب والترہیب ص ۵۲۵ ج ۴۔ [4] بحوالہ تفسیر الدر المنثور ص ۳۱۶ ج ۵۔

وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ

اور یاد کر ہمارے بندوں کو ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب ہاتھوں والے اور آنکھوں والے ہم نے

اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾

امتیاز دیا ایک چنی بات کا وُہ یاد اُس گھر کی اور وُہ سب ہمارے پاس ہیں چنے نیک لوگوں ہیں

دواؤں کا لے کر سرِ راہ بیٹھا حضرت ایوب کی بی بی نے جو ایک روز اُس فریبی حکیم کو دیکھا تو اُس سے حضرت ایوب کا حال کہا۔ شیطان نے جواب دیا کہ اِس شرط سے میں اُس بیمار کا علاج کرتا ہوں کہ اگر میرے علاج سے اُس بیمار کو صحت ہو گئی۔ تو تم یہ جاننا کہ اِس صحت میں خدا کی قدرت کا کچھ دخل نہ تھا۔ خاص میرے ہی علاج نے اُس بیمار کو اچھا کیا حضرت ایوب کی بی بی نے جب اِس حکیم کا ذکر حضرت ایوب سے کیا تو انہوں نے اُس مشرک کی بات چیت پر غصہ ہو کر وہ قسم کھائی اب اس میں بھی علما کا اختلاف ہے کہ جس طرح قسم کے اُتارنے کا ذکر قرآن شریف میں ہے یہ صورت قسم اُتارنے کی حضرت ایوب کے ساتھ مخصوص تھی یا شریعت محمدیہ میں بھی یہ حکم باقی ہے صحیح مذہب اِس باب میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کا معلوم ہوتا ہے کہ قسم کے وقت کوئی خاص لکڑی قسم کھانے والا شخص اپنی نیت میں نہ ٹھہرا دے تو اب بھی یہ حکم باقی ہے کیونکہ اِن دونوں مذہبوں کی تائید اُس حدیث سے ہوتی ہے جس کو طبرانی نے ابی امامہؓ بن سہل سے روایت[1] کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قبیلہ بنی سعدہ میں ایک لونڈی کو زنا کا حمل تھا آپ نے دریافت کے بعد سو تنکوں کی ایک جھاڑو مارنے کا حکم دیا۔

یہ حدیث چند سندوں سے آئی ہے۔ اُس لیے ایک سند کو دوسری سند سے تقویت ہو جاتی ہے۔ حضرت ایوب کا صبر مشہور ہے اور اُن کے صبر کی صداقت اِس سے ہوتی ہے۔ کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ایوب بہت اچھے بندے ہیں اللہ تعالیٰ نے اُن کو تکلیف کے وقت صبر کرنے والا اور اللہ کی طرف رجوع ہونے والا پایا۔

۴۵۔۴۷۔ اوپر ایوب علیہ السلام کا قصہ اس لئے فرمایا تھا کہ اگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے ساتھ کے مسلمان مشرکین مکہ کی ایذا دہی پر صبر کریں گے تو اُن کا انجام بھی اچھا ہو گا۔ اسی مطلب کے لئے اب ابراہیم علیہ السلام۔ اسحاق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کا نام یاد دلایا کہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے وقت پر لوگوں کی ہدایت اور عقبےٰ کی نصیحت کے لئے چنا تھا۔ انہوں نے بھی دنیا میں بڑی بڑی مصیبتیں جھیلیں اور صبر کیا۔ اے رسول اللہ کے تم اور تمہارے ساتھ کے مسلمان صبر سے کام لیویں گے تو وقت مقررہ آنے پر اِن مشرکوں کی ساری سرکشی خاک میں مل جاوے گی۔ اور جس چنی ہوئی بات کے لئے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم اور نسل ابراہیمی کو چھانٹا ہے وہ بات بھی اللہ کی وحدانیت کا پھیلانا اور شرک کا مٹانا ہے۔ جس کا ظہور مکہ اور تمام جزیرہ عرب میں اللہ تعالیٰ کے ارادہ ازلی کے موافق جلد ہو جاوے گا۔ اللہ سچا ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ مشرکین مکہ جن بتوں کی حمایت میں اللہ کے رسول اور اُن کے ساتھ کے مسلمانوں کو طرح طرح سے ایذا دیتے تھے۔ آخر فتح کے وقت اللہ کے رسول نے لکڑیاں مار مار کر اُن بتوں کو گرا دیا۔ اور کسی مشرک کو اللہ کے رسول کا ہاتھ پکڑنے تک کی جرأت نہ ہوئی فتح مکہ کے وقت کا یہ قصہ صحیح بخاری[2] کی عبداللہؓ بن مسعود اور صحیح مسلم کی ابوہریرہؓ کی روایتوں کے حوالہ سے ایک جگہ گذر چکا ہے۔ یہی روایتیں اِن آیتوں کی گویا تفسیر ہیں۔ کیونکہ آیتوں میں ابراہیم علیہ السلام۔ اسحٰق علیہ السلام۔ اور یعقوب علیہ السلام کا نام لے کر جس انجام کو اللہ تعالیٰ

---

[1] بحوالہ تفسیر الدر المنثور ج ۵ ص ۳۱۷۔ [2] صحیح بخاری غزوۃ الفتح ص ۶۱۴ ج ۲ و صحیح مسلم باب فتح مکہ ص ۱۰۲ ج ۲۔

وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ

اور یاد کر اسماعیل اور الیسع کو اور ذوالکفل کو ۔ اور ہر ایک تھا خوبی والا یہ ایک مذکور ہو چکا

نے یاد دلایا تھا۔ اُس انجام کا ظہور اِن حدیثوں سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث[۱] ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی وحدانیت کا پھیلانا سب انبیا کے دین میں ہمیشہ سے رہا ہے۔ ہر زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے نماز روزہ کے احکام شریعت میں بدلتے رہتے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اسحٰق علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے ساتھ توحید کو چنی ہوئی بات جس کو فرمایا اُس کا مطلب اِس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جس بات کی نصیحت کے لئے اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام اور نسل ابراہیمی کو چھانٹا ہے وہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ پچھلے سب انبیا کی شریعتوں میں سے چنی ہوئی ایک بات ہے۔ اِن آیتوں میں مشرکین مکہ کو ایک یہ تنبیہ بھی ہے۔ کہ یہ لوگ بنی اسمٰعیل میں ملت ابراہیمی پر اپنے آپ کو بتلاتے ہیں لیکن ابراہیم علیہ السلام اور نسل ابراہیمی کو جس چنی ہوئی بات کے لئے اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا اس کے مٹانے کے یہ لوگ درپے ہیں اس لیے ابراہیم علیہ السلام اور اسمٰعیل علیہ السلام دونوں کا طریقہ اِن لوگوں کی بت پرستی کے طریقہ کے بالکل برخلاف ہے۔ اور عمرو بن لحی سے پہلے اس بت پرستی کے طریقہ کا نام و نشان تک مکہ میں نہیں تھا یہ عمرو بن لحی وہی شخص ہے جس نے پہلے پہل ملت ابراہیمی کو بگاڑ کر مکہ میں بت پرستی پھیلائی ہے اِس عمرو بن لحی کا پورا قصہ ایک جگہ گذر چکا ہے[۱] اولی الایدی والابصار۔ اُس کا مطلب عبداللہ بن عباسؓ کے قول کے موافق یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندوں میں تھے اِس لئے اُن کے ہاتھ پیروں کی عبادت اُن کے دلوں کا نور ایمانی سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے موافق تھا۔

۴۸۔ بعضے مفسروں نے لکھا ہے کہ الیسع حضرت الیاس کو کہتے ہیں۔ لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے کس لئے کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت الیاس اور الیسع کا الگ الگ ذکر فرمایا ہے۔ اور بعضے مفسروں نے یہ لکھا ہے۔ کہ الیسع خضر کو کہتے ہیں یہ قول بھی کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں ہوتا صحیح قول یہی معلوم ہوتا ہے۔ جس کو شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنے فائدہ میں بیان کیا ہے کہ الیسع حضرت الیاس کے خلیفہ تھے یہ قول حضرت عبداللہ بن عباس اور وہب بن منبہ تابعی کا ہے۔ یہ وہب بن منبہ حسن بصری کے رتبہ کے ثقہ تابعیوں میں ہیں۔ ذوالکفل کے نبی ہونے اور نہ ہونے میں صحابہ کے زمانہ سے اختلاف ہے یہاں تک کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری منبر پر وعظ کی طرح بیان کیا کرتے تھے[۲] کہ بنی اسرائیل میں ذوالکفل ایک نیک شخص تھے نبی نہیں تھے مسند امام احمد میں[۳] حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی اسرائیل میں کفل ایک شخص بڑا گنہ گار تھا ایک روز اُس نے ایک عورت کو ساٹھ اشرفیاں بدکاری کرنے کے وعدہ پر دیں جب الکفل نے اوس عورت سے بدکاری کرنی چاہی تو وہ عورت رونے لگی۔ الکفل نے اُس عورت سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے بیان کیا۔ کہ ایسا برا کام کبھی عمر بھر میں نے نہیں کیا۔ اِس پر الکفل نے بھی اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا کہ کبھی عمر بھر گناہ نہ کرے گا۔ اور اُسی رات کو الکفل کا انتقال ہو گیا۔ صبح کو بنی اسرائیل کے لوگوں نے دیکھا کہ الکفل کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے الکفل کی مغفرت فرما دی حافظ ابن کثیر نے مسند امام احمد کی اِس روایت کو نقل کر کے یہ کہا ہے۔ کہ صحاح ستہ کے کسی مصنف نے اِس حدیث کو نہیں لیا۔ لیکن ترمذی کے الواب صفۃ القیامۃ میں یہ روایت موجود ہے[۴] اور ترمذی نے۔ اُس حدیث کو حسن کہا ہے[۵] مسند امام احمد اور ترمذی کے لفظوں میں کسی قدر فرق ہے۔

[۱] تفسیر ہذا جلد ۲ ص ۱۰۳۔ [۲] تفسیر ابن کثیر ص ۱۹۱ ج ۲۔ [۳] ایضاً والترغیب والترہیب کتاب التوبۃ والزھد ص ۱۷۷ ج ۴۔ [۴] صحیح ترمذی الواب صفۃ القیامۃ ص ۸۵ ج ۲۔ [۵] ایضاً۔

وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٤٩﴾ جَنَّاتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْأَبْوَابُ ﴿٥٠﴾ مُتَّكِئِينَ فِيهَا

اور تحقیق ڈر والوں کو ہے اچھا ٹھکانا باغ ہیں بسنے کے کھول رکھے ان کے واسطے دروازے تکیہ لگائے بیٹھے

يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ وَشَرَابٍ ﴿٥١﴾ وَعِندَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾ هَٰذَا مَا تُوعَدُونَ

ان میں میوے بہت اور شراب اور ان کے پاس عورتیں ہیں نیچی نگاہ والیاں ایک عمر یہ وہ ہے جو تم کو وعدہ ملتا ہے

لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾ إِنَّ هَٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِن نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾ هَٰذَا ۚ وَإِنَّ لِلطَّاغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ ﴿٥٥﴾ جَهَنَّمَ

حساب کے دن پر یہ ہے روزی ہماری دی اس کو نہیں نبڑنا سن چکے اور تحقیق شریروں کے واسطے ہے بُرا ٹھکانا دوزخ ہے

يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿٥٦﴾ هَٰذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ وَآخَرُ مِن شَكْلِهِ أَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾

جس میں جا پڑیں گے سو کیا بری ہے جگہ یہ ہے اب اس کو چکھیں گرم پانی اور پیپ اور کچھ اور اسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں

اس لئے شاید حافظ ابن کثیر کا مطلب یہ ہے کہ مسند امام احمد کے لفظوں سے یہ حدیث صحاح ستہ کی کسی کتاب میں نہیں ہے سورۃ الانبیا میں اللہ تعالےٰ نے ذوالکفل کا ذکر انبیا کے ساتھ فرمایا ہے۔ اس واسطے مفسرین نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں کے ذوالکفل اور شخص ہیں اور یہ ذوالکفل قرآن شریف کے مضمون کے موافق نبی ہیں۔ صحیح بخاری[1] میں حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک بہت بڑی حدیث ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے۔ کہ جب ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم سے اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی ماں ہاجرہ کو مکہ کے میدان میں چھوڑ گئے۔ اس وقت اسمٰعیل علیہ السلام دودھ پیتے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام ہاجرہ کو یہاں چھوڑتے وقت ایک مشک میں پانی جو رکھ گئے تھے جب وہ پانی ختم ہو چکا اور ہاجرہ اپنے دودھ پیتے بچہ کی پیاس سے بہت پریشان ہوئیں تو آخر جبرائیل علیہ السلام نے زمزم کے مقام پر اپنا پر مارا جس سے یہ زمزم کا چشمہ نکلا۔ اور اس پانی کے سبب سے قبیلہ جرہم کے لوگ اس مکہ کے میدان میں آباد ہوتے۔ اور جوان ہو جانے کے بعد اس قبیلہ میں ایک عورت سے اسمٰعیل علیہ السلام کا نکاح ہوا۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس جرہم قبیلہ کے لوگوں کی بولی بگڑی ہوئی عربی زبان میں تھی اسمٰعیل علیہ السلام نے اس قبیلہ کے لوگوں سے عربی زبان سیکھی۔ اور پھر اللہ تعالےٰ نے اسمٰعیل علیہ السلام کی بولی فصیح عربی میں کر دی۔ یہ جرہم بن قحطان قبیلہ سام بن نوح کی نسل میں سے ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اس قبیلہ جرہم کے اسمٰعیل علیہ السلام نبی تھے اور اسمٰعیل علیہ السلام کی ہدایت کے موافق عمرو بن لحی کے زمانہ تک یہ لوگ ملت ابراہیمی پر قائم تھے۔ پہلے پہل عمرو بن لحی نے ملت ابراہیمی کو بگاڑا اور مکہ میں بت پرستی پھیلائی۔ عمرو بن لحی کا قصہ اوپر گذر چکا ہے اور صحیح روایتوں کے حوالہ سے یہ بھی گذر چکا ہے۔ کہ اس عمرو بن لحی نے پہلے پہل مکہ سے ملت ابراہیمی کو مٹایا ہے قریش یہ جو کہتے تھے کہ یہ بت پرستی ہمارے بڑوں کا طریقہ ہے اسمٰعیل علیہ السلام کا نام لے کر قریش کو یوں قائل کیا ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو بنی اسمٰعیل کہتے ہیں۔ حالانکہ عمرو بن لحی سے پہلے اصل بنی اسمٰعیل کا طریقہ یہ نہیں تھا۔ بلکہ وہ تو ملت ابراہیمی پر تھے پھر جس طریقہ پر خود اسمٰعیل علیہ السلام اور کئی پشت تک کے بنی اسمٰعیل نہیں تھے۔ وہ طریقہ بنی اسمٰعیل کا کیونکر ہو سکتا ہے ھذا ذکر اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن شریف جس میں پہلے انبیا اور پہلی امتوں کے قصے ہیں۔ ان سے لوگوں کو نصیحت کرنی چاہیے تاکہ نیکی اور بدی کا انجام لوگوں کی سمجھ میں آوے۔ اور خاص کر قریش کو اسمٰعیل علیہ السلام کے قصہ سے یہ نصیحت پکڑنی چاہیے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو بنی اسمٰعیل کہتے ہیں۔ اور انہوں نے حضرت اسمٰعیل اور پہلے کے بنی اسمٰعیل کے طریقہ کو چھوڑ رکھا ہے۔

۴۹۔۶۴۔ اوپر فرمایا تھا کہ اللہ تعالےٰ نے آسمان و زمین کے تمام کارخانوں کو بے نتیجہ نہیں پیدا کیا۔ ان آیتوں میں وہ نتیجہ بیان فرمایا کہ جو لوگ

[1] صحیح بخاری باب قول اللہ عزوجل واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا ص ۴۷۴ ج ۱۔ [2] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۴۲۔

هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوا بَلْ أَنتُمْ ۖ لَا مَرْحَبًا

یہ ایک فوج ہے آتی ہے تمہارے ساتھ جگہ نہ ملیو ان کو یہ ہیں داخل ہونے والے آگ میں وہ بولے بلکہ تم ہی ہو کہ جگہ نہ ملیو

بِكُمْ ۖ أَنتُمْ قَدَّمْتُمُوهُ لَنَا ۖ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوا رَبَّنَا مَن قَدَّمَ لَنَا هَٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا

تم کو تم ہی پیش لائے ہمارے یہ بلا۔ سو کیا بُرا ٹھہراؤ ہے وہ بولے اے رب ہمارے جو کوئی پیش لایا یہ بڑھتی دے اس کو مار

ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَىٰ رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُم مِّنَ الْأَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ أَتَّخَذْنَاهُمْ

دونی آگ میں اور کہیں گے کیا ہوا کہ ہم نہیں دیکھتے کتنے مردوں کو کہ ہم اُن کو گنتے تھے بُرے لوگوں میں کیا ہم نے اُن کو

سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ إِنَّ ذَٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾

ٹھٹھے میں پکڑا یا چوک گئیں اُن سے آنکھیں یہ بات ٹھیک ہوتی ہے جھگڑا آپس میں دوزخیوں کا

دنیا میں عذاب الٰہی سے ڈر کر مناہی کے کاموں سے بچنے اور عقبےٰ کے ثواب کا اعتقاد دل میں رکھ کر نیک کاموں میں لگے رہے ان کے لئے اچھا ٹھکانا ہے۔ پھر اس اچھے ٹھکانے کی تفصیل بیان فرمائی کہ وہ رہنے کے محل اور ان محلوں میں طرح طرح کے میووں کے باغ ہیں اور ان محلوں کے دروازے ان لوگوں کے اندر جانے کے انتظار میں خود بخود کھلے ہوئے ہوں گے کسی سے کہنے اور دروازہ کھلوانے کی ضرورت نہیں مسند ابویعلیٰ[1] اور بیہقی میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا جس طرح دنیا میں لوگ اپنے گھروں کو پہچانتے ہیں اس سے زیادہ جنتی لوگ جنت میں داخل ہونے کے وقت اپنے گھروں کو پہچانیں گے۔ اور بغیر کسی سے پوچھنے کے اپنے اپنے گھروں میں چلے جاویں گے۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن جنت کے محلوں کے دروازے بھی کھلے ہوں گے اور جنتی لوگ جنت میں داخل ہونے کے وقت اپنے اپنے ٹھکانے کو پہچان بھی لیویں گے۔ اس واسطے بغیر کسی کشمکش کے ہر ایک جنتی اپنے محل میں چلا آوے گا۔ اسمٰعیل بن ابی رافع اور محمد بن یزید بن ابی زیاد یہ دو راوی اس حدیث کی سند میں اگرچہ ایسے ہیں کہ ان کو بعضے علما نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن اسمٰعیل بن ابی رافع کو امام بخاری نے ثقہ کہا ہے۔ اور محمد بن یزید کی روایتوں کو ترمذی نے صحیح ٹھہرایا ہے اس لئے یہ حدیث معتبر ہے قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے خاوند کے سوا وہ کسی غیر مرد کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھیں گی۔ جنتی لوگ جب جنت میں طرح طرح کی نعمتوں سے خوش ہوں گے تو ان سے یہ کہا جاوے گا۔ یہ وہی نعمتیں ہیں جن کا وعدہ تم سے دنیا میں اللہ کے رسولوں نے کیا تھا۔ قیامت کے دن ہر ایک نیکی بدی کا حساب ہو کر فیصلہ ہوگا اس لئے اس کو یوم الحساب فرمایا جنت میں ہر فصل کا میوہ ہر وقت ملے گا اور جس پیڑ میں سے کوئی میوہ توڑا جاوے گا۔ اسی وقت وہ میوہ پھر پیدا ہو جاوے گا اس لئے فرمایا وہاں کی دی ہوئی روزی ہمیشہ رہے گی۔ کبھی نبٹنے کی نہیں ھٰذَا کا اشارہ جنت کی نعمتوں کی طرف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جنت کی نعمتوں کا یہ مختصر سا ذکر ہے ان نعمتوں کا تفصیلی حال نیک لوگوں کو اسی وقت معلوم ہوگا جب وہ لوگ جنت میں جاویں گے۔ صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایت سے حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے۔ جس میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا اہل جنت کے واسطے وہ نعمتیں جنت میں پیدا کی گئی ہیں۔ جو نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھی نہ کانوں سے سنی نہ کسی کے دل میں ان کا تصور گذر سکتا ہے اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

[1] الترغیب والترہیب فصل فی وصف نساء اہل الجنۃ۔ ص ۹۹۰ ج ۴۔ [2] صحیح بخاری باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وانہا مخلوقۃ ص ۴۶۰ ج ۱۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

تو کہہ میں تو یہی ہوں ڈر سنانے والا اور حاکم کوئی نہیں مگر اللہ اکیلا دباؤ والا رب آسمانوں کا اور زمین کا

وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور جو ان کے بیچ ہے زبردست گناہ بخشنے والا تو کہہ یہ ایک بڑی چیز ہے کہ تم اس کو دھیان میں نہیں لاتے

کہ جنت کی نعمتوں کے ذکر کی جو آیتیں اور حدیثیں سنی گئی ہیں۔ وہ جنت کی نعمتوں کے مختصر حال کی ہیں کیونکہ جنت کی بہت سی نعمتیں ایسی ہیں کہ وہ اب تک کانوں سے نہیں سنی گئیں۔ اہل جنت کے ذکر کے بعد آگے اہل دوزخ کا ذکر فرمایا جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ جن لوگوں نے دنیا میں نافرمانی کی۔ مرنے کے بعد اُن کے لئے برا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جس میں یہ لوگ جھونکے جاویں گے۔ کھولتا ہوا پانی اور پیپ یہ چیزیں ان کو پلائی جاویں گی۔ یہاں فقط ان ہی چیزوں کا ذکر ہے جو دوزخیوں کو پلائی جاویں گی۔ سورۃ الصافات میں گذر چکا ہے[1]۔ کہ پہلے سینڈھ کا پھل ان لوگوں کو کھلایا جا کر اس کے اُوپر یہ پیپ کا ملا ہوا کھولتا پانی پلایا جاوے گا۔ اس لئے کھانے کا ذکر وَاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ فرما کر بیان کو مختصر کر دیا غساق کی تفسیر حضرت عبداللہؓ بن عباس نے اس پیپ کی فرمائی ہے جو اہل دوزخ کے جسموں میں سے جاری ہوگی۔ ترمذی[2] اور مستدرک حاکم میں ابوسعید خدری سے روایت ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پیپ کا ایک ڈول بھی زمین پر آن پڑے تو بدبو کے سبب سے تمام دنیا کے لوگوں کی زندگی دشوار ہو جاوے۔ حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور منذری نے اس کی صحت کی تائید کی ہے۔ سورہ محمدؐ میں آوے گا کہ جب یہ کھولتا ہوا پانی دوزخیوں کو پلایا جاوے گا تو ان کی انتڑیاں کٹ کر نکل پڑیں گی۔ ترمذی[3] نسائی وغیرہ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ایک جگہ گذر چکی ہے کہ سینڈھ کے عرق کا ایک قطرہ بھی زمین میں آن پڑے تو اہل دنیا کی زیست تلخ ہو جاوے۔ دوزخ میں جا کر بہکنے والے بہکانے والوں پر اور بہکانے والے بہکنے والوں پر لعن طعن جو کریں گے آگے ان کا ذکر ہے یہ ذکر سورۃ الاعراف میں گذر چکا ہے۔ مشرکین مکہ کے مالدار لوگ تنگدست مسلمان کو حقیر سمجھتے تھے اور ہمیشہ ان سے مسخراپن کیا کرتے تھے۔ جب یہ مالدار مشرک دوزخ میں جھونکے جانے کے بعد اُن تنگدست مسلمانوں کو وہاں نہ پاویں گے۔ تو یہ باتیں کریں گے کہ یا تو ہماری نگاہ کا قصور ہے۔ کہ وہ تنگدست مسلمان یہاں ہم کو نظر نہیں آتے۔ یا ہمارا مسخراپن سچا تھا وہ لوگ اچھے تھے۔ جنت میں چلے گئے۔ بہکنے والے اور بہکانے والے آپس میں لعن طعن کی باتیں کریں گے۔ اسی کو دوزخیوں کا آپس کا جھگڑا فرمایا۔ صحیح بخاری[4] و مسلم میں انسؓ بن مالک سے اور صحیح بخاری و ترمذی وغیرہ میں ابوذرؓ سے جو روایتیں ہیں ان میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا مجھ کو دوزخ کے عذاب کا حال جو کچھ معلوم ہے۔ اگر وہ تفصیل وار تم سے کہہ دوں تو تم اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ کر جنگل میں نکل جاؤ اور سوا رونے کے اور تم کچھ نہ کر سکو۔ ان روایتوں کو آخری آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ جس طرح جنت کی نعمتوں کی پوری تفسیر علمائے امت کی حد علم سے باہر ہے۔ وہی حال دوزخ کے عذاب کا ہے کہ یہ پورا حال اللہ کے رسول نے علماء امت کو نہیں بتلایا۔ اس لئے شریعت محمدی میں جو کچھ یہ حال ہے وہ جنت کے حال کی طرح مختصر طور پر ہے۔

۶۵-۶۸۔ اُوپر دوزخ کے عذاب کا ذکر تھا۔ اس لئے ان آیتوں میں فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان مشرکوں سے کہہ دو کہ میں اس عذاب سے ڈرانے

[1] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۱۰۔ [2] ترمذی شریف باب ماجاء فی صفۃ شراب اهل النار۔ ص ۹۵ ج ۲۔ [3] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۱۰۔ [4] صحیح بخاری باب لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا ص ۹۶۰ ج ۲ ، ترمذی شریف باب لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا۔ ص ۶۱ ج ۲۔

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ ﴿٦٩﴾ إِن يُوحَىٰ إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٧٠﴾

مجھ کو کچھ خبر نہ تھی اوپر کی مجلس کی جب آپس میں تکرار کرتے ہیں مجھ کو تو یہی حکم آتا ہے کہ ڈر سنانے والا ہوں کھول کر

آیا ہوں جو انسان کی برداشت سے باہر ہے۔ اور اس عذاب سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تعظیم میں کسی دوسرے کو ہرگز شریک نہ کیا جاوے۔ کیونکہ وہ ایسا صاحب قدرت ہے کہ ساری مخلوقات اس کی قدرت کے آگے عاجز اور اس کی قدرت کے نیچے دبی ہوئی ہے۔ آسمان و زمین اور جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب کا وہی مالک ہے۔ زبردست وہ ایسا ہے کہ پچھلی بڑی بڑی قوموں کو اُس نے اُس شرک کے جرم میں طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا۔ اور کوئی اُس کے عذاب کو ٹال نہ سکا۔ گناہوں کا بخشنے والا وہ ایسا ہے کہ سوا شرک کے اور جس گناہ کا گنہگار بغیر توبہ کے مر جاوے گا تو اُس نے اُس کے گناہوں کے بخش دینے کا وعدہ فرمایا۔ پچھلی قوموں کی ہلاکت کے جتنے قصے گذر چکے وہ اللہ کے زبردست ہونے کی تفسیر ہیں۔ اسی طرح معتبر سند سے ترمذی[1] میں انسؓ بن مالک سے حدیث قدسی کی روایت ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس شخص کے نامہ اعمال میں شرک نہ ہوگا۔ اس کے گناہ اگر اتنے بھی ہوں جس سے زمین بھر جاوے تو اللہ تعالیٰ کو اُن کے بخش دینے میں کچھ دریغ نہ ہوگا۔ یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے صاحب بخشش ہونے کی گویا تفسیر ہے۔ اب آگے فرمایا اے رسول اللہ کے ان مشرکوں سے یہ بھی کہہ دیا جاوے۔ کہ جس قرآن شریف کے تم دنیا میں منکر ہو اُس قرآن شریف کی قدر تم کو اُس وقت معلوم ہوگی۔ جب کہ قیامت کے دن قرآن شریف کی نصیحت پر چلنے والوں کو بڑے بڑے رتبے دیئے جاویں گے۔ اور قرآن شریف کے منکروں کو طرح طرح کا عذاب بھگتنا پڑے گا۔ سورۃ الفرقان میں گذر چکا ہے کہ قیامت کے دن قرآن شریف اور رسول کے جھٹلانے والے اپنے اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھاویں گے۔ اور کہیں گے کہ افسوس ہم نے دنیا میں اللہ کے رسول کی نصیحت پر کیوں نہیں عمل کیا۔ سورۃ الفرقان کی وہ آیتیں آخری آیت کی گویا تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اب تو یہ مشرک لوگ قرآن شریف کو جھٹلاتے ہیں۔ مگر قیامت کے دن اس جھٹلانے پر بہت پچھتاویں گے اور بے وقت کا پچھتانا ان کے کچھ کام نہ آوے گا۔

۶۹۔ ۷۰۔ ترمذی[2] مسند امام احمد مسند عبد بن حمید وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور معاذؓ بن جبل کی معتبر روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج کی رات اللہ تعالیٰ کو میں نے خواب میں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا کہ اے محمدؐ تم کو کچھ معلوم ہے کہ یہ آسمان پر فرشتے کس بات پر جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ مجھ کو معلوم نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا جس کی خنکی میرے سینہ تک پہنچی اور اس اثر سے تمام زمین و آسمان کا حال مجھ پر کھل گیا اور پھر میں نے بتلا دیا۔ کہ جاڑے کے موسم میں وضو کرنے اور مسجد میں نماز کے انتظار میں بیٹھنے کے اور جماعت کے لئے قدم اٹھانے کے ثواب کے لکھے کے باب میں یہ فرشتے جھگڑ رہے ہیں کہ ان نیک کاموں کا ثواب کس قدر لکھا جاوے۔ بعضے مفسروں نے ان روایتوں کو اس آیت کی تفسیر قرار دیا ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ فرشتوں کے جس جھگڑے کا ذکر ان روایتوں میں ہے وہی فرشتوں کا جھگڑا اس آیت میں مختصر طور پر ہے۔ لیکن حافظ عماد الدین ابن کثیر[3] نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ اس آیت میں فرشتوں کا وہ جھگڑا مراد ہے۔ جو حضرت آدم کی پیدائش کے وقت فرشتوں نے پیش کیا تھا کہ حضرت آدم کے پیدا کرنے کی صورت میں حضرت آدم کی اولاد زمین پر طرح طرح کے فساد برپا کرے گی۔ اور جب کہ خود اللہ تعالیٰ نے آگے کی آیتوں میں حضرت آدم کی پیدائش کے قصہ کو ذکر فرمایا ہے۔ تو قرآن شریف کی تفسیر قرآن شریف کی آگے کی آیتوں کو قرار دینا اصول تفسیر کے موافق ہے اور اوپر کی روایتوں کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حدیث میں جو قصہ ہے وہ

[1] جامع ترمذی کتاب الدعوات۔ باب الاستغفار والتوبۃ ص ۲۱۶ ج ۲۔ [2] جامع ترمذی تفسیر سورہ ص ص ۱۷۸ ج ۲۔
[3] تفسیر ابن کثیر ص ۴۲ ۔ ج ۴۔

إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِّن طِينٍ ﴿٧١﴾ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ

جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں

مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ ﴿٧٢﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ﴿٧٣﴾ إِلَّا إِبْلِيسَ

ایک اپنی جان تو تم گر پڑو اس کے آگے سجدے میں پھر سجدہ کیا فرشتوں نے سارے اکٹھے مگر ابلیس نے

اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِينَ ﴿٧٤﴾ قَالَ يَا إِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَن تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ

غرور کیا اور تھا وہ منکروں میں فرمایا اے ابلیس تجھ کو کیا اٹکاؤ ہوا کہ سجدہ کرے اس چیز کو جو میں نے

بِيَدَيَّ أَسْتَكْبَرْتَ أَمْ كُنتَ مِنَ الْعَالِينَ ﴿٧٥﴾ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ

بنائی اپنے دونوں ہاتھ سے تو نے غرور کیا یا تو بڑا تھا درجہ میں بولا میں بہتر ہوں اس سے مجھ کو بنایا تو نے آگ سے

وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ ﴿٧٦﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيمٌ ﴿٧٧﴾ وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٧٨﴾

اور اس کو بنایا مٹی سے فرمایا تو تو نکل یہاں سے کہ تو مردود ہوا اور تجھ پر میری پھٹکار ہے اس جزا کے دن تک

قَالَ رَبِّ فَأَنظِرْنِي إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٧٩﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿٨٠﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٨١﴾

بولا اے رب مجھ کو ڈھیل دے جس دن تک مردے جیویں فرمایا تجھ کو ڈھیل ہے اسی وقت کے دن تک جو معلوم ہے

آنحضرت کے ایک خواب کا قصہ ہے۔ اسی واسطے محدثین کے نزدیک یہ حدیث خواب کی حدیث کے نام سے مشہور ہے بعضے علما نے اس قصہ کو بیداری کی حالت کا قصہ جو قرار دیا ہے وہ صحیح مسلم[1] کی حضرت ابوذرؓ کی صحیح حدیث کے مخالف ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری کی حالت میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں قرآن شریف کا ذکر تھا۔ اس لئے ان آیتوں میں فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان منکر قرآن مشرکوں کو یوں قائل کرو کہ پچھلے انبیا اور امتوں کے زمین پر کے صحیح قصوں سے اگر تم قرآن کو کلام الٰہی نہیں مانتے تو بھلا یہ بتلاؤ کہ آسمان پر کا فرشتوں کا قصہ زمین پر کیوں آ گیا۔ یہ تو تم ثابت نہیں کر سکتے کہ اہل کتاب میں کے کسی شخص سے میں نے یہ قصے سیکھ لئے ہیں اس واسطے تم کو اس بات کے مان لینے میں ہٹ دھرمی نہ کرنی چاہیے۔ مجھ کو تو یہی حکم ہے کہ قرآن کے جھٹلانے کے وبال سے میں تم لوگوں کو ڈرا دوں اگر اس ڈر کو تم لوگ نہ مانو گے تو اپنی اس ہٹ دھرمی سے ایسے وقت پچھتاؤ گے کہ اُس وقت کا پچھتانا تمہارے کچھ کام نہ آوے گا سورۂ فرقان کی آیتوں کے حوالہ سے ایسے لوگوں کے بے وقت پچھتانے کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ وہی آیتیں آخری آیت کی گویا تفسیر ہیں۔

۷۱۔ ۸۱ — جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ قصہ اس جگہ بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح یہ قصہ اس سے پہلے سورہ بقر سورہ اعراف سورہ حجر وغیرہ میں بیان فرمایا ہے وہ قصہ یہ ہے کہ اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے فرشتوں کو یہ بات جتلائی کہ وہ ایک بشر پیدا کرے گا۔ کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے اور جب اُس کے پیدا کرنے اور درست کرنے کا کام پورا ہو جاوے تو چاہیے کہ اُس کی عزت بڑھانے کے لئے اور خدا کا حکم ماننے کے واسطے اُس کو قبلہ ٹھہرا کر فرشتے سجدہ کریں۔ سارے فرشتوں نے اُس حکم کو مانا اور سجدہ کیا مگر ابلیس نے حکم نہ مانا اور سجدہ نہ کیا بلکہ تکبر کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اُس سے سجدہ نہ کرنے کا سبب پوچھا تو اُس نے جواب دیا کہ یا اللہ تو نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور مجھ کو آگ سے۔ اس لیے میں آدم سے بہتر ہوں اس

[1] صحیح مسلم مع شرح نووی باب معنی قول عزوجل ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ الخ ص ۹۸ ج ۱۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۸۲﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿۸۳﴾ قَالَ

بولا تو قسم ہے تیری عزت کی میں گمراہ کروں گا اُن سب کو مگر جو بندے ہیں تیرے اُن میں چنے فرمایا

فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ أَقُولُ ﴿۸۴﴾ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۸۵﴾

تو ٹھیک بات ہے اور میں ٹھیک ہی کہتا ہوں مجھ کو بھرنا دوزخ تجھ سے اور جو ان میں تیری راہ چلے ان سے سارے

نافرمانی اور حکم الٰہی کے مقابلہ میں عقلی قیاس دوڑانے کے جرم میں اللہ تعالیٰ نے اُس کو مردود ٹھہرا کر آسمان پر سے نکال دیا اور اگرچہ اُس نے موت کی تکلیف سے بچنے کے لئے دوسرے صور تک زندہ رہنے کی مہلت مانگی تھی۔ کیونکہ اُسے یہ بات معلوم تھی کہ دوسرے صور کے بعد پھر کسی کو موت نہیں ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کو یہ بات منظور نہ تھی۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اُس کو پہلے صور تک کی مہلت دی۔ پہلے صور سے جب تمام دنیا فنا ہو گی۔ اُس حالت سے سلف میں سے کسی نے شیطان کو مستثنیٰ نہیں کیا۔ اس لئے یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کہ پہلے صور کے وقت شیطان بھی مرجاوے گا جس طرح اُن آیتوں میں ذکر ہے۔ کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے آگ سے پیدا کیا۔ اسی مضمون کی حضرت عائشہؓ کی روایت صحیح مسلم[1] کے حوالہ سے سورہ بقرہ میں گذر چکی ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور شیطان آگ کے شعلہ سے حاصل کلام یہ ہے کہ ان آیتوں اور حضرت عائشہ کی صحیح حدیث کے موافق یہی قول صحیح معلوم ہوتا ہے کہ شیطان فرشتوں میں سے نہیں ہے زیادہ تفصیل اُس کی سورہ بقرہ میں گذر چکی ہے۔ سورہ بقرہ میں یہ بھی گذر چکا ہے کہ پہلی شریعتوں میں سلام کی طرح سجدہ جائز تھا۔ اب سوا اللہ تعالیٰ کے کسی کو سجدہ کرنا جائز نہیں ہے۔ وکان من الکافرین اس کا مطلب یہ ہے کہ علم الٰہی میں پہلے ہی یہ امر قرار پا چکا تھا کہ نافرمانی کے سبب سے شیطان کافر ٹھہرے گا۔

۸۲-۸۸۔ مسند امام[2] احمد اور مستدرک حاکم میں معتبر سند کی ابوسعید خدری سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان نے قسم کھا کر اللہ تعالیٰ سے کہا کہ انسان کے جسم میں جس وقت تک جان رہے گی۔ اُس وقت تک میں ہر ایک انسان کے بہکانے میں کسی طرح کی کوتاہی نہ کروں گا اللہ تعالیٰ نے اپنے جاہ وجلال کی قسم کھا کر اُس ملعون کے جواب میں فرمایا کہ جب تک انسان کے جسم میں جان رہے گی۔ اور انسان گناہ کر کے توبہ استغفار کرتا رہے گا۔ میں بھی ہمیشہ اُس کے گناہ معاف کرتا رہوں گا۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ کیونکہ آیت میں فقط شیطان کا قول ہے۔ اور حدیث میں شیطان کا قول بھی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُس ملعون کے قول کا قسم کھا کر جو جواب دیا ہے وہ بھی ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہر مرض پیدا کر کے اُس مرض کی دوا بھی پیدا کر دی ہے اسی طرح آزمائش کے طور پر شیطان کو پیدا کر کے خدا تعالیٰ نے اُس کا علاج بھی پیدا کر دیا ہے۔ جس علاج کی تاثیر کو قسم کھا کر اپنے بندوں کو اس نے سمجھایا ہے۔ اب جو شخص گناہ کرے اور توبہ پر آمادہ نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی سخت مرض میں گرفتار ہو اور دوا کرنے سے دم چرائے۔ اب اس طرح کے بیمار کا جو انجام ہونے والا ہے وہی اس گنہ گار کا حال ہونے والا ہے۔ چنانچہ توبہ کرنے والے اور نہ کرنے والے لوگوں کی حالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں بیان فرمائی ہے۔ صحیح سند سے ترمذی[3] نسائی صحیح ابن حبان مستدرک حاکم اور ابن ماجہ میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے۔

[1] صحیح مسلم مع شرح نووی باب فی احادیث متفرقہ ص ۴۲۱ ج ۲۔ [2] بحوالہ مشکوۃ شریف باب الاستغفار والتوبہ ص ۲۰۴۔ [3] جامع ترمذی تفسیر سورۃ مطففین ص ۱۶۹ ج ۲

قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ

تو کہہ میں مانگتا نہیں تم سے اس پر کچھ نیگ اور میں نہیں آپ کو بنانے والا نہ تو ایک سمجھوتی ہے سارے

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

جہان والوں کو اور معلوم کر لو گے احوال تھوڑی دیر پیچھے

اگر یہ گناہ کرنے والا شخص خالص دل سے اور دوسرا گناہ کرنے سے پہلے توبہ استغفار کر لیتا ہے تو وہ سیاہ داغ مٹ جاتا ہے اور دل صاف ہو جاتا ہے۔ اور اگر بغیر توبہ استغفار کے آدمی گناہ پر گناہ کئے چلا جاتا ہے تو داغ پر داغ پڑتا جاتا ہے۔ اور ان داغوں کی سیاہی دل پر پھیل جاتی ہے یہاں تک کہ تمام دل کو زنگ لگ جاتا ہے یہ فرما کر آپ نے یہ آیت پڑھی کلا بل ران علی قلوبہم ما کانو ایکسبون۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر توبہ کے گنہ گاروں کے دلوں پر زنگ چھا جاتا ہے۔ اب بعضے لوگ تو ایسے ہیں کہ وہ بالکل توبہ کرتے ہی نہیں اور گناہ پر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں اور بعضے لوگ ایسے ہیں کہ توبہ تو کرتے ہیں مگر اوپری دل سے اس طرح کہ توبہ کرتے وقت بھی ان کے دل میں آئندہ گناہ کی جانب سے پوری نفرت اور بیزاری نہیں ہوتی۔ اس طرح کی توبہ کا کرنا اور نہ کرنا یکساں ہے۔ کیونکہ اوپر توبہ کے ذکر میں گذر چکا ہے کہ توبہ کرتے وقت آدمی کے دل میں آئندہ گناہ نہ کرنے کا قصد ضرور ہونا چاہئے۔ اگر فقط پچھلے گناہ پر آدمی کو ندامت ہوئی اور آئندہ گناہ پر دل للچاتا رہا تو شریعت کے موافق یہ پوری توبہ نہیں ہے۔ بہ نسبت بالکل توبہ نہ کرنے والوں اور اوپری دل سے توبہ کرنے والوں کے خالص دل سے توبہ کرنے والے اللہ کے بندے دنیا میں بہت کم ہیں اور باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی معرفت شیطان کے بہکانے کے مرض کا علاج قسم کھا کر فرما دیا ہے۔ لیکن اکثر لوگ اس علاج کو حسب دل خواہ کام میں نہیں لاتے اس واسطے اللہ تعالیٰ نے سورۂ سبا میں فرمایا ہے۔ ولقد صدق علیہم ابلیس ظنہ فاتبعوہ الا فریقا من المؤمنین جس کا حاصل معنے یہ ہیں کہ حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے کے دن اپنے راندے جانے پر شیطان نے جو قسم کھائی تھی۔ کہ جہاں تک ہو سکے گا وہ انسان کو بہکاوے گا اس دن تو وہ قسم اس کی محض گمان کے طور پر تھی۔ لیکن دنیا میں پیدا ہونے کے بعد اس کے بہکانے میں اکثر لوگ آگئے اور اس کا وہ گمان سچا ہو گا۔ ترمذی[1] وغیرہ کے حوالہ سے حارث اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں لگے رہتے ہیں۔ شیطان ان کو نہیں بہکا سکتا شیطان ملعون کو بھی یہ بات معلوم تھی۔ اس لئے اس نے اپنے بہکانے کی قسم میں سے ایسے لوگوں کو مستثنے کر دیا صحیح مسلم[2] مسند ابی وغیرہ کے حوالہ سے جابرؓ کی حدیث سورہ النساء میں گذر چکی ہے کہ جس شخص کے نامہ اعمال میں شرک نہ ہوگا۔ اور بغیر توبہ کے اور کبیرہ گناہ ہوں گے۔ تو ایسے شخص کی مغفرت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ وہ چاہے بلا کسی مواخذہ کے ایسے شخص کو جنت میں داخل کر دے چاہے کسی قدر مواخذہ کے بعد اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ شیطان کے ساتھ ہمیشہ کے لئے وہی لوگ دوزخ میں رہیں گے جن کے نامہ اعمال میں بغیر توبہ کا شرک ہوگا۔ کبیرہ گناہوں والا کلمہ گو اگر بغیر توبہ کے مر جاوے گا۔ تو ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گا۔ اپنے مذہب معتزلی کی تائید کے لئے صاحب کشاف نے کبیرہ گناہ کے کلمہ گو کے ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا مطلب جو ان آیتوں سے نکالا ہے۔ وہ جابرؓ کی اوپر کی صحیح حدیث اور علاوہ اس کے اور صحیح حدیثوں کے برخلاف ہے۔ پھر فرمایا اے رسول اللہ

[1] جامع ترمذی باب ما جاء مثل الصلوٰۃ والصیام والصدقۃ ص ۱۲۸ ج ۲

[2] صحیح مسلم باب الدلیل علی من مات لا یشرک باللہ دخل الجنۃ ص ۶۶ ج ۱۔

آیاتہا ۷۵ (۳۹) سُوْرَۃُ الزُّمَرِ مَکِّیَّۃٌ (۵۹) رکوعاتہا ۸

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ

اتارا ہے کتاب کا اللہ سے جو زبردست ہے حکمتوں والا ہم نے ہے اتاری طرف کتاب ٹھیک سو بندگی کر

اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ ② اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ

اللہ کی نری کر کر اس کے واسطے بندگی سنتا ہے اللہ ہی کو ہے نری بندگی اور جنھوں نے پکڑے ہیں اس سے ورے

کے ان مشرکوں سے یہ بھی کہہ دو کہ میں اس قرآن کی نصیحت پر تم لوگوں سے کچھ مزدوری نہیں مانگتا جس کے بوجھ سے تم قرآن کی نصیحت کے سننے سے بھاگتے ہو اور ایک مدت سے میں تم لوگوں میں رہتا ہوں۔ تم کو میری عادت معلوم ہے کہ میں اپنے دل سے بنا کر کوئی بات نہیں کہتا۔ اور قرآن کے مضمون کو بھی رات دن سنتے ہو کہ اس میں کوئی بات شاعروں کی بناوٹ کی نہیں۔ بلکہ اس میں تو سارے جہان کے لئے نصیحت کی باتیں ہیں۔ اس پر بھی تم لوگ مجھ کو جھوٹا شاعر اور قرآن کو شعر جو کہتے ہو۔ یہ تمہاری زبردستی ہے اگر تم لوگ اپنی باتوں سے باز نہ آتے تو کچھ دنوں کے بعد اس کا خمیازہ تم کو بھگتنا پڑے گا۔ تفسیر سدی میں ہے کہ اس وعدہ کا ظہور بدر کی لڑائی کے وقت ہوا۔ صحیح بخاری[1] و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث کئی جگہ گذر چکی ہے۔ کہ مشرکین مکہ کے بڑے بڑے قرآن کے جھٹلانے والے بدر کی لڑائی میں نہایت ذلت سے مارے گئے اور مرتے ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہو گئے۔ جس عذاب کے جتانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ کے وعدہ کو سچا پا لیا۔ اس حدیث سے سدی کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکی سورتوں کے اس طرح کے وعدہ کا ظہور بدر کی لڑائی کو قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی عزت اور تعظیم تمام مخلوقات پر واجب ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہ مانا اس نے اس کی عزت اور تعظیم کو نہ مانا۔ حاصل یہ ہے کہ شیطان نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کی اور اسی جرم کی سزا میں وہ گمراہ ہوا تو اس کی گمراہی کا سبب وہی اللہ تعالیٰ کی عزت کی ناقدری اسی واسطے ان آیتوں میں ذکر ہے کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ کی عزت کی قسم کھائی اور سورۃ الاعراف میں ذکر تھا کہ شیطان نے اپنی گمراہی کے سبب کی قسم کھائی۔ حقیقت میں دونوں جگہ کی قسموں کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی عزت ہے۔ فرق اتنا ہی ہے کہ ایک جگہ عزت کے اثر کی قسم ہے اور دوسری جگہ خود عزت کی۔ غرض دونوں آیتوں میں کچھ اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ دونوں آیتوں کو ملا کر یہ مطلب ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی اس عزت کی قسم ہے۔ جس کو نہ ماننا گمراہی کا سبب ہے۔

۱۔۲۔ حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق یہ سورہ مکی ہے۔ مشرکین مکہ یہ جو کہتے تھے کہ یہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنا لیا ہے، یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا۔ کہ یہ قرآن اللہ زبردست صاحب حکمت کا نازل کیا ہوا ہے زبردست تو وہ ایسا ہے کہ قرآن سے پہلے کے اس کے احکام کو جن پہلی قوموں نے نہیں مانا۔ ان کو طرح طرح کے عذابوں سے اُس نے ہلاک

[1] صحیح بخاری باب قتل ابی جہل ۔ ص ۵۶۶ ج ۲۔ [2] بحوالہ تفسیر الدرالمنثور ص ۳۲۲ ج ۵۔

اَوۡلِيَآءَ ۘ مَا نَعۡبُدُهُمۡ اِلَّا لِيُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَى اللّٰهِ زُلۡفٰىؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ فِىۡ مَا هُمۡ

حمایتی کہ ہم ان کو پوجتے ہیں اس واسطے کہ ہم کو پہنچاویں اللہ کی طرف پاس کے درجہ بیشک اللہ چکا دیگا ان میں جس چیز میں

کر دیا صاحب حکمت وہ ایسا ہے کہ مرنے کے بعد نیک و بد جو انجام ہونے والا تھا۔ اُس نے اپنے کلام میں وہ سب انسان کو جتلا دیا تاکہ کسی کو اِس انجام سے انجان پنے کا عذر باقی نہ رہے۔ اب دوسری آیت میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے فرمایا۔ اے رسول اللہ کے جس قرآن کے نازل کرنے کا ذکر پہلی آیت میں ہے۔ وہ قرآن اللہ تعالیٰ نے تم پر نازل فرمایا ہے۔ منکر قرآن یہ جو کہتے ہیں۔ کہ قرآن خود تم نے بنا لیا ہے۔ وہ جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں کو یہ تو معلوم ہے کہ تم اَن پڑھ ہو۔ اور باتیں اس قرآن میں ایسی ہیں۔ کہ اَن پڑھ آدمی تو درکنار اہل کتاب بھی بغیر آسمانی وحی کی مدد کے اُن باتوں سے ناواقف تھے۔ تو اب اس بات میں شک و شبہ کرنے کا کسی عقل مند کو کیا موقع باقی رہا۔ کہ یہ قرآن کتاب آسمانی ہے۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جب یہ آسمانی کتاب نازل ہوئی ہے۔ تو وہ بلاشک اللہ کے سچے رسول ہیں۔ حق کے معنے انصاف کے ہیں۔ جس اللہ نے انسان کو اور انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو اس طرح پیدا کیا۔ کہ اُس میں کوئی اُس کا شریک نہیں تو یہ عین انصاف ہے۔ کہ اُس کی تعظیم میں کسی دوسرے کو شریک نہ کیا جاوے حق کی تفسیر خالص عبادت الٰہی سے فرما کر تعجب کے طور پر پھر مشرکوں کا ذکر فرمایا۔ تاکہ معلوم ہو جاوے۔ کہ جو لوگ اپنے اور اپنی ضرورت کی چیزوں کے پیدا کرنے والے کی تعظیم میں بلا سبب دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ وہ بڑے نادان ہیں۔ صحیح[1] بخاری و مسلم کے حوالہ سے معاذؓ بن جبل کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اللہ کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کریں۔ جن بندوں نے اللہ کا یہ حق پورا پورا ادا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ حق اپنے ذمہ لیا ہے۔ کہ وہ اِن بندوں کو دوزخ کے عذاب سے بچا دے۔ اِس حدیث کو اِن آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آیتوں میں خالص دل کی عبادت کا جو حکم ہے حدیث کے موافق۔ وہ بندوں پر اللہ کا ایک حق ہے۔ جس کے پورا پورا ادا ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بندوں کا یہ حق اپنے ذمہ لیا ہے۔ کہ وہ اللہ کے اِس حق کے ادا کرنے والوں کو دوزخ کے عذاب سے بچا دے آیتوں میں خالص عبادت الٰہی کے ساتھ مشرکوں کا جو ذکر ہے۔ اُس کا مطلب اِس صحیح حدیث کے موافق یہ ہے۔ کہ مشرک لوگ اللہ کے حق میں خلل ڈالتے ہیں۔ اِس لئے وہ دوزخ کے عذاب سے نہیں بچ سکتے۔

۳۔ تفسیر قتادہ تفسیر سدی اور تفسیر زید بن اسلم[2] میں اِس آیت کی تفسیر یوں کی گئی ہے کہ مشرکین مکہ حشر اور قیامت کے تو قائل نہیں تھے۔ لیکن انہوں نے فرشتوں کے نام کے اور پچھلے زمانہ کے کچھ نیک لوگوں کے نام کے بت جو بنا رکھے تھے اُن کو وہ لوگ اِس اعتقاد سے پوجتے تھے کہ دنیا میں اللہ کی طرف سے اگر اِن مشرکوں پر کوئی مصیبت آوے گی۔ تو وہ فرشتے اور نیک لوگ جن کو وہ پوجتے ہیں اللہ کی درگاہ میں اُن کی سفارش کر کے وہ مصیبت ٹال دیں گے۔ یہاں اِس سورہ میں تو اللہ تعالیٰ نے اِن مشرکین کے اِس غلط خیال کا مختصر یہ جواب دیا کہ جس اختلاف میں یہ مشرک پڑے ہیں اُن کا فیصلہ قیامت کے دن ہو جاوے گا مگر اِن مشرکوں کے قیامت کے قائل نہ ہونے کے سبب سے سورہ احقاف میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے غلط خیال کا جواب دنیا کی حالت کو جتلا کر دیا ہے۔ جس جواب کا حاصل یہ ہے کہ پچھلی اُمتوں کے

[1] صحیح مسلم مع نووی باب الدلیل علی من مات علی التوحید دخل الجنۃ قطعاً ص ۴۴ ج ۱ و صحیح بخاری باب من خص بالعلم قوماً دون قوم والفتح ج ۲ ص ۹۶۲ باب من جاھد نفسہ فی طاعۃ اللہ [2] بحوالہ تفسیر ابن کثیر ص ۴۵ ج ۴۔

فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ﴿٣﴾ لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ

جھگڑ رہے ہیں البتہ اللہ راہ نہیں دیتا اس کو جو ہو جھوٹا حق نہ ماننے والا اگر اللہ چاہتا کہ اولاد

ہلاک ہو جانے کا ذکر فرما کر پھر یہ فرمایا ہے کہ اگر یہ بت پرست لوگ اپنے اعتقاد میں سچے ہیں کہ جن کی مورتوں کو یہ پوجتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ مصیبت کے وقت ان مورتوں کی اصل صورتیں اُن کی سفارشی بنیں گی تو پچھلے زمانہ کے بت پرستوں پر جو طرح طرح کے عذاب نازل ہوئے اُس وقت اُن سفارشیوں نے سفارش کر کے اللہ کے عذاب کی مصیبت کو کیوں نہیں ٹالا۔ اس جواب کو سورہ احقاف میں اللہ تعالیٰ نے ان لفظوں سے ادا فرمایا ہے۔ فلولا نصرھم الذین اتخذوا من دون اللہ قربانا الھۃ حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے حشر اور قیامت کو جگہ جگہ اس طرح ثابت فرما دیا ہے۔ جس سے منکرین حشر بالکل لاجواب ہو گئے۔ اور منکرین حشر کے جو اعتراض تھے اُن کی کچھ بنیاد باقی نہ رہی اس واسطے مشرکوں کا وہ غلط خیال جو اُوپر گذرا۔ اُس کا جواب اللہ تعالیٰ نے کہیں قرآن شریف میں شریعت کے موافق قسم کھا کر دیا ہے۔ کہ حشر اور قیامت کا آنا برحق ہے۔ اور اُس دن ان بت پرستوں کے بت کچھ کام نہ آویں گے۔ بلکہ وہ اور اُن کے بت دونوں دوزخ میں جھونکے جاویں گے۔ اور کہیں ان منکرین حشر کی سمجھ کے موافق عقلی جواب دیا ہے۔ کہ اگر ان بتوں کو کچھ قدرت تھی تو حضرت نوح سے لے کر حضرت موسےٰ تک کے پچھلے بت پرست لوگ طرح طرح کے عذاب الٰہی سے جو غارت ہو گئے ان بتوں نے اُن کی سفارش اور مدد کیوں نہیں کی۔ اوپر گذر چکا ہے۔ کہ سفارش کرنا تو درکنار فرشتے اور نیک لوگ قیامت کے دن ان اپنے پوجنے والے مشرکوں سے بڑی بیزاری ظاہر کریں گے۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ وہ فرشتے اور نیک لوگ جن کی مورتوں کی یہ مشرک پوجا کرتے ہیں مصیبت کے وقت نہ دنیا میں اپنی پوجا کرنے والوں کے کچھ کام آئے نہ قیامت کے دن کچھ کام آسکتے ہیں۔ صحیح بخاری[1] و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے۔ کہ دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے اپنے علم غیب کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے۔ کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کریں گے۔ اور کتنے دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل۔ صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے عبداللہؓ بن مسعودؓ کی مکہ کے قحط کی حدیث بھی گذر چکی ہے۔ کہ اس قحط کے وقت مشرکین مکہ نے اپنے بتوں سے بہت التجا کی۔ مگر مینہ نہیں برسا۔ ان حدیثوں کو آیت کے اس ٹکڑے کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مکہ کے قحط کے وقت جب مشرکین مکہ کے بت کچھ کام نہ آئے تو ان مشرکوں کی سمجھ میں یہ بات آجانے کے قابل تھی۔ کہ ان بتوں کو اللہ کے کارخانہ میں کچھ دخل نہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں جو لوگ دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل قرار پا چکے تھے وہ مرتے دم تک اپنے اُس اعتقاد پر جمے رہے۔ جن کا ذکر آیت کے اُس ٹکڑے میں ہے اور قیامت کے دن کا فیصلہ اوپر گذر چکا ہے۔ کہ خفگی کے طور پر فرشتوں سے اور نیک لوگوں سے پوچھا جاوے گا۔ کہ یہ مشرک لوگ تمہارے کہنے سے تمہاری مورتوں کی پوجا کرتے تھے جب فرشتے اور نیک لوگ اس شرک سے بیزاری ظاہر کریں گے۔ اور یہ مشرک اپنے جھوٹے معبودوں کے سامنے ذلیل ہو چکیں گے تو پھر ان مشرکوں کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جھونک دیا جاوے گا۔

۴۔۵۔ اوپر ذکر تھا کہ دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں جو لوگ دوزخی قرار پا چکے ہیں وہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد

[1] صحیح بخاری باب وکان امر اللہ قدرا مقدورا۔ ص ۹۷۷ ج ۲۔ [2] صحیح بخاری قولہ یغشی الناس ھذا عذاب الیم ص ۷۱۴ ج ۲۔

وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ

کرے تو چن لیتا اپنی خلق میں جو چاہتا وہ پاک ہے وہی ہے اللہ اکیلا دباؤ والا بنائے آسمان اور

الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ

زمین ٹھیک لپیٹتا ہے رات کو دن پر اور لپیٹتا ہے دن کو رت پر اور کام میں لگائے سورج اور چاند

كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ⑤ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ

ہر ایک چلتا ہے ایک ٹھہری مدت پر سنتا ہے وہی ہے زبردست گناہ بخشنے والا بنایا تم کو ایک جی سے پھر بنایا

مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا

اسی سے اس کا جوڑا اور اتارے تمہارے واسطے چوپاؤں سے آٹھ نر مادہ بناتا ہے تم کو ماں کے پیٹ میں طرح پر

مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ⑥

طرح بنایا تین اندھیروں کے بیچ وہ اللہ ہے رب تمہارا اسی کا راج ہے کسی کی بندگی نہیں سوائے اسکے پھر کہاں سے پھرے جاتے ہو

ویسے ہی کام کرتے ہیں۔ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح کے جھوٹے منکر لوگوں کو زبردستی راہ راست پر لانا نہیں چاہتا کیونکہ دنیا کو اس نے نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کیا ہے۔ زبردستی میں وہ امتحان کی حالت باقی نہیں رہتی۔ جھوٹ تو ان مشرکوں کا یہ ہے کہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہہ کر یہ لوگ اللہ کو صاحب اولاد ٹھہراتے ہیں۔ اور ناشکری ان لوگوں کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اور ان کی سب ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا۔ لیکن یہ لوگ اللہ کی تعظیم اور عبادت میں بلا سبب دوسروں کو شریک کرتے ہیں آگے فرمایا۔ آسمان و زمین اور جو چیز آسمان و زمین میں ہے۔ سب اللہ کا پیدا کیا ہوا ہے پھر خالق کو اپنی مخلوقات میں سے کسی کو اولاد بنانے کے لئے چننا اور اپنے برابر ٹھہرانا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ وہ خالق تو اپنی ذات سے اکیلا ہے اور سب پر اس کی حکومت اور اس کا دباؤ ہے جب رات کا اندھیرا پھیلتا ہے تو دن کا اجالا اس طرح سمٹ جاتا ہے۔ جس طرح کسی چیز کو لپیٹ لیا جاتا ہے اور یہی حال دن کے اجالے کا ہے یکور الیل علی النہار ویکور النہار علی الیل کا یہی مطلب ہے۔ سورج دن کی نشانی ہے اور چاند رات کی اس لئے دن اور رات کے ذکر کے ساتھ سورج اور چاند کا ذکر فرمایا۔ زبردست وہ ایسا ہے کہ پہلی جن قوموں نے اس کی نافرمانی کی ان کو اس نے طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا۔ اور کوئی اس کے عذاب کو ٹال نہ سکا۔ بخشش کی صفت اس میں ایسی ہے کہ فرمانبردار لوگوں کی پچھلی سب خطاؤں کے معاف کرنے کا اس کا وعدہ ہے۔ صحیح مسلم[1] کے حوالہ سے عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا عہد کر لیوے تو اس کی نافرمانی کے زمانہ کے سب گناہ اس طرح مٹ جاتے ہیں ۔ جس طرح کوئی عمارت گر پڑتی ہے۔ اور پھر اس کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ پچھلی قوموں کی بربادی کے سب قصے اور یہ حدیث ہو العزیز الغفار کی گویا تفسیر ہیں۔

۶ ۔ اوپر مشرکین مکہ کے شرک کا ذکر تھا۔ اس لئے ان آیتوں میں ان کے قائل کرنے کے لئے فرمایا کہ ان مشرکین کو ان کے بڑوں کے سب

[1] صحیح مسلم باب کون الاسلام یہدم ما کان قبلہ وکذا الحجر والہجرۃ ص ۷۶ ج ۱۔

إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۖ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۖ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ

اگر تم منکر ہو گے تو اللہ نہیں پرواہ رکھتا تمہاری اور پسند نہیں کرتا اپنے بندوں کی منکری اور اگر حق مانو گے تو اسے تمہارے لیے پسند

بنی آدم کے باپ ماں آدم اور حوا کو اور ان کی ضرورتوں کے لیے چوپایوں کے آٹھ نر مادہ کو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیدا کیا۔ کہ اس میں کوئی شریک نہ تھا پھر جو کوئی اپنے خالق اور آسمان اور زمین کے بادشاہ کی تعظیم اور عبادت میں بلا سبب دوسروں کو شریک کرتا ہے۔ وہ راہ راست سے پھرا ہوا ہے۔ صحیح بخاری[1] و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ حوا علیہا السلام آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں۔ اور پسلی کی ہڈی کی طرح ہر عورت کے مزاج میں ایک کجی ہے جو کوئی اس کجی کو جھیل کر عورت کے ساتھ نرمی سے گذارے گا۔ تو گذر ہو جاتی گی ورنہ گذر مشکل ہے۔ حضرت عبداللہ[2] بن عباس عبداللہ بن مسعود اور صحابہ کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ پہلے تن تنہا آدم علیہ السلام کو جنت میں رہنے کا حکم ہوا تھا۔ ایک دن آدم علیہ السلام جب سو رہے تھے تو ان کی نیند کی حالت میں ان کی بائیں پسلی سے اللہ تعالیٰ نے حوا علیہا السلام کو پیدا کر دیا۔ یہ ابوہریرہؓ کی حدیث اور صحابہ کے قول ثم جعل منہا زوجہا کی گویا تفسیر ہیں۔ ترمذی[3] وغیرہ کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے بنی آدم کی روحوں کو نکالا۔ اور پھر جنتی اور دوزخیوں کی روحوں کو الگ الگ کیا۔ اس حدیث کے موافق صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کے جنت میں جانے اور حوا علیہا السلام کی جسمانی پیدائش سے پہلے تمام بنی آدم کی روحیں آدم علیہ السلام کی پشت میں پیدا کی جا چکی تھیں۔ اس لئے پہلے خلقکم من نفس واحدۃ فرما کر پھر حوا علیہا السلام کی جسمانی پیدائش کا ذکر فرمایا۔ صحیح بخاری[4] و مسلم میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ نطفہ چالیس دن تک رحم میں رہ کر جما ہوا خون ہو جاتا ہے۔ پھر اس خون کا گوشت بن جاتا ہے اور ہڈیاں اسی گوشت سے بن کر ان ہڈیوں پر گوشت کا غلاف چڑھا دیا جاتا ہے۔ اور پتلا تیار ہو جاتا ہے غرض چار ساڑھے چار مہینے میں یہ سب کچھ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس پتلے میں جان پڑ جاتی ہے۔ قد افلح المؤمنون میں اس کی تفصیل زیادہ گذر چکی ہے۔ عبداللہ بن مسعود کی یہ حدیث اور قد افلح المؤمنون میں کی تفصیل خلقا من بعد خلق کی گویا تفسیر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس[5] کے قول کے موافق تین اندھیروں میں ایک اندھیرا ماں کے پیٹ کا اور دوسرا رحم کا اور تیسرا اس جھلی کا جو بچے کے ساتھ نکلتی ہے۔ بھیڑ، بکری، اونٹ اور گائے کے آٹھ نر مادہ کا ذکر سورۃ الانعام میں گذر چکا ہے۔

صحیح مسلم[6] میں حضرت ابوذرؓ کی روایت سے ایک بہت بڑی حدیث قدسی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے حاصل اس حدیث کے ایک ٹکڑے کا یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سارا جہان اگر متقی ہو جاوے تو اس سے اللہ کو نفع نہیں پہنچتا۔ اور اگر سارا جہان نافرمان ہو جاوے تو اس سے اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا۔ جیسا جو عمل کرے گا وہ لکھا جاتا ہے اگر نیک عمل ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عمل کی حیثیت سے بڑھ کر جزا دیوے گا۔ اگر عمل بد ہے تو عمل بد کی حیثیت کے موافق سزا ہو گی یا معاف بھی ہو جائے آدمی رات دن گناہوں میں گرفتار ہے۔ اس کو چاہئے کہ جب موقع پاوے اللہ کی جناب میں توبہ و استغفار کرے۔ اللہ تعالیٰ

[1] صحیح بخاری باب مداراۃ مع النساء ص ۷۷۹ ج ۲۔ [2] تفسیر ہذا جلد اول تفسیر سورہ بقرہ ص۔ [3] جامع ترمذی تفسیر سورہ الاعراف ص ۱۵۵ ج ۲۔ [4] بخاری شریف کتاب القدر ص ۹۷۶ ج ۲۔ [5] بحوالہ تفسیر ابن کثیر ص ۴۶ ج ۴۔ [6] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۸ باب تحریم الظلم کتاب البر والصلۃ والادب۔

لَكُمْ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرٰى ثُمَّ إِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

کرے گا اور نہ اٹھاوے گا کوئی اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ پھر اپنے رب کی طرف تم کو پھر جانا ہے تو وہ جتاوے گا تم کو

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۚ إِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۷﴾

جو کرتے تھے مقرر اس کو خبر ہے جیوں کی بات کی

بخشنے والا ہے بغیر ہدایت اور توفیق الٰہی کے آدمی گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔ اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی التجا کرے اللہ تعالیٰ اس کو نیک راستہ پر لگا دے گا۔ اس حدیث کے لفظوں سے معلوم ہوا کہ جناب اللہ تعالیٰ کو نیک کام کی حیثیت سے بڑھ کر جزا دینے میں کچھ دریغ ہے نہ بدی کے بخش دینے میں کچھ دریغ ہے۔ نہ سارے جہان کے نیک ہو جانے سے اس کو کچھ نفع ہے نہ سارے جہان کے بد بن جانے سے کچھ ضرر ہے۔ یہی تفسیر اس آیت کی ہے اور اسی اپنی بے پرواہی کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے۔ کہ اگر سب لوگ اللہ کے منکر ہو جاویں تو اللہ کو ان کے منکر ہونے کی کچھ پروا نہیں خدا کی بادشاہی دنیا کے بادشاہوں کی بادشاہی جیسی نہیں ہے۔ کہ اُن کی بادشاہی کو فوج یا رعیت کے منحرف اور باغی ہو جانے سے ضرر پہنچ جاتا ہے۔ وہ ایسا زبردست بادشاہ ہے کہ کسی کے منحرف ہو جانے سے اس کی بادشاہت میں کچھ خلل نہیں پڑتا اس واسطے کسی کے منکر اور منحرف ہو جانے کی اس کو ذرا بھی پروا نہیں۔ اس آیت میں یہ جو فرمایا ہے کہ اللہ اپنے بندوں کے کفر کو پسند نہیں کرتا۔ مذہب اہل سنت کے موافق اس کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں جو لوگ نیک راہ پر آنے کے قابل ٹھہر چکے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ ہر طرح نیک کام سے لگا دیتا ہے۔ اس صورت میں بندوں سے مراد آیت میں عام بندے نہیں ہیں۔ بلکہ جو بندے راہ راست پر آویں وہی بندے مراد ہیں۔ امام المفسرین عبداللہ بن عباسؓ اور مفسرین سلف نے آیت کے یہی معنے کہے ہیں۔ تفسیر ابن جریر[1] وغیرہ میں صحیح سند اس معنے کی حضرت عبداللہ بن عباس تک پہنچتی ہے۔ فرقہ اہل سنت اور فرقہ معتزلی میں جو چند مسئلوں میں بحث ہے۔ اُن میں ایک مسئلہ یہ بھی ہے معتزلی لوگ یہ کہتے ہیں کہ بُرا کام اللہ کے ارادہ سے نہیں ہوتا۔ اور اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ خدا کی خدائی میں بغیر ارادہ خدا کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ لیکن خدا کا ارادہ اور چیز ہے اور ایک چیز پسند کر کے خدا تعالیٰ کا اس کے کرنے کا حکم دینا یہ اور چیز ہے۔ ہر چیز خدا کے ارادہ سے پیدا ہوئی ہے۔ مگر کفر شرک بدعت اور بُرے کاموں سے خدا نے منع کیا ہے اور نیک کاموں کے کرنے کا خدا نے امر فرمایا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کا امر بجا لاوے گا۔ اس سے خدا تعالیٰ خوش ہوگا اور اُس کو جزا دیوے گا۔ اور جو شخص اُن کاموں کو کرے گا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ تو اس میں اللہ تعالیٰ نے شریعت محمدی میں یہ تفصیل فرمائی ہے کہ اگر وہ منع کیا ہوا کام شرک ہے تو اُس کو خدا تعالیٰ بغیر توبہ کے ہرگز نہ بخشے گا۔ اور سوا شرک کے اور گناہوں کا گنہگار بغیر توبہ کے مر جاوے گا۔ تو ایسے شخص کی بخشش اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

۷۔ مشرکین مکہ کے بعضے لوگ اپنے جان پہچان والے مسلمانوں سے یہ کہتے تھے کہ تم اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر اسلام پر قائم نہ رہو اپنے قدیمی دین پر آ جاؤ۔ اگر اسلام سچا ہوا اور ہمارا کہنا مان لینے کے سبب سے تم قیامت کے دن گنہگار ٹھہرے تو تمہارے گناہ ہم اُٹھا لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ العنکبوت میں بھی فرمایا کہ یہ مشرک جھوٹے ہیں۔ قیامت کے دن کوئی کسی کے گناہوں کا بوجھ نہ اُٹھاوے گا۔ اور کئی جگہ قرآن شریف میں اسی مطلب کو مختصر طور پر ادا فرمایا۔ یہ آیت بھی ان ہی آیتوں میں سے ہے۔ اصل مطلب آیت کا یہ ہے۔

[1] تفسیر الدر المنثور ج ۵ ص ۳۲۲ تفسیر الآیۃ المذکورۃ عن تفسیر ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم والبیہقی فی الاسماء والصفات۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ

اور جب لگے انسان کو سختی پکارے اپنے رب کو رجوع ہو کر اس کی طرف پھر جب بخشے اس کو نعمت اپنی طرف سے بھول جاوے جو

يَدْعُوا إِلَيْهِ مِن قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلَّ عَن سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ

پکارتا تھا اس کام کو پہلے سے اور ٹھہراوے اللہ کے برابر اوروں کو تا بہکاوے اسکی راہ سے تو کہہ برت لے ساتھ اپنی منکری کے

قَلِيلًا إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ﴿٨﴾

تھوڑے دنوں تو ہے آگ والوں میں

کہ قیامت کے دن نہ تو کوئی گناہ اللہ تعالیٰ سے چھپ سکتا ہے۔ کیونکہ اس کو انسان کے دل تک کا حال معلوم ہے اور نہ ایک شخص کے گناہوں کی سزا دوسرے کو دی جاوے گی۔ بلکہ ہر شخص کو اس کے گناہوں کے موافق سزا ہوگی یہ ذکر تو بہکنے والوں کا ہوا بہکانے والوں کا ذکر سورۃ العنکبوت میں گذر چکا ہے کہ بہکانے والوں کو دوہری سزا دی جاوے گی۔ ایک خود بہکنے کی اور دوسری اوروں کو بہکانے کی۔ بہکنا اور بہکانا دونوں کام ان لوگوں کے ذاتی گناہ ہیں۔ اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ان کو کسی دوسرے کے گناہ کی سزا دی گئی۔ اس تفسیر کے بعد ان آیتوں میں اور سورہ العنکبوت کی آیتوں میں کچھ اختلاف باقی نہیں رہتا۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایت[1] ایک جگہ گذر چکی ہے کہ جو شخص دین میں کوئی نیک راستہ نکالے گا۔ تو جتنے آدمی اُس نیک راستہ کے سبب سے نیک راستہ پر لگیں گے۔ ان سب کے اجر کے برابر اس نیک راستہ نکالنے والے کو بھی اجر ملے گا۔ اور یہی حال بُرے راستہ کا ہے۔ اس حدیث کو اور سورۃ العنکبوت کی آیتوں کو ان آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ جس طرح مشرکین مکہ زبان سے بہکانے کی باتیں نکال کر مسلمانوں کو بہکاتے تھے۔ برا راستہ نکالنے والے کا بھی وہی حکم ہے۔ خواہ وہ برا راستہ نکالنے کے بعد زبان سے کسی کو بہکاوے۔ یا نہ بہکاوے۔ اس حدیث کے موافق ایسے شخص کا بُرا راستہ نکالنا ہی زبانی بہکانے کے برابر ہے۔

۸۔ سورۃ العنکبوت میں گذر چکا ہے کہ جب یہ مشرک لوگ کشتی میں سوار ہوتے اور دریا کے جوش کے سبب سے کشتی کے ڈوب جانے کا خوف ہوتا تو ایسے وقت پر اپنے بتوں کو بالکل بھول جاتے اور خالص اللہ سے ہی ڈوب جانے کی مصیبت کے ٹل جانے کی التجا کرتے اور جب وہ مصیبت ٹل جاتی تو پھر شرک میں گرفتار ہو جاتے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سورۃ العنکبوت کی آیتوں کو اس آیت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ اگرچہ ان لوگوں کے دل اس بات کو جانتے تھے۔ کہ مصیبت کے وقت سوا اللہ کے اور کسی میں مصیبت کو راحت سے بدل دینے کی قدرت نہیں۔ لیکن راحت کے وقت یہ لوگ اس بات پر قائم نہیں رہتے۔ بلکہ مصیبت کے وقت خالص اللہ سے مصیبت کے ٹل جانے کی جو التجا کرتے ہیں۔ راحت کے وقت اس حالت کو یاد ہی نہیں رکھتے اب آگے فرمایا۔ اے رسول اللہ کے تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ دنیا کی زندگی تھوڑے دن کی ہے۔ اس میں جو ان کا جی چاہے کر لیویں، پھر مرنے کے ساتھ ہی ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ مسند[2] امام احمد کے حوالہ سے عائشہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے۔ کہ منکر نکیر کے سوال و جواب کے بعد نیک شخص کے مردہ کو جنت میں اُس کا ٹھکانہ اور بد شخص کے مردہ کو دوزخ کا ٹھکانہ اللہ کے فرشتے دکھا کر یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ اس ٹھکانے میں جانے اور

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۴۱ باب من سن سنة حسنة او سيئة ومن دعا الى هدى او ضلالة من كتاب العلم۔

[2] الترغيب والترهيب ص ۶۸۸ ج ۴ باب فيما ورد فى عذاب القبر وتعليمه ولهذا المعنى شاهد عند مسلم ج ۲ ص ۳۸۵ باب عرض مقعد الميت من الجنة والنار۔ [3] بحوالہ مشکوٰۃ فيما يقال عند من حضره الموت ص ۱۴۲۔

أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا يَّحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُوا رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ

بھلا ایک جو بندگی میں لگا ہے گھڑیوں رات کو سجدہ کرتا اور کھڑا خطرہ رکھتا ہے آخرت کا اور امید رکھتا ہے اپنے رب کی مہر کی

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٩﴾

تو کہہ کوئی برابر ہوتے ہیں سمجھ والے اور بے سمجھ وہی سوچتے ہیں جن کو عقل ہے

ع ۱
۱۵

رہنے کے لئے تم کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جاوے گا۔ ابوداؤد[1] اور مسند امام احمد میں براء بن عازب کی صحیح حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ نیک شخص کا مردہ جنت میں کا اپنا ٹھکانا دیکھ کر قیامت کے جلدی قائم ہو جانے کی دعا مانگتا رہتا ہے۔ اور بد شخص کا مردہ دوزخ میں کا اپنا ٹھکانا دیکھ کر عذاب قبر کو ہلکا جانتا ہے۔ اس لئے اس کی التجا یہ ہوتی ہے کہ قیامت جلدی سے قائم نہ ہو یہ حدیثیں تمتع بکفرک قلیلا کی گویا تفسیر ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ یہ مشرک لوگ دوزخ میں تو قیامت کے دن جھونکے جاویں گے۔ مگر اُن کو اپنے دوزخی ہونے کا انجام مرنے کے ساتھ ہی معلوم ہو جاوے گا۔ اور ایسے لوگوں کا دوزخ کا ٹھکانا ہر وقت گویا اُن کی آنکھوں کے سامنے رہے گا۔ اس لئے کہ اُن کی التجا یہ ہوگی کہ قیامت جلدی سے قائم نہ ہو۔

۹ - مشرکین مکہ حشر کے قائل نہیں تھے۔ اس لئے وہ یہ کہتے تھے کہ جینا اور مرنا فقط یہی دنیا کی زندگی اور موت ہے۔ عمر پوری ہو جانے کے بعد جب آدمی مر کر خاک ہو گیا۔ تو پھر کچھ بھی نہیں۔ سورۃ الجاثیہ میں مشرکوں کے اس قول کی زیادہ تفصیل آوے گی۔ اللہ تعالےٰ نے مشرکوں کے قول کا جواب کئی طرح سے قرآن شریف میں دیا ہے۔ اس آیت میں مشرکوں کے اس قول کا جو جواب اللہ تعالےٰ نے دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح یہ مشرک کہتے ہیں۔ مرنے کے بعد پھر کچھ بھی نہیں۔ اگر ایسا ہو تو جو لوگ ہر وقت اللہ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ اور اس کے اجر کی اللہ سے توقع رکھتے ہیں۔ اور دنیا میں اُن کا یہ اجر اس لئے پورا نہیں ہوا کہ اس طرح کے اکثر لوگوں کی زندگی بھی کچھ خوشحالی سے نہیں گذری۔ اسی طرح جو لوگ اللہ کی خالص عبادت کے منکر ہیں۔ اللہ کے کلام اور اللہ کے رسول کا جھٹلانا ان کا رات دن کا مشغلہ ہے۔ اور دنیا میں بھی ان کی زندگی خوشحالی سے گذرتی ہے۔ اب ان دونوں گروہ کو ایک حالت پر چھوڑ دینا تو ایسی بے انصافی ہے۔ کہ خود یہ لوگ بھی فرمانبردار اور نافرمان غلاموں کے حق میں اس کو جائز نہیں سکتے پھر اللہ تعالےٰ کے انصاف پر یہ دھبہ کیوں لگاتے ہیں کہ اُس کی بارگاہ میں نہ فرمانبرداری کا کچھ ثمرہ ہے۔ نہ نافرمانی کی کچھ پرسش اس لئے اللہ تعالےٰ نے دنیا کو اسی ارادہ سے پیدا کیا ہے۔ کہ دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد ایک دوسرا جہان نیک و بد کی جزا و سزا کا پیدا کیا جاوے۔ جو لوگ اس کے منکر ہیں وہ بڑے نادان ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ دنیا میں جو کام کرتے ہیں اس کا نتیجہ دل میں سوچ لیتے ہیں۔ مثلاً تجارت کرتے ہیں فائدہ حاصل کرنے کے لئے کھیتی کرتے ہیں اناج ہاتھ آنے کو باغ لگاتے ہیں میوہ کھانے کے لئے پھر کیا اُن کو اتنی سمجھ نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے دنیا کے پیدا کرنے کا اتنا بڑا کام یوں ہی بلا نتیجہ کیا ہے۔ ان مشرکوں کے قول کے موافق جس طرح اہل دنیا مر کر خاک میں مل جاویں گے۔ تو کیا دنیا کے پیدا کرنے کا نتیجہ بھی خاک میں مل جاوے گا۔ نہیں نہیں مرنے کے بعد جیسا دنیا کے پیدا کرنے کا نتیجہ اُن کی آنکھوں کے سامنے آوے گا۔ تو اس وقت یہ لوگ اپنی اس نادانی پر بہت پچھتاویں گے۔ مگر وہ بے وقت کا پچھتانا کچھ اُن کے کام نہ آوے گا۔ صحیح مسلم[2] میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس طرح کے منکر

[1] بحوالہ مشکوٰۃ فیما یقال عند من حضرہ الموت ص ۱۴۲۔ [2] صحیح مسلم فصل فی بیان ان الاعضاء منطقۃ شاھدۃ یوم القیمۃ ص ۴۰۹ ج ۲۔

قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۭ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۭ

تو کہہ اے بندو میرے جو یقین لائے ہو ڈرو اپنے رب سے جنہوں نے نیکی کی اس دنیا میں اُن کو ہے بھلائی

وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۭ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۱۰﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ

اور زمین اللہ کی کشادہ ہے ٹھیرنوں والوں ہی کو ملتا ہے ان کا نیگ ان گنت تو کہہ مجھ کو حکم ہے

اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ اِنِّيْٓ

کہ بندگی کروں اللہ کی نری کر کر اس کی بندگی اور حکم ہے کہ میں ہوں سب سے پہلے حکم بردار تو کہہ میں

اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾

ڈرتا ہوں اگر نہ مانوں اپنے رب کا ایک بڑے دن کی مار سے تو کہہ میں تو اللہ کو پوجتا ہوں نری کر کر اپنی بندگی اسی کے واسطے

حشر لوگ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کو وہ نعمتیں یاد دلاوے گا جو انھیں دنیا میں دے گئی تھیں بعد اس کے اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے پوچھے گا کہ جس اللہ نے یہ سب نعمتیں پیدا کی تھیں اس کے روبرو کھڑے ہو کر حساب وکتاب کا بھی تمہارے دل میں کبھی خیال گذرا تھا۔ وہ لوگ کہیں گے کہ نہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ جس طرح تم لوگوں نے میرے سامنے کھڑے ہونے کو دنیا میں بھلا دیا۔ اس طرح آج میں نے بھی تم کو رحمت کی یاد سے بھلا دیا اور نظر رحمت سے دور ڈال دیا۔ اَب یہ تو ظاہر بات ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنی نظر رحمت سے دور ڈال دیوے گا۔ اس کا سوا دوزخ کے اور کہاں ٹھکانا ہے۔ یہ حدیث منکرین حشر کے انجام کی گویا تفسیر ہے۔

۱۰-۱۶۔ اوپر منکرین حشر کا ذکر فرما کر اب ایمانداروں کا ذکر فرمایا جو صحابہ یہ کہتے ہیں۔ کہ اس مکی سورۃ میں ان آیتوں میں سے پہلی آیت قل یعباد مدنی ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ اس آیت میں ہجرت کا ذکر ہے اور ہجرت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں آنے اور قرآن کا مدنی حصہ کا نازل ہونا شروع ہونے کے بعد فرض ہوئی ہے۔ لیکن جو علما اس آیت کو مدنی نہیں قرار دیتے۔ وہ اس ہجرت کو حبشہ کی ہجرت کہتے ہیں۔ مشرکین مکہ نے جب مسلمانوں کو بہت ستانا شروع کیا۔ تو نبوت کے پانچ برس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسی آدمی کے قریب مکہ سے حبشہ کو چلے گئے تھے۔ اسی کو حبشہ کی ہجرت کہتے ہیں۔ مدینہ کی ہجرت کے بعد یہ لوگ پھر حبشہ سے مدینہ کو چلے آئے اسی واسطے ان لوگوں کو دو ہجرتوں والا کہا جاتا ہے۔ مدینہ کی ہجرت حبشہ کی ہجرت کے چھ ساڑھے چھ برس کے بعد ہے۔ اللہ کے رسول دین کے جو احکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں ان کے دلی یقین اور زبانی اقرار کو ایمان کہتے ہیں۔ اب ایمان کے ساتھ تقویٰ بھی ضرور ہے۔ شریعت میں جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے ان کے کرنے کو اور جن باتوں کی منا ہی ہے ان سے بچنے کو تقویٰ کہتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کے خوف سے ہونا چاہیے کیونکہ دنیا کو دکھاوے کی کوئی بات بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں۔ ایمان کے ساتھ تقویٰ کا ذکر فرمانے کی یہی تفسیر ہے۔ جو بیان کی گئی۔ چنانچہ صحیح مسلم[1] میں سفیان بن عبداللہ ثقفی سے روایت ہے جس میں سفیان کہتے ہیں میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا حضرت اسلام میں مجھ کو کوئی ایسی بات بتلا دیجئے کہ پھر مجھ کو کسی بات کے پوچھنے کی ضرورت نہ رہے آپ نے فرمایا۔ جن باتوں کے ماننے کا شریعت میں حکم ہے ان کے ماننے کا زبان

[1] صحیح مسلم مع نووی باب جامع اوصاف الاسلام۔ ص ۴۸ ج ۱

فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ؕ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ

اب تم پوجو جو جس کو چاہو اس کے سوائے تو کہہ بڑے ہارے وہ جو ہار بیٹھے اپنی جان اور

اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ

اپنا گھر قیامت کے دن سنتا ہے یہ ہے صریح ٹوٹا اُن کے واسطے اوپر سے بادل ہیں

النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾

آگ کے اور نیچے سے بادل اس چیز سے ڈراتا ہے اللہ اپنے بندوں کو اے بندو میرے مجھ سے ڈرو

سے اقرار کر اور پھر اُس اپنے اقرار پر قائم رہ یہ سفیان بن عبداللہ طائف کے رہنے والے صحابہ میں ہیں۔ صحیح بخاری میں ان سے کوئی روایت نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کی خلافت میں یہ سفیان بن عبداللہ طائف کے حاکم بھی رہے ہیں۔ اقرار پر قائم رہنے کا یہی مطلب ہے کہ شریعت میں جن باتوں کے کرنے کا حکم ہے۔ اُن کو کرنا اور مناہی کے حکم کی باتوں سے بچنا چاہئے۔ یعبادی الذین امنوا اتقوا ربکم کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے جس کا مطلب وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔ اب آگے فرمایا جو لوگ دنیا میں اس طرح کے نیک کاموں کے پابند ہوں گے۔ عقبےٰ میں اُن کی جزا جنت ہے۔ جہاں ہر طرح کا ہمیشہ کا آرام ہے پھر فرمایا۔ جس سرزمین میں مخالفوں کے ستانے کے سبب سے نیک کاموں کے کرنے کا موقع نہ ملے تو ایماندار شخص کو چاہئے کہ ایسی جگہ نہ رہے۔ اللہ کی سرزمین کچھ تنگ نہیں کشادہ ہے کہیں دوسری امن کی جگہ میں جا بسے پھر فرمایا جو شخص اپنے دین کی حفاظت کے لئے اپنے وطن اور رشتہ داروں کے چھوڑنے کی تکلیف پر صبر کرے گا۔ اس کو قیامت کے دن بے حساب اجر ملے گا۔ دین کی جو باتیں اُمت میں پھیلتی ہیں۔ اُن میں اللہ کے رسول اُمت کے لوگوں کے گویا استاد ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر قرآن شریف میں اسی طرح جگہ جگہ توحید کی تاکید فرمائی ہے۔ جس طرح آگے کی آیتوں میں ہے تاکہ اللہ کے رسول بھی اسی طرح اُمت کے لوگوں میں توحید کو تاکید سے پھیلا دیں۔ مستدرک حاکم کے حوالہ سے نعمانؓ بن بشیر کی صحیح حدیث[1] ایک جگہ گذر چکی ہے۔ کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اکثر وعظ کہنے میں ایسے مصروف ہوتے تھے۔ کہ آپ کی چادر کاندھے پر سے اتر کر گر پڑتی تھی اس حدیث سے یہ اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ کہ جس طرح اللہ تعالےٰ نے توحید اور دین کے احکام اپنے رسول پر نازل فرمائے اُسی تاکید سے اللہ کے رسول نے وہ احکام لوگوں کو پہنچا دیئے۔ ابن[2] ماجہ کے حوالہ سے ابوہریرؓہ کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے ہر شخص کے لئے ایک گھر جنت میں اور ایک دوزخ میں بنایا ہے۔ جو لوگ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جائیں گے ان کے جنت میں کے خالی گھر جنتیوں کو مل جاویں گے۔ یہ حدیث خسروا انفسہم واھلیہم کی گویا تفسیر ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی جان کو دوزخ کے ہاتھ اور جنت کے مکان اور حوروں کو دوسروں کے ہاتھ ہار بیٹھے دوزخ کے اوپر کے درجہ میں جو دوزخی ہوں گے ان کے پاؤں کے نیچے کا آگ کا ٹکڑا دوزخ کے نیچے کے درجہ پر بادل کی طرح چھایا ہوا ہوگا۔ اس واسطے نیچے کے آگ کے ٹکڑے کو بھی بادل فرمایا آخر کو فرمایا دوزخ کا عذاب انسان کی برداشت سے باہر ہے اس لئے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ اور یہ فرماتا ہے کہ اے بندو اللہ کے عذاب سے ڈرو۔

[1] بحوالہ مشکوٰۃ شریف فی صفۃ النار واھلہا الفصل الثانی ص ۵۰۲ [2] ابن ماجہ باب صفۃ الجنۃ ص ۳۳۲۔

وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ

اور جو لوگ بچے شیطانوں سے کہ اُن کو پوجیں اور رجوع ہوئے اللہ کی طرف ان کو ہے خوشخبری سو تو خوشی سنا

عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ

میرے بندوں کو جو سنتے ہیں میری بات پھر چلتے ہیں اس کے نیک پر وہی ہیں جن کو راہ دی

اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۭ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ

اللہ نے اور وہی ہیں عقل والے بھلا جس پر ٹھیک ہو چکا عذاب کا حکم بھلا تو خلاص کرے گا

مَنْ فِي النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ

آگ میں پڑے کو لیکن جو ڈرتے رہے اپنے رب سے ان کو ہیں جھروکے ان پر

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ڛ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ

اور جھروکے چنے ہوئے ان کے نیچے چلتی ہیں ندیاں وعدہ ہوا اللہ کا اللہ نہیں خلاف کرتا وعدہ تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا

اتارا آسمان سے پانی پھر چلایا وہ پانی چشموں میں زمین کے پھر نکالتا ہے اس سے کھیتی کئی کئی رنگ

۱۷-۱۸- اگرچہ تفسیر زید بن اسلم اور تفسیر ابن[1] ابی حاتم میں لکھا ہے کہ ابی ذر غفاری اور سلیمان فارسی اور زید بن عمرو بن نفیل ان تین شخصوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ لیکن حافظ عماد الدین ابن کثیر نے اس بات کو صحیح ٹھہرایا[2] ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا صحابہ کے یا حال کے زمانہ میں غرض کسی زمانہ میں جو کوئی بت پرستی سے بچا اور توحید اختیار کی اس طرح کے سب لوگوں کی شان میں یہ آیت صادق آتی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خوشخبری کے قابل اور صاحب ہدایت اور صاحب عقل ان ہی لوگوں کو ٹھہرایا ہے۔ جو دین کی بات کو سن کر اس کے موافق عمل بھی کرتے ہیں۔ کیونکہ علم بغیر عمل کے آدمی کو کچھ مفید نہیں بلکہ اور وبال کا سبب ہے دارمی میں حضرت ابو درداؓ سے روایت[3] ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت برا وہ شخص ہے جو دین کا کوئی مسئلہ جانے اور اس کے موافق عمل کر کے اس اپنے علم سے کچھ نفع نہ اٹھاوے صحیح[4] مسلم ترمذی اور نسائی میں زیدؓ بن ارقم سے روایت ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے علم سے پناہ مانگی ہے۔ جو عمل کا نفع نہ دیوے زیدؓ بن ارقم کی روایت سے ابو درداؓ کی اس روایت کو تقویت ہو جاتی ہے۔ اچھے لوگوں کی خوشخبری کا ذکر جو اس آیت میں ہے۔ حدیث شریف میں اس خوشخبری کے موقعے بہت سے بیان فرمائے گئے ہیں۔ مثلاً قبض روح کے وقت فرشتوں کا اچھے لوگوں کو جنت اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خوشخبری کا دینا جس کا ذکر ابن ماجہ[5] اور صحیح ابن حبان میں ابو ہریرہؓ کی صحیح روایت سے آیا ہے۔ یا منکر نکیر کے سوال و جواب اور قبروں سے اٹھنے کے وقت جس کا ذکر چند صحیح حدیثوں میں آیا ہے اور اس آیت میں جو ذکر ہے کہ وہ لوگ بات کو سن کر بہتر بات کی پیروی کرتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے مثلاً بدلہ لینا اور معاف کرنے کے دونوں حکموں میں سے معاف کرنے کے حکم کی پیروی کرنا کہ اس میں خدا کی خوشنودی زیادہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بڑی آرزو تھی کہ قریش سب مسلمان ہو جاویں۔ اس لئے قریش کی سرکشی کے سبب سے جب آپ کی

[1] بحوالہ تفسیر الدر المنثور ص ۳۲۴ ج ۵۔ [2] تفسیر ابن کثیر ص ۴۸ ج ۴۔ [3] بحوالہ مشکوۃ شریف کتاب العلم الفصل الثالث ص ۳۷
[4] صحیح مسلم باب فی الادعیۃ ص ۳۵۰ ج ۲ [5] بحوالہ مشکوۃ شریف باب اثبات عذاب القبر۔

الوانه ثم يهيج فتره مصفرا ثم يجعله حطاما ان في ذلك لذكرى لاولي الالباب ﴿۲۱﴾

بدلتی ہے اس پر پھر آئے تیاری پر تو دیکھئے اس کا رنگ زرد پھر کر ڈالتا ہے اس کو چورا بیشک اس میں نصیحت ہے عقلمندوں کو

اس آرزو کے خلاف کوئی بات قریش کی جانب سے ظہور میں آتی تھی تو آپ کو اس کا بڑا رنج ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر آپ کی یہ تسکین فرمائی کہ بعضے لوگ قریش میں ایسے ہیں کہ علم ازلی الٰہی میں وہ جہنمی قرار پا چکے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے یہ کوشش کہ وہ سب اسلام لاویں۔ اور دوزخ کی آگ سے بچیں، ایک بے فائدہ کوشش ہے۔ وہاں جن لوگوں کی ہدایت علم ازلی میں ٹھہر چکی ہے وہ تمہاری تھوڑی سی کوشش میں خود راہ راست پر آجاویں گے اور آخر کو اس کا ٹھکانا بھروکے والے باغوں میں ہوگا۔ جن میں طرح طرح کی نہریں جاری ہوں گی یہ اللہ کا وعدہ ہے جو کبھی خلاف نہیں ہو سکتا ابوجہل اور اس طرح کے اور لوگ جو باوجود کوشش کے اسلام نہیں لاتے۔ ان کے اسلام نہ لانے پر کچھ رنج نہیں کرنا چاہتے۔ یہ لوگ علم الٰہی میں جہنمی قرار پا چکے ہیں۔ صحیح مسلم[1] کی حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن العاص کی روایت اوپر گذر چکی ہے۔ کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ دنیا میں نیک و بد ہونے والا تھا۔ وہ سب اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ اس صورت میں ایک دفعہ تو حضرت آدم کے پیدا ہونے سے پہلے ہی دوزخی اور جہنمی لوگ الگ الگ ہو چکے ہیں۔ پھر جب حضرت آدم پیدا ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو حضرت آدم کی پشت سے نکال کر یہ فرما دیا ہے۔ کہ ان میں اس قدر لوگ جنتی ہیں اور اس قدر دوزخی جس کی تفصیل موطا ترمذی[2] اور ابوداؤد میں حضرت عمر کی صحیح روایت سے آئی ہے۔ اور حضرت علیؓ[3] کی صحیحین کی روایت میں ہے کہ ہر شخص کا ٹھکانا جنت، دوزخ جو کچھ ہے وہ پہلے ہی لکھا جا چکا ہے۔ صحابہ نے یہ حال سن کر کہا تھا کہ کیا حضرت ہم لوگ تقدیر پر بھروسہ کر کے عمل چھوڑ سکتے ہیں آپ نے فرمایا تم لوگ عمل کئے جاؤ جو شخص جس ٹھکانہ کے لئے پیدا ہوا ہے۔ خود بخود وہ ویسا ہی عمل کرتا ہے۔ صحیح مسلم[4] میں حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اہل جنت اور اہل دوزخ الگ الگ کئے گئے ہیں اور ہر ایک مقام کے لئے ایک گروہ پیدا کیا گیا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ پہلے پہل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں وہ آرزو تھی جس کا ذکر اوپر گذرا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں اور اسی قسم کی بہت سی آیتوں سے اپنے علم غیب کا حال آپ کو سمجھا دیا۔ تو آپ نے بھی بہت سی حدیثوں کے ذریعہ سے وہ مطلب صحابہ کو سمجھا دیا تاکہ سلسلہ بسلسلہ یہ مطلب امت میں پھیل جاوے ان فی ذلک لذکری لاولی الالباب اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ علم الٰہی میں قدرت الٰہی کے منکر اور دوزخی قرار پا چکے ہیں۔ ان کا تو کچھ ذکر نہیں مگر جو لوگ علم الٰہی میں اس قابل ٹھہرے ہیں کہ ان کو عقبیٰ کی بہبودی کی عقل ہے۔ وہ دین کی نصیحت کو سنتے اور سمجھتے ہیں اور ان کا اس بات پر یقین ہے کہ جو صاحب قدرت دنیا کی زمین میں طرح طرح کے چشمے جاری کر دینے پر پورا قادر ہے۔ جنت کی زمین میں طرح طرح کی نہروں کا جاری کر دینا بھی اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ ان آیتوں میں جنت کی نہروں کے ذکر کے بعد مینہ کے برسانے اور اس سے چشموں کے جاری کر دینے کا جو تذکرہ ہے۔ اوپر کی تفسیر سے اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

[1] صحیح مسلم باب حجاج آدم و موسیٰ ص ۳۳۵ ج ۲۔ [2] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۱۱۔ [3] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۴۔ [4] صحیح مسلم باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ الخ۔ ص ۳۳۷ ج ۲۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ

بھلا جس کا سینہ کھول دیا اللہ نے مسلمانی پر سو وہ اجالے میں ہے اپنے رب کی طرف سے سو خرابی ہے ان کو جن کے دل سخت

مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ كِتٰبًا

ہیں اللہ کی یاد سے وہ پڑے پھرتے ہیں بہکے صریح اللہ نے اتاری بہتر بات کتاب آپس میں

مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُهُمْ

ملتی دہرائی ہوئی بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھال پر ان لوگوں کے جو ڈرتے ہیں اپنے رب سے پھر نرم ہوتی ہیں ان کی کھالیں

۲۲-۲۳- معتبر سند سے مسند امام احمد ترمذی[1] اور مستدرک حاکم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب انسان اور جنات کو پیدا کیا تو سب خواہش نفسانی اور طرح طرح کی حرص اور ہوا کے اندھیرے میں پھنسے ہوتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک نور پیدا کیا۔ انسان اور جنات میں سے جس کسی کو اس نور میں سے جس قدر حصہ دنیا میں پیدا ہو جانے کے بعد ملا اسی قدر اس نے دین کے راستہ کو اختیار کیا۔ اور جو شخص وہاں اس عالم ارواح کے نور کے حصہ سے محروم رہا دنیا میں پیدا ہونے کے بعد بھی اس کو راہ راست پر آنا نصیب نہیں ہوا۔ صحیح بخاری[2] کی ابوہریرہؓ کی روایت میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کے علم غیب کے موافق پہلے ہی جو کچھ لکھا جانا تھا وہ لوح محفوظ میں لکھا جا کر اب قلم خشک ہو گیا۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب کے موافق جس کو لوح محفوظ میں نیک لکھ لیا تھا۔ اس نے اس نور کا حصہ پایا اور دنیا میں پیدا ہونے کے بعد بھی وہ شخص نیک کاموں کی طرف مائل ہوا اور جو شخص اللہ کے علم غیب کے موافق لوح محفوظ میں بد لکھا گیا۔ وہ عالم ارواح کے نور سے بھی محروم رہا اور دنیا میں پیدا ہونے کے بعد بھی اس کے دل میں نیک کام کی رغبت پیدا نہیں ہوئی۔ ایسی حدیث کے مطلب کے موافق اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے کہ جس کسی نے اللہ کے رسول کی نصیحت کو مان لیا اور اسلام کی باتوں پر عمل کرنے کے لئے اس کا دل کھل گیا اس کو اللہ کی طرف سے ایک ازلی روشنی ملی ہوئی ہے۔ اور جو شخص اس ازلی روشنی سے وہاں محروم رہا اس کا دل اس ازلی اندھیرے کے سبب سے دنیا میں سخت ہے۔ اللہ کے رسول کی نصیحت سے اس کا دل ذرا نہیں پسیجتا۔ پھر فرمایا ایسے سخت دل لوگوں کی بڑی خرابی ہے اور وہ بالکل بہکے ہوتے ہیں۔ ترمذی[3] اور مسند امام احمد میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے ایک دوسری صحیح حدیث ہے۔ اس میں بھی اس ازلی روشنی کا ذکر ہے۔ جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ جس وقت اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور حضرت آدم کی پشت سے ان کی سب اولاد کو جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی۔ چیونٹیوں کی طرح نکالا تو ہر ایک انسان کی پیشانی پر ایک طرح کا نور تھا۔ اس حدیث میں جس نور کا ذکر ہے یہ فطرت اسلام کا نور ہے۔ جس کا ذکر صحیحین[4] کی حدیث میں آیا ہے کہ جو بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی اور نصرانی بنا لیتے ہیں۔ اس نور میں سب انسان شریک ہیں اس نور میں اللہ تعالیٰ نے اتنا ہی اثر رکھا ہے کہ پیدا ہونے سے زبان کے کھلنے تک بچہ فطرت اسلام پر رہتا ہے۔ پھر بڑی عمر میں نیک ہو جاتا ہے یا بد بڑی عمر میں جو نیک رہتا ہے اور اسی حالت پر ثابت قدم رہ کر مرتا ہے یہ نور ہدایت کا اثر ہے اور یہ نور وہی ہے جس کا ذکر پہلی حدیث میں ہے غرض فطرت کا نور الگ ہے اور ہدایت پانے

[1] جامع ترمذی ابواب الایمان ص ۱۰۴ ج ۲ [2] صحیح بخاری باب جف القلم علی علم اللہ۔ ص ۹۷۶ ج ۲۔ [3] جامع الترمذی ج ۲ ص ۱۰۴ باب افتراق ھذہ الامۃ و اینہ فی تفسیر سورۃ الاعراف ج ۲ ص ۱۵۶ [4] بخاری ج ۲ ص ۹۷۶ کتاب القدر باب اللہ اعلم بما کانوا عاملین۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۳۶ کتاب القدر باب معنی کل مولود یولد علی الفطرۃ الخ

وَقُلُوبُهُمْ اِلٰی ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ

اور ان کے دل اللہ کی یاد پر یہ ہے راہ دینا اللہ کا اس طرح راہ دیتا ہے جس کو چاہے اور جس کو راہ بھلاوے

اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾

اللہ اس کو کوئی نہیں سمجھانے والا

کا انگ ہے فطرت کے نور حضرت آدم نے اپنی اولاد کو ازل میں جب دیکھا ہے تو سب کی پیشانی کو نورانی پایا جس کا ذکر ترمذی کی حضرت ابوہریرہؓ کی صحیح حدیث میں اوپر گذرا اور ہدایت کے نور میں حضرت آدم نے اپنی اولاد میں بعضوں کو نورانی بعضوں کو کوئلہ کی طرح کا سیاہ روز ازل میں دیکھا ہے۔ اور ان کے دیکھنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم سے فرمایا ہے کہ یہ نورانی چہرہ کے لوگ جنتیوں کا گروہ ہے اور سیاہ رو لوگ دوزخی ہیں۔ اس کا ذکر حضرت ابوؓ درداؓ کی روایت سے مسند امام احمد[1] میں ہے۔ یہ حدیث بھی اوپر گذر چکی ہے اور اس حدیث کی سند بھی معتبر ہے۔ اس آیت میں نیک کاموں کے لئے دل کے کھل جانے کا جو ذکر ہے نوادر الاصول حکیم ترمذی اور تفسیر ابن مردویہ وغیرہ میں ناقابل اعتراض سند سے عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ عمر سے جو روایتیں[2] ہیں ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دل کے کھل جانے کی یہ نشانی فرمائی ہے۔ کہ اس دل کے کھل جانے کے بعد آدمی کو دین کے کاموں کا ایک شوق پیدا ہو جاتا ہے اور دنیا سے ایک طرح کی نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ سخت دل لوگوں کے ذکر کے بعد آگے نرم دل لوگوں کا ذکر فرمایا کہ کلام الٰہی سن کر عذاب کی آیتوں سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ڈر کے مارے کانپ جاتے ہیں اور قرآن کی نصیحت کے موافق عمل کرنے کو اُن کا دل اُن کا جسم دونوں تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر فرمایا جو لوگ اللہ کے علم غیب میں نیک قرار پا چکے ہیں اُن کو اللہ اسی طرح راہ راست پر لاتا ہے اور جو لوگ اللہ کے علم غیب میں بد قرار پا چکے ہیں۔ اُن کو کوئی راہ راست پر نہیں لا سکتا۔ اکثر سلف کے نزدیک کتابا متشابہا۔ کا یہ مطلب ہے۔ کہ فصاحت میں غیب کی سچی خبروں میں قرآن کی آیتیں ملی جلی ہیں اور مثانی کا یہ مطلب ہے کہ سمجھانے کے لئے قرآن میں ایک ہی مضمون کو دوبارہ بیان کیا گیا ہے۔ صحیح بخاری[3] و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی نصیحت کی مثال مینہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگوں کی اچھی بری زمین کی بیان فرمائی ہے۔ اس حدیث کو آخری آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ قرآن شریف مینہ کے پانی کی طرح عام لوگوں کے فائدہ اور ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے۔ لیکن جس طرح اچھی زمین کو مینہ کے پانی سے فائدہ پہنچتا ہے۔ اسی طرح قرآن کی نصیحت سے فقط اُنہی لوگوں کو فائدہ پہنچا جو دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں نیک ٹھہر چکے تھے اور جو اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں بد قرار پا چکے تھے اُن کے حق میں قرآن کی نصیحت اسی طرح رائیگان گئی جس طرح بری زمین میں مینہ کا پانی رائیگان جاتا ہے۔

[1] مرقاۃ المفاتیح ج ۱ ص ۱۲۲ باب الایمان بالقدر قال المبارکفوری شارح المشکوۃ رواہ احمد (۶ ج ۴۴۱) واخرجہ ایضاً البزار والطبرانی قال الھیثمی ۱۸۵ ج ۷، ورجالہ رجال الصحیح۔ [2] تفسیر الدر المنثور تفسیر الاٰیۃ المذکورۃ ج ۵ ص ۳۲۵ [3] صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۸ باب فضل من علم وعلم وصحیح مسلم ج ۲ ص ۲۴۷ کتاب الفضائل باب مثل ما بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الھدی والعلم۔

أَفَمَن يَتَّقِي بِوَجْهِهِۦ سُوٓءَ ٱلْعَذَابِ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۚ وَقِيلَ لِلظَّٰلِمِينَ ذُوقُوا۟ مَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ ﴿٢٤﴾

بھلا ایک جو وہ روکتا ہے اپنے منہ پر بڑا عذاب دن قیامت کے اور کہے گا بے انصافوں کو چکھو جو تم کماتے تھے

كَذَّبَ ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَأَتَىٰهُمُ ٱلْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٥﴾ فَأَذَاقَهُمُ

جھٹلا چکے ہیں ان سے اگلے پھر پہنچا ان پر عذاب جہاں سے خبر نہ رکھتے تھے پھر چکھائی ان کو

ٱللَّهُ ٱلْخِزْىَ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ ٱلْءَاخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا۟ يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾

اللہ نے رسوائی دنیا کے جیتے اور عذاب آخرت کا اور بڑا ہے اگر یہ سمجھ رکھتے

۲۴۔ صحیح بخاری[1] و مسلم میں انسؓ بن مالک سے اور معتبر سند سے ترمذی میں ابو ہریرہؓ سے اور نسائی میں ابو ذرؓ سے جو روایتیں ہیں۔ ان کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے فرشتے نافرمان لوگوں کو ان کے منہ کے بل گھسیٹیں گے۔ اور ان کو اوندھے منہ آگ میں ڈال دیں گے۔ جس سے پہلے پہل ان کے منہ کو دوزخ کی آگ جھلس دے گی۔ آیت میں منہ سے عذاب کے روکنے کا جو ذکر ہے اس کا مطلب ان حدیثوں سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ جس نے منہ کے بل گھسیٹے جانے اور اوندھے منہ آگ میں ڈالے جانے سے اپنے آپ کو بچا کر جنت میں داخل ہونے کی سرخروئی حاصل کی وہ بہتر ہے یا جو اس عذاب میں گرفتار ہوا وہ بہتر ہے۔ پھر فرمایا کہ نافرمان لوگ جب اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے تو ان کو ذلیل کرنے کے لئے فرشتے ان سے یہ کہیں گے کہ تم لوگ دنیا میں جیسے کام کرتے تھے ان کی سزا میں اب یہ دوزخ کا عذاب چکھو۔

۲۵-۲۶ اوپر قریش میں کے سخت دل اور قابل دوزخ لوگوں کا ذکر تھا۔ اس لئے فرمایا کہ ان سے پہلے بھی ایسے لوگ گذر چکے ہیں۔ جنہوں نے سخت دلی سے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا اور ایسے لوگوں کا آخر انجام یہ ہوا کہ دنیا اور آخرت کے ناگہانی عذاب میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو پکڑ لیا۔ دنیا کے عذاب کا نتیجہ تو فقط اتنا ہی ہوا کہ وہ لوگ ہلاک ہو گئے۔ مگر آخرت کا عذاب سمجھ دار کے لئے بہت سخت ہے کہ وہاں طرح طرح کا عذاب ہے۔ اور موت نہیں ہے۔ صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث اور صحیح بخاری و ترمذی کے حوالہ سے ابو ذرؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آخرت کے عذاب کا پورا حال اگر میں لوگوں کے سامنے بیان کر دوں تو لوگ گھر بار چھوڑ کر جنگل کو نکل جائیں اور سوا رات دن کے رونے کے اور کچھ کام ان سے نہ ہو سکے۔ صحیح بخاری[3] مسلم وغیرہ کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی حدیث بھی اوپر گذر چکی ہے۔ کہ جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں چلے جانے کے بعد موت کو ذبح کر دیا جائے گا۔ یہ حدیثیں ولعذاب الاخرۃ اکبر کی گویا تفسیر ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اس عذاب کی سختی بیان سے باہر ہے۔ اور پھر مر کر بھی اس سختی سے چھٹکارہ ممکن نہیں ہے۔

---

[1] صحیح البخاری ج ۲ ص ۹۶۶ ابواب کیف الحشر صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۴ ابواب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار باب فی الکفار واخرج الترمذی عن بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ مرفوعا... وتجرون علی وجوھکم ثم قال الترمذی وفی الباب عن ابی ھریرۃ ھذا حدیث حسن الترمذی ج ۲ باب ما جاء فی شان الحشر ص ۸۷ [2] جامع الترمذی ج ۲ ص ۵۶ ما جاء فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا من ابواب الزھد و بخاری ج ۲ ص ۹۶۰ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا من کتاب الرقاق [3] بخاری ج ۲ ص ۹۶۹ حدیث ابو ھریرۃ وابن عمر باب یدخل الجنۃ سبعون الفا بغیر حساب و مسلم ج ۲ ص ۳۸۰ کتاب الجنۃ وصفتھا ونعیمھا حدیث ابی سعید وابی ھریرۃ ولیس فیہ ذکر الذبح وایضا لیس فیہ ذکر اھل النار و ج ۲ ص ۳۸۲ باب جھنم اعاذنا اللہ منھا حدیث ابی سعید۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا

اور ہم نے بیان کی لوگوں کو اس قرآن میں سب چیز کی کہاوت کہ شاید وہ سوچیں قرآن ہے عربی زبان کا

غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ

جس میں کجی نہیں کہ شاید وہ بچ چلیں اللہ نے بتائی ایک کہاوت ایک مرد ہے کہ اس میں کئی شریک ہیں ضدی

وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾

ایک مرد ہے پورا ایک شخص کا کوئی برابر ہوتی ہے ان کی کہاوت سب خوبی اللہ کو ہے پر وہ بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے

۲۷-۲۸- مطلب یہ ہے کہ شرک کی برائیوں اور توحید کی خوبیوں کی مثالیں قرآن شریف میں لوگوں کے سمجھنے کے لئے بیان کردی گئی ہیں مثلاً سورۃ الرعد میں جو مثال اسی باب میں بیان فرمائی اُس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں یا کسی اور سے مدد چاہتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جس طرح کوئی پیاسا آدمی پانی سے دور کھڑا ہو کر اس امید میں رہے کہ پانی خود بخود اس کے منہ میں آجائے گا انجام اس بیجا امید کا یہی ہوگا کہ پانی خود بخود کسی کے منہ تک آنے کی قدرت نہیں رکھتا اس لئے وہ شخص پیاسا ہی رہے گا اب جس طرح پانی میں کسی کے منہ تک آنے کی قدرت نہیں یہی حال مشرکوں کی پوجا کی مورتوں اور مورتوں کی اصل صورتوں کا ہے کہ اُن کو اللہ تعالیٰ کے کسی کارخانہ میں کچھ دخل نہیں۔ اس لئے بغیر مرضی الٰہی کے وہ کسی کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے۔ اسی مثال میں فرمایا لہ دعوۃ الحق جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو اس طرح پیدا کیا۔ کہ اُس میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ اسی سبب سے وہ انسان کی ہر ایک ضرورت سے واقف اور کوئی چیز اُس کی قدرت سے باہر نہیں ہے۔ اسی واسطے ہر شخص کو چاہیئے کہ خالص دل سے اس کو اپنا معبود جانے اور اُس سے اپنی ہر ایک ضرورت کے رفع ہونے کی التجا کرے۔ اس طرح کی مثالیں قرآن شریف میں اور بھی بہت ہیں جو جگہ جگہ گزر چکی ہیں قریش کو مکہ کے قحط کے وقت اس طرح کی مثالوں کا تجربہ ہو چکا ہے۔ کہ اُن کے بتوں سے دفع قحط میں کچھ مدد نہ ملی آخر اللہ کے رسول کی دعا سے مینہ برسا صحیح بخاری وغیرہ کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث مکہ کے قحط کے باب میں ایک جگہ گزر چکی ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ لوگ عرب ہیں۔ اس لئے جس قرآن میں یہ مثالیں ہیں وہ ان کی زبان کے صاف صاف لفظوں اتارا گیا ہے۔ تاکہ یہ لوگ اُن مثالوں کو سمجھ کر اللہ سے ڈریں اور شرک سے باز آئیں۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی مثال مینہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگوں کی مثال اچھی بری زمین کی بیان فرمائی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث بھی گذر چکی ہے۔ کہ دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم غیب کے موافق اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے۔ کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کریں گے اور کتنے دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل۔ ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ قرآن میں سمجھ دار کے لئے مثالیں تھیں۔ زبان بھی خاص قریش کی تھی لیکن ہیں کے جو لوگ علم الٰہی میں دوزخی قرار پا چکے تھے ان کے حق میں قرآن کی نصیحت ایسی رائیگاں ہے جس طرح بری زمین میں مینہ کا پانی رائیگان جاتا ہے۔

۲۹- اسے شرک کی برائی اور توحید کی خوبی کی جس طرح کی ایک مثال اوپر گذری اس طرح کی یہ دوسری مثال ہے۔ عرب میں غلاموں

لہ تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۵۲ - ۲ تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۶۳ - ۳ تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۴ -

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَّيِّتُونَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِندَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ ﴿۳۱﴾ ع ۱۰

بیشک تو بھی مرتا ہے اور وہ بھی مرتے ہیں پھر مگر تم دن قیامت کے اپنے رب کے آگے جھگڑو گے

کا بہت دستور ہے۔ اس دستور کے موافق کسی غلام کا ایک آقا ہے اور کسی کے کئی آقا ہیں۔ پچھلی صورت میں آقا تو جدا جھگڑتے رہتے ہیں۔ مثلاً کوئی غلام کو بازار میں بھیج کر خرید و فروخت کی خدمت چاہتا ہے اور کوئی غلام سے گھر کا کام لینا چاہتا ہے غلام جدا کشمکش میں رہتا ہے کہ ایک آقا کی خدمت کرے تو دوسرا ناراض ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں[1] کہ یہ مثال مشرک اور صاحب توحید کے باب میں ہے کیونکہ جو شخص ایک آقا کا غلام ہے۔ اس کا آقا اس کی خبرگیری کرتا ہے اور وہ اپنے آقا کی دل سے خدمت بجالاتا ہے۔ یہی حال صاحب توحید کا ہے۔ کہ وہ اپنے مالک حقیقی کی فرمانبرداری کرتا ہے اور وہ مالک حقیقی اس کو رزق دیتا ہے۔ اور جو شخص کئی آقاؤں کی غلامی کی کس کمش میں ہے اس کا حال مشرک کا ہے کہ جھوٹے مالکوں کی فرمانبرداری کے سبب سے مالک حقیقی اس سے ناخوش ہے اور ظاہر میں اگرچہ یہ مشرک شیطان کے بہکانے سے اس مالک حقیقی کی فرمانبرداری میں غیروں کو شریک کرتے ہیں مگر ان کے دل جانتے ہیں کہ مصیبت کے وقت سوا اس مالک حقیقی کے اور کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ اس واسطے مصیبت کے وقت یہ لوگ خالص اللہ ہی سے مصیبت ٹل جانے کی التجا کرتے ہیں۔ چنانچہ کشتی کی سواری اور ڈوبنے کے خوف کے وقت ان لوگوں کی جو حالت ہوتی ہے اس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ الحمد للہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کی ذات پاک میں جو خوبی ہے اس کو نافرمانوں کے دل بھی جانتے ہیں۔ بل اکثرھم لا یعلمون اس کا مطلب یہ ہے کہ مصیبت کے وقت اگرچہ اللہ تعالیٰ کی خوبی کو ان لوگوں کے دل جانتے ہیں مگر راحت کے وقت شیطان کے بہکانے سے ان میں کے اکثر لوگ اس حالت پر قائم نہیں رہتے عرب میں شاعر بہت ہوتے ہیں۔ اور عرب لوگ جن شاعروں کو اپنا مخالف سمجھتے تھے۔ ان شاعروں کی موت کی تمنا کیا کرتے تھے۔ قریش بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر خیال کر کے آپ کی وفات کی تمنا کیا کرتے تھے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ موت سے تو کوئی بچنے والا نہیں لیکن بہکانے والوں کے بہکانے سے اب یہ لوگ اللہ کے رسول کو شاعر بتلاتے رہے ہیں۔ قیامت کے دن جب یہ بہکنے والے اور بہکانے والے اللہ تعالیٰ کے روبرو جھگڑیں گے۔ اور ایک دوسرے کو لعن طعن کرے گا اس وقت اصل حال کھل جائے گا ان مشرکوں کا اپنے بہکانے والوں اور سب بہکانے والوں کے سرگروہ شیطان سے قیامت کے دن جو جھگڑا ہو گا اس کا ذکر سورۃ ابراہیم اور سورۃ سبا میں گذر چکا ہے وہی آیتیں ثم انکم یوم القیمۃ عند ربکم تختصمون کی گویا تفسیر ہیں۔ صحیح[2] مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث گذر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم غیب کے موافق اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے۔ کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کریں گے۔ اور کتنے دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل۔ اس حدیث کو پہلی آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آیت میں جو مثال بیان کی گئی وہ ہر وقت قریش کی آنکھوں کے سامنے تھی کیونکہ قوم کے لوگوں میں سینکڑوں غلام ان دونوں قسموں کے موجود تھے۔ جن کا ذکر آیت میں ہے۔ اس واسطے جو حالت دونوں قسموں کے غلاموں کی آیت میں ہے۔ وہ قریش میں کا ہر شخص خوب جانتا تھا اور جس بات کے جھٹلانے کے لئے یہ مثال بیان کی گئی تھی مکہ کے قحط کے وقت وہ بات بھی ظہور میں آچکی تھی۔ کہ اس قحط میں ان بت پرستوں کے

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۵۲ ج ۴۔ [2] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۴۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ

پھر اس سے ظالم کون جس نے جھوٹ بولا اللہ پر اور جھٹلایا سچی بات کو جب پہنچی اس کے پاس کیا نہیں دوزخ میں

مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾

ٹھہراؤ منکروں کا اور جو لایا سچی بات اور سچ مانا اس کو وہی لوگ ہیں ڈر والے

لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾

ان کو ہے جو چاہیں اپنے رب کے پاس یہ ہے بدلا نیکی والوں کا

بُت کچھ کام نہ آئے۔ یہ سب کچھ تو تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق اُن میں کے جو لوگ دوزخ میں جھونکنے کے قابل قرار پا چکے تھے۔ اُن کو نہ آیت کی مثال نے کچھ ہوشیار کیا نہ مکہ کے قحط کے تجربہ نے۔ آخر انجام یہ ہوا کہ بدر کی لڑائی کے وقت وہ شرک کی حالت میں مارے گئے اور مرتے ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہو گئے۔ جس عذاب کے جتانے کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو سچا پا لیا۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم کی انس بن مالک کی روایت سے یہ قصہ اوپر گذر چکا ہے۔[1]

۳۲-۳۴۔ اللہ کی عبادت میں غیروں کو شریک کرنا اور اللہ کو صاحب اولاد ٹھہرانا یا بتوں کے نام پر جانور چھوڑ کر اُن کو حرام قرار دینا یہ بھی اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ وکذب بالصدق اس کا مطلب قرآن کو جھٹلانا کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں اور اللہ کے کلام کو جھٹلانے والوں کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ پھر فرمایا اللہ کے رسول جو اللہ کا کلام لوگوں کی ہدایت کے لئے لائے اور امت میں کے وہ اللہ سے ڈرنے والے لوگ جنہوں نے اللہ کے کلام کو دل سے سچا جان کر اُس کی نصیحت کے موافق عمل کیا۔ ان کا ٹھکانہ جنت ہے جس میں ہر طرح کی نعمتیں موجود ہیں جس چیز کو اُن کا جی چاہے گا وہ اُسی وقت موجود ہو جاوے گی۔ آخر کو فرمایا خالص دل سے عبادت کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ایسا ہی بدلہ دیوے گا۔ کہ جو نعمت وہ چاہیں وہ اُن کو ملے۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ پہلی آیت میں اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں اور اللہ کے کلام کو جھٹلانے والوں کا ذکر مذمت کے طور پر فرما کر اُن کا انجام بتلایا۔ اور آخر کی دونوں آیتوں میں نیک لوگوں کا ذکر تعریف کے طور پر فرما کر اُن کا انجام بتلایا۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث گذر چکی ہے۔[2] جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہ کے پانی کی، اور اچھے برے لوگوں کی مثال اچھی بری زمین کی بیان فرمائی ہے۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ جس طرح مینہ کا پانی عام فائدہ کے لیے برستا ہے۔ اسی طرح اگرچہ قرآن کی نصیحت سب کے فائدہ کے لئے تھی۔ لیکن جس طرح بری زمین میں مینہ کا پانی رائیگان جاتا ہے۔ اسی طرح جن لوگوں کا ذکر پہلی آیت میں ہے اُن کے حق میں قرآن کی نصیحت رائیگان گئی۔ اور اچھی زمین میں جس طرح مینہ کے پانی کا اچھا ظہور ہوتا ہے۔ جن لوگوں کا ذکر آخر کی دونوں آیتوں میں ہے اُن کے حق میں قرآن کی نصیحت کا وہی ظہور ہوا۔

[1] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۲۲۔ [2] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۶۳۔

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

تا اتارے اللہ ان سے برے کام جو کیے تھے اور بدلے میں دے ان کا نیگ بہتر کاموں کا جو کرتے تھے

۳۵۔ برائی جو شامت نفس کے سبب سے آدمی سے ہو جاتی ہے۔ اُس کے دور کرنے کی چند صورتیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں ایک تو توبہ ہے صحیحین[1] میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت آدمی گناہ کرے۔ اور پھر اپنے گناہ کا اقرار کرے۔ اور شرمادے۔ تو اللہ تعالیٰ اُس کا گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ اور اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے جب تک قیامت کے قریب آفتاب مغرب کی طرف سے نکلے گا۔ اُس وقت تک دنیا میں جو گنہ گار لوگ ہوں گے اُن کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ صحیح مسلم[2] میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مغرب کی طرف سے آفتاب نکلنے سے پہلے جو شخص توبہ کرے۔ اُس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ یہ تو عام دنیا بھر کے گنہگاروں کی توبہ قبول ہونے کا وقت ہے۔ اِس عام وقت کے اندر خاص خاص گناہ گار لوگ موت کے وقت روح کے حلقوں میں آجانے سے ایک خراٹا جو لگتا ہے۔ اُس خراٹے سے پہلے اگر توبہ کر لیویں گے۔ تو اُن کی توبہ قبول ہو جائے گی ترمذی[3] اور ابن ماجہ کی عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں اس کا ذکر تفصیل سے ہے۔ ترمذی نے اِس حدیث کو معتبر قرار دیا ہے۔ صحیح مسلم[4] میں ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے۔ کہ آفتاب کے مغرب سے نکلنے تک رات دن میں دو دفعہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کا ہاتھ پھیلاتا ہے۔ تاکہ دن کا گنہ گار رات کو اور رات کا گنہ گار دن کو توبہ کرے تو فوراً اُس کی توبہ قبول ہو جاوے۔ ماسوا توبہ کے چند نیک عمل بھی ایسے ہیں۔ کہ اُن سے گناہ دور ہو جاتے ہیں چنانچہ سورہ ہود کی آیت ان الحسنات یذھبن السیئٰت میں اُس کی تفسیر گذر چکی ہے۔ اور صحیحین[5] کے حوالہ سے اُس آیت کی شان نزول بھی گذر چکی ہے۔ کہ ایک شخص نے صحبت سے کم درجہ کی کچھ بیہودہ باتیں ایک عورت سے کی تھیں۔ اُس پر اللہ تعالیٰ نے فرض پانچوں نمازوں کا ذکر فرما کر یہ فرمایا۔ کہ نیک کاموں کے طفیل سے برائیاں جاتی رہتی ہیں۔ اور رمضان کے روزوں اور شب قدر کے جاگنے کو حضرت ابوہریرہ کی صحیحین[6] کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اِس سے رمضان سے پہلے کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اِسی طرح صحیح مسلم کی[7] ابوقتادہ کی روایت میں آپ نے فرمایا کہ عرفہ کے دن کے روزے سے دو برس کے اور عاشورہ کے دن کے روزے سے برس دن کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح صحیحین[8] کی حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں حج کو آپ نے فرمایا ہے۔ کہ جس کا حج قبول ہو جاوے۔ وہ شخص گناہوں سے ایسا پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ جس طرح آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اِسی طرح حدیث شریف میں اور بھی نیک کاموں کا ذکر ہے۔ اب توبہ اور نیک کاموں سے جو گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اُن کے علاوہ کچھ گناہ اگر بعضے لوگوں کے نامہ اعمال میں باقی رہ جاویں گے۔ اور اللہ کو اُن لوگوں کا بخشنا منظور ہو گا۔ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُن کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیوے گا

[1] بحوالہ مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۳ باب الاستغفار والتوبۃ [2] صحیح مسلم باب التوبۃ ص ۳۴۶ ج ۲ [3] جامع ترمذی ابواب الدعوات ص ۲۱۵ ج ۲ و سنن ابن ماجۃ باب ذکر التوبۃ ص ۳۲۴ [4] صحیح مسلم باب قبول التوبۃ فی الذنوب الخ ص ۳۵۸ ج ۲۔
[5] صحیح مسلم باب قول اللہ تعالیٰ ان الحسنٰت یذھبن السیئات ص ۳۵۶ ج ۲ [6] صحیح بخاری باب قیام رمضان من الایمان ص ۱۰ ج ۱۔
[7] صحیح مسلم باب استحباب صیام ثلاثۃ ایام الخ ص ۳۶۸ ج ۱ [8] صحیح بخاری باب فضل الحج المبرور ص ۲۰۶ ج ۱۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا

کیا اللہ بس نہیں اپنے بندے کو اور تجھ کو ڈراتے ہیں ان سے جو اس کے سوا ہیں اور جس کو راہ بھلا دے اللہ تو کوئی

لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾

نہیں اس کو راہ دینے والا اور جس کو راہ سوجھا دے اللہ اس کو کوئی نہیں بھلانے والا کیا نہیں ہے اللہ زبردست بدلا لینے والا

چنانچہ صحیح مسلم[1] میں حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا قیامت کے دن کا حال بیان فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کے کبیرہ گناہ اُس کے نامۂ اعمال سے الگ کر کے فقط صغیرہ گناہ جو اس شخص نے دنیا میں کئے تھے۔ وہ اُس کو دکھلادے گا۔ جب وہ شخص اِن گناہوں کا اقرار کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ حکم دیوے گا۔ کہ اُس کے ہر گناہ کے بدلہ میں نیکی بدل دی جاوے یہ حکم سن کر وہ شخص کہے گا۔ یا اللہ میں نے تو سوا اِن صغیرہ گناہوں کے بڑے بڑے گناہ بھی دنیا میں کئے تھے وہ کہاں ہیں اِس شخص کا یہ بیان ذکر کر کے آپ کو ہنسی آئی۔ اور خوب ہنسے۔ اور حدیثوں میں بھی اس طرح گناہوں کے نیکیوں کے ساتھ بدل جانے کا ذکر آیا ہے یہ تو گناہوں کے دور ہو جانے کا ذکر ہوا۔ نیک عملوں کے بدلہ میں بہتر چیز کے دینے کا تذکرہ جو اس آیت میں ہے اُس کا ذکر اوپر حضرت ابوہریرہؓ کی صحیحین کی روایت[2] میں گذر چکا ہے کہ دس درجہ سے لے کر سات سو تک ایک نیکی کا ثواب ملے گا۔ اور بعضی حدیثوں میں اس سے بھی زیادہ کا ذکر آیا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے۔ کہ جن نیک لوگوں کا ذکر اوپر کی آخری دو آیتوں میں ہے۔ اُن کی نیکیوں کا ثواب بڑھا کر اور اُن کے گناہوں کو معاف فرما کر اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل کرے گا۔ تاکہ جنت میں اُن کو عالی مقام ملے۔ اور گناہوں کے معاف ہو جانے کے سبب سے وہ بالکل دوزخ سے دور رہیں۔

۳۶-۳۷- جن آیتوں میں مشرکین مکہ کے بتوں کی مذمت ہوتی تھی۔ اُن آیتوں کو سن کر یہ مشرک لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ٹھاکروں کی طرف سے ڈراتے تھے۔ کہ اِن مشرکوں کے ٹھاکر آپ کو کوئی نقصان پہنچا دیویں گے۔ اُس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے اور رسول کی حمایت کے لئے کافی ہے۔ بغیر مرضی اللہ کی کسی کی کیا مجال ہے۔ جو اللہ کے رسول کو کچھ نقصان پہنچا سکے۔ مکہ کے قحط کے وقت اِن مشرکوں کو اپنے ٹھاکروں کی بے بسی معلوم ہو چکی ہے۔ اُس پر بھی یہ لوگ اپنے ٹھاکروں کو صاحب اختیار جو گنتے ہیں۔ اُس کا سبب یہی ہے۔ کہ اللہ کے علم غیب میں یہ لوگ گمراہ ٹھہر چکے ہیں۔ کیونکہ جو لوگ اللہ کے علم غیب میں راہ راست پر آنے والے ٹھہرے ہیں۔ وہ ایسی نادانی کی باتیں منہ سے نہیں نکالتے۔ پھر فرمایا یہ تو اپنے ٹھاکروں سے ڈراتے ہی رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے کارخانہ میں ان لوگوں کی ایسی باتوں کی سزا کا وقت آ جاوے گا تو وہ ایسا زبردست بدلا لینے والا ہے۔ کہ اُس کے بدلا لینے کے وقت اُن کا کوئی ٹھاکر اُن کے کچھ کام نہ آوے گا۔ صحیح بخاری و مسلم[3] کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث اوپر گذر چکی ہے۔ کہ بدر کی لڑائی کے وقت اس طرح کے بدلا لینے کی آیتوں کا یہ ظہور ہوا۔ کہ اِن مشرکین مکہ میں کے بڑے بڑے بتوں کے حامی و مددگار اِس لڑائی میں مارے گئے۔ اور مرتے ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہو گئے۔ جس عذاب کے جتلانے کے لئے اللہ کے رسول نے اُن لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا۔ کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ کے بدلہ لینے کے وعدہ کو سچا پا لیا۔

[1] صحیح مسلم باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار ص ۱۰۶ ج ۱۔ [2] صحیح مسلم باب بیان تجاوز اللہ تعالیٰ عن حدیث النفس والخواطر بالقلوب ص ۷۸ ج ۱۔ [3] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۲۲۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ

اور جو تو ان سے پوچھے کس نے بنائے آسمان اور زمین تو کہیں اللہ نے تو کہہ بھلا دیکھو تو جن کو پوجتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِیَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِیْ بِرَحْمَةٍ

اللہ کے سوائے اگر چاہے اللہ مجھ پر کچھ تکلیف وہ ہیں کہ کھول دیں تکلیف اس کی ڈالی یا وہ چاہے مجھ پر مہر

هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ؕ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾

وہ ہیں کہ روک دیں اس کی مہر تو کہہ مجھ کو بس ہے اللہ اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں بھروسہ رکھنے والے

۳۸۔ صحیح[1] بخاری کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ایک جگہ گذر چکی ہے۔ کہ قوم نوح میں کچھ نیک لوگ مرگئے تھے۔ جن کے مرجانے کا رنج قوم کے لوگوں کو بہت تھا۔ شیطان نے موقعہ پاکر قوم کے لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا۔ کہ ان نیک لوگوں کی صورت کے بت بنا کر نگاہ کے روبرو رکھ لئے جاویں۔ تو اُن نیک لوگوں کے آنکھوں کے سامنے سے اٹھ جانے کا رنج کچھ کم ہو جاوے گا۔ قوم کے لوگوں نے اس شیطانی وسوسہ کے موافق عمل کیا۔ اور پھر رفتہ رفتہ اُس ملعون نے اُس وسوسہ سے جہان میں یہ بات پھیلائی۔ کہ جو کوئی ان نیک لوگوں کی مورتوں کو پوجے گا۔ تو یہ نیک لوگ بارگاہ الٰہی میں اُس کی شفاعت کریں گے۔ اسی واسطے مشرک لوگ پشت در پشت بتوں کو شفعاؤنا عنداللہ کہتے چلے آئے۔ اور خالق اور رازق اللہ کو ہی سمجھتے رہے۔ مشرکوں کی اس بات پر انہیں یوں قائل کیا گیا ہے۔ کہ اے رسول اللہ کے تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ مخلوقات کے پیدا کرنے میں جب ان بتوں کا کچھ دخل نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی تکلیف کو ٹال دینے یا راحت کو تکلیف سے بدل دینے میں نہ اُن کو کچھ دخل ہے۔ نہ اُن کے نقصان پہنچانے سے میں کچھ ڈرتا ہوں۔ مجھ کو تو فقط اللہ ہی کافی ہے۔ جس پر سب کا بھروسہ ہے۔ اور جس کے اختیار میں ساری مخلوقات کا نفع اور نقصان ہے۔ مسند امام احمد[2] اور ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس سے صحیح روایت ہے۔ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام مخلوقات کسی شخص کو کچھ نفع یا نقصان پہنچانے کا ارادہ کرے تو بغیر مرضی الٰہی کے نہ کسی کو کوئی نفع پہنچا سکتا ہے۔ نہ نقصان یہ حدیث اللہ پر بھروسہ رکھنے کی گویا تفسیر ہے اس تفسیر میں یہ بات ایک جگہ گذر چکی ہے۔ کہ دنیا عالم اسباب میں ظاہری اسباب کو کام میں لاکر اُن اسباب کی تاثیر کو اللہ پر سونپنا شریعت میں بھی معنے اللہ پر بھروسہ رکھنے کے ہیں۔ یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ ظاہری اسباب کو آدمی بالکل کام میں بھی نہ لاوے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ تجارت زراعت سب کچھ کرتے تھے۔ اور اپنا اصل بھروسہ اللہ پر رکھتے تھے اور خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمر کی روایت میں فرمایا اللہ تعالیٰ نے میرا رزق میرے نیزہ کے رکھا ہے۔ عبداللہ بن عمر کی یہ حدیث مسند امام احمد[3] میں ہے اور اس کی سند کے ایک راوی عبدالرحمٰن بن ثابت بن ثوبان کو اگرچہ بعضے علما نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لیکن ابن معین نے ان عبدالرحمٰن کو معتبر اور ابو حاتم نے ثقہ کہا ہے علاوہ اس کے مصنف ابن ابی شیبہ میں بعضی مرسل روایتیں معتبر سند کی ایسی ہیں۔ جن سے اس روایت کو

[1] صحیح بخاری تفسیر سورہ نوح ص ۷۳۲ ج ۲۔ [2] جامع ترمذی ابواب الزھد ص ۷۸ ج ۲۔

[3] تفسیر ابن کثیر ص ۱۵۱ ج ۴۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ

تو کہہ اے قوم کام کیے جاؤ اپنی جگہ میں بھی کام کرتا ہوں اب آگے جان لوگے کس پر آتی ہے

عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ

آفت کہ اس کو رسوا کرے اور اترتی ہے اس پر مار سدا کی ہم نے اتاری ہے تجھ پر کتاب لوگوں کے واسطے سچے دین کے ساتھ

فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾

پھر جو کوئی راہ پر آیا سو اپنے بھلے کو اور جو کوئی بہکا سو یہی کہ بہکا وے اپنے برے کو اور تجھ پر اُن کا ذمہ نہیں

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى

اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو اُن کے مرنے کا اور جو نہیں مریں اُن کی نیند میں پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر

تقویت ہو جاتی ہے۔

۳۹-۴۱- اوپر یہ ذکر تھا کہ ہر کام میں آدمی کو اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے اب ان آیتوں میں فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان مشرکوں سے کہہ دو کہ میں تو اللہ پر اپنا بھروسہ رکھ کر تم کو نصیحت کرے جاؤں گا تم اگر میری نصیحت کو نہیں مانتے تو جو کچھ تم کر رہے ہو وہ کر و اب آگے تمہیں اس کا خمیازہ دنیا اور آخرت میں بھگتنا پڑے گا۔ صحیح بخاری[1] و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ بدر کی لڑائی کے وقت مشرکین مکہ میں کے بڑے بڑے سردار دنیا میں نہایت ذلت سے مارے گئے اور مرتے ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہو گئے اور یہ بھی گذر چکا ہے کہ آئندہ کی خرابی کا وعدہ قریش سے جن آیتوں میں تھا انسؓ بن مالک کی یہ حدیث گویا ان سب کی تفسیر ہے اسی کے موافق ان آیتوں میں عذاب دنیا اور عذاب آخرت کا جو وعدہ ہے یہی حدیث اس کے ظہور کی بھی تفسیر ہے کیونکہ اس حدیث سے عذاب یخزیہ ویحل علیہ عذاب مقیم۔ کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے اب آگے فرمایا اے رسول اللہ کے اس قرآن میں اللہ تعالیٰ نے دین کی وہ سچی باتیں تم پر نازل فرمائی ہیں کہ جس نے ان پر عمل کیا وہ بھلائی کو پہنچا اور جو اس راستہ سے بہکا وہ خرابی میں پڑ گیا اور اے رسول اللہ کے ان بہکنے والوں کی گمراہی کا کچھ الزام تمہارے ذمہ نہیں ہے کیونکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے نتیجہ کا ظہور ہے جو ضرور ہو کر رہے گا صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم غیب کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کریں گے اور کتنے آدمی دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل یہ حدیث وما انت علیھم بوکیل کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول کا کام فقط نصیحت کا کر دینا ہے رہا اس نصیحت کا نتیجہ وہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق ہے اس کی ذمہ داری اللہ کے رسول پر نہیں ہے مثلاً اللہ کے رسول کی نصیحت کے اثر سے سارے قریش اسلام کے تابع کیوں نہ ہوئے اس کا کچھ الزام اللہ کے رسول پر نہیں ہے۔

۴۲- شاہ صاحب نے اپنے اردو فائدہ میں یہ جو لکھا ہے کہ نیند میں جو جان کھینچتی ہے یہ جان وہ ہے جس کو ہوش کہتے ہیں

[1] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۲۲۔ [2] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۴۔

عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۴۲﴾

مرنا ٹھہرایا ہے اور بھیجتا ہے دوسروں کو ایک ٹھہرے وعدے تک البتہ اس میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو دھیان کریں

اور ایک جان جس سے سانس چلتا ہے اور نبضیں اچھلتی ہیں اور کھانا ہضم ہوتا ہے وہ دوسری ہے وہ موت سے پہلے نہیں کھنچتی مفسرین میں سے یہ قول ابراہیم بن سری زجاج کا ہے۔ قشیری اور بعضے اور مفسروں نے اس قول پر اعتراض کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ آیت کے مضمون سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نیند اور موت کے وقت ایک ہی چیز ہے جو کھنچتی ہے۔ اگر نیند کی حالت میں وہ کھنچ کر پھر جسم میں نہ آئے تو مردہ ہے اور اگر پھر جسم میں آ گئی تو زندہ ہے صحیحین[1] میں حضرت ابوہریرہ کی سونے کے وقت کی دعا کی بڑی ایک حدیث ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ یا اللہ اگر سونے کی حالت میں جان جو جسم سے الگ ہو گئی ہے اس کو تو روک رکھے تو اس جان پر اپنا رحم کر اور اگر وہ جان پھر جسم میں آئے تو اس کو نیک کام کرنے کی توفیق عنایت فرما اسی طرح صحیح بخاری[2] و مسلم میں براءؓ بن العازب سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے فرمایا سوتے وقت یوں کہنا چاہئے یا اللہ اپنی جان تجھ کو سونپتا ہوں ان صحیح حدیثوں سے قشیری کے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے کہ ایک ہی جان ہے جو نیند میں کھنچ جاتی ہے اور پھر جسم میں وہ نہ آئے تو آدمی مردہ ہو جاتا ہے۔ رہی یہ بات کہ سوتے آدمی اور مردہ میں تو فرق ہے سوتے آدمی کی نبضیں چلتی رہتی ہیں سانس چلتا رہتا ہے کھانا ہضم ہوتا ہے سوتے وقت جان کنی کی تکلیف آدمی کو نہیں ہوتی موت اور نیند کے جان کے کھنچنے میں کیا فرق ہے اس کا جواب حضرت علیؓ نے یہ دیا ہے کہ نیند کے وقت روح کا تعلق جسم سے موت کے وقت کی طرح بالکل الگ نہیں ہوتا بلکہ جس طرح آفتاب آسمان پر ہے اس کی شعاع زمین پر ہے نیند کی حالت کی جسم اور روح کی جدائی اسی طرح کی ہے اور موت کے وقت جسم اور روح کی جدائی ایسی ہے جس طرح قیامت میں آفتاب کا نور آفتاب کے جرم سے بالکل الگ کر دیا جائے گا حضرت عبداللہ بن عباس سے اس باب میں مختلف روایتیں ہیں تفسیر ابراہیم میں منذر اور تفسیر ابن[3] ابی حاتم میں جو حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ انسان کے بدن میں روح اور نفس دو چیزیں ہیں سونے کی حالت میں روح بدن میں رہتی ہے اور نفس نکل جاتا ہے مسند عبد بن حمید[4] میں جو روایت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک ہی چیز جس کو روح کہتے ہیں انسان کے بدن میں ہے اور مرنے کے وقت وہی جسم سے نکل جاتی ہے اور خواب میں مردوں کی روح سے ملتی ہے اور بات چیت کرتی ہے مسند عبد بن حمید کی روایت اوپر کی صحیح حدیثوں کے موافق ہے اس واسطے یہی قول صحیح ہے۔ بعضے متکلمین نے کہا ہے ہر نبی کے جسم میں پانچ روحیں ہوتی ہیں اور ہر مومن کی جسم میں تین روحیں لیکن یہ قول دلیل شرعی کا محتاج ہے۔ ان فی ذلک لآیت لقوم یتفکرون اس کا مطلب یہ ہے کہ نیند میں جان کا جسم سے الگ ہو جانا اور جاگنے کے وقت پر اس کا جسم میں آ جانا دھیان کرنے والوں کے لئے حشر کے ایک ایسی بڑی نشانی ہے جو بہت سی نشانیوں کے برابر ہے۔ صحیح بخاری[5] میں حذیفہ بن الیمان سے اور صحیح مسلم میں براء بن العازب سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سوتے سے اٹھ کر یہ فرمایا کرتے تھے

[1] بخاری شریف باب التعوذ والقراءة عند النوم۔ ص ۹۳۵ ج ۲۔ [2] صحیح بخاری باب ما یقول اذا نام۔ ص ۹۳۴ ج ۲۔
[3]، [4] بحوالہ تفسیر الدر المنثور ص ۳۲۹ ج ۵۔ [5] صحیح بخاری باب ما یقول اذا نام ص ۹۳۴ ج ۲۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾

کیا انہوں نے پکڑے ہیں اللہ کے سوائے کوئی سفارش والے تو کہہ اگرچہ ان کو اختیار نہ ہو کسی چیز کا اور نہ بوجھ تو بھی

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾

تو کہہ اللہ کے اختیار ہے سفارش ساری اسی کا راج ہے آسمان و زمین میں پھر اسی کی طرف پھیرے جاؤ گے

وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ

اور جب نام لیجئے اللہ کا نرا رک جاویں دل ان کے جو یقین نہیں رکھتے پچھلے گھر کا اور جب نام لیجئے

سب تعریف اسی اللہ کے لئے شایان ہے جس نے ہم کو نیند کی مردنی سے جس طرح زندہ کیا اسی طرح وہ ہم کو قبروں سے اٹھائے گا۔ ان روایتوں کو آیت کے آخری ٹکڑے کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ نیند کی حالت میں جان کا جسم سے الگ ہو جانا اور جاگنے کی حالت میں اس کا پھر جسم میں آجانا حشر کا پورا نمونہ ہے۔

۴۳-۴۴۔ صحیح بخاری[1] کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت اوپر گذر چکی ہے کہ قوم نوح میں کے بعضے نیک لوگ جب مرگئے اور ان کے مرجانے کا قوم کے لوگوں کو رنج ہوا تو پہلے پہل شیطان نے قوم کے لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ان نیک لوگوں کی صورتوں کے بت بنا کر آنکھوں کے سامنے رکھ لئے جائیں تو ان نیک لوگوں کے آنکھوں کے سامنے سے اٹھ جانے کا رنج کچھ کم ہو جائے گا پھر ان لوگوں کی نسل میں رفتہ رفتہ اس وسوسہ شیطانی نے ان بتوں کی پوجا اس وسوسہ سے پھیلا دی کہ جو کوئی ان نیک لوگوں کی مورتوں کو پوجے گا تو یہ نیک لوگ بارگاہ الٰہی میں اس کی شفاعت کریں گے غرض اس وسوسہ شیطانی کا جو اثر قدیم سے بت پرستوں میں چلا آتا تھا اسی کے موافق قریش بھی یہ کہتے تھے کہ جن بتوں کی ہم پوجا کرتے ہیں یہ نیک لوگوں کی مورتیں ہیں اور ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ جو کوئی ان نیک لوگوں کی مورتوں کو پوجے گا تو یہ نیک لوگ بارگاہ الٰہی میں اس کی شفاعت کریں گے۔ ان مشرکوں کی اس بات کا ایک جواب تو اللہ تعالیٰ نے سورہ یونس میں دیا تھا کہ نیک لوگوں کی شفاعت تو درکنار قیامت کے دن وہ نیک لوگ اللہ کو گواہ قرار دے کر اس پوجا سے اپنی بیزاری اور برأت ظاہر کریں گے۔ یہاں جو مشرکوں کی اس بات کا جواب دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ مورتوں کی اصل صورتوں والے تو اس شفاعت سے بیزار اور یہ پتھر کی مورتیں بے جان ناسمجھ بالکل بے بس ہیں اس لئے یہ فقط ایک شیطانی وسوسہ ہے جس نے ان لوگوں کو اس بے ٹھکانے شفاعت کے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔ صحیح بخاری[2] میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کی نجات کے لئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں سفارش کریں گے مگر بارگاہ الٰہی میں ان کی سفارش منظور نہ ہو گی۔ اس حدیث کو آخری آیۃ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن جب سب مخلوقات اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہو گی تو شفاعت کا منظور کرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہو گا یہاں تک کہ برخلاف مرضی الٰہی کے ابراہیم علیہ السلام آزر کی نجات کی شفاعت کریں گے جو منظور نہ ہو گی۔

۴۵-۴۶۔ مشرکین مکہ جو کہتے تھے کہ ہم نیک لوگوں کی مورتوں کی پوجا اس لئے کرتے ہیں کہ وہ نیک لوگ بارگاہ الٰہی

[1] صحیح بخاری تفسیر سورہ نوح ص ۷۳۲ ج ۲۔ [2] صحیح بخاری باب واتخذ اللہ ابراہیم خلیلا ص ۴۷۳ ج ۱۔

الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ

ان کے سوائے اوروں کا تب ہی وہ لگیں خوشیاں کرنے تو کہہ اے اللہ پیدا کرنے والے آسمان و زمین کے جاننے والے

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾

چھپے اور کھلے کے تو ہی فیصلہ کرے اپنے بندوں میں جس چیز میں وہ جھگڑ رہے تھے

میں ہماری سفارش کریں گے ان مشرکین کی اس بات کا ایک جواب تو اللہ تعالیٰ نے سورہ یونس میں دیا تھا جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن وہ نیک لوگ بجائے سفارش کے ان مشرکوں کے شرک سے اپنی بیزاری ظاہر کریں گے دوسرا جواب اس بات کا ان آیتوں میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کی جن آیتوں میں اکیلے اللہ کا نام آئے تو ان آیتوں کو سن کر ان اللہ کے سامنے کھڑے ہونے والے منکروں کے دل میں نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور جب ان کے بتوں کا نام آئے تو ان کے دل خوش ہو جاتے ہیں یہ سفارش کی امید کا طریقہ نہیں ہے بلکہ یہ مشرکوں کا طریقہ ہے جن مشرکوں کے حق میں اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ جس طرح اونٹ سوئی کے ناکے میں نہیں جا سکتا اسی طرح مشرک کی نجات بھی نہیں ہو سکتی اسی واسطے ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کی سفارش کریں گے اور وہ منظور نہ ہوگی[۱] ان مشرکین کی حالت تو آزر سے بھی بدتر ہے کہ ان کی سفارش کو تو کوئی کھڑا بھی نہ ہوگا بلکہ جن سے ان کو سفارش کی امید ہے وہ بجائے سفارش کے اُن سے بیزاری ظاہر کریں گے۔ اب آگے فرمایا اے رسول اللہ کے اگر اس فہمائش کے بعد بھی یہ لوگ اپنے جھوٹے جھگڑوں کی باتوں سے باز نہ آئیں تو تم ان کا فیصلہ اللہ پر سونپ دو اس نے آسمان و زمین سب کچھ پیدا کیا ہے اس لئے آسمان و زمین میں کی کوئی ظاہر و باطن حالت اس کے علم سے باہر نہیں ہے وہ اپنے علم کے موافق وقت مقررہ پر ان کے سب چھوٹے بڑے جھگڑوں کا جب فیصلہ کر دے گا تو ان کی آنکھیں کھل جائیں گی قیامت کے دن ایسے لوگوں کا جو فیصلہ ہوگا اس کی تفصیل سورہ الحاقہ میں آئے گی جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ جب اپنے اعمال ناموں میں اول سے آخر تک بدیاں لکھی ہوئی دیکھیں گے تو بہت پچھتائیں گے اور یہ بے وقت کا پچھتانا ان کے کچھ کام نہ آئے گا آخر ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیا جائے گا اور زنجیروں میں ان کی جماعتوں کو پرو دیا جا کر دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔ مسند امام احمد ترمذی[۲] وغیرہ میں چند صحابہ کی معتبر روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان زنجیروں میں سے ہر ایک زنجیر کی لمبائی چالیس برس کے راستہ کے فاصلہ کی برابر ہوگی سورۃ الانبیا میں گذر چکا ہے کہ ان لوگوں کو ذلیل کرنے کے لئے ان کے ان بتوں کو بھی دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جن کی یہ لوگ پوجا کرتے تھے۔ مسند امام احمد ترمذی[۳] نسائی اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس کی صحیح روایت سورہ ص میں گذر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ابوطالب کی بیماری کے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش ابوطالب کے گھر پر جمع ہوئے اور اس مجلس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر سن کر بڑی نفرت کے ساتھ قریش وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے یہ قصہ اس بات کی تفسیر ہے کہ اکیلے اللہ کے ذکر کو سن کر ان لوگوں کے دل میں ایک نفرت پیدا ہو جاتی تھی۔ سورۃ النجم کی تفسیر میں صحیح بخاری[۴] کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت آئے گی

[۱] دیکھئے گذشتہ صفحہ۔ [۲] جامع ترمذی ابواب صفۃ جہنم ص ۸۳ ج ۲ [۳] جامع ترمذی تفسیر سورہ ص ص ۱۸۷ ج ۲۔ [۴] صحیح بخاری تفسیر سورہ النجم ص ۷۲۱ ج ۲۔

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ

اور اگر گنہگاروں کے پاس ہو جتنا کچھ کہ زمین میں ہے سارا اور اتنا ہی اور اس کے ساتھ سب دے ڈالیں اپنی چھڑوائی میں بری طرح کی

کہ سورہ النجم کے ختم پر جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو آپ کے ساتھ مشرکین مکہ نے بھی سجدہ کیا مشرکین مکہ کے سجدہ کرنے کا سبب جو تفسیر ابن جریر ابن[۱] ابی حاتم وغیرہ میں چند روایتوں سے بیان کیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جب مکہ میں سورہ النجم نازل ہوئی اور اس سورہ کی آیت افرءیتم اللات والعزی ومناۃ الثالثۃ الاخرٰی کو اللہ کے رسول نے پڑھا تو شیطان نے مشرکین مکہ کے کانوں میں کچھ ایسے لفظ پھونک دئے جن سے ان بتوں کی تعریف نکلتی تھی اس واسطے ختم سورہ پر جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اپنے بتوں کی تعریف کی خوشی میں مشرکین مکہ نے بھی آپ کے ساتھ سجدہ کیا اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے شیطان کی شرارت کا حال کھول دیا یہ قصہ اس بات کی تفسیر ہے کہ مشرکین مکہ اپنے بتوں کی تعریف سن کر بہت خوش ہوتے تھے۔ محی الدین[۲] ابن عربی قاضی عیاض وغیرہ نے اگرچہ اس قصہ کو غلط ٹھہرایا ہے لیکن سورۃ الحج میں گذر چکا ہے[۳] اور سورہ النجم میں آئے گا کہ اس مرسل روایت کے تین طریقے صحیح ہیں جس سے ایک روایت کو دوسری روایت سے تقویت ہو جاتی ہے بغیر ذکر صحابی کے تابعی کی روایت کو مرسل کہتے ہیں۔ مفسرین کی بڑی جماعت کا یہ مذہب ہے کہ تفسیر کے باب میں تابعین کا قول صحابہ کے قول کے برابر ہے اور صحابہ کا قول حدیث نبوی کے برابر ہے کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عقلی تفسیر کی ممانعت جو فرمائی ہے اس ممانعت سے صحابہ اور تابعین بے خبر نہیں ہیں اس لئے اس باب میں صحابہ جو کچھ کہتے ہیں وہ اللہ کے رسول سے سن کر کہتے ہیں۔ اس قاعدہ کے موافق تفسیر کے باب میں صحیح مرسل روایت کا جو اعتبار کیا جا سکتا ہے وہ ظاہر ہے اس واسطے امام بخاری نے صحیح بخاری کی کتاب التفسیر میں مجاہد کے قول کا جگہ جگہ اعتبار کیا ہے۔ مجاہد بن جبیر حضرت عبداللہ بن عباس کے نامی شاگرد اور ثقہ تابعی ہیں۔ صحیح مسلم کے حوالہ[۴] سے ابوہریرہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک ایک منکر حشر کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے روبرو کھڑا کر کے دنیا کی طرح طرح کی نعمتیں یاد دلائے گا اور یہ منکر حشر شخص ان نعمتوں کا جب اقرار کرے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس اللہ نے وہ سب نعمتیں پیدا کی تھیں کبھی تیرے دل میں یہ خیال بھی آیا تھا کہ ان نعمتوں کے حساب و کتاب کے لئے ایک دن تجھ کو اس کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا وہ منکر حشر شخص کہے گا نہیں یہ خیال تو میرے دل میں کبھی نہیں آیا اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس طرح تو نے دنیا میں میرے روبرو کھڑا ہونے کو بھلا رکھا تھا اسی طرح بھولی ہوئی چیز کے طور پر آج میں بھی تجھ کو اپنی نظر رحمت سے دور ڈال دیتا ہوں۔ آیتوں میں لا یومنون بالاخرۃ جو فرمایا یہ حدیث اس کی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ انتظام الٰہی میں جب حشر اور قیامت کا قائم ہونا ٹھہر چکا ہے تو ان منکرین حشر کے انکار حشر سے کچھ نہیں ہو سکتا بلکہ انتظام الٰہی کے موافق ناگہانی طور پر ایک دن اللہ کے روبرو ان لوگوں کو کھڑا ہونا پڑے گا اور حشر کے انکار کا جرم ان لوگوں کو اللہ کی رحمت سے دور ڈال دے گا جس کا نتیجہ وہی ہو گا جو سورہ الحاقہ کے حوالہ سے اوپر گذرا۔ صحیح مسلم[۵] میں حضرت عائشہ کی حدیث ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کی نماز کے لئے اٹھا کرتے تھے تو آخری آیت کے لفظوں کو دعا میں شریک کر لیا کرتے تھے۔

۴۷-۴۸۔ حشر کے منکر لوگوں کے حق میں قیامت کو جو فیصلہ ہو گا اوپر اس کا ذکر تھا ان آیتوں میں اس عذاب کا ذکر ہے جو اس

[۱] بحوالہ تفسیر الدر المنثور ص ۳۶۶ تا ۳۶۷ ج ۴۔ [۲] ، [۳] اس بحث کی تفصیل کے لئے دیکھیں تفسیر ہذا جلد ۳ ص ۲۸۵ سورہ حج۔ [۴] صحیح مسلم فصل فی بیان ان الاعضاء منطقۃ شاہدۃ یوم القیامۃ ص ۴۰۹ ج ۲۔ [۵] صحیح مسلم باب صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودعائہ باللیل ص ۲۶۲ ج ۱۔

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝۴۷ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا

مارے سے دن قیامت کے اور نظر آیا ان کو اللہ کی طرف سے جو خیال نہ رکھتے تھے اور نظر آئے ان کو برے کام اپنے جو کمائے تھے

وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۴۸ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ

اور الٹ پڑا ان پر جس چیز پر ٹھٹھا کرتے تھے سو جب لگے آدمی کو کچھ تکلیف ہم کو پکارے پھر جب ہم بخشیں اس کو

نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۹ قَدْ

اپنی طرف سے کوئی نعمت کہے یہ تو مجھ کو ملی کہ آگے سے معلوم تھی کوئی نہیں یہ جانچ ہے پر وہ بہت لوگ نہیں سمجھتے کہہ

قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۵۰ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا

چکے ہیں یہ بات اُن سے اگلے پھر کچھ کام نہ آیا اُن کو جو کماتے تھے پھر پڑیں ان پر برائیاں جو

كَسَبُوْا ؕ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰۤؤُلَآءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۵۱

کمائی تھیں اور جو گنہگار ہیں اُن میں سے ان پر بھی اب پڑتی ہیں برائیاں جو کماتی ہیں اور وہ نہیں تھکانے والے ع

اَوَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۲ ع

اور کیا نہیں جان چکے کہ اللہ پھیلاتا ہے روزی جس کو چاہے اور ماپ کر دیتا ہے البتہ اس میں پتے ہیں ان لوگوں کو جو مانتے ہیں

فیصلہ کے موافق ان لوگوں کو بھگتنا پڑے گا حاصل مطلب یہ ہے کہ جس عذاب کو یہ لوگ دنیا میں مسخرا پن سمجھتے تھے قیامت کے دن وہ عذاب ہوگا کہ ان کا وہم و گمان بھی دنیا میں یہاں تک نہیں پہنچتا تھا کہ ان کے لئے ایسا سخت عذاب آخرت میں تیار رکھا گیا ہے۔ اس عذاب کی سختی سے گھبرا کر ان میں کا ہر شخص یہ آرزو کرے گا کہ اگر اس کے پاس تمام دنیا کے مال و اسباب سے دوگنا مال و اسباب ہوتا تو اس کو جرمانہ کے طور پر داخل کر کے اس عذاب سے نجات حاصل کر لیتا مگر اس دن تو سوائے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اعتقاد کے اور کوئی چیز عذاب سے بچانے والی نظر نہ آئے گی۔ صحیح بخاری[1] و مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کم سے کم دوزخ کے عذاب والے شخص سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ اگر تیرے پاس تمام دنیا کا مال و اسباب ہو تو اس کو معاوضہ میں دے کر اس عذاب سے نجات حاصل کرے گا وہ شخص کہے گا کہ ہاں اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا جب تو دنیا میں پیدا نہیں ہوا تھا اسی وقت تجھ کو شرک سے منع کیا گیا تھا جب تو دنیا میں اس مناہی کو ٹال گیا تو اب تیری نجات کی کوئی صورت نہیں یہ شرک کی مناہی وہی عالم ارواح کی ہے جس کا ذکر مسند امام احمد[2] مستدرک حاکم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس اور ابی بن کعب کی معتبر روایتوں میں ہے جس کا ذکر سورۃ الاعراف میں تفصیل سے گذر چکا ہے صحیح بخاری[3] و مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ ذرہ برابر ایمان والا شخص بھی قیامت کے دن دوزخ سے نکل کر جنت میں داخل ہوگا۔ ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس دن سوا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اعتقاد کے اور کوئی چیز کچھ کام نہ آئے گی کیونکہ ذرہ برابر توحید سے جو کام نکلے گا وہ تمام دنیا کے مال و اسباب سے نہ نکل سکے گا۔

۴۹-۵۲- اوپر ذکر تھا کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان مشرکوں کے دل میں ایک نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور جب ان کے

[1] صحیح بخاری باب من نوقش الحساب عذب ص ۹۶۸ ج ۲ و ۹۷۰ باب صفۃ الجنۃ والنار۔ [2] تفسیر ہذا جلد ۲ ص ۱۴۳ [3] صحیح بخاری باب صفۃ الجنۃ والنار۔ ص ۹۷۰ ج ۲۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

کہہ دے اے بندو میرے جنھوں نے زیادتی کی اپنی جان پر نہ آس توڑو اللہ کی مہر سے بیشک اللہ

يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا

بخشتا ہے سب گناہ وُہ جو ہے وہی ہے گناہ معاف کرنے والا مہربان اور رجوع ہو اپنے رب کی طرف اور اس کی حکم برداری

لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ

کرو پہلے اس سے کہ آوے تم پر عذاب پھر کوئی تمہاری مدد کو نہ آوے گا اور چلو بہتر بات پر جو اتری

اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ﴿۵۵﴾

تم کو تمہارے رب سے پہلے اس سے کہ پہنچے تم پر عذاب اچانک اور تم کو خبر نہ ہو

بتوں کا اچھا ذکر اِن کے کانوں تک پہنچ جاتا ہے تو یہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں ان آیتوں میں فرمایا کہ ان لوگوں کی یہ عادت شیطان کے بہکانے سے ہے کیونکہ ان کے دِلوں میں یہ بات اچھی طرح سے بسی ہوئی ہے کہ تکلیف کے وقت سوا اللہ کے اِن کے بت کچھ کام نہیں آتے اس واسطے تکلیف کے وقت خالص اللہ ہی سے یہ لوگ رفع تکلیف کی التجا کرتے ہیں لیکن یہ ان لوگوں کی ناشکری ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اِن کی وہ تکلیف رفع کر دیتا ہے تو کبھی اس رفع تکلیف کو اپنی تدبیروں کے اثر سے اور کبھی اپنی عزت اور شرافت سے سمجھنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احسان کو بالکل بھول جاتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احسانات اس آزمائش کے لئے ہیں کہ کون شخص اُس کے احسانات کا شکر ادا کرتا ہے اور کون شخص ناشکری میں پکڑا جاتا ہے اور یہ خوب یاد رہے کہ ان سے پہلے بھی ایسے ناشکر لوگ گذر چکے ہیں جنھوں نے اپنی ناشکری کی سزا بھگت لی اور اب بھی وہی عادت الٰہی جاری ہے اس عادت الٰہی کے موافق جب ان لوگوں کی سزا کا وقت آجائے گا تو یہ لوگ کہیں بھاگ کر اللہ کو تھکا نہیں سکتے۔ یہ تو ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے کی بات ہے کہ دنیا میں بہت سے نافرمان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے خوشحالی دے رکھی ہے اور بہت سے فرماں بردار لوگوں کو تنگ دستی اس لئے یہ خیال بھی ان لوگوں کا غلط ہے کہ ان کی عزت اور شرافت کے سبب سے اللہ تعالیٰ ان کی ہر ایک تکلیف کو راحت سے بدل دیتا ہے پھر آخر کو فرمایا ایسی باتوں کو وہی سمجھتے ہیں جو اللہ کی قدرت کے قائل ہیں یہ قدرت الٰہی کے منکر لوگ ایسی باتوں کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ صحیح بخاری[1] و مسلم کے حوالہ سے عمروؓ بن عوف انصاری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو اپنی اُمت کے لوگوں کی تنگ دستی کا کچھ اندیشہ نہیں ہے اندیشہ تو یہ ہے کہ خوشحالی کی ناشکری میں پہلی امتوں کی طرح کہیں یہ لوگ بھی ہلاک نہ ہو جائیں۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل وہی ہے جو اُوپر بیان کیا گیا کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احسانات اس آزمائش کے لئے ہیں کہ کتنے آدمی اُس کے احسانات کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور کتنے آدمی ناشکری کے وبال میں پکڑے جاتے ہیں۔

۵۳۔۵۸۔ اس آیت کی تفسیر میں علمائے مفسرین نے بڑا اختلاف کیا ہے اکثر مفسر تو یہ کہتے ہیں کہ جس زیادتی کا ذکر اس آیت میں ہے اس میں شرک اور کفر بھی داخل ہے اور جس رحمت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے وہ رحمت بدون توبہ کی قید

[1] صحیح مسلم کتاب الزھد ص ۴۰۷ ج ۲۔

اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ یّٰحَسۡرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطۡتُّ فِیۡ جَنۡۢبِ اللّٰہِ وَ اِنۡ کُنۡتُ لَمِنَ

کہیں کہنے لگے کوئی جی اے افسوس اس پر کہ میں نے کمی کی اللہ کی طرف سے اور میں تو

السّٰخِرِیۡنَ ﴿۵۶﴾ اَوۡ تَقُوۡلَ لَوۡ اَنَّ اللّٰہَ ہَدٰىنِیۡ لَکُنۡتُ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۵۷﴾ اَوۡ تَقُوۡلَ

ہنستا ہی رہا یا کہنے لگے اگر اللہ مجھ کو راہ دیتا تو میں ہوتا ڈر والوں میں یا کہنے لگے

حِیۡنَ تَرَی الۡعَذَابَ لَوۡ اَنَّ لِیۡ کَرَّۃً فَاَکُوۡنَ مِنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۸﴾

جب دیکھے عذاب کسی طرح مجھ کو پھر جانا ملے تو میں ہوں نیکی والوں میں

کے حاصل نہیں ہو سکتی کیونکہ ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ کفر اور شرک بغیر توبہ کے معاف نہیں ہو سکتا اور بعضے مفسر یہ کہتے ہیں کہ جس زیادتی کا ذکر اس آیت میں ہے اس میں شرک و کفر داخل نہیں ہے اس لئے جس رحمت کا ذکر اس آیت ہے وہ رحمت بدون توبہ کی قید کے ہے۔ صحیح بخاری[1] صحیح مسلم ابوداؤد اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے جو شان نزول اس آیت کی بیان کی گئی ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ کچھ مشرک لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جس دین کی آپ ہم لوگوں کو رغبت دلاتے ہیں وہ دین تو اچھا ہے مگر جو ہم نے آج تک کیا ہے اُس کی پکڑ نہ ہو تو ہم کو اس دین کے قبول کرنے میں کچھ عذر نہیں ہے اُس پر اللہ تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اس صحیح شان نزول سے معلوم ہوا کہ مشرکین کے مباحثہ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے اور جس زیادتی کا ذکر اس آیت میں ہے اُس میں کفر و شرک داخل ہے اور جس رحمت کا ذکر اس آیت میں ہے وہ کفر و شرک والے شخص کو بدون توبہ کے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی ہاں یغفر ما دون ذالک لمن یشاء کے وعدہ کے موافق سوا کفر اور شرک کے اور سب کبیرہ گناہ اللہ تعالیٰ چاہے تو معاف کر سکتا ہے اس میں کسی کو اختلاف بھی نہیں اس شان نزول کا بعضے مفسروں نے یہ جواب جو دیا ہے کہ شان نزول ہمیشہ خاص ہوا کرتی ہے اور آیت کا حکم عام ہوا کرتا ہے یہ جواب اس موقع پر صحیح نہیں ہے کیونکہ آیت کا حکم عام ہونے کے یہ معنے ہیں کہ جن لوگوں کے حق میں یہ آیت اتری ہے وہ لوگ اور قیامت تک کے اُس قسم کے اور سب لوگ آیت کے حکم میں شریک ہیں یہ معنے عام کے کیوں کر ہو سکتے ہیں کہ جن لوگوں کے حق میں آیت اتری ہے خود اُن کو آیت کے حکم میں سے خارج کر دیا جائے غرض صحیح شان نزول سے جب یہ معلوم ہو گیا کہ مشرکوں کے مباحثہ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے تو کسی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جس زیادتی کا ذکر اس آیت میں ہے اُس میں شرک و کفر داخل نہیں ہے اور جب یہ نہیں کہا جا سکتا تو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ آیت میں توبہ کی قید نہیں ہے اور علاوہ اس شان نزول کے اور حدیثوں سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں جو زیادتی کا ذکر ہے اُس میں شرک داخل ہے چنانچہ معتبر سند سے اوسط طبرانی اور مسند امام احمد[2] میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ ثوبان کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ آیت قل یعبادی الذین اسرفوا۔ تمام دنیا سے زیادہ مجھ کو عزیز ہے کسی شخص نے پوچھا حضرت اس آیت کے حکم میں مشرک لوگ بھی شریک ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ فرمایا کہ ہاں شریک ہیں اب خود صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر سے یہ معلوم ہو گیا کہ آیت کے حکم میں مشرک شریک ہیں اور آیت ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ سے سب مفسر یہ کہتے ہیں کہ شرک بدون توبہ کے معاف نہیں ہو سکتا تو اوپر مفسروں کا جو اختلاف تھا وہ بالکل رفع ہو گیا کیونکہ ثوبان کی معتبر روایت کے موافق جب یہ معلوم ہو گیا کہ پہلی آیت میں جس زیادتی کا ذکر ہے اس میں شرک بھی شریک اور آیت ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔

[1] صحیح بخاری باب قولہ یعبادی الذین اسرفوا علی انفسہم۔ الایۃ۔ ص ۷۱۳ ج ۲۔ [2] بحوالہ تفسیر ابن کثیر ص ۵۸ ج ۴۔

بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۹﴾ وَيَوْمَ

کیوں نہیں پہنچ چکے تھے تجھ کو میرے حکم پھر تو نے ان کو جھٹلایا اور غرور کیا اور تو تھا منکروں میں اور قیامت

الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى

کے دن تو دیکھے ان کو جو جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر ان کے منہ سیاہ ۔ کیا نہیں دوزخ میں ٹھکانہ

لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ

غرور والوں کا اور بچادے گا اللہ ان کو جنھوں نے ڈر رکھا ان کے بچاؤ کی جگہ نہ پہنچے ان کو برائی اور نہ وہ

سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ شرک بغیر توبہ کے معاف نہیں ہو سکتا تو اب آیت میں توبہ کی قید لگانے نہ لگانے کا جو اختلاف تھا اُس کا کوئی موقع باقی نہیں رہا۔ حاصل مطلب آیتوں کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی غفور رحیمی کی صفت کے آگے کسی گناہ کی اگرچہ حقیقت نہیں لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ شرک بغیر توبہ کے معاف نہیں ہو سکتا اس لئے ہر مشرک کو عذاب کے آ جانے کی بے بسی سے پہلے شرک کو چھوڑنا اور اُس سے آئندہ کے لئے توبہ کرنی چاہئے اور شرک سے کم گناہوں کی معافی کی توقع بغیر توبہ کے بھی اللہ کی ذات سے رکھنی چاہئے ہاں جو مشرک شرک کی حالت میں بغیر توبہ کے مر جائے گا اور قیامت کے دن یہ افسوس کرے گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کیوں کوتاہی کی اور دین کی باتوں کو مسخراپن کیوں سمجھتا رہا یا یہ افسوس کرے گا کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی دنیا میں راہ راست پر آ جانے اور نیک کام کرنے کی توفیق دیتا تو کیا اچھا ہوتا یا نیک کام کرنے کے لئے افسوس کے طور پر دنیا میں دوبارہ پیدا ہونے کی تمنا کرے گا تو بے وقت کا افسوس کسی کے کچھ وہاں کام نہ آئے گا۔ جو علما پہلی آیت میں توبہ کی قید نہیں لگاتے وہ یہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کی شان میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں وہ لوگ حضرت عبداللہ بن عباس کی شان نزول کی روایت کے موافق شرک سے توبہ کرنے کو تو خود تیار تھے مگر اور گناہوں کی شرمندگی سے اپنے ارادہ پر نہیں جمتے تھے اس واسطے اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں ان کو اور گناہوں کی معافی کی خوشخبری سنا کر وانیبوا الی ربکم واسلموا لہ سے انہیں شرک سے توبہ کرنے اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی طرف رغبت دلائی۔ صحیح مسلم[۱] کے حوالہ سے عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے ہی آدمی کے پچھلے گناہ اس طرح مٹ جاتے ہیں جس طرح کوئی عمارت گر پڑتی ہے جس سے اُس کا نام نشان کچھ باقی نہیں رہتا۔ جو علما آخری قول کے قائل ہیں ان کی تفسیر کی تائید اس حدیث سے ہو سکتی ہے اس تائید کا خلاصہ یہ ہے کہ اے میرے بندو اسلام کے ارادہ پر جم جاؤ اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتے ہی شرک سے کم رتبہ کے سب گناہ خود بخود اللہ کی رحمت سے مٹ جائیں گے اب نتیجہ اختلاف کا فقط اس قدر باقی ہے کہ دوسری آیت میں توبہ کا خاص حکم ہے اس لئے پہلی آیت میں توبہ کی قید ضروری نہیں ہے توبہ کے قبول ہونے کے لئے آئندہ گناہ سے باز رہنے کا اور نیک کام کرنے کا ارادہ ضرور ہے جس طرح فرعون نے ڈوبتے وقت توبہ کی یا جیسے موت کے وقت عذاب کے فرشتوں کے نظر آ جانے کے بعد اب کوئی توبہ کرے تو ایسی بے بسی کے وقت کی توبہ قبول نہیں چنانچہ سورۃ النسا میں اس باب میں جو روایتیں ہیں وہ گذر چکی ہیں اس واسطے فرمایا کہ عذاب کی حالت سر پر آ جانے سے پہلے توبہ کی جائے۔ قرآن میں جس کام کے کرنے کا حکم ہے اُس کو کرنا اور مناہی کے کام سے بچنا آدمی کی بہتری کی بات ہے بچنے کے کام کو کوئی شخص کرنے لگے تو یہ بہتری کی بات نہیں اسی کو فرمایا چلو بہتر بات پر جو تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتری ہے۔

۵۹-۶۲- مسند[۲] امام احمد اور نسائی میں مرفوع اور موقوف روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ دوزخی لوگ دوزخ میں سے جنتیوں

[۱] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۵۳۔ [۲] بحوالہ تفسیر ابن کثیر ص ۶۰ ج ۴۔

يَحْزَنُونَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾

غم کھاویں اللہ بنانے والا ہے ہر چیز کا اور وہ ہر چیز کا ذمہ لیتا ہے

کو طرح طرح کے عیش میں جب دیکھیں گے اور جنت کی طرح طرح کی نعمتوں پر نظر ڈالیں گے اور فرشتوں سے سنیں گے کہ جنت میں ان دوزخیوں کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے مکان بنائے تھے اور ٹھکانہ مقرر کیا تھا لیکن دنیا میں ان لوگوں نے جنت میں جانے کے قابل کام نہیں کئے اس واسطے وہ ٹھکانے ان سے چھن کر دوسروں کو مل گئے اس وقت دوزخی لوگ طرح طرح کی حسرت کی باتیں کریں گے جن کا ذکر اوپر گذرا مثلاً کبھی کہیں گے کیا اچھا ہوتا کہ آج کو ہم لوگ بھی پرہیزگاروں میں ہوتے کبھی کہیں گے کہ کیا اچھا ہوتا جو ہم لوگوں کو پھر دنیا میں جانے کی اجازت مل جاتی اور ہم اب کی دفعہ دنیا میں جا کر نیک کام کرتے اور پھر عقبےٰ میں آن کر ان نیک کاموں کے اجر میں جنت پاتے ان دوزخیوں کی ان حسرت کی باتوں کے جواب میں اللہ تعالیٰ یہ فرمائے گا کہ اب حسرت کا کیا موقع ہے دنیا میں رہنے کا موقع بھی تم کو ملا اللہ کے رسول اور اللہ کے رسول کی معرفت اللہ کا کلام تمہاری ہدایت کے لئے سب کچھ دنیا میں آیا لیکن تم لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے اور دنیا کے عیش و آرام کے غرور میں کلام الٰہی کو جھٹلاتے رہے اس واسطے آج اپنے کئے کو تمہیں بھگتنا پڑا صحیح[1] بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علی کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ ہر شخص کے لئے دوزخ اور جنت دونوں جگہ میں مکان بنائے گئے ہیں مرنے کے بعد جیسے جس کے عمل ہوں گے ویسا ہی اس کا ٹھکانہ ہوگا صحیح بخاری[2] میں حضرت انس بن مالک کی بہت بڑی حدیث ہے جس کے ایک ٹکڑہ کا حاصل یہ ہے کہ جس وقت مسلمان شخص منکر نکیر کے جواب میں پورا اترے تو اللہ کا فرشتہ دوزخ اور جنت دونوں جگہ کے ٹھکانے اس کو دکھا کر کہتا ہے کہ نیک عمل کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے تجھ کو دوزخ کے ٹھکانے سے محفوظ رکھا اور اس کی جگہ یہ جنت کا ٹھکانہ تجھ کو عنایت ہوا اور دوسری حدیث ابوہریرہؓ کی روایت سے صحیح بخاری[3] میں ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر ایک شخص کے جنت میں جانے سے پہلے اس شخص کا دوزخ کا ٹھکانہ اسے دکھلا دیا جائے گا تا کہ جنت کے ٹھکانے کی قدر اور شکر گذاری اس شخص کے دل میں زیادہ ہو جائے ابوداؤد و مسند[4] امام احمد اور ابن ماجہ میں اور بھی اس قسم کی روایتیں ہیں جس طرح اپنے علم غیب کے موافق اللہ تعالیٰ نے دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے یہ جان لیا تھا کہ دنیا میں پیدا ہو کر اتنے شخص اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کے کام کریں گے اور جنت میں داخل ہوں گے اور اتنے شخص اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کریں گے اور دوزخ میں جائیں گے اسی طرح اللہ تعالیٰ کو یہ بات بھی معلوم ہے کہ اگرچہ یہ دوزخی لوگ دوزخ کے عذاب سے اوکتا کر یہ کہہ رہے ہیں کہ دوبارہ ان کو دنیا میں بھیجا جائے تو یہ لوگ نیک کام کریں گے لیکن اگر ان کو دوبارہ دنیا میں بھیجا بھی جائے تو وہی نافرمانی کریں گے جو انہوں نے پہلی دفعہ کی ہے یہاں مختصر طور پر اللہ تعالیٰ نے ان دوزخیوں کی بات کا جواب دیا ہے سورۃ الانعام میں یہ جواب تفصیل سے دیا ہے اور فرمایا ہے کہ علم ازلی الٰہی کے موافق دوزخیوں کا یہ قول جھوٹا ہے بلکہ علم ازلی الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ اگر دوبارہ دنیا پیدا ہو اور یہ لوگ دوبارہ دنیا میں بھیجے جائیں تو ان لوگوں سے وہی نافرمانی ظہور میں آئے گی جو پہلی دفعہ

[1] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۴۔ [2] صحیح بخاری باب ما جاء فی عذاب القبر۔ ص ۱۸۴ ج ۱۔ [3] بخاری شریف باب صفۃ الجنۃ والنار ص ۹۷۲ ج ۲۔ [4] مشکوٰۃ شریف باب القدر ملاحظہ فرمائیے۔

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۳﴾ ع

اسی کے پاس ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی اور جو منکر ہوتے ہیں اللہ کی باتوں سے وہ جو ہیں وہی ہیں ٹوٹے میں پڑے

دفعہ ظہور میں آئی اب آگے اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ شرک میں گرفتار ہو کر جن لوگوں نے دنیا میں اللہ پر جھوٹ باندھا ہے کہ اپنی طرف سے اللہ کے جھوٹے شریک قرار دیتے ہیں۔ قیامت کے دن ایسے لوگوں کی وہ ندامت کی حالت دیکھنے کے قابل ہوگی کہ جب اُن کے نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں دیتے جاکر ان کو دوزخی ٹھہرایا جائے گا تو ان کے چہروں پر سیاہی چھا جائے گی اسی طرح ان لوگوں کی حالت بھی دیکھنے کے قابل ہے جنھوں نے خدا کا خوف دل میں رکھا اور نیک کاموں میں تا بمقدور لگے رہے کہ اُن کے نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیتے جاکر ان کے سروں پر موتیوں کے تاج رکھے جائیں گے اور ان کو جنت میں داخل ہونے اور اس دن کی ہر طرح کی برائی سے امن میں رہنے کی خوشخبری دی جائے گی۔ جس خوشی سے ان کے چہروں پر رونق آجائے گی۔ ترمذی[1] صحیح ابن حبان وغیرہ میں ابوہریرہؓ سے جو روایتیں ہیں ان میں یہ نامہ اعمال کی تقسیم کا حال تفصیل سے ہے۔ اگرچہ ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔ لیکن صحیح ابن حبان کی سند اچھی ہے اور مسند بزار میں حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک روایت بھی اسی مضمون کی ہے جس کو بزار نے صحیح کہا ہے ان آیتوں میں نافرمان لوگوں کے چہروں پر سیاہی کے چھا جانے کا اور فرمانبرداروں کے ہر طرح کی برائی اور رنج اور غم سے امن میں رہنے کا جو ذکر ہے۔ یہ حدیثیں گویا اُس کی تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ آیتوں میں جس حالت کا ذکر ہے وہ حالت نامہ اعمال کے تقسیم کے وقت کی ہے۔ ابوداؤد[2] اور مستدرک حاکم میں حضرت عائشہ کی روایت سے قیامت کے تین مشکل مقاموں کا جو ذکر آیا ہے۔ اُن میں ایک تو یہی نامہ اعمال کی تقسیم کا مقام ہے دوسرا عملوں کے تولے جانے کا اور تیسرا پل صراط پر گزرنے کا۔ حضرت عائشہ کی یہ حدیث حسنؒ بصری کی روایت سے ہے۔ اگرچہ بعضے علما کو یہ شبہ ہے کہ حسن بصری کی ملاقات حضرت عائشہ سے ہوئی ہے یا نہیں لیکن صاحب جامع الاصول نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ حسن بصری کی ملاقات حضرت عائشہ سے ہوئی ہے۔ ہاں اس بات میں شبہ ہے کہ حسن بصری نے کوئی حدیث حضرت عائشہ سے سنی ہے یا نہیں۔ اس شبہ کی صورت میں امام مسلم کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے چنانچہ اس کی تفصیل ایک جگہ اس تفسیر میں گزر چکی ہے کہ امام مسلم کے نزدیک تابعی اور صحابی کا ایک زمانہ میں موجود ہونا صحت روایت کے لئے کافی ہے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے سب مخلوقات کو پیدا کیا۔ اس لئے ہر طرح کا انتظام اسی کے اختیار میں ہے ان بت پرستوں کے بتوں کو نہ کسی چیز کے پیدا کرنے میں کچھ دخل ہے نہ کسی کے نفع نقصان میں ان کا کچھ اختیار چل سکتا ہے چنانچہ مکہ کے قحط کے وقت ان مشرکوں کو اس کا حال اچھی طرح معلوم ہو چکا ہے۔ اس پر بھی یہ لوگ اللہ کی تعظیم اور عبادت میں غیروں کو شریک کرتے ہیں تو قیامت کے دن ان کو اپنی اس نادانی پر وہی حسرت اور افسوس کی باتیں کرنی پڑیں گی جس کا ذکر اوپر کی آیتوں میں گزرا۔ صحیح[3] بخاری و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث مکہ کے قحط کے باب میں اوپر گزر چکی ہے کہ قریش کی سرکشی جب بہت بڑھ گئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بددعا کی جس کے اثر سے مکہ میں سخت قحط پڑا۔ اس قحط کے زمانہ میں مشرکینِ مکہ نے اپنے بتوں سے بہت کچھ التجا کی مگر کچھ نہ ہوا آخر کار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے وہ قحط رفع ہوا۔

۶۳۔ مجاہد و قتادہ کا قول[4] ہے کہ مقالید زبان فارسی میں کنجیوں کو کہتے ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ[5] بن عباس رضی اللہ عنہ

---

[1] جامع ترمذی باب ما جاء فی العرض ص ۸۷ ج ۲۔ [2] مشکوٰۃ شریف فی الحساب والقصاص والمیزان ص ۴۸۶۔ [3] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۵۲۔
[4] التفسیر الدر المنثور ج ۵ ص ۳۲۳۔

قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ

تو کہہ اب اللہ کے سوائے کسی کو بتاتے ہو کہ پوجوں اے نادانو اور حکم ہو چکا ہے تجھ کو اور تجھ سے

مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ

اگلوں کو اگر تو نے شریک مانا اکارت جاویں گے تیرے کئے اور تو ہوگا ٹوٹے میں آیا بلکہ

اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

اللہ ہی کو پوج اور رہ ماننے والوں میں

نے بھی اس کی تفسیر میں مقالیدھا فرمایا ہے حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں آسمان و زمین کے خزانوں کی کنجیاں ہیں جو لوگ قرآن کی نصیحت کے منکر ہیں۔ وہ بہت بڑا نقصان اٹھائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ان خزانوں کے بہت بڑے حصہ سے وہ محروم ہیں۔ ابن ماجہ[۱] کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے لئے ایک ٹھکانہ جنت میں اور ایک دوزخ میں پیدا کیا ہے جو شخص اپنے شرک کے سبب سے ہمیشہ کے لئے دوزخی قرار پائے گا اس کو سوا دوزخ کے عذاب کی تکلیف کے یہ بڑا نقصان پہنچے گا۔ کہ اس کا جنت کا ٹھکانا کسی جنتی شخص کو مل جائے گا اس حدیث کو آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خزانوں میں سے جو نعمتیں دنیا میں پیدا کی ہیں وہ تو ہمیشہ رہنے والی نہیں اور جو نعمتیں اُن خزانوں میں کی ہمیشہ رہنے والی ہیں وہ قرآن کے منکر لوگوں سے چھنی جا کر دوسروں کو مل جائیں گی اس سبب سے یہ لوگ بڑے ٹوٹے میں ہیں۔

۶۴-۶۶۔ مشرکین مکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے تھے کہ ہمارا تمہارا جھگڑا یوں ہی ہے۔ کہ تم ہمارے بتوں کو نہیں مانتے اگر تم چاہو تو یہ جھگڑا یوں مٹ سکتا ہے کہ برس دن تک تم ہمارے بتوں کی پوجا کر لیا کرو اور ہم برس دن تک تمہارے خدا کی عبادت کر لیا کریں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اور سورۃ قل یاایہا الکفرون کی آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان نادانوں سے کہہ دو کہ مجھ کو اور مجھ سے پہلے سب انبیا کو اللہ تعالیٰ نے یہی جتلایا ہے کہ اللہ کے سوا جو کوئی کسی کی عبادت کرے گا تو اس کی سب عبادت رائگاں ہے۔ کیونکہ جس کی تعظیم کی جائے وہ صاحب تعظیم کی شان کے موافق ہونی چاہیے۔ اللہ کی شان اس سے بہت دور ہے۔ کہ اس کی ذات و صفات میں کسی کو شریک کیا جائے اس لئے مشرک لوگ نہ اللہ تعالیٰ کی شان کو پہچانتے ہیں نہ اُن کی عبادت اللہ کی عبادت کہلا سکتی ہے یہی سبب ہے کہ مشرکوں کی سب عبادت بالکل رائگان ہے۔ غرض جس اللہ نے پیدا کرنے کا احسان کیا اور رسوا پیدا کرنے کے اور بے گنتی احسانات میرے اوپر کئے ہیں ان احسانات کی شکر گزاری کے طور پر خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مجھ کو اور سب انبیا کو حکم ہے جس حکم کے برخلاف میں تم لوگوں کی خواہش کسی طرح پوری نہیں کر سکتا۔ صحیح بخاری[۲] و مسلم کے حوالہ سے مغیرہؓ بن شعبہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز اس قدر دیر تک پڑھتے تھے کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے تھے لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ پھر آپ عبادت میں اس قدر کوشش کیوں کرتے ہیں آپ نے جواب دیا کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے احسانات کی شکر گزاری میں کوتاہی کروں۔ اس حدیث کو

[۱] روی ہذا المعنی فی ابن کثیر ج ۴ ص ۶۰ بسند احمد والنسائی [۲] مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۰۹ باب التحریض علی قیام اللیل و صحیح مسلم باب اکثار العمل والاجتہاد فی العبادۃ ص ۳۷۷ ج ۲۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ
اور نہیں سمجھے اللہ کو جیسا کچھ وہ ہے اور زمین ساری ایک مٹی ہے اس کی دن قیامت کے اور آسمان

مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي
لپٹے ہیں اس کے داہنے ہاتھ میں وہ پاک ہے اور بہت اوپر ہے اس سے کہ شریک بناتے ہیں اور پھونکا گیا نرسنگا پھر بیہوش ہو کر گرے

السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿۶۸﴾
جو کوئی ہے آسمانوں میں اور زمین میں مگر جس کو اللہ نے چاہا پھر پھونکا گیا دوسرے بار پھر تبھی وہ کھڑے ہو گئے دیکھتے

آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کی شکرگزاری یہی ہے کہ خالص دل سے اُس کی عبادت کی جائے۔ مشرکوں کی عبادت میں یہ بات نہیں ہوتی اس لئے اُن کی سب عبادت رائگان ہے۔

۶۷۔ ترمذی[1] میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے جو شان نزول اس آیت کی بیان کی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ایک روز ایک یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اس بات میں آپ کیا فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آسمان و زمین اور پہاڑوں کے سوا تمام مخلوقات کو ایک انگلی پر اور زمین ایک انگلی پر اور آسمان ایک انگلی پر اور پہاڑ ایک انگلی پر رکھے گا اُس پر اللہ تعالیٰ نے یہی آیت نازل فرمائی۔ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح تبلایا ہے لیکن صحیح بخاری[2] اور مسلم نسائی ابن ماجہ مسند امام احمد اور خود ترمذی کی ایک روایت میں اس قصہ کے بعد آیت کے نازل ہونے کا ذکر نہیں ہے بلکہ یہ ذکر ہے کہ اس قصہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی مگر جب کہ ترمذی کی شان نزول کی روایت بھی صحیح ہو چکی ہے تو دونوں طرح کی روایتوں میں یوں مطابقت ہو سکتی ہے کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جو آیت اترا کرتی تھی اسی وقت آپ اس کو پڑھا کرتے تھے اسی طرح نازل ہوتے ہی اس آیت کو بھی آپ نے پڑھا ہوگا، جن صحابہ نے فقط آپ کی تلاوت کی حالت کو دیکھا انھوں نے وہی حالت روایت کی اور جن صحابہ نے آیت کے نازل ہونے کا موقع بھی دیکھا، انھوں نے آیت کے نازل ہونے کا ذکر بھی اپنی روایت میں کیا، حاصل کلام یہ ہے کہ اس آیت سے آخر رکوع تک اللہ تعالیٰ نے حشر کے متعلق چند باتوں کا ذکر فرمایا ہے اب مقصد اس سے محض قریش کو شرک سے ڈرانا اور ان کے دل میں اللہ کی عظمت اور قدرت کا بٹھانا ہے اس واسطے ترتیب سے اور حشر کی باتوں کا ذکر ان آیتوں میں نہیں فرمایا صحیح حدیثوں میں اس مختصر ذکر کی تفصیل اور ترتیب یوں آئی ہے کہ پہلا صور پھونکا جا کر جب تمام دنیا ویران ہو جائے گی اس ویرانی کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ زمین و آسمان اور تمام مخلوقات کو اپنی انگلیوں پر لے کر یہ فرمائے گا کہ آج وہ بادشاہت کے دعوے کرنے والے کہاں گئے اس وقت کوئی جواب دینے والا موجود نہ ہوگا اس لئے خود پھر فرمائے گا کہ سب ملک اللہ کا ہے پھر دوسرا صور پھونکا جا کر لوگ قبروں سے اٹھیں گے اور نئی زمین جو پیدا ہوگی اس پر میدان محشر میں سب جمع ہوں گے گرمی اور پسینہ سے گھبرا کر سب انبیا کے پاس جلد حساب و کتاب شروع ہونے کی شفاعت کی درخواست کریں گے اور سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نبی کی جرأت اس شفاعت کی نہ ہوگی آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اللہ تعالیٰ اس نئی زمین پر لوگوں کے حساب و کتاب کے لئے تجلی فرمائے گا اس کا ذکر ان آیتوں میں ہے کہ اللہ کے نور سے زمین روشن ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی

[1] جامع ترمذی تفسیر سورہ زمر ص ۱۷۹ ج ۲۔ [2] صحیح بخاری باب ما قدروا اللہ حق قدرہ ص ۱۱۷ ج ۲۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ

اور چمکتی زمین اپنے رب کے نور سے اور لا دھرا دفتر اور حاضر آئے پیغمبر اور گواہ اور فیصلہ ہوا

بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۰﴾ ع

ان میں انصاف سے اور ان پر ظلم نہ ہوگا اور پورا ملا ہر جی کو جو کیا اس نے اور اس کو خوب خبر ہے جو کرتے ہیں

انگلیوں کا اور زمین کو مٹھی میں لینے کا اور زمین پر تجلی فرمانے کا اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کا ذکر ان آیتوں اور حدیثوں میں جو ہے اس باب میں صحیح مذہب وہی ہے جو صحابہ اور تابعین نے اختیار کیا ہے کہ جس قدر قرآن اور حدیث میں آیا ہے اس پر ایمان لانا چاہئے اور ان باتوں کا تفصیل علم خدا کو سونپنا چاہئے اور طرح طرح کی تاویلیں کر کے صحابہ اور تابعین سے مخالفت نہ پیدا کرنی چاہئے۔ شاہ صاحب نے اپنے فائدہ میں یہ جو لکھا ہے کہ اللہ کا دایاں ہاتھ کہئے اور بایاں نہ کہئے۔ یہ صحیح مسلم[1] کی عبداللہ بن عمر کی حدیث کا مضمون ہے کیونکہ اس حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں مطلب یہ ہے کہ مخلوقات کے بائیں ہاتھ میں ذرا کمزوری ہوتی ہے اللہ کی ذات اس نقصان کی صفت سے پاک ہے مخلوقات کو مٹھی میں لینے کی مثال سے مشرکین مکہ کو یہ سمجھایا گیا ہے کہ جب تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آگے ایسی حقیر ہے کہ اس کی مٹھی میں آسکتی ہے تو مخلوقات میں کسی کو اس کا شریک کیونکر ٹھہرایا جا سکتا ہے صحیح بخاری[2] و مسلم میں ابوہریرہ سے اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر سے جو روایتیں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ صور دو دفعہ پھونکا جائے گا پہلے صور سے تمام دنیا اجڑ جائے گی اور دوسرے صور سے سب دنیا کے لوگ زندہ ہو کر قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے یہ پہلا صور جب پھونکا جائے گا تو اس وقت دنیا میں ایسے لوگ ہوں گے جن کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ کیونکہ صحیح مسلم[3] میں عبداللہ بن عمر کی جو روایت ہے اس میں یہ بھی ہے کہ پہلے صور سے پہلے شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا آئے گی جس کے اثر سے ایسے سب لوگ مر جائیں گے جن کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔ جو علما یہ کہتے ہیں کہ صور تین دفعہ پھونکا جائے گا وہ اس ٹھنڈی ہوا کو پہلا صور شمار کرتے ہیں۔ دونوں صور کے مابین میں چالیس برس کی مدت جو مشہور ہے اس باب میں کوئی حدیث تو نہیں ہے مگر اکثر صحابہ کا قول یہی ہے۔ اس تفسیر میں یہ بات گزر چکی ہے کہ ایسی باتوں میں صحابہ کا قول حدیث نبوی کے برابر ہوتا ہے کیونکہ ایسی غیب کی باتیں صحابہ عقل سے نہیں کہہ سکتے الا من شاء اللہ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول یہی ہے کہ پہلے صور کے بعد جبرئیلؑ میکائیلؑ اسرافیلؑ اور ملک الموت یہ چار فرشتے باقی رہیں گے پھر اللہ کے حکم سے یہ بھی مر جائیں گے۔ اگرچہ بعض روایتوں میں الا من شاء اللہ کی تفسیر شہیدوں کو ٹھہرایا گیا ہے لیکن وہ روایتیں ضعف سے خالی نہیں علاوہ ضعف کے اس تفسیر پر حافظ ابو جعفر ابن جریر نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ جب آیت کا یہ مطلب ہے کہ جن مخلوقات نے پہلے صور تک موت کا مزہ نہیں چکھا ہے پہلے صور سے وہ ساری مخلوقات مر جائے گی ہاں جن کو اللہ تعالیٰ زندہ رکھنا چاہے گا وہ نہ مریں گے۔ شہید لوگ شہادت کے وقت موت کا مزہ چکھ چکے ہیں اس واسطے وہ آیت کے مطلب میں داخل نہیں ہو سکتے۔ مسند بزار[4] اور طبرانی کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی صحیح حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ قیامت کے دن سر بمہر لوگوں کے نامہ اعمال حساب و کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہوں گے یہ حدیث ووضع الکتب

[1] یہ حدیث مسلم میں نہیں مل سکی۔ البتہ ترمذی شریف میں موجود ہے دیکھیں ترمذی ص ۱۹۵ ج ۲۔ [2] بخاری شریف باب و نفخ فی الصور فصعق من فیہ ص ۱۱۷ ج ۲۔ [3] صحیح مسلم باب ذکر الدجال ص ۴۰۳ ج ۲۔ [4] الترغیب والترہیب باب الترہیب من الریاء ص ۶۵ ج ۱۔

وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ

اور ہانکے گئے جو منکر تھے دوزخ کو جتھے جتھے یہاں تک کہ جب پہنچے اس پر کھولے گئے اس کے دروازے اور

لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ

کہنے لگے ان کو داروغہ اس کے کیا نہ پہنچے تھے تم پاس رسول تم میں کے پڑھتے تم پر باتیں تمہارے رب کی اور ڈراتے تم کو اس

يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا

تمہارے دن کی ملاقات سے بولے کیوں نہیں پر ثابت ہوا حکم عذاب کا منکروں پر حکم ہوا کہ گھسو

کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کتاب سے مقصود ہر شخص کا نامہ اعمال ہے صحیح بخاری[1] ترمذی وغیرہ میں جو چند صحابہ کی روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ جب نافرمان امتوں کے لوگ اپنے رسولوں کو جھٹلائیں گے اور یہ کہیں گے کہ یا اللہ ہم کو کسی رسول نے تیرا حکم نہیں پہنچایا تو اس پر اللہ تعالیٰ ان رسولوں سے فرمائے گا کہ تمہارے پاس اللہ کا پیغام پہنچا دینے کی کوئی گواہی ہے وہ رسول امت محمدیہ کو اپنا گواہ قرار دیں گے۔ امت محمدیہ کے لوگ کہیں گے یا اللہ تو نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر جو قرآن اتارا تھا اس میں پہلے نبیوں اور پہلی امتوں کا سب ذکر ہے جس سے ہم گواہی دیتے ہیں کہ تیرے رسول سچے ہیں یہ روایتیں وجیٓ بالنبیین والشھداء کی گویا تفسیر ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ گواہ سے مقصود امت محمدیہ ہے۔ یہ صحیح مسلم[2] وغیرہ کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم اپنی ذات پاک پر حرام کر لیا ہے یہ حدیث وقضی بینہم بالحق وھم لا یظلمون۔ کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم اپنی ذات پاک پر حرام کر لیا اس لئے اس کا فیصلہ انصاف کے موافق ہوگا صحیح بخاری[3] و مسلم کے حوالہ سے حضرت عبداللہؓ بن عباس کی روایت سے حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہے کہ ایک نیکی کا بدلہ دس سے لے کر سات سو نیکیوں کے برابر اور بعض نیکیوں کا بدلہ اس سے بھی زیادہ دیا جائے گا اور بدیوں کی سزا میں کچھ زیادتی نہ کی جائے گی ووفیت کل نفس ما عملت کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے صحیح مسلم[4] کے حوالہ سے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہونے والا تھا دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اپنے علم غیب کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے وہ سب لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے یہ حدیث وھو اعلم بما یفعلون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نامہ اعمال کا لکھا جانا گواہی شاہدی یہ سب لوگوں کے قائل کرنے کے لئے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

۷۱-۷۳۔ اُوپر کی آیتوں میں ذکر تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس نئی زمین پر جو اس وقت پیدا ہوگی لوگوں کے حساب و کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ تجلی فرمائے گا اور زمین اللہ کے نور سے روشن ہو جائے گی اس حساب و کتاب کے بعد جو نتیجہ نکلے گا اس آیت سے آخر سورۃ تک اب اس کا ذکر ہے کہ جنتی لوگ جنت میں اور دوزخی لوگ دوزخ میں بھیج دیتے جائیں گے جس طرح میدان محشر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے لوگوں کا حساب و کتاب شروع ہوگا اسی طرح ابوہریرہؓ کی حدیث صحیح مسلم[5] میں ہے کہ جنتی لوگوں کی جنت میں جانے کی شفاعت بھی پہلے آپ ہی شروع کریں گے اور سب سے پہلے جنت کا دروازہ بھی آپ ہی کھلوا دیں گے چنانچہ صحیح مسلم[6] کی انسؓ بن مالک کی روایت میں ہے کہ سب سے پہلے میں ہی جنت کے دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹاؤں گا انبیا میں آپ کی عزت اور آپ کا رتبہ بڑھانے کے لئے فرشتوں

[1] صحیح بخاری باب قولہ وکذلک جعلناکم امۃ وسطا الآیۃ ص ۶۴۴ ج ۲۔ [2] صحیح مسلم تحریم الظلم ص ۳۱۹ ج ۲۔
[3] صحیح مسلم باب بیان تجاوز اللہ تعالیٰ عن حدیث النفس الخ ص ۷۸ ج ۱ و بخاری شریف کتاب الرقاق باب من ھم بحسنۃ او سیئۃ ص ۹۶۰ ج ۲۔ [4] صحیح مسلم حجاج آدم و موسیٰ ص ۳۳۵ ج ۲۔ [5] صحیح مسلم باب اثبات الشفاعۃ ص ۱۱۲ ج ۱۔ [6] صحیح مسلم باب اثبات الشفاعۃ ص ۱۱۲ ج ۱۔

أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَٰلِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوَى ٱلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٢﴾ وَسِيقَ ٱلَّذِينَ ٱتَّقَوْا

دروازوں میں دوزخ کے سدا رہنے کو اس میں سو کیا بری جگہ ہے رہنے کی غرور والوں کو اور ہانکے گئے جو ڈرتے رہتے تھے

رَبَّهُمْ إِلَى ٱلْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَٰبُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا

اپنے رب سے بہشت کو جتھے جتھے یہاں تک کہ جب پہنچے اس پر اور کھولے گئے اس کے دروازے اور کہنے لگے ان کو داروغہ اسکے

سَلَٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَٱدْخُلُوهَا خَٰلِدِينَ ﴿٧٣﴾

سلام پہنچے تم پر تم لوگ پاکیزہ ہو سو داخل ہو اس میں سدا رہنے کو

کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہوگا کہ نبی آخر الزمان سے پہلے کوئی جنت کا دروازہ کھلوائے تو نہ کھولنا چنانچہ معتبر سند سے مسند امام[1] احمد میں حضرت انس ؓ کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب میں جنت کا دروازہ کھلواؤں گا تو خازن پوچھے گا تم کون ہو جب میں اپنا نام لوں گا تو خازن کہے گا مجھ کو یہی اللہ کا حکم تھا کہ تم سے پہلے کوئی جنت کا دروازہ کھلوائے تو نہ کھولوں یہ تو صحیحین[2] کی حدیث سے ثابت ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جب دروازے سے روزے دار لوگ داخل ہوں گے اس دروازہ کا نام ریان ہے لیکن جنتوں کی تعداد بعضے مفسروں نے سات ہی تبلائی ہے یہ اوپر گزر چکا ہے کہ جنت کی نعمتوں کی پوری تفصیل سوا خدا کے کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی پل صراط پر سے گزرنے کے بعد جنتی لوگ ایک اونچی جگہ پر دوزخ اور جنت کے بیچ میں ٹھہرائے جائیں گے اور دنیا میں جس کسی نے کسی پر زیادتی کی ہو گی اس کا بدلہ لیا جائے گا پھر جنت میں داخل ہونے کا حکم ہوگا کل اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جس میں اسی[3] صفیں امت محمدیہ کی ہوں گی کل درجے ایک سو ہیں اور ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک سو برس کے رستہ کا فاصلہ ہے فردوس اعلیٰ درجہ کی جنت ہے اس کے اوپر عرش معلی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم[4] نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے فردوس کی خواہش کرنی چاہیے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[4] جنت کے نیچے کے درجے والے لوگوں کو اوپر والے لوگ اس طرح نظر آئیں گے جس طرح دور سے تارا نظر آتا ہے صحابہ نے پوچھا کیا حضرت اوپر کے درجے میں انبیاء رہیں گے آپ نے فرمایا انبیاء اور فرمانبردار لوگ بھی اسی اوپر کے درجہ میں رہیں گے۔ معتبر سند سے ترمذی[5] میں ابوہریرہ ؓ کی حدیث ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبروں سے اٹھتے ہی جنتی لوگوں کو سواریاں مل جائیں گی جن پر وہ سوار ہو کر میدان محشر کو جائیں گے۔ ان آیتوں میں اہل جنت اور اہل دوزخ دونوں کے ساتھ ہانکنے کا جو لفظ ہے اس کا مطلب اس حدیث کے موافق یہ ہے کہ اہل دوزخ تو خود ہانکے جائیں گے اور اہل جنت کی سواریوں کے جانوروں کو ہانکا جائے گا۔ اہل دوزخ کے ذکر میں بغیر واؤ کے فتحت ابوابھا اور اہل جنت کے ذکر میں واؤ بڑھا کر وفتحت ابوابھا جو فرمایا اس کی تفسیر میں بعضے مفسرین کا قول ہے کہ اس حالیہ واؤ کے بڑھ جانے سے یہ مطلب قرار پایا کہ جنتی لوگ جنت کے دروازوں پر اس حالت میں پہنچیں گے کہ جنت کے دروازے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی کھلے ہوئے ہوں گے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث جو اوپر گزری کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے جنت کے دروازے کھلوائیں گے اس صحیح حدیث سے اوپر کے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے اس لئے یہی تفسیر قوی ہے جب دوزخی دوزخ میں جائیں گے تو ان کو قائل کرنے کے لئے فرشتے یہ کہیں گے کہ کیا تمہارے

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۶۵ ج ۴۔ [2] صحیح بخاری صفۃ ابواب الجنۃ۔ ص ۴۶۱ ج ۱۔ [3] مشکوٰۃ شریف کتاب الجہاد ص ۳۲۹ و ترمذی ابواب صفۃ الجنۃ۔ ص ۸۹ ج ۲۔ [4] صحیح مسلم باب الجنۃ ونعیمھا۔ ص ۳۷۸ ج ۲۔ [5] جامع ترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورۃ بنی اسرائیل ص ۱۶۴ ج ۲۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ
اور وہ بولے شکر اللہ کا جس نے سچا کیا ہم سے اپنا وعدہ اور وارث کیا ہم کو اس زمین کا گھر پکڑ لیں بہشت میں سے جہاں
نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ یُسَبِّحُوْنَ
چاہیں سو کیا خوب نیگ ہے محنت کرنیوالوں کا اور تو دیکھے فرشتے گھیر رہے ہیں عرش کے گرد پاکی بولتے ہیں
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۷۵﴾
اپنے رب کی خوبیاں اور فیصلہ ہوا ہے ان میں انصاف کا اور یہی بات ہوئی کہ سب خوبی اللہ کو جو صاحب ہے سارے جہان کا

پاس اللہ کے احکام لے کر رسول نہیں آتے اور اس دن کی آفت سے انھوں نے تم کو نہیں ڈرایا دوزخی لوگ جواب دیں گے کہ ہاں رسول تو اللہ کے احکام لے کر آتے اور انھوں نے اس دن کی آفت سے ہم کو ڈرایا لیکن ہم نے ان کا کہنا نہیں مانا اور شیطان کا کہنا ہر بات میں مانتے رہے اور اللہ تعالٰے نے شیطان کو یہ پہلے ہی جتلا دیا تھا کہ جو اس کا کہنا مانے گا وہ جہنم میں جھونکا جائے گا اسی ارشاد کے موافق آج ہم اس آفت میں پکڑے گئے اللہ کے فرشتے دوزخیوں کی یہ بات سن کر کہیں گے کہ دنیا کے عیش و آرام کے غرور میں جب تم لوگوں نے اللہ کے رسولوں کا کہنا نہیں مانا تو جاؤ اب ہمیشہ دوزخ میں پڑے جلتے رہو۔ اہل جنت جب جنت کے دروازے پر جائیں گے تو اللہ کے فرشتے ان سے سلام علیک کریں گے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تم کو ہر طرح کی برائی سے سلامتی بخشے پھر کہیں گے کہ تم لوگ دنیا میں نیک راہ پر تھے اس لئے اب جاؤ اور جنت میں ہمیشہ رہو۔ صحیح بخاری[1] و مسلم کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ جب اہل جنت جنت میں اور اہل دوزخ دوزخ میں جا چکیں گے تو جنت اور دوزخ کے درمیان میں موت کو ذبح کیا جا کر یہ کہہ دیا جائے گا کہ اب جو جہاں ہے ہمیشہ وہیں رہے گا یہ حدیث خلدین فیھا اور فادخلوھا خلدین کی گویا تفسیر ہے۔

۷۴-۷۵ جب اہل جنت فرشتوں سے جنت میں ہمیشہ رہنے کی خوشخبری سنیں گے اور جنت کی نعمتیں دیکھیں گے تو اس وقت اس طرح اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں گے جیسا کہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ سب تعریف اس خدا کو ہے جس نے سچا کیا ہم سے وعدہ اپنا جو دنیا میں رسولوں کی معرفت کیا تھا اور اس وعدہ کے موافق ہم کو جنت میں وہ نعمتیں عنایت کیں کہ جو نہ ہم نے آنکھوں سے دیکھیں نہ کانوں سے سنیں نہ کبھی ہمارے دل میں ان کا خیال گزرا۔ صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی روایت سے حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے کہ جنتی لوگوں کو جنت میں وہ نعمتیں ملیں گی کہ جو نہ انھوں نے کبھی آنکھوں سے دیکھیں نہ کانوں سے سنیں نہ کبھی ان کے دل پر ان کا خیال گزرا۔ ابن ماجہ[3] کے حوالہ سے ابو ہریرہ کی ایک اور صحیح حدیث گزر چکی ہے کہ ہر شخص کا ایک ٹھکانہ جنت میں اور ایک دوزخ میں پیدا کیا گیا ہے لیکن جو لوگ ہمیشہ کے لئے دوزخی ٹھہریں گے اور ان کے جنت کے ٹھکانے خالی رہ جائیں گے آخر کو جنتی لوگ ان لاوارث ٹھکانوں کے بھی وارث بن جائیں گے۔ ان حدیثوں کو پہلی آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد جنتی لوگ اس لئے بے اختیار اللہ تعالٰے کا شکریہ زبان پر لائیں گے کہ ان کی امید سے بڑھ کر ان کو جنت میں نعمتیں نظر آئیں گی اسی واسطے وہ اپنی نیکیوں کے اجر کو اچھا اجر بتلائیں گے اور جنت کے مکانوں اور باغوں کا وارث اپنے آپ کو اس لئے ٹھہرائیں گے

[1] صحیح بخاری باب صفة الجنة والنار۔ ص ۹۶۹ ج ۲۔ [2] صحیح بخاری باب ما جاء فی صفة الجنة ص ۴۶۰ ج ۱۔
[3] ابن ماجہ باب صفة الجنة ص ۳۲۲۔

آیاتھا (۸۵) — (۴۰) سورۃ المؤمن مکیۃ (۶۰) — رکوعاتھا (۹)

حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق یہ سورہ مکی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ① تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ② غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ

اتار کتاب کا اللہ سے ہے جو زبردست ہے خبردار گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرتا سخت

لہ لاوارث مکانات اور باغوں کا بھی اُن کو وارث بنا دیا جائے گا کہ تفریح کے طور پر جہاں جن کا جی چاہے وہاں رہیں۔ اسی تفریح کے مطلب کو جنتی لوگ نتبوّأ من الجنۃ حیث نشاء۔ کے لفظوں سے ادا کریں گے۔ اب آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ جنتی لوگ جنت کی نعمتیں دیکھ کر ادھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کر رہے ہوں گے اور نیک و بد کا انصاف سے جو فیصلہ ہو جائے گا اس فیصلہ کو دیکھ کر اللہ کے فرشتے ادھر عرش معلیٰ کے گرداگرد کھڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کریں گے اے رسول اللہ کے قیامت کے دن جہاں اور نئی باتیں تمہارے دیکھنے میں آئیں گی وہاں اللہ تعالیٰ کے دربار کا یہ موقع اس دن دیکھنے کے قابل ہوگا سورہ بقر میں گزر چکا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر بنی آدم کے پیدا کرنے کا ارادہ فرشتوں سے ظاہر کیا تو فرشتوں نے عرض کیا تھا کہ بنی آدم کے پیدا ہونے سے خون ریزی اور طرح طرح کے فساد کا اندیشہ ہے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو یہ دیا تھا کہ بنی آدم کے پیدا کرنے میں جو حکمت ہے، وہ مجھ کو خوب معلوم ہے تم کو معلوم نہیں اب نیک و بد کے فیصلہ کے بعد جو قیامت کے دن انبیا صدیق شہید اور نیک لوگوں کی جماعتیں جنت میں جائیں گی تو بنی آدم کے پیدا کرنے کی حکمت الٰہی اچھی طرح فرشتوں کو معلوم ہو جائیں گی اس لئے بے ساختہ ان کی زبان پر اللہ تعالےٰ کی حمد و ثنا آوے گی۔

۱-۳- سورتوں کے شروع کے لفظ متشابہات میں سے ہیں جن کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے چنانچہ اس کی تفصیل سورہ بقر میں گزر چکی ہے مشرکین مکہ یہ کہتے تھے کہ یہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنا لیا ہے اس کے جواب میں جگہ جگہ فرمایا کہ ان پڑھ نبی پر یہ قرآن اترا ہے اور باتیں اس میں ایسی غیب کی ہیں کہ ان پڑھ شخص تو درکنار اہل کتاب بھی بغیر آسمانی مدد کے وہ باتیں نہیں تبلا سکتے اس لئے اب کسی کو اس میں شک کرنے کا موقع باقی نہیں رہا کہ قرآن کلام الٰہی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں صحیح بخاری[1] و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اور معجزوں کے علاوہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کا ایک ایسا معجزہ دیا گیا ہے جس کا اثر قیامت تک باقی رہے گا جس اثر سے اتنے لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوں گے کہ قیامت کے دن اور امتوں سے آپ کی امت کے نیک لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگی۔ اس ضعف اسلام کے زمانہ میں بھی فقط قرآن کے اثر سے غیر قوم کے لوگوں میں اسلام کا سلسلہ جاری ہے اس لئے یہ سلسلہ حدیث کی پیشین گوئی کا گویا ظہور ہے اور یہ حدیث قرآن کے کلام الٰہی ہونے کی گویا تفسیر ہے۔ پھر فرمایا ان سیدھی سیدھی باتوں کے سمجھانے کے بعد بھی اگر یہ لوگ اللہ کے رسول اور قرآن کی مخالفت سے باز

[1] صحیح بخاری باب کیف نزل الوحی ص ۷۴۴ ج ۲۔

الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝٣ مَا يُجَادِلُ فِيٓ ءَايَٰتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ

مار یا مقدور کا صاحب کسی کی بندگی نہیں سوائے اس کے اسی کی طرف پھر جانا ہے وہی جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں جو

كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝٤ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ

منکر ہیں سو تو نہ بہک اس پر کہ چلتے پھرتے ہیں شہروں میں جھٹلا چکے ہیں اُن سے پہلے قوم نوح کی اور کتنے فرقے ان سے پیچھے

وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ

اور ارادہ کیا ہر امت نے اپنے رسول پر کہ اس کو پکڑ لیں اور لانے لگے جھوٹے جھگڑے کہ اس سے ڈگا دیں سچا دین پھر میں نے ان کو

فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝٥ وَكَذَٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوٓا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۝٦

پکڑا تو کیسی ہوئی میری سزا دینی اور ویسے ہی ٹھیک ہو چکی بات تیرے رب کی منکروں پر کہ یہ ہیں دوزخ والے

نہ آئیں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے سرکش لوگوں سے بدلا لینے میں ایسا زبردست ہے کہ اس نے بہت سی پچھلی سرکش قوموں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا جن کے قصے گھڑی گھڑی ان لوگوں کو اس لئے سنا دیئے گئے ہیں کہ اگر یہ لوگ اُن کے قدم بقدم چلیں گے تو ان کا انجام بھی وہی ہوگا صاحب علم وہ ایسا ہے کہ اس سے کوئی بات ان لوگوں کی پوشیدہ نہیں ہے پھر فرمایا جو کوئی قرآن کی نصیحت کو مان کر پچھلی سرکشی سے توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول کرنے والا اور اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے نہیں تو اس کا عتاب بہت سخت اور اس کی قدرت بہت بڑی ہے اس کے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا پھر فرمایا جو صفتیں بیان کی گئیں جب وہ مخلوقات میں سے کسی میں نہیں پائی جاتیں تو لائق عبادت بھی وہی وحدہ لاشریک ہے جس کے روبرو حساب وکتاب اور نیک وبد کی جزا وسزا کے لئے سب کو حاضر ہونا ضرور ہے۔ صحیح مسلم[1] کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا اللہ تعالیٰ کو اپنی غفور رحیمی کی صفت ایسی پیاری ہے اگر دنیا کے موجودہ لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ اُن کی جگہ ایسے لوگ پیدا کرتا جو گناہ کر کے توبہ استغفار کرتے اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کر کے اُن کے گناہوں کو معاف کرتا یہ حدیث غافر الذنب وقابل التوب کی گویا تفسیر ہے۔ اسی طرح صحیح بخاری[2] ومسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث اور بخاری وغیرہ کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث گزر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ عذاب الٰہی کا حال مجھ کو معلوم ہے اگر وہ میں بیان کروں تو لوگ گھر بار بال بچے چھوڑ کر جنگل کو نکل جائیں اور سوا رونے کے دوسرا کوئی کام نہ کریں یہ حدیثیں شدید العقاب کی گویا تفسیر ہیں پچھلی امتوں کے طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو جانے کے جتنے قصے گزرے وہ سب ذی الطول کی گویا تفسیر ہیں کیونکہ ان قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ ایسا صاحب قدرت ہے کہ جس کے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ بعضے سلف نے ذی الطول کے معنے صاحب فضل وکرم کے کئے ہیں اس صورت میں شدید العقاب ذی الطول کا یہ مطلب ہوگا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کا عذاب سخت ہے اسی طرح اس کا فضل وکرم بھی بڑا ہے۔ وہ گنہ گاروں کی توبہ قبول کرتا ہے۔

۴۔۹۔ تفسیر سدی اور تفسیر ابن[3] ابی حاتم میں ابی مالک سے روایت ہے کہ حارث بن قیس سہمی وغیرہ مشرک لوگ آنحضرت صلی

[1] صحیح مسلم باب سقوط الذنوب بالاستغفار والتوبۃ ص ۳۵۵ ج ۲۔ [2] صحیح بخاری کتاب الرقاق ص ۹۶۰ ج ۲۔ [3] تفسیر الدر المنثور ص ۳۴۶ ج ۵۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ

جو لوگ اٹھا رہے ہیں عرش کو اور جو اس کے گرد ہیں پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں اور اس پر یقین رکھتے ہیں اور گناہ بخشواتے ہیں

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا

ایمان والوں کے اے رب ہمارے ہر چیز سمائی ہے تیری مہر اور خبر میں سو معاف کر ان کو اور جو توبہ کریں اور چلیں

سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ

تیری راہ پر اور بچا ان کو آگ کی مار سے اے رب ہمارے اور داخل کر ان کو بسنے کے باغوں میں جنکا وعدہ دیا تو نے ان کو

اللہ علیہ وسلم سے آکر جھگڑا کیا کرتے تھے اور قرآن شریف کے باب میں طرح طرح کی بے ادبی کے لفظ منہ سے نکالا کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے رسول اور اللہ کے کلام سے مخالفت کر کے ابھی تک جو کسی وبال اور عذاب الٰہی میں نہیں پکڑے گئے اور چین سے شہر بشہر تجارتیں اور تندرستی اور آرام سے گزر کر رہے ہیں اے نبی اللہ کے ان لوگوں کے اس حال پر کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ان لوگوں کی اس طرح کی باتوں سے ان کا کفر تو اللہ کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے مگر اللہ کی درگاہ میں ہر کام کا وقت مقرر ہے وقت آتے ہی حضرت نوح کے زمانہ سے لے کر اب تک جو اللہ کے رسولوں کے مخالف لوگوں کا انجام ہوا وہی ان لوگوں کا انجام ہو گا اللہ کے کلام میں ایک تو جھگڑا ان کافر لوگوں کا یہ تھا کہ اللہ کے کلام کو کلام الٰہی نہیں مانتے تھے یہ صریح کفر ہے لیکن کلام الٰہی کو اللہ کا کلام مان کر اس طرح کا جھگڑا اور فساد اس میں نکالنا جس سے کوئی فتنہ پیدا ہو یا کوئی بدعت رواج پکڑے یہ بھی عذاب الٰہی آجانے کی بات ہے صحیح مسلم[1] میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک روز دو صحابیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی ایک آیت کے مطلب میں اختلاف کرتے اور جھگڑتے دیکھا یہ حال دیکھ کر نہایت غصہ سے آپ نے فرمایا کہ پچھلی امتیں اس طرح کے اختلاف اور جھگڑے سے غارت ہو گئیں امام نووی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ کسی حق بات کے معلوم کرنے کی نیت سے یا صحیح مسئلہ کے دریافت ہو جانے کی غرض سے اختلاف ہو تو شریعت میں اس کی اجازت ہے اور اگر لوگوں کو شک و شبہ اور فتنہ میں ڈالنے کے طور پر یا بدعت کے رواج دینے کے طور پر اختلاف ہو تو حرام ہے اور اسی طرح کے اختلاف نے اہل کتاب کو ہلاک کیا سورۃ الشعراء میں گزر چکا ہے کہ نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے پتھروں سے کچل ڈالنے کا ارادہ کیا تھا سورہ انفال میں گزر چکا ہے کہ قریش نے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کرنے یا شہید کر ڈالنے کا قصد کیا تھا۔ مخالف لوگوں کی ان ہی باتوں کو وھمت کل امۃ برسولھم لیاخذوہ فرمایا مطلب یہ ہے کہ ہر امت کے مخالف لوگ رسولوں کی ایذا کے ہمیشہ درپے رہے اور چاہتے رہے کہ رسولوں کو پکڑ کر جس طرح کی ایذائیں پہنچائی جائیں اس میں کوتاہی نہ کی جاتے اب آگے اللہ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ کے رسول کے حکم پر خلاف شریعت کوئی جھگڑا اور اختلاف نہیں کرتے اور اللہ کی مرضی کے موافق اللہ کے حکم پر ایمان لاتے ہیں ان لوگوں کا یہ رتبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عرش اٹھانے والے اور عرش کے پاس حاضر رہنے والے مقرب فرشتے ایسے لوگوں کے حق میں رات دن مغفرت کی دعا اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں صحیح مسلم[2] میں حضرت ابوذر سے اور ترمذی

[1] صحیح مسلم کتاب العلم ص ۳۳۹ ج ۲۔ [2] صحیح مسلم باب فضل الدعاء للمسلمین بظہر الغیب ص ۳۵۱ ج ۲۔

وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۸ وَقِهِمُ

جو کوئی نیک ہو ان کے باپوں میں اور عورتوں میں اور اولاد میں بیشک تو ہی ہے زبردست حکمت والا اور بچا ان کو

السَّيِّاٰتِ ۭ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَىِٕذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ۭ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۹

برائیوں سے اور جس کو تو بچاوے برائیوں سے اس دن اس پر مہر کی تو نے اور یہ جو ہے یہی ہے بڑی مراد پانی

اور ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ انسان دوسرے انسان کے حق میں پیٹھ پیچھے دعا کرے تو اس دعا کو اللہ قبول فرماتا ہے اب یہ ظاہر بات ہے کہ فرشتوں کی پیٹھ پیچھے کی یہ دعا جس کا ذکر اس آیت میں ہے اور فرشتے جو عرش معلیٰ کے پاس رہنے والے مقرب فرشتے ہیں ان کی دعا کس قدر مقبول ہونے کا درجہ رکھتی ہے حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے کلام میں طرح طرح کی حجتیں نکالتے ہیں اللہ کی وحدانیت کو نہیں مانتے اور اللہ کے رسول کی ایذا کے درپے ہیں وہ چندروز دنیا کی خوشحالی کو برت لیں بعد اس کے قوم نوح عاد ثمود قوم لوط اور رسولوں کے مخالف لوگوں کا جو انجام ہوا وہی ان کا ہوگا کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ شیطان اور اس کی پیروی کرنے والوں کو قیامت کے دن دوزخ میں جھونکا جائے گا۔ پھر فرشتوں کی دعا کا ذکر فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ یا اللہ دنیا میں جو لوگ ہماری طرح تیری توحید پر قائم ہیں اُن کے گناہ معاف فرماکر انھیں دوزخ کے عذاب سے بچا کیونکہ تیری رحمت بہت بڑی ہے کہ اپنی رحمت سے تو جس کو چاہے دوزخ کے عذاب سے بچا سکتا ہے اور تیرا علم ایسا وسیع ہے کہ نیکوں اور بدوں کا دلی ارادہ تک تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے اس لئے جن نیک لوگوں کے رشتہ داروں کے دل میں تیری وحدانیت تو ہو مگر نیک عملوں کے حساب سے ان کو جنت کا اعلیٰ درجہ نہ مل سکتا ہو تو ان سب کو جنت کا اعلیٰ درجہ عنایت فرما تاکہ سب رشتہ دار جنت کا اعلیٰ درجہ پاکر خوش ہوں کیونکہ تو بڑا زبردست ہے جو چاہے وہ کر سکتا ہے اور تیری حکمت ایسی بڑی ہے کہ تو نے اپنی حکمت اور تدبیر سے ایک کام کا سبب دوسرے کام کو ٹھہرا رکھا ہے مثلاً گنہ گاروں کی بخشش کا سبب تو نے شفاعت کو ٹھہرایا ہے اس واسطے کم نیک عمل رشتہ داروں کے حق میں ہماری یہ شفاعت ہے کہ ان کو بھی جنت کا اعلیٰ درجہ اس طرح عنایت فرما کہ اُن کے کچھ گناہ دوزخ کی سزا کے قابل ہوں تو اس سزا سے بالکل ان کو بچادے کیونکہ قیامت کے دن سزا سے بالکل بچ کر جنت میں داخل ہوجانا تیری رحمت کے آگے تو کچھ بھی نہیں مگر گنہ گاروں کے حق میں یہ بہت بڑی کامیابی کی صورت ہے۔ طبرانی میں[1] حضرت عبداللہؓ بن عباس سے روایت ہے کہ قیامت کے دن بعضے جنتی لوگ جنت میں داخل ہونے کے بعد اپنے ماں باپ اور بی بچوں کا حال فرشتوں سے پوچھیں گے کہ وہ سب کہاں ہیں فرشتے کہیں گے ان کے اعمال اس قابل نہ تھے کہ اس درجہ کی جنت میں داخل ہوتے جہاں تم ہو یہ جنتی لوگ اللہ سے دعا کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان سب کو ایک جگہ اعلیٰ درجہ کی جنت میں اکٹھا کردے گا۔ طبرانی کی سند میں ایک راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن غزوان ضعیف ہے لیکن یہ روایت مسند بزار میں بھی ہے اور مسند بزار کی سند میں یہ راوی نہیں ہے اس لئے ایک روایت سے دوسری کو تقویت ہو جاتی ہے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے[2] عبداللہؓ بن عمر کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعضے گنہ گاروں کو ان کے گناہ یاد دلائے گا جب وہ لوگ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اُن کے

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۷۲ ج ۴۔ [2] مسلم شریف باب سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ الخ ص ۳۶۰ ج ۲۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِن مَّقْتِكُمْ أَنفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ⑩

جو لوگ منکر ہیں ان کو پکار کے کہیں گے اللہ بیزار ہوتا تھا زیادہ اس سے جو بیزار ہوتے ہو اپنے جی سے جس وقت تم کو بلاتے تھے یقین لانے کو پھر تم منکر ہوتے تھے

قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ ⑪

بولے اے رب ہمارے تو موت دے چکا ہم کو دو بار اور زندگی دے چکا دو بار اب ہم قائل ہوئے اپنے گناہوں کے پھر اب بھی ہے نکالنے کی کوئی راہ

ذَٰلِكُم بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ ۖ وَإِن يُشْرَكْ بِهِ تُؤْمِنُوا ۚ فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ⑫

یہ تم پر اس واسطے کہ جب کسی نے پکارا اللہ کو اکیلا تو تم منکر ہوتے اور جب اس کے ساتھ شریک پکارتے تو تم یقین لانے لگتے اب حکم وہی جو کرے اللہ جو سب سے اوپر بڑا

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُم مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا ۚ وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَن يُنِيبُ ⑬

وہی ہے تم کو دکھاتا اپنی نشانیاں اور اتارتا تمہارے واسطے آسمان سے روزی اور سوچ وہی کرے جو رجوع رہتا ہو

وہ گناہ معاف فرما دے گا۔ جنت کا درجہ بڑھ جانے کی اور بغیر سزا کے جنت میں داخل ہو جانے کی فرشتوں کی جو دعا ان آیتوں میں ہے یہ حدیثیں اُس کی تفسیر ہیں کیونکہ اُس دعا کے مضمون کے موافق قیامت کے دن جو عمل ہو گا اُس کا حال ان حدیثوں سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے۔

۱۰-۱۲ — اوپر ذکر تھا کہ جو لوگ شیطان کی پیروی کریں گے اُن سے اور شیطان سے دوزخ کو بھرا جائے گا ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ جب ایسے لوگ دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے تو دوزخ کے عذاب سے تنگ آ کر یہ لوگ ان باتوں سے بہت بیزاری ظاہر کریں گے جن باتوں کو دنیا میں بڑی خوشی سے کرتے تھے۔ ان لوگوں کا یہ حال دیکھ کر ان کو قائل کرنے کے لئے اللہ کے فرشتے پکار پکار کر ان سے کہیں گے کہ بے وقت کی اس بیزاری سے اب کیا ہوتا ہے دنیا میں جب تم کو قرآن کے موافق فرمانبرداری کی نصیحت کی جاتی تھی اور تم سرکشی سے اس کو نہیں مانتے تھے اللہ تعالیٰ تمہاری اس سرکشی سے بہت بیزار تھا یہ عذاب اللہ تعالیٰ کی اس بیزاری کا نتیجہ ہے اب یہ عذاب کسی طرح نہیں ٹل سکتا۔ فرشتوں کی یہ جھڑکی سن کر یہ دوزخی لوگ اللہ سے عرض کریں گے یا اللہ تو موت دے چکا ہم کو دو دفعہ اور زندگی دے چکا دو دفعہ پیدا ہونے سے پہلے ہم بالکل بے جان تھے تو نے ہم کو پیدا کیا پھر ہم جاندار ہوئے پھر عمر پوری ہو جانے کے بعد تو نے ہم کو بے جان کیا اور حساب و کتاب اور سزا و جزا کے لئے دوبارہ زندہ کیا اس لئے حشر کے انکار کے جرم کا اور باقی سب جرموں کا اب ہم کو اقرار ہے اگر دوبارہ ہم کو دنیا میں بھیج دیا جائے تو ہم حشر کے اقرار پر قائم رہیں گے اور حشر کے سامان کے لئے نیک کام کریں گے اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ملے گا کہ پہلی دفعہ جو تم لوگوں کو پیدا کیا تو تمہارا دنیا میں یہ حال تھا کہ خالص اللہ کا نام لینے سے تم کو نفرت تھی اور بتوں پر تمہارا ایمان تھا اب اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ اگر تم کو دوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تو تم وہی کرو گے جو پہلی دفعہ کر کے آئے اس واسطے تم کو دوبارہ دنیا میں بھیجنا لاحاصل ہے بلکہ اللہ بلند مرتبہ اور بزرگ کا تمہارے حق میں یہی حکم ہے کہ جو کچھ تم کر کے آئے ہو اس کی سزا بھگتو اب آگے فرمایا ان منکرین حشر کی آنکھوں کے سامنے اللہ کی قدرت کی ایسی بہت سی نشانیاں ہیں جن سے یہ حشر کا یقین کر سکتے ہیں مثلاً ایک مینہ کی نشانی ایسی ہے جو حشر کے یقین کے لئے کافی ہے کیونکہ پہلے سال کے اناج کے ہر سے دانے اور ہر ایک میوہ کی تازی گٹھلیاں دوسرے سال تک سوکھ کر بالکل مردہ ہو جاتی ہیں جن کو مردہ کی طرح یہ لوگ بیج ڈالنے کے وقت زمین

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ

سو پکارو اللہ کو نرے کر کر اس کے واسطے بندگی اور پڑے برا مانیں منکر صاحب اونچے درجوں کا مالک تخت کا

يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ

اتارتا ہے بھید کی بات اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں کہ وہ ڈراوے ملاقات کے دن سے جس دن وہ لوگ

بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾

نکل کھڑے ہوں گے چھپی نہ رہے گی اللہ پر ان کی کوئی چیز کس کا راج ہے اس دن اللہ کا ہے جو اکیلا ہے دباؤ والا

اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾ وَاَنْذِرْهُمْ

آج بدلا پاوے گا ہر جی جیسا کمایا ظلم نہیں آج بیشک اللہ شتاب لینے والا ہے حساب اور خبر سنا دے ان کو

ہیں دفن کر دیتے ہیں پھر جو صاحب قدرت آسمان پر سے مینہ برسا کر ان مردہ دانوں سے ہزاروں ہرے دانے اور ان سوکھی گٹھلیوں سے ہزاروں تر و تازہ میوے سال بہ سال پیدا کر دیتا ہے اس کی قدرت سے یہ کیا بعید ہے کہ ایک مینہ کی تاثیر سے ان کے پتلے تیار ہو جائیں اور جس طرح ماں کے پیٹ میں ان کے پتلوں میں روح پھونک دی جاتی ہے اسی طرح ان پتلوں میں روح پھونک دی جاتے۔ رہی یہ بات کہ مرنے کے بعد جنگل اور دریا میں ان کی خاک جو رواں دواں ہو جاتے گی وہ کیونکر جمع ہو گی تو اس کا جواب بھی ان کو سمجھا دیا گیا ہے کہ وہ خاک جہاں جہاں جائے گی اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب کے موافق اس کا سب پتہ اور نشان پہلے ہی سے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوسرے صور سے پہلے ایک مینہ برسے گا جس کی تاثیر سے سب جسم تیار ہو جائیں گے اس کے بعد ان جسموں میں دوسرے صور سے روحیں پھونک دی جائیں گی جس کا ذکر سورۃ الزمر[1] میں گزرا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن شریف میں جگہ جگہ حشر کو کھیتی کی مثال سے جو سمجھایا گیا ہے اس کا مطلب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے آخر کو فرمایا کہ ان مثالوں کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں فرمانبردار ٹھہر چکے ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں نافرمان قرار پا چکے ہیں ان کو ان مثالوں سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعریؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی مثال مینہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگوں کی مثال اچھی بری زمین کی بیان فرمائی۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مرنے کے بعد تو نافرمان لوگ دنیا میں دوبارہ آنے اور نیک کام کرنے کی آرزو ظاہر کریں گے مگر اب جب تک وہ لوگ دنیا میں ہیں تو نیک کاموں کی نصیحت ان کے حق میں ایسی رائیگان ہیں جیسے بری زمین میں مینہ کا پانی رائیگان جاتا ہے۔

۱۴-۲۰- اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا ذکر فرمایا تھا جو قرآن کی آیتوں کا انکار کرتے تھے اور طرح طرح کے جھگڑے اللہ کے حکم کے ماننے میں نکالتے تھے پھر فرمایا تھا کہ قرآن شریف کی آیتوں سے وہی لوگ نصیحت پا سکتے ہیں جن کا دل خالص دل سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رجوع اور مائل ہے اب ان آیتوں میں ان ہی صاحب توحید اور خالص دل سے عبادت کرنے والوں کو خطاب کر کے

[1] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۸۳۔ [2] بخاری شریف باب فضل من علم وعلم ص ۱۸ ج ۱۔

يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ۬ؕ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ

اس نزدیک آنے والے دن کی جس وقت دل پہنچیں گے گلوں کو تو دبا رہے ہوں گے کوئی نہیں گنہگاروں کا دوست اور نہ سفارشی

يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ

جس کی بات مانی جاوے وہ جانتا ہے چوری کی نگاہ اور جو چھپا ہے سینوں میں اور اللہ چکاتا ہے انصاف

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ ع

اور جن کو پکارتے ہیں اس کے سوائے نہیں چکاتے ہیں کچھ بیشک اللہ جو ہے وہی ہے جانتا دیکھتا

فرمایا ہے کہ تم خالص دل سے اللہ کی یاد اور اللہ کی عبادت کئے جاؤ اور اللہ کے حکم میں جھگڑا کرنے والوں کا اور ان کی ناخوشی کا کچھ خیال نہ کرو صحیح مسلم[۱] ابوداؤد و نسائی میں حضرت عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ فرضوں کے بعد کلمہ توحید پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے یا اللہ ہم سوا تیرے کسی کی عبادت نہیں کرتے اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ کافر لوگ ناخوش ہوں تو ہوں حقیقت میں خالص دین اور خالص عبادت اللہ ہی کا حق ہے اب آگے اللہ تعالیٰ نے خالص عبادت کا نتیجہ ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انبیا کا جن کے سبب سے خالص عبادت الٰہی کی ہدایت لوگوں کو ہوتی ہے اور خالص عبادت کرنے والوں کا درجہ ہر ایک رتبہ کے موافق قیامت کے دن بلند فرمائے گا قتادہ[۲] کے قول کے موافق یہاں روح کے معنی وحی کے ہیں مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں جس کسی کو نبوت کے قابل پاتا ہے اس کو نبی مقرر کر کے بذریعہ وحی کے اپنے نبی پر اس لئے احکام بھیجتا ہے کہ وہ اللہ کے نبی لوگوں کو قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرا دیں اسی واسطے صحیحین[۳] میں ابوہریرہ کی حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور امت کے لوگوں کی مثال ایسی ہے جس طرح کوئی شخص آگ جلائے اور آگ کی روشنی کے گرد کیڑے پتنگے جمع ہو کر اس آگ میں گرنا اور جلنا چاہیں اور وہ آگ جلانے والا شخص ہر چند ان کیڑوں پتنگوں کو روکے مگر وہ نہ مانیں اور آخر آگ میں گر کر جل جائیں اسی طرح امت کے لوگوں کی کمر پکڑ پکڑ کر میں عذاب الٰہی کی آگ سے ان کو روکتا ہوں مگر وہ نہیں مانتے اور آگ میں گرنے کے کام کرتے ہیں صحیح بخاری[۴] و مسلم میں سہل بن سعد کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دوسری نئی زمین پر لوگ حشر کے میدان میں کھڑے کئے جائیں گے اس زمین پر نہ کسی مکان اور پہاڑ کی کچھ علامت ہوگی نہ اور کچھ آڑ ہوگی بلکہ صاف میدان چٹیل ہوگا اسی واسطے آگے کی آیت کے ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حشر کے دن جب لوگ قبروں سے اٹھیں گے تو ان کی کوئی چیز اللہ سے چھپی نہ رہے گی اور اس دن نیکی کا بدلہ دس سے لے سات سو تک ہوگا اور برائی کی سزا میں کچھ زیادتی نہ ہوگی اس واسطے فرمایا اس دن کچھ ظلم نہ ہوگا صحیح مسلم[۵] کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرا لیا ہے۔ اس حدیث سے لاظلم الیوم کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ عذاب کی دہشت سے لوگوں کے دل ٹھکانے نہ رہیں گے اسی کو اذ القلوب لدی الحناجر فرمایا صحیح بخاری[۶] میں ابوہریرہ کی روایت سے اور ترمذی ابن ماجہ میں عوف بن مالک کی روایت سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[۱] صحیح مسلم باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ وصفتہ ص ۲۱۸ ج ۱۔ [۲] تفسیر الدر المنثور ص ۳۴۸ ج ۵۔ [۳] صحیح مسلم باب مثل ما بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ ص ۲۴۸ ج ۲۔ [۴] صحیح بخاری باب یقبض اللہ الارض۔ ص ۵۶۵ ج ۲ [۵] صحیح مسلم باب تحریم الظلم ص ۳۱۹ ج ۲۔ [۶] مشکوٰۃ شریف باب فی الحوض والشفاعۃ۔ ص ۴۸۹۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَانُوا

کیا پھرے نہیں ملک میں کہ دیکھتے آخر کیسا ہوا ان کا جو تھے ان سے پہلے وہ تھے

هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُم مِّنَ اللَّهِ

ان سے سخت زور میں اور جو نشان چھوڑ گئے زمین میں پھر ان کو پکڑا اللہ نے ان کے گناہوں پر اور نہ ہوا ان کو اللہ سے

فرمایا شفاعت اہل کلمہ گنہگاروں کے لئے ہوگی اسی واسطے مشرکوں کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کا قیامت کے دن نہ کوئی دوست ہوگا نہ شفاعت کرنے والا ہوگا یہ جو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آنکھ کی چوری کو جانتا ہے اس آنکھ کی چوری کی تفسیر آنکھ کے اشارہ سے بات کرنے کی بڑی صحیح تفسیر ہے کیونکہ ابوداؤد[1] اور نسائی کی مرفوع روایت میں یہ تفسیر آچکی ہے سو اس تفسیر کے اور تفسیریں جو مفسروں نے بیان کی ہیں وہ مرفوع حدیث سے کم درجہ کی ہیں اس مرفوع حدیث کا حاصل یہ ہے کہ عبداللہ بن سرح کے قتل کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد دیا مگر عبداللہ نے آنکھ بچا کر آنحضرت سے بیعت کا ارادہ کیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کی بیعت کا حال سنا تو صحابہ سے فرمایا کہ جب عبداللہ بیعت کے ارادہ سے آرہا تھا تو تم میں سے کسی نے اس کو روک لیا ہوتا صحابہ نے عرض کیا کہ اگر آپ ہم کو اشارہ سے فرما دیتے تو ہم لوگ عبداللہ کو آپ تک آنے سے ضرور روک دیتے آپ نے اس وقت یہی آیت میں کا کلمہ فرمایا کہ اللہ کے رسول کو خائنۃ الاعین جائز نہیں ہے حاصل کلام یہ ہے کہ یہ مشرک لوگ تو بغیر بتوں کی تعظیم کے کبھی خوش نہیں رہ سکتے اس لئے ہر ایماندار کو چاہئے کہ وہ خالص اللہ کی عبادت میں لگا رہے اور ان مشرکوں کی ناخوشی کا کچھ خیال نہ کرے۔ درجات کے معنی اگر مخلوقات کے مرتبوں کے لئے جائیں گے تو حاصل مطلب وہی ہوگا جو اوپر بیان کیا گیا کہ خالص دل سے اللہ کی عبادت کرنے والوں کا درجہ ہر ایک کے رتبہ کے موافق قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بلند فرمائے گا اور درجات کے معنی اگر اللہ تعالیٰ کی صفات کے لئے جائیں تو یہ مطلب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنے صفات میں بہت بالاتر ہے اس واسطے کوئی اس کا شریک نہیں قرار دیا جا سکتا لیکن پہلی تفسیر سورۃ المجادلہ کی آیت یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات کے موافق ہے کیونکہ جو مطلب اس تفسیر کا ہے وہی مطلب اس آیت کا ہے اس واسطے یہی تفسیر قوی معلوم ہوتی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور بندوں کی ملاقات ہوگی اس واسطے اس کو ملاقات کا دن فرمایا۔ آخر کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی بات کو سنتا ہر ایک کے کام کو دیکھتا ہے اس واسطے قیامت کے دن نیک و بد کا وہی انصاف سے فیصلہ کرے گا جن نیک لوگوں کی مورتوں کو یہ مشرک پوجتے ہیں وہ قیامت کے دن ان مشرکوں سے بیزار ہو جائیں گے اور یہ بت تو بالکل بت ہی ہیں نہ ان کی آنکھیں نہ ان کے کان نہ ان میں نیک و بد کے سمجھنے کی عقل اس لئے یہاں دنیا میں یہ مشرک لوگ اپنے بتوں کو مان لیں قیامت کے دن تو ان مشرکوں کا پورا فیصلہ اللہ ہی کے اختیار میں ہوگا۔

۲۱ - اوپر کھیتی کی مثال سے قریش کو حشر کا یقین ہونا اس لئے سمجھایا گیا تھا کہ جس کے دل میں ایک دن اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہونے اور عمر بھر کے حساب اور کتاب کا خوف ہوگا وہ اللہ کے رسول کے جھٹلانے اور نافرمانی کی باتوں کی کبھی جرأت نہ کرے گا اب قریش کو یہ بات یاد دلائی کہ ملک شام اور ملک یمن کے سفر میں ان لوگوں کو پچھلی ان قوموں کی اجڑی ہوئی بستیاں نظر نہیں آتیں جو

[1] ابوداؤد کتاب الحدود باب الحکم فیمن ارتد ص ۹

مِنۡ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانَتۡ تَّاۡتِيۡهِمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوۡا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ

کوئی بچانے والا — یہ اس پر کہ ، ان پاس آتے تھے اُن کے رسول کھلی نشانیاں لے کر پھر منکر ہوتے پھر ان کو پکڑا اللہ نے بیشک وہ

قَوِيٌّ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَ

زور آور ہے سخت مار دینے والا — اور ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر اور کھلی سند — فرعون اور

هَامٰنَ وَقَارُوۡنَ فَقَالُوۡا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِالۡحَقِّ مِنۡ عِنۡدِنَا قَالُوا اقۡتُلُوۡۤا اَبۡنَآءَ

ہامان اور قارون پاس پھر کہنے لگے یہ جادوگر ہے جھوٹا پھر جب پہنچا ان پاس لے کر سچی بات ہمارے پاس سے بولے مار ڈالو بیٹے ان کے

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ وَاسۡتَحۡيُوۡا نِسَآءَهُمۡ ؕ وَمَا كَيۡدُ الۡكٰفِرِيۡنَ اِلَّا فِىۡ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرۡعَوۡنُ

جو یقین لاتے ہیں اس کے ساتھ اور جیتی رکھو ان کی عورتیں — اور جو داؤ ہے منکروں کا سو غلطی میں ہیں — اور بولا فرعون

لوگ ان سے قوت اور ثروت میں ہر طرح بڑھ کر تھے لیکن نافرمانی کے جرم میں جب پکڑے گئے تو وہ ان کی قوت اور ثروت کچھ کام نہ آئی اور بہت سے اپنی ثروت کی نشانیاں چھوڑ کر آخر ہلاک ہو گئے۔ صحیح بخاری[1] و مسلم کے حوالہ سے مغیرہ بن شعبہ کی حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی انجانی کا عذر باقی نہ رکھنا بہت پسند ہے اسی واسطے اس نے آسمانی احکام دے کر رسول بھیجے۔ صحیح[2] مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث بھی گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرا لیا ہے۔ ان حدیثوں کو آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قوم نوح سے لے کر قوم فرعون تک پچھلی جتنی قومیں طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوئیں ان کو اللہ تعالیٰ نے انجانی کی حالت میں ظلم کے طور پر ہلاک نہیں کیا کیونکہ انجانی کے عذر کو رفع کر دینا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور ظلم کو اس نے اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرا لیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک قوم کی ہدایت کے لئے آسمانی احکام دے کر رسول بھیجے لیکن جب ان لوگوں نے اللہ کے رسولوں کو جھٹلایا تو اللہ تعالیٰ نے اس جرم کی سزا میں ان لوگوں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا۔ اور اللہ کے عذاب سے ان لوگوں کی قوت ثروت کوئی چیز انہیں بچا نہ سکی۔

۲۲-۲۹ — اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قریش کو عقبیٰ کے خوف کی باتوں سے ڈرایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا ہوگا اور نیک و بد کا ذرا ذرا حساب ہوگا اور جو لوگ شرک میں گرفتار ہیں اور اپنے بتوں سے شفاعت کی توقع رکھتے ہیں ان کا خیال بالکل غلط ہے وہاں مشرکوں کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی شفاعت کرنے والا ہوگا پھر یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ لوگ اللہ کے رسول سے مخالفت کرتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ اللہ کے رسولوں کی مخالفت کے سبب سے بہت لوگ ان سے پہلے ہلاک ہو چکے ہیں جن کا حال انھوں نے ملک شام و یمن کے سفر میں سنا ہوگا اور جو کچھ عمارتیں ان پچھلے لوگوں کی باقی رہ گئی ہیں ان کے دیکھنے سے ان کو معلوم ہوا ہوگا کہ وہ لوگ ان سے دنیا کی ثروت میں بڑھ کر تھے ان آیتوں میں یہ جتلایا کہ ان پچھلے لوگوں کا طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہونا فقط اللہ کے رسولوں کی مخالفت کے سبب سے تھا اور ان پچھلے لوگوں میں سب سے آخر فرعون کی قوم جو ہلاک ہوئی تھی اس کا قصہ بھی مثال کے طور پر ذکر فرما دیا یہ اوپر گزر چکا ہے کہ پچھلے زمانہ کی کسی تاریخی بات کو یاد دلا کر مشابہت کے طور پر موجودہ زمانہ کی کسی بات کے انجام کو ذہن نشین کرنا کسی

[1] صحیح بخاری کتاب التوحید باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا شخص اغیر من اللہ ص ۱۱۰۳ ج ۲۔

[2] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۹۴۔

ذَرُوْنِیْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْیَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ
مجھ کو چھوڑ دو کہ مار ڈالوں موسیٰ کو اور پکارے اپنے رب کو میں ڈرتا ہوں کہ بگاڑے تمہاری راہ یا نکالے ملک میں

الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰىٓ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ
خرابی اور کہا موسیٰ نے میں پناہ لے چکا ہوں اپنے اور تمہارے رب کی ہر غرور والے سے جو یقین نہ کرے

الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ
حساب کا دن اور بولا ایک مرد ایمان دار فرعون کے لوگوں میں جو چھپاتا تھا اپنا ایمان کیا مارے ڈالتے ہو ایک مرد کو اس پر کہ کہتا ہے

مطلب کے ثابت کرنے کے لئے ایک بڑا عمدہ طریقہ ہے اسی مطلب کے لئے قرآن شریف میں جگہ جگہ پچھلے لوگوں کے قصے ذکر فرمائے گئے ہیں اگرچہ قارون بنی اسرائیل میں سے تھا لیکن توراۃ کے زکوٰۃ کے حکم پر موسیٰ کی نبوت کا منکر ہو کر ان کو جادوگر کہنے لگا تھا۔ اکثر علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ فرعون نے نجومیوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کا حال سن کر ایک دفعہ حضرت موسیٰ کی پیدائش سے پہلے بنی اسرائیل کے لڑکوں کے قتل کئے جانے کا حکم دیا تھا اور حضرت موسیٰ کے پیدا ہو جانے کے بعد جب فرعون کی قوم کے لوگوں نے یہ شکایت کی تھی کہ بنی اسرائیل میں کے بڑی عمر کے لوگ آخر اپنی موت سے مرجاویں گے اور ان کے لڑکے قتل کر دیئے جائیں گے تو بنی اسرائیل کی نسل منقطع ہو جاتے گی اور محنت مزدوری کا کام جو بنی اسرائیل کے ذمہ ہے اس میں بڑا فتور پڑ جائے گا اس شکایت پر فرعون نے وہ حکم ملتوی کر دیا تھا اب حضرت موسیٰ کے نبی ہو کر مصر آنے کے بعد پھر وہ حکم جاری کر دیا تھا پہلی دفعہ یہ حکم فرعون نے اس غرض سے دیا تھا کہ حضرت موسیٰ دنیا میں پیدا ہو کر جینے اور پلنے نہ پائیں اور دوسری دفعہ یہ حکم اس غرض سے دیا تھا کہ بنی اسرائیل پر ایک طرح کا رعب قائم رہے اور بنی اسرائیل کی جماعت بھی زیادہ بڑھنے نہ پائے لیکن تقدیر الٰہی کے موافق جو کچھ ہونا تھا وہ آخر ظہور میں آیا جب فرعون حضرت موسیٰ کے مقابلے سے عاجز آیا تو اس نے اپنی قوم کے سرداروں سے یہ مشورہ لیا تھا کہ حضرت موسیٰ کو قتل کر ڈالے اس مشورہ کے وقت اس پوشیدہ ایماندار قبطی کو جوش آیا اور اس نے قوم کو وہ نصیحت کی جس کا ذکر آگے آتا ہے بعضے مفسروں نے یہ جو لکھا ہے کہ یہ پوشیدہ ایماندار بنی اسرائیل میں کا ایک شخص تھا یہ قول قرآن شریف کے مطلب کے مخالف ہے کیونکہ آگے کی آیتوں میں اس ایماندار شخص نے فرعون اور اس کی قوم کو نصیحت جو کی ہے تو اس میں میری قوم میری قوم کہہ کر نصیحت کی ہے بنی اسرائیل میں کا کوئی شخص قبطی لوگوں کو میری قوم میری قوم کیونکر کہہ سکتا تھا علاوہ اس کے جب فرعون خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل پر آمادہ تھا تو ایسی حالت میں بنی اسرائیل میں کا کوئی شخص اگر جرأت کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے باب میں فرعون کو اتنی بڑی نصیحت کرتا تو فرعون ضرور اس کو سزا دیتا اسی واسطے امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہی تفسیر کی ہے کہ وہ ایماندار شخص قبطی تھا اور قوم قبطی میں سے یہ تین شخص حضرت موسیٰ پر ایمان لائے تھے ایک یہ شخص اور ایک فرعون کی بی بی اور ایک وہ شخص جس کا ذکر سورہ قصص میں گزرا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک قبطی کا خون ہو گیا اور قبطی لوگوں نے حضرت موسیٰ کے قتل کا مشورہ کیا تو اس نے حضرت موسیٰ کو اس مشورہ کی خبر اور مصر سے کہیں چلے جانے کی صلاح دی تھی۔ فرعون کی قوم کو قبطی قوم کہتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے ارادہ کو فرعون نے جب ظاہر کیا تو غرور سے

؎۱ تفسیر الدر المنثور ص ۳۴۶ ج ۵۔ ؎۲ تفسیر ابن کثیر ص ۷۷ ج ۴۔

رَبِّیَ اللّٰهُ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَاِنْ یَّكُ

میرا رب اللہ ہے اور لایا ہے تم پاس کھلی نشانیاں تمہارے رب کی اور اگر وہ جھوٹا ہوگا تو اس پر پڑے گا اس کا جھوٹ اور اگر وہ

صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ یٰقَوْمِ

سچا ہوگا تو تم پر پڑے گا کوئی وعدہ جو دیتا ہے بیشک اللہ راہ نہیں دیتا اس کو جو ہو بے لحاظ جھوٹا اے قوم میری

لَكُمُ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ظٰهِرِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؗ فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ

تمہارا راج ہے آج چڑھ رہے ہو ملک میں پھر کون مدد کرے گا ہماری اللہ کی آفت سے اگر آگئی ہم پر

یہ بھی کہا کہ جس اللہ کی مدد کا موسیٰ کو دعویٰ ہے وہ اپنے اللہ کو مدد کے لئے اور قتل سے بچا دینے کے لئے بلائے اور قوم کے لوگوں سے یہ بھی کہا کہ موسیٰ کے زندہ چھوڑ دینے میں مجھ کو یہ خوف ہے کہ وہ تمہارے قدیمی دین کو بدلنے اور نئے دین کے پھیلانے میں ایک فساد برپا کر دے گا۔ صحیح بخاری[1] اور مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں دوزخی قرار پا چکے ہیں ان کو دوزخیوں کے سے کام اچھے اور آسان معلوم ہوتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ اگرچہ فرعون تمام ملک مصر کے جادوگروں کو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں پیش کر کے عاجز ہو چکا تھا لیکن پھر بھی اس کو یہی بات اچھی معلوم ہوتی تھی کہ وہ ملعون موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر اور ان کے معجزہ کو جادو کے اور شریعت موسوی کی باتوں کو خرابی اور فساد کی باتیں بتلاتے۔ فرعون کے اس ارادہ کا حال سن کر موسیٰ علیہ السلام نے منکر حشر لوگوں کی ایذا سے اس لئے اللہ کی پناہ مانگی کہ جن لوگوں کے دل میں ایک دن اللہ کے روبرو کھڑے ہونے کا خوف ہے وہ اس طرح قتل ناحق کے درپے نہیں ہوتے۔ اس قبطی دیندار شخص کی نصیحت کا حاصل یہ ہے کہ اے قوم کے لوگو کیا تم ایسے شخص کے قتل ناحق کے درپے ہو کر جو اللہ کو معبود اور اپنے آپ کو اللہ کا رسول بتلاتا ہے اور اپنے رسول ہونے کی نشانیاں بھی اس نے تم لوگوں کو دکھا دیں۔ یہ ایک ہی نشانی کیا کم ہے کہ تم لوگ اس کو جادوگر کہتے ہو اور تمہارے بڑے بڑے جادوگر اس کے مقابلہ سے عاجز اور خلاف عادت باتوں کو تائید غیبی بتلاتے ہیں اس پر بھی میں کہتا ہوں کہ اگر وہ اپنے دعوے میں سچا نہیں ہے تو خدا پر جھوٹ باندھنا کچھ چھوٹی بات نہیں ہے ایک دن ضرور اس پر وبال پڑے گا مگر یہ تو کہو کہ اگر وہ سچا ہے تو سچے شخص نے جس عذاب سے تم کو ڈرایا ہے اس کا کیا انجام ہوگا کیونکہ ایسے حد سے بڑھ جانے والے لوگ بارگاہ الٰہی میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں جو سچوں کو جھوٹا ٹھہرا کر ضد سے انہیں قتل کر ڈالیں۔ یہ میں نے مانا کہ آج ملک مصر کی حکومت تمہارے ہاتھ میں ہے جس کو تم چاہو قتل کر سکتے ہو لیکن قتل ناحق کے سبب سے کوئی آسمانی آفت ہم پر آگئی تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے وقت پر ہماری مدد کو کون کھڑا ہوگا بنی اسرائیل کے لڑکوں کے قتل کا ذکر سورۃ القصص میں موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے ساتھ ہے اور یہاں موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے ساتھ اس سے یہ قول بہت صحیح معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کے قتل کا حکم فرعون نے دو دفعہ دیا تھا۔ ترمذی اور مستدرک حاکم میں ابوہریرہؓ کی معتبر حدیث ہے[2] جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص راحت کے وقت اللہ کو یاد رکھے گا اور اس

[1] صحیح بخاری باب کان امر اللہ قدرا مقدورا۔ ص ۹۷۷ ج ۲۔

[2] مشکوٰۃ شریف کتاب الدعوات فی طریق الدعاء ص ۱۹۵۔

قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَآ اَرٰى وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ
بولا فرعون میں وہی سجھاتا ہوں تم کو جو سوجھا مجھ کو اور وہی راہ بتاتا ہوں جس میں بھلائی ہے اور کہا اس

اٰمَنَ يٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّ
ایماندار نے اے قوم میری میں ڈرتا ہوں کہ آوے تم پر دن اُن فرقوں کا سا جیسے رسم پڑی قوم نوح کی اور عاد اور

ثَمُوْدَ وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ
ثمود کی اور جو ان کے پیچھے ہوئے اور اللہ بے انصافی نہیں چاہتا بندوں پر اور اے قوم میری میں ڈرتا ہوں کہ تم پر آوے

کی بارگاہ میں ہر طرح کی دعا اور التجا پیش کرتا ہے گا تو سختی کے وقت کی اُس کی التجا کو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائے گا اس حدیث کو فرعون کے قصے کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فرعون راحت کے وقت تو خدا کا منکر رہا اور ڈوبنے کی سختی کے وقت اپنے ایمان قبول ہو جانے کی التجا بارگاہ الٰہی میں پیش کی اس لئے اس حدیث کے موافق اس التجا کا قبول ہونا عادت الٰہی کے برخلاف ٹھہرا۔

۲۹۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو شرک کے چھوڑنے اور توحید کے اختیار کرنے کا طریقہ لوگوں کو بتلاتے تھے اس کو تو فرعون نے اوپر کی آیتوں میں فسادی طریقہ بتلایا اور جس دہریہ طریقہ پر آپ تھا کہ اپنے آپ کو خدا کہلواتا تھا اور لوگوں کو بت پرستی سکھاتا تھا اس طریقہ کو اس نے کہا کہ یہی بھلائی کی راہ ہے یہ باتیں فرعون کی کچھ اس سبب سے نہیں تھیں کہ فرعون یا اُس کی قوم کو خدا کی خدائی یا حضرت موسیٰ کی نبوت کا کسی طرح یقین نہ آیا ہو بلکہ متواتر معجزے دیکھ کر فرعون اور اُس کی قوم کے دلوں میں یہ بات یقینی طور پر آچکی تھی کہ جو باتیں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ظہور میں آئی ہیں وہ باتیں بڑے بڑے جادوگروں سے جب نہیں ہوسکتیں ہیں تو بلاشک بغیر تائید غیبی کے وہ باتیں نہیں ہیں لیکن نخوت اور تکبر کے سبب سے وہ لوگ حضرت موسیٰ کی باتوں کو فساد کی باتیں بتلاتے تھے چنانچہ سورۃ النمل میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وجحدوا بها واستیقنتها انفسهم ظلما وعلوا جس کا مطلب یہ ہے کہ فرعون اور اس کی قوم موسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کو اگرچہ تائید غیبی جان گئے تھے مگر سرکشی اور نخوت کی راہ سے ان کو نہیں مانتے تھے اسی واسطے فرعون نے جب ڈوبتے وقت خدا کی خدائی کا اقرار کیا تو حضرت جبرئیل نے اس کے منہ میں مٹی بھر دی کہ عمر بھر تو جان بوجھ کر خدا کا منکر رہا اب بے وقت خدا کی خدائی کا اقرار کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ یہ قصہ سورۃ یونس میں گزر چکا ہے معتبر سند سے مسند امام احمدؒ اور طبرانی کبیر میں ابوامامہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضرت ایمان کی نشانی کیا ہے آپ نے فرمایا جب تجھ کو نیکی اچھی معلوم ہونے لگے اور برائی بری نظر آنے لگے اس وقت جان لیجیو کہ تو مسلمان ہے اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا عام قاعدہ بتلایا کیونکہ برائی میں کفر شرک بدعت اور تمام گناہ سب داخل ہیں اب جو لوگ ایسے ہیں کہ کفر اور شرک کی باتیں بھی ان کو اچھی معلوم ہوتی ہیں جس طرح فرعون اپنے دہریہ طریقہ کو بھلائی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توحید کے طریقہ کو فساد بتلاتا تھا تو یہ درجہ تو کفر کا ہے اب بعد اس درجہ کے اس عام قاعدہ سے آدمی کو اپنا حال جانچنا چاہیے جس قدر شرعی برائی کا خوف اس کے دل سے اٹھ گیا ہے اسی قدر اس کے ایمان میں خلل ہے۔

۳۰۔۳۵ اس ایماندار شخص کی نصیحت کے بیچ میں وہ بات فرعون نے کہہ دی تھی جس کا ذکر اوپر کی آیت میں تھا اب پھر اس

لہ مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان الفصل الثالث ص۔

يَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

دن ہانک پکار کا جس دن بھاگو گے پیٹھ دے کر کوئی نہیں تم کو اللہ سے بچانے والا اور جس کو غلطی میں ڈالے اللہ تو کوئی نہیں

مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ۖ

سمجھانے والا اور تم پاس آچکا ہے یوسف اس سے پہلے کھلی باتیں لے کر پھر تم رہے دھوکے ہی میں ان چیزوں سے جو وہ لایا

حَتّٰٓى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ

یہاں تک کہ جب مر گیا کہنے لگے ہرگز نہ بھیجے گا اللہ اس کے بعد کوئی رسول اسی طرح بہکاتا ہے اللہ اس کو جو ہو

مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﴿۳۴﴾ ۨالَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۭ كَبُرَ مَقْتًا

زیادتی والا شک کرتا وہ جو جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر کچھ سند کے جو پہنچی ہو ان کو بڑی بیزاری ہے

عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾

اللہ کے یہاں اور ایمانداروں کے یہاں اسی طرح مہر کرتا ہے اللہ ہر دل پر غرور والے سرکش کے

ایماندار شخص کی نصیحت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس ایماندار شخص نے اپنی اس نصیحت میں یہ جو کہا کہ مصر کے لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد یوں کہتے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے پیچھے اللہ تعالیٰ اور کوئی پیغمبر نہ بھیجے گا اس سے یہ مطلب اس ایماندار شخص کا نہیں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی پیغمبری کے مصر کے لوگ قائل تھے کیونکہ انہی آیتوں میں ہے فما زلتم فی شك مما جاء کم بہ جس کا مطلب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کے دھوکے طرح تم یوسف علیہ السلام کے معجزوں سے بھی دھوکے میں رہے اس صورت میں معنی آیت کے یہ ہیں کہ مصر کے لوگ اب جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیغمبری کے منکر ہیں اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی پیغمبری کے بھی ان کی زیست بھر منکر رہے اور حضرت یوسف کی وفات کے بعد اپنی عقل سے یوں کہنے لگے کہ اب کوئی شخص اللہ تعالیٰ ایسا نہ بھیجے گا جو حضرت یوسف کی طرح اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہے مصر کے لوگوں نے محض اپنی عقل سے جو یہ ایک بات غیب کی منہ سے نکالی کہ اللہ تعالیٰ حضرت یوسف کے بعد کوئی پیغمبر نہ بھیجے گا اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہ اور حد سے گزر جانے والا فرمایا غیب کی اور دین کی باتوں میں محض عقل سے کوئی بات منہ سے نکالنی بڑی اندیشہ کی بات ہے صحیح مسلم[1] میں جندب بن عبداللہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ السلام نے فرمایا ایک شخص نے ایک شخص کو قسم کھا کر یہ کہہ دیا تھا کہ خدا تجھ کو نہ بخشے گا خدا تعالیٰ نے محض اتنی بات پر کہ اس قسم کھانے والے شخص نے ایک غیب کی بات اللہ تعالیٰ کے حق میں کیوں منہ سے نکالی اس قسم کھانے والے شخص کے نیک عمل اکارت کر دیئے اور جس شخص کے باب میں اس شخص نے قسم کھائی تھی اُس کی مغفرت فرما دی یہ تو غیب کی بات بغیر جانے بوجھے منہ سے نکالنے کا انجام ہوا اسی طرح دین میں کسی چیز کو بغیر شرعی دلیل کے اپنی طرف سے حلال یا حرام ٹھہرانے کا انجام بھی بُرا ہے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح بخاری[2] کی حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں فرمایا کہ جو کوئی شخص اسلام کے پھیل جانے

[1] صحیح مسلم باب النھی عن تقنیط الانسان من رحمۃ اللہ۔ ص ۳۲۹ ج ۲۔

[2] صحیح بخاری کتاب الدیات باب من طلب دم امرء مسلم بغیر حق ص ۱۰۱۶ ج ۲۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ

اور بولا فرعون کہ اے ہامان بنا میرے واسطے ایک محل شاید میں پہنچوں رستوں میں رستوں میں آسمانوں کے

فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ

پھر جھانک دیکھوں موسیٰ کے معبود کو اور میری اٹکل میں تو وہ جھوٹا ہے اور اسی طرح بھلے دکھائے گئے فرعون کو اس کے برے کام

کے بعد اسلام سے پہلے کی جاہلیت کے زمانہ کی باتوں کو رواج دے گا اُس شخص سے بڑھ کر خدا کے نزدیک کوئی برا نہیں پھلی قوموں[۱] میں سے ہر ایک قوم کو ایک دن عذاب کے آنے کا جو پیش آیا ہے اسی کو یوم الاحزاب کہا گیا ہے مطلب یہ ہے مجھ کو اندیشہ ہے کہ اُن فرقوں کے عذاب کے دنوں میں کا کوئی دن کہیں قبطی قوم کے سامنے نہ آجائے قوم لوط کی ہلاکت کا قصہ والذین من بعدھم کی گویا تفسیر ہے کیونکہ قوم لوط کی ہلاکت ثمود کے بعد ہے صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرالیا ہے یہ حدیث وما اللہ یرید ظلما للعباد کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرا لیا ہے اس لئے وہ اپنے بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ یوم التناد کی تفسیر اکثر سلف نے قیامت کے دن کی صحیح قرار دی ہے کیونکہ اُس دن کی ہانک پکار سب دنوں سے زیادہ ہے حساب وکتاب کے بعد حساب وکتاب کے مقام کی طرف سے پیٹھ پھیر کر پل صراط پر گذرنے کے لئے سب لوگ جو دوڑیں گے اُسی مطلب کو یوم تولون مدبرین سے ادا فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب کے موافق جس کو لوح محفوظ میں گمراہ لکھ دیا کوئی اُس کو راہ راست پر نہیں لاسکتا اسی مطلب کو ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد سے ادا فرمایا گیا ہے۔ سورۃ الانبیاء میں گذر چکا ہے وجعلناھم ائمۃ یھدون بامرنا اور سورۃ التغابن میں آئے گا ومن یؤمن باللہ یھد قلبہ ان دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی ہدایت کے لئے جو احکام اللہ تعالیٰ نے انبیا کی معرفت بھیجے ہیں اللہ کے علم غیب میں جو لوگ نیک ٹھہر چکے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کے دل میں ایک توفیق پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ لوگ اُن احکام کی پابندی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اسی طرح جو لوگ اللہ کے علم غیب میں بد قرار پاچکے ہیں نہ وہ احکام الٰہی کی پابندی کی طرف مائل ہوتے ہیں نہ ان کے دل میں وہ توفیق پیدا ہوتی ہے بلکہ ایسے لوگوں کو اللہ ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے اس لئے ایسے لوگوں کو کوئی راہ راست پر نہیں لاسکتا حاصل کلام یہ ہے کہ سورۃ الانبیا اور سورۃ التغابن کی دونوں آیتوں کا مطلب آیت ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد کے ساتھ ملایا جائے تو اس آیت کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔ آگے فرمایا کہ جو لوگ احکام الٰہی کی پابندی میں بغیر کسی سند کے جھگڑے نکالتے ہیں۔ اللہ، رسول اور اُن کے ساتھ کے ایماندار سب ان بے سند جھگڑا کرنے والوں سے بیزار ہیں اور کثرت گناہوں کے سبب سے ان بے سند جھگڑا کرنے والوں کے دلوں پر زنگ کی مہر لگ گئی ہے جس سے کوئی نیک بات ان کے دلوں پر اثر نہیں کرتی۔ ترمذی[۲] نسائی ابن ماجہ وغیرہ کے حوالہ سے ابوہریرہ کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ بغیر توبہ کے گناہ پر گناہ کرنے سے آدمی کے دل پر زنگ چھا جاتا ہے۔ یہ حدیث کذالک یطبع اللہ علی کل قلب متکبر جبار۔ کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسے سرکش لوگوں کے دلوں پر زنگ چھا جاتا ہے اس لئے وہ احکام الٰہی کی پابندی میں بے سند جھگڑے نکالنے لگتے ہیں۔

۳۶۔۳۷۔ ایماندار قبطی کی نصیحت کے بیچ میں فرعون نے پہلی بات جو کہی تھی اُس کا ذکر تو اوپر گذرا اُس نصیحت کے بیچ

---

[۱] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۹۴۔ [۲] جامع ترمذی تفسیر سورۃ المطففین ص ۱۹۱ ج ۲۔

وَصُدَّ عَنِ السَّبِيۡلِ ؕ وَمَا كَيۡدُ فِرۡعَوۡنَ اِلَّا فِىۡ تَبَابٍ ؑ ﴿۳۷﴾

اور روکا گیا راہ سے اور جو داؤ تھا فرعون کا سو کھپنے کے واسطے

میں یہ فرعون کی دوسری بات ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ دہریہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے خدا کو آنکھ سے نہیں دیکھا اس لئے ہم اُس کی ہستی کے قائل نہیں علمائے پابند شریعت نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس عقل کے بھروسہ پر تم لوگوں نے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے کی ہستی کا انکار کیا ہے اُس عقل کو تم نے آنکھوں سے کب دیکھا ہے جو تم عقل کی ہستی کے قائل ہوا گر یہ کہتے ہو کہ عقل کی نشانیاں دیکھ کر ہم نے عقل کا اقرار کیا ہے تو پھر یہ بتلاؤ کہ اُس نشانیوں والی عقل کو اور خود تم کو کس نے پیدا کیا ہے کیا یہ سب کچھ اپنے پیدا کرنے والی کی ہستی کی نشانیاں نہیں ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کے انکار میں تو فرعون دہریہ تھا مگر اس ملعون میں یہ بات دہریوں سے زیادہ تھی کہ یہ اپنے آپ کو خدا کہلواتا تھا تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ فرعون خدا کی ہستی کا منکر نہیں تھا کیونکہ اگر وہ خدا کی ہستی کا منکر ہوتا تو پھر خدا کے دیکھنے کے لئے یہ منار کیوں بنواتا لیکن سورۃ الشعراء میں گذر چکا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تو فرعون نے صاف کہہ دیا تھا کہ فرعون کے سوا اگر دوسرا خدا تم قرار دو گے تو تم کو قید کر دیا جائے گا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملعون خدا کی ہستی کا اس قدر منکر تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نام لینے کو بھی قید کر دینے کے قابل جرم گنتا تھا۔ اس کی زیادہ تفصیل سورۃ القصص میں گذر چکی ہے اور اہل تاریخ کے قول کے حوالہ سے سورۃ القصص میں یہ بھی گذر چکا ہے کہ ہامان نے جب یہ منار بنا کر تیار کر دیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پر مار کر اُس کو گرا دیا جس کے نیچے فرعون کی قوم کے بہت سے آدمی دب کر مر گئے قتادہؓ[1] کا قول ہے کہ پکی اینٹوں کا بنانا پہلے پہل فرعون نے ہی نکالا ہے۔ تفسیر سدی میں اسباب السمٰوٰت کے معنے آسمان کے راستوں[2] کے لئے ہیں۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ جب اُس ایماندار قبطی نے فرعون کو موسیٰ علیہ السلام کے قتل سے روکا اور قتل ناحق پر اللہ کے عذاب سے ڈرایا تو فرعون نے اپنی قوم کو بہکانے کے لئے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ موسیٰ نے اپنے خدا کا ہونا جو کہا ہے میں تو موسیٰ کی اس بات کو جھوٹ جانتا ہوں پھر میں خدا کے عذاب سے کیونکر ڈر سکتا ہوں اس پر میں حکم دیتا ہوں کہ پکی اینٹوں کی ایک منار اونچی بنائی جائے تاکہ شاید میں آسمان کا راستہ ڈھونڈھ لوں اور موسیٰ کے معبود کو جھانک کر دیکھوں شیطان نے جس طرح بت پرستی دنیا میں پھیلائی حضرت عبداللہ بن عباس کی صحیح بخاری[3] کی روایت سے اُس کا ذکر ایک جگہ گذر چکا ہے کہ قوم نوح میں کے کچھ نیک آدمی مر گئے جن کی آنکھوں کے سامنے سے اٹھ جانے کا صدمہ قوم کے لوگوں کو بہت تھا شیطان نے پہلے تو قوم کے لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ان نیک لوگوں کی شکل کے بت بنا کر رکھ لئے جائیں تاکہ ان کی آنکھوں کے سامنے سے اٹھ جانے کا رنج کچھ کم ہو جائے پھر قوم کے لوگوں کی چند پشت کے بعد بت پرستی کا رواج دنیا میں پھیلا دیا۔ برے کاموں کو بھلے کر کے دکھانے اور نیک راہ سے روکنے کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسی طرح کے شیطانی دھوکے میں آکر فرعون نے اپنے آپ کو خدا کہلوایا اور بت پرستی پھیلائی اور شریعت موسوی کی باتوں کو خرابی کی باتیں بتلاتا تھا اور اپنے ان سب برے کاموں کو اچھا جانتا تھا حضرت موسیٰ کے زندہ نہ رہنے کے داؤ کے

---

[1] تفسیر الدر المنثور ص ۳۵۱ ج ۵۔ [2] تفسیر الدر المنثور ص ۳۵۱ ج ۵۔ [3] صحیح بخاری باب ودا ولا سواعا ولا یغوث و یعوق ونسرا۔ ص ۷۳۲ ج ۲۔

وَقَالَ الَّذِيْٓ اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

اور کہا اُس ایمان دار نے اے قوم میری راہ چلو پہنچادوں تم کو نیکی کی راہ پر اے قوم یہ جو زندگی ہے دنیا کی

مَتَاعٌ ۖ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ

سو برت لینا ہے اور وُہ گھر جو پچھلا ہے وہی ہے ٹھہراؤ کا گھر جس نے کی ہے برائی تو وہی بدلا پاوے گا اس کے برابر اور جس نے

عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا

کی ہے بھلائی مرد ہو یا عورت اور وُہ یقین رکھتا ہو سو وُہ لوگ جاویں گے بہشت میں روزی پاویں گے وہاں

بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ

بے شمار اور اے قوم مجھ کو کیا ہوا ہے بلاتا ہوں تم کو بچاؤ کی طرف اور تم بلاتے ہو مجھ کو آگ کی طرف تم بلاتے ہو مجھ کو

کے لئے فرعون نے بنی اسرائیل کے ہزاروں لڑکے قتل کرائے حضرت موسیٰ پر غالب آنے کے داؤ کے لئے موسیٰ علیہ السلام اور جادو گروں کا مقابلہ کرایا آسمان پر چڑھنے کے لئے منار کے بنانے کا حکم دیا مگر کسی داؤ میں اُس کو کچھ کامیابی نہیں ہوئی اِسی واسطے فرمایا فرعون کا جو داؤ تھا وہ مرنے کھپنے کا تھا۔

۳۸۔۴۵۔ ایماندار قبطی کی نصیحت کا سلسلہ یہاں سے پھر شروع ہوا۔ سورۃ الاعراف[۱] میں گذر چکا ہے کہ قوم فرعون پر طوفان کی ٹڈیوں کی مینڈکوں کی غرض طرح طرح کی آفتیں آئیں اور فرعون اس طرح کا جھوٹا خدا تھا کہ اُس سے کوئی آفت نہیں ٹالی گئی آخر ہر آفت کے وقت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی التجا کی گئی اور موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ہر ایک آفت کو ٹالا۔ اِسی بات کو ایماندار قبطی نے قوم کے لوگوں کو سمجھایا ہے کہ سبیل الرشاد۔ کہہ کر جس طریقہ کو فرعون بھلائی کا طریقہ بتلا رہا ہے اس طریقہ میں ہرگز کچھ بھلائی نہیں ہے کیونکہ اُس طریقہ میں اگر کچھ بھلائی ہوتی تو اُن آفتوں کے وقت کچھ بھلائی ضرور پہنچتی ہاں جس طریقہ کی پابندی کی موسیٰ علیہ السلام نصیحت کرتے ہیں بھلائی کا طریقہ وہ ہے کہ اُس کے طفیل سے تمہاری سب آفتیں رفع دفع ہوگئیں اور یہ طفیل یوں ہوا کہ تم لوگوں نے ہر آفت کے ٹل جانے پر موسیٰ علیہ السلام کے طریقہ کے پابند ہو جانے کا عہد کیا تھا جس عہد پر آخر تم قائم نہیں رہے۔ سورۃ الزخرف میں آئے گا کہ اپنی قوم کو موسیٰ علیہ السلام کی پیروی سے بند کرنے کے لئے فرعون نے آپ کو مصر کا بادشاہ اور موسیٰ علیہ السلام کو تنگدست اور بے عزت کہا۔ اس بات کو ایماندار قبطی نے قوم کے لوگوں کو یوں سمجھایا کہ دنیا کی زندگی چند روزہ ہے فرعون جیسے بہت سے بادشاہ ہوئے اور مٹ گئے اور موسیٰ علیہ السلام کے طریقہ پر چلنے سے عقبیٰ کی جن راحتوں کا وعدہ ہے اُن کو ہمیشگی ہے پھر اس ایماندار قبطی نے قوم کے لوگوں کو یہ سمجھایا کہ دہریہ لوگوں کے اعتقاد کے موافق حشر کا انکار کرنا بالکل عقل کے مخالف ہے کیونکہ اس بات کو ہر عقل مند جانتا ہے کہ دنیا میں جو کام کیا جاتا ہے اُس کا کوئی نتیجہ ضرور سوچا جاتا ہے مثلاً کھیتی کی جاتی ہے اناج ہاتھ آجانے کے لئے باغ لگایا جاتا ہے میوہ کھانے کے لئے مکان بنایا جاتا ہے رہنے کے لئے اب دہریہ لوگوں کے اعتقاد کے موافق نیکی کی جزا اور بدی کی سزا کے لئے دوسرا جہان پیدا نہ ہو تو دنیا کے پیدا کرنے کا اتنا بڑا کام بے نتیجہ رہ جاتا ہے جو عقلی تجربہ کے برخلاف ہے اِس لئے

[۱] تفسیر ہذا جلد ۲ ص ۲۸۶۔

لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَّاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ

کہ منکر ہوں اللہ سے اور شریک ٹھہراؤں اس کا جس کی مجھ کو خبر نہیں اور میں بلاتا ہوں تم کو اس زبردست گناہ بخشنے والے کی طرف آپ ہی ہوا

اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ

کہ جس کی طرف مجھ کو بلاتے ہو اس کا بلاوا کہیں نہیں دنیا میں نہ آخرت میں اور یہ کہ ہم کو پھر جانا ہے اللہ کے پاس

وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ

اور یہ کہ زیادتی والے وہی ہیں دوزخ کے لوگ سو آگے یاد کرو گے جو میں کہتا ہوں تم کو اور میں سونپتا ہوں اپنا کام اللہ کو

اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾

بیشک اللہ کی نگاہ میں ہیں سب بندے سو بچا لیا موسیٰ کو اللہ نے بڑے داؤں سے جو کرتے تھے اور الٹ پڑا فرعون والوں پر بری طرح کا عذاب

سزا جزا ضرور ہوگی مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے سزا و جزا کا یہ قاعدہ رکھا ہے کہ سزا جرم کی حیثیت کے موافق ہوگی اور جزا کا کچھ حساب نہیں ایک نیکی کا بدلہ دس گنے سے لے کر سات سو تک اور کچھ نیکیوں کا بدلہ اس سے بھی زیادہ ہوگا اس لئے جنت کی نعمتیں بھی حد و حساب سے باہر ہوں گی۔ اب اے قوم کے لوگو تم ہی ذرا غور کرو کہ جس طریقہ کی میں نصیحت کر رہا ہوں وہ طریقہ نجات کا ہے یا جس طریقہ کے تم درپے ہو وہ طریقہ نجات کا ہے کہ اپنی پیدائش کو آنکھوں سے دیکھ کر پیدا کرنے والے کی ہستی کا انکار کیا جائے فرعون کو خدا مانا جائے جس کے خدا ٹھہرانے کی میرے پاس کچھ سند نہیں اور اللہ کے معبود ہونے کی سند تو تم کو معلوم ہے کہ وہ اپنی بادشاہت میں ایسا زبردست ہے کہ اُس کی آفتوں کو سوا اُس کے کوئی ٹال نہیں سکتا قصور معاف کرنے والا وہ ایسا ہے کہ ہر ایک آفت کے ٹل جانے پر تم نے اُس کو معبود ٹھہرانے کا اقرار کیا اور اُس نے فقط اُس اقرار پر تمہارے پچھلے قصوروں سے درگذر فرما کر ہر ایک آفت کو ٹال دیا غرض اب تک کے بیان سے جو حق بات ثابت ہوئی وہ یہی ہے کہ جس طریقہ کو فرعون نے بھلائی کا طریقہ بتلایا ہے اُس طریقہ کی بھلائی کا دنیا اور آخرت میں کہیں پتا نہیں لگتا دنیا کی بھلائی کی ناامیدی کے حال تو تم کو دنیا کی آفتوں کے وقت معلوم ہوگیا اب تم اس پر خود غور کر لو کہ جو جھوٹا خدا دنیا کی آفتوں کے ٹالنے میں عاجز ٹھہرا اُس سے کیا امید ہو سکتی ہے کہ جب ہم سب اللہ کے روبرو سزا و جزا کے لئے حاضر ہوں گے اور نافرمان لوگوں کی سزا دوزخ کی آگ قرار پائے گی تو کیا اس عاجز خدا میں اُس عذاب کے ٹال دینے کی طاقت پیدا ہو جائے گی اب تو اے قوم کے لوگو تم میری باتوں کو اوپرے دل سے سنتے ہو مگر آگے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے یاد کرو گے اس ایماندار شخص کی پیشین گوئی کے موافق ڈوبتے وقت جب خود فرعون نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار کیا تو اُس کے ساتھیوں کو اُس کی جھوٹی خدائی کا حال اچھی طرح کھل گیا۔ آخر کو اس ایماندار شخص نے اپنا انجام اللہ کو سونپا اور کہہ دیا کہ سب بندوں کا انجام اللہ ہی کو معلوم ہے تفسیر مقاتل میں[1] ہے کہ اس ایماندار شخص کی نصیحت سے غصہ ہو کر قوم کے لوگوں نے اُس کو مار ڈالنا چاہا وہ بھاگ کر پہاڑوں میں جا چھپا فرعون نے اُس کی گرفتاری کے لئے آدمی بھیجے لیکن وہ اُن آدمیوں کو نظر نہیں آیا اسی کو آگے فرمایا کہ اِس ایماندار شخص نے اپنے انجام کا بھروسہ اللہ پر رکھا تھا اور اللہ کا یہ وعدہ ہے کہ جو کوئی

[1] بحوالہ تفسیر جامع البیان حاشیہ بر آیت فوقاہ اللہ سیئات ما مکروا الآیۃ ص ۶۲۹ ج ۲۔

اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۟ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

آگ ہے کہ دکھا دیتے ہیں ان کو صبح اور شام اور جس دن اٹھے گی قیامت داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں

اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اُس کی مدد کرتا ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اُس ایماندار شخص کو قوم کے لوگوں کی برائی سے بچایا اور ایسی ایسی زیادتیوں کی سزا میں فرعون اور اُس قوم کو ڈبو کر ہلاک کر دیا۔ صحیح سند[۵۱] سے ابن ماجہ میں ابوامامہ کی حدیث ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ظالم بادشاہ کے روبرو حق بات کا منہ سے نکالنا بڑے اجر کا کام ہے۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فرعون جیسے ظالم بادشاہ کے روبرو اس ایماندار شخص نے نصیحت کی باتیں جو منہ سے نکالی تو عقبیٰ میں اس کا بہت بڑا اجر اس شخص کو ملے گا۔

۴۶۔ عام مفسرین بلکہ تمام اہل سنت نے اس آیت سے عذاب قبر کو ثابت کیا ہے لیکن اس میں ایک اعتراض یہ ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور جب اس آیت مکی سے عذاب قبر کا ثابت ہونا قرار دیا گیا تو ہجرت کے بعد مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعضی روایتوں میں عذاب قبر سے انکار کیوں فرمایا ہے چنانچہ مسند[۵۲] امام احمد میں حضرت عائشہ کی صحیح حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک عورت یہودیہ حضرت عائشہ کے پاس آیا کرتی تھی اور حضرت عائشہ اُس یہودیہ کو کبھی کچھ دیا کرتی تھیں تو وہ یہودیہ یہ دعا کرتی کہ خدا تعالیٰ تم کو عذاب قبر سے بچائے ایک دن حضرت عائشہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا قبر میں بھی لوگوں پر کچھ عذاب ہوگا آنحضرت نے فرمایا کہ نہیں کون کہتا ہے حضرت عائشہ نے اس یہودیہ کی دعا دینے کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہود نے اس طرح کی جھوٹی باتیں بہت سی دین میں بنالی ہیں سوا قیامت کے دن کے اور کوئی عذاب نہیں ہے جواب اس اعتراض کا حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر نے یہ دیا ہے کہ اس آیت سے کافروں کا عذاب قبر ثابت ہوا تھا گنہ گار اہل کلمہ کا عذاب قبر مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے آخری وقت میں وحی خفی کے ذریعہ سے پھر ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم[۵۳] میں حضرت عائشہ کی جو روایت ہے اس میں یہ بھی ہے۔ کہ جب عذاب قبر کے انکار کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے عذاب قبر کی تصدیق کا ذکر کیا تو اُس ذکر میں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ گنہ گار اہل کلمہ کے عذاب قبر کا حال مجھ کو اب وحی کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے اس حدیث سے حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر کے جواب کی پوری تائید ہوگئی حاصل کلام یہ ہے کہ اُس یہودیہ کے حضرت عائشہ کو دعا دینے کے وقت تک اہل کلمہ کا عذاب قبر ثابت نہیں ہوا تھا اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس یہودیہ کے قول کا انکار فرمایا اس جواب کی تصدیق یوں بھی ہوتی ہے کہ صحیح حدیثوں کے موافق یہ یہودیہ کا قصہ اُس وقت گذرا ہے جب آنحضرت کے زمانہ میں سورج گہن ہوا تھا چنانچہ یہودیہ کی اس بات کا جواب دیتے ہی آپ سورج گہن کی نماز کو تشریف لے گئے اور پھر چند روز کے بعد عذاب قبر سے پناہ مانگنے کا حکم آپ نے دیا اور یہ بھی صحیح حدیثوں میں ہے کہ سنہ دس ہجری میں جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ ابراہیم کا انتقال ہوا یہ سورج گہن اس وقت ہوا تھا غرض ان صحیح حدیثوں سے وہی مطلب ثابت ہوتا ہے کہ سنہ دس ہجری میں جو آخری زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

[۵۱] مشکوٰۃ شریف کتاب الامارۃ فی طاعۃ الامیر۔ ص ۳۲۲۔ [۵۲] تفسیر ابن کثیر ص ۸۱ ج ۴۔ [۵۳] صحیح مسلم باب استحباب التعوذ من عذاب القبر۔ ص ۲۱۷ ج ۱۔

کی حیات کا ہے پہلے آپ نے یہودیہ کے قول کا انکار فرمایا اور پھر یہ فرمایا کہ مجھ کو وحی کے ذریعہ سے بات معلوم ہوئی ہے کہ گنہ گار اہل کلمہ پر بھی عذاب قبر ہوگا اس لئے تم لوگ عذاب قبر سے پناہ مانگا کرو حاصل یہ ہے کہ فرعون جیسے کافروں کا عذاب قبر قرآن سے ثابت ہوا ہے اور گنہ گار اہل کلمہ کا عذاب قبر حدیث سے ایک اختلاف علما میں یہاں اور ہے وہ یہ ہے کہ عذاب قبر فقط روح پر ہوگا یا فقط جسم پر یا روح جسم دونوں پر بعض علما یہ کہتے ہیں کہ جنگ بدر میں جو کافر مارے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ تم لوگوں نے خدا کا وعدہ سچا پایا اس سے یہ معلوم ہوا کہ خدا کے وعدہ کے موافق اُس وقت اُن لوگوں پر عذاب ہو رہا تھا لیکن وہ لاشیں سب صحابہ کے سامنے پڑی تھیں اور روح کا کوئی اثر ان لاشوں میں نہیں تھا اسی واسطے صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت آپ مرے ہوئے مردوں سے باتیں کرتے ہیں غرض اس قصہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فقط جسم میں خدا تعالیٰ عذاب کا درد بھگتنے کی ایک قوت پیدا کر دیتا ہے اور عذاب فقط جسم پر ہی ہوتا ہے روح کو اُس سے کچھ تعلق نہیں ابن حزم اور ابن جبیرہ کا مذہب یہ ہے کہ عذاب فقط روح پر ہوتا ہے جمہور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے صحیح حدیثوں سے منکر نکیر کے سوال وجواب کے وقت روح کا مردہ کے جسم میں پھر آنا پایا جاتا ہے اور اُس وقت کے عذاب کا ذکر جو کچھ حدیث میں آیا ہے مثلاً قبر کا بھینچنا دونوں کانوں کے بیچ میں فرشتہ کا گرز مارنا اس سے بھی روح اور جسم دونوں پر عذاب قبر کا ہونا معلوم ہوتا ہے بعضے مفسروں کو یہاں یہ شبہ پیدا ہوا ہے کہ منکر نکیر کے سوال کے وقت تو مردہ کو تازہ دفن کیا جاتا ہے جس کا جسم موجود ہوتا ہے اُس موجودہ جسم سے روح کا تعلق سمجھ میں آتا ہے لیکن جن مرے ہوئے لوگوں کو دفن کر کے عرصہ گذر گیا جن کی ہڈیاں تک خاک ہو گئیں اُن کی قبروں میں تو سوا خاک کے اور کچھ نظر نہیں آتا ایسی حالت میں روح کا تعلق کون سے جسم کے ساتھ ہوتا ہے اس کا جواب اور مفسروں نے یہ دیا ہے کہ دنیا کا انتظام چلنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان سے عذاب قبر کا حال اس لئے پوشیدہ رکھا ہے کہ معمولی فرشتوں کو بھی اصلی صورت میں دیکھنا انسان کی طاقت سے باہر ہے چنانچہ اس کا ذکر سورۃ الانعام میں گذر چکا ہے اب عذاب قبر کے خوفناک فرشتوں کو عذاب کرتے ہوئے جو کوئی دیکھتا وہ کسی طرح زندہ نہیں رہ سکتا تھا جس سے دنیا کے انتظام میں خلل پڑ جاتا۔ صحیح بخاری[۱] میں انس[؄] بن مالک سے اور صحیح سند سے مسند امام احمد[۲] اور ابوداؤد[۳] میں براء بن العازب سے جو روایتیں ہیں اُن میں یہ ذکر تفصیل سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عذاب قبر کا حال انسان سے پوشیدہ رکھا ہے اب یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ ریڑھ کی ہڈی کے چھوٹے سے ٹکڑے سے روح کا تعلق کرایا جاتا ہو اور عذاب قبر کے پوشیدہ رکھے جانے کی حکمت سے وہ ہڈی کا ٹکڑا انسان کو نظر نہ آتا ہو یہ ریڑھ کی ہڈی کا ٹکڑا وہی ہے جس کا ذکر صحیح بخاری[۴] اور مسلم کی ابوہریرہ کی روایت میں ہے کہ اُس کو مٹی نہیں کھاتی اور اسی سے قیامت کے دن مردہ کا سارا جسم تیار ہو جائے گا اس سے یہ بات بھی نکل سکتی ہے کہ جس طرح ہڈی کے ٹکڑے میں تمام جسم کے تیار ہو جانے کا مادہ رکھا گیا ہے اسی طرح روح کے تعلق کے بعد اس ہڈی کے ٹکڑے پر کا عذاب قبر تمام جسم پر کر کے عذاب کا کام دے تو کیا یہ قدرت الٰہی سے باہر ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا کی آنکھوں میں آخرت

---

(۱) صحیح بخاری ماجاء فی عذاب القبر۔ ص ۱۸۴ ج ۱۔ (۲) الترغیب والترہیب باب ماجاء فی عذاب القبر و نعیمہ ص ۶۸۷۔ (۳) ابوداؤد باب فی المسألۃ فی القبر و عذاب القبر ص ۔ (۴) صحیح مسلم باب ما بین النفختین ص ۴۰۶ ج ۲۔

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ

اور جب آپس میں جھگڑیں گے آگ میں پھر کہیں گے کمزور غرور کرنے والوں کو ہم تھے تمہارے پیچھے پھر کچھ تم

مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ

ہم پر سے اٹھاؤ گے حصہ آگ کا کہیں گے جو غرور کرتے تھے ہم سب ہی پڑے ہیں اس میں اللہ

حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ

فیصلہ کر چکا بندوں میں اور کہیں گے جو لوگ پڑے ہیں آگ میں دوزخ کے داروغوں کو مانگو اپنے رب سے کہ ہم پر ہلکا کرے

عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ

ایک دن تھوڑا عذاب وہ بولے کیا نہ آتے تھے تم پاس تمہارے رسول کھلی نشانیاں لے کر کہیں گے کیوں نہیں

کی چیزوں کے دیکھنے کی طاقت نہیں ہے اس واسطے یہ ضرور نہیں ہے کہ مثلاً عذاب قبر جنت دوزخ یا آخرت کی اور چیزیں دنیا میں انسان کو نظر آجائیں گی اگر ایسا ہوتا تو دنیا کی آنکھوں سے موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا دیدار ضرور ہو جاتا۔ صحیح بخاری[1] ترمذی، نسائی وغیرہ میں عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی ایسا شخص مرجاتا ہے جو قیامت کے دن جنت میں داخل ہونے کے قابل ٹھہرا ہے تو اس کو صبح شام اس کا جنت کا ٹھکانا اور جو دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل قرار پایا ہے اس کو صبح شام اس کا دوزخ کا ٹھکانا دکھا کر فرشتے یہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اس ٹھکانے میں جانے کے لئے ہر ایک شخص کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ یہ حدیث بھی یہودیہ کے قصہ کے بعد کی ہے کیونکہ اس میں فرعون جیسے کافروں اور اہل کلمہ گنہ گاروں سب کو یہ جتایا گیا ہے کہ قیامت سے پہلے ہر قابل دوزخ شخص پر علاوہ اور عذاب قبر کے یہ عذاب قبر بھی ہوگا کہ صبح و شام اس کا دوزخ کا ٹھکانا اسے دکھایا جائے گا۔ صحیح حدیثوں[2] سے معلوم ہوتا ہے کہ پیشاب کی نجاست سے نہ بچنے اور غیبت سے اکثر عذاب قبر ہوگا اور یہ بھی صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص ہر رات کو سورۃ الملک پڑھے گا وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا[3]۔ آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ قیامت سے پہلے تو فرعون اور اس کے ساتھیوں کو ان کا دوزخ کا ٹھکانا صبح و شام دکھایا جائے گا اور قیامت کے دن ان کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اس ٹھکانے میں جاکر ہمیشہ رہیں۔ براء بن العازب کی جس حدیث کا حوالہ اوپر گذرا اس میں یہ بھی ہے کہ دوزخ کے قابل لوگ قیامت سے پہلے قبر میں ہمیشہ یہ دعا مانگتے رہتے ہیں کہ یا اللہ قیامت قائم نہ ہو۔ اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ صبح شام دوزخ کا ٹھکانا دیکھ کر یہ لوگ قیامت کے دن اس ٹھکانے میں جانے سے ایسے خوف زدہ ہیں کہ عذاب قبر کو اس کے آگے غنیمت جانتے ہیں اور قیامت کے قائم نہ ہونے کی دعا مانگتے رہتے ہیں۔

۴۷-۵۰ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ دوزخیوں کے آپس میں جھگڑنے کی خبر دیتا ہے فرعون اور اس کی قوم بھی ان میں ہوگی تابعداری کرنے والے اپنے سرداروں سے اور پیشواؤں سے کہیں گے کہ ہم تو دنیا میں تمہارے تابعدار تھے جس گمراہی کی طرف تم نے ہم کو بلایا ہم نے تمہارا کہا مانا اب اتنا کرو کہ کوئی حصہ عذاب کا ہم سے دفع کرو وہ جواب دیں گے کہ ہم سب اس میں مبتلا ہیں ہم عذاب کا کوئی حصہ دفع

[1] صحیح بخاری باب المیت یعرض علیہ مقعدہ بالغدوۃ والعشی ص ۱۸۵ ج ۱۔ [2] صحیح بخاری عذاب القبر من الغیبۃ والبول ص ۱۸۴ ج ۱۔ [3] تفسیر ابن کثیر ص ۲۹۵ ج ۴۔

قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ

بولے پھر پکارو اور کچھ نہیں پکارنا کافروں کا مگر بھٹکنی ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور

اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ

ایمان والوں کی دنیا کے جیتے اور جب کھڑے ہوں گے گواہ جس دن کام نہ آویں منکروں کو

مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾

ان کے بہانے اور اُن کو پھٹکار ہے اور اُن کو بُرا گھر

نہیں کر سکتے اللہ فیصلہ کر چکا اپنے بندوں کے حق میں کہ ہر ایک کو بقدر اُس کے گناہوں کے عذاب بانٹ دیا وہ اب کیسے کم ہو سکتا ہے اور جب دوزخیوں نے یہ بات معلوم کر لی کہ خدا تعالیٰ اُن کی دعا کو نہ سنے گا تو خازنوں سے جو مانند داروغہ کے دوزخ پر تعینات ہوں گے دوزخی لوگ التجا کریں گے کہ تم اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ایک دن کا عذاب ہم سے کم کر دے خازن لوگ اُن کو جواب دیں گے کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس دنیا میں خدا کے رسول سمجھانے اور دلیلیں لے کر کہیں گے کیوں نہیں تب وہی فرشتے خازن اُن سے کہیں گے تم خود دعا کرو ہم تمہارے لئے دعا نہیں کریں گے اور نہ ہم اس عذاب سے تمہاری رہائی چاہتے ہیں ہم تم سے بہت بیزار ہیں اس قدر ہم تم کو جتائے دیتے ہیں کہ تم دعا کرو یا نہ کرو دونوں یکساں ہیں کیونکہ کافروں کی دعا لائق قبول ہونے کے نہیں ہے بالکل بیکار ہے۔ ترمذی[1] اور بیہقی میں ابو درداء سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہزار برس تک تو دوزخیوں کی التجا کا کوئی جواب مالک دوزخ کی طرف سے نہ ملے گا ہزار برس کے بعد یہ جواب ملے گا کہ تم لوگوں کو ہمیشہ دوزخ میں رہنا پڑے گا مالک کا یہ جواب سن کر یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے التجا کریں گے کہ یا اللہ ہم پھر ایسی نافرمانی نہ کریں گے اب ہم کو اس عذاب سے نجات ہو جائے جواب یہ ملے گا دور ہو اللہ سے کوئی التجا نہ کرو اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مشرک لوگ اپنے بہکانے والے سرداروں سے مالک داروغہ دوزخ سے خود اللہ تعالیٰ سے تخفیف عذاب کی التجا کریں گے مگر کہیں سے کچھ مدد نہ ملے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ مشرک کی کسی طرح نجات نہیں ہاں کلمہ گو گنہگاروں میں سے جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ آخر کو دوزخ سے نکل کر جنت میں جائے گا چنانچہ صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی حدیث اس باب میں ایک جگہ گذر چکی ہے اگرچہ سوائے قطبہ بن عبدالعزیز کے اعمش کے اور کسی شاگرد نے ترمذی کی اوپر والی حدیث کو مرفوع طور پر روایت نہیں کیا لیکن قطبہ معتبر تبع تابعیون میں ہے اس لئے اصول حدیث کے موافق اس طرح کی مرفوع روایت مقبول ہے۔ مرفوع روایت وہ ہے جس کی روایت کا سلسلہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک برابر ہو۔

۵۱-۵۲۔ اس سورہ میں کئی جگہ ذکر آیا کہ مشرک لوگ قرآن شریف کی آیتوں میں طرح طرح کے جھگڑے اور حجتیں نکالتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان لوگ اُن کو حق بات سمجھاتے تھے تو نہیں مانتے تھے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ایک طرح کا رنج ہوتا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی تسکین کے لئے فرمایا کہ گھبرانا نہیں چاہیے حق بات کا مددگار اللہ ہے ہمیشہ سے جس طرح اللہ نے اپنے پیغمبروں کے فرمانبرداروں کو مدد دی ہے اب بھی دین دنیا میں اللہ اُن کی مدد کرے گا اور پھر اس مدد کے وعدہ کے بعد حضرت موسیٰ اور بنی اسرائیل کا ذکر مثال کے طور پر فرمایا تاکہ اس مثال سے سمجھ میں آجائے کہ حضرت موسیٰ کی نبوت کے شروع

[1] جامع ترمذی باب فی طعام اهل النار۔ ص ۹۵ ج ۲۔ [2] صحیح مسلم باب اثبات الشفاعة۔ ص ۱۰۲ ج ۱۔

زمانہ میں بنی اسرائیل کس طرح سے فرعون کی زیادتی اور ظلم میں گرفتار تھے پھر اللہ کی مدد سے کتنا بڑا اُن کا قوی دشمن ہلاک ہوا اور اُس کا لاؤ لشکر بھی سب غارت ہو گیا اور بنی اسرائیل یا تو اس خواری اور ذلت میں پھنسے ہوئے تھے یا تمام ملک مصر اور ملک شام ان کے قبضہ میں آ گیا اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے جس طرح آنحضرت کی نبوت کے شروع زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کی آیتوں میں وعدہ فرمایا تھا جب اللہ کی مدد کا وقت آ گیا تو ہجرت کے بعد ہر طرح کے سب سامان اللہ کی مدد سے بنتے چلے گئے اور دن بدن نئے نئے ملک فتح ہو کر تمام مخالف ہلاک ہو گئے یہ تو اللہ کی دنیا کی مدد کا حال ہے آخرت کی مدد کا ذکر جو اس آیت میں ہے اُس کی تفصیل حدیث[1] شریف میں ہے قبض روح کے وقت سے جنت میں داخل ہونے کے زمانہ تک اپنے رسول کے فرمانبرداروں کی اللہ تعالیٰ طرح طرح کی مدد فرمائے گا مثلاً صحیح سند سے صحیح ابن حبان اور ابن[2] ماجہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اچھے لوگوں کی قبض روح کے وقت رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور جان کنی کی سختی آسان ہونے کے لئے طرح طرح کی خوشخبری اُن کو دیتے ہیں پھر دفن کرنے کے بعد منکر نکیر جب آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے دلوں پر اپنی رحمت سے کچھ خوف اور ہول کا اثر نہیں آنے دیتا تاکہ منکر نکیر کے سوال کا جواب اچھی طرح ہوش و حواس سے ادا ہو جائے اسی طرح ترمذی[3] ابن ماجہ صحیح ابن حبان اور مستدرک حاکم کی عبداللہ بن عمرو بن العاص کی معتبر سند کی حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ بعضے اہل کلمہ گنہ گاروں کے وزن اعمال کے وقت اللہ تعالیٰ ایسی مدد فرمائے گا کہ ایک کلمہ توحید کے ثواب کے بوجھ سے اُن لوگوں کے نیکی کے پلڑے کو بھاری کر دے گا صحیحین[4] میں حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بعضے گنہ گار قیامت کے دن جب اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے تو اللہ تعالیٰ یہ فرما کر اُن کے گناہوں کو معاف کر دے گا کہ جس طرح میں نے دنیا میں تم کو تمہارے گناہوں کے سبب سے رسوا نہیں کیا آج بھی میں تمہارے گناہوں کو معاف کرتا ہوں معتبر سند سے مسند[5] امام احمد اور صحیح ابن حبان میں ابوامامہؓ باہلی سے روایت ہے کہ ستر ہزار اہل اسلام امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ بغیر حساب کے جنت میں داخل فرما دے گا اور اُن میں ہر ہزار کے ساتھ اور ستر ہزار جنتی قرار پائیں گے پھر ملائکہ انبیا صلحا کی شفاعت کو اللہ تعالیٰ قبول فرما کر بہت سے گنہ گاروں کو عذاب دوزخ سے نجات بخشے گا صحیحین[6] میں حضرت ابوسعیدؓ خدری کی شفاعت کی بہت بڑی حدیث ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ سب کی شفاعت کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ملائکہ اور انبیا اور صلحا تو شفاعت کر چکے اب ارحم الراحمین کی باری ہے یہ فرما کر بے گنتی گنہ گاروں کو دوزخ میں سے نکال کر جنت میں داخل فرما دے گا اسی طرح اور بھی حدیثیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل کلمہ کی آخرت میں طرح طرح کی مشکل کے وقت مدد فرمائے گا۔ بعضے پیغمبروں کو اگر تقدیر الٰہی کے موافق مخالفوں نے شہید بھی کر ڈالا ہے تو اللہ تعالیٰ نے پھر مخالف لوگوں سے پورا بدلا لیا ہے یحییٰ علیہ السلام کے شہید ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بخت نصر بابلی کو بنی اسرائیل پر مسلط کیا جو چھ لاکھ کے قریب فوج ساتھ لے کر بابل سے ملک شام کو آیا اور ہزارہا آدمی بنی اسرائیل کے قتل کر ڈالے اور ہزارہا آدمیوں کو قید کر کے بابل لے گیا مسند امام احمد بخاری ترمذی[7] وغیرہ کی روایتوں کا ذکر سورہ بقر میں گذر چکا ہے کہ جب نافرمان امتیں قیامت کے دن اپنے پیغمبروں کو جھٹلائیں گے اور کہیں گے کہ یا اللہ ہم کو تیرا حکم کسی پیغمبر نے نہیں پہنچایا تو قرآن

[1] مشکوٰۃ شریف باب فیما یقال عند من حضرہ الموت ص ۱۴۱۔ [2] جامع ترمذی باب فیمن یموت وھو یشھد ان لا الٰہ الا اللہ ص ۱۰۲ ج ۲۔
[3] صحیح بخاری باب ستر المومن علی نفسہ ص ۸۹۶ ج ۲۔ [4] مشکوٰۃ شریف باب فی الحساب والقصاص والمیزان ص ۴۸۶۔
[5] صحیح مسلم اثبات رؤیۃ المؤمنین فی الآخرۃ ربھم۔ ص ۱۰۳ ج ۱۔ [6] جامع ترمذی تفسیر سورۃ البقرۃ ص ۱۴۱ ج ۲۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّذِكْرٰى

اور ہم نے دی موسیٰ کو راہ کی سوجھ اور وارث کیا بنی اسرائیل کو کتاب کا سجھاتی اور سمجھاتی ہے

لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ

عقل مندوں کو سو تو ٹھہرا رہ بے شک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے اور بخشوا اپنا گناہ اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں

بِالْعَشِىِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِىْ

شام کو اور صبح کو جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر سند کے جو پہنچی ہو ان کو اور کچھ نہیں

کے حوالہ سے امت محمدیہ کے نیک لوگ پیغمبروں کے سچے ہونے کی گواہی ادا کریں گے اسی طرح صحیح مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث بھی گذر چکی ہے جس میں ہاتھ پیروں کی گواہی کا ذکر ہے قیامت کے دن کو گواہوں کے کھڑے ہونے کا دن جو فرمایا اس کا مطلب ان حدیثوں سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے اب ان گواہوں کے بعد منکروں کا کوئی عذر نہ سنا جائے گا اور رحمت الٰہی سے محروم کیا جا کر دوزخ میں اُن کو جھونک دیا جائے گا گواہی کے ذکر کے بعد یہ اُسی کا ذکر ہے۔

۵۳-۵۶- اوپر کی آیت میں رسولوں اور ایمان والوں کی مدد کرنے کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا اس مدد کی ایک مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کی قوم کی بیان فرمائی اور فرمایا کہ بیشک دی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت ھدیٰ سے مراد توریت اور نبوت ہے جس طرح اس آیت میں فرمایا انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونورا مطلب یہ ہے کہ بے شک اتارا ہم نے توراۃ کو اُس میں ہدایت اور نور ہے اور وارث کیا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب کا بعد اُس ذلت اور خواری کے کہ جس میں وہ مبتلا تھے فرعون کے تمام شہروں اور مال و زمین کا اُن کو وارث بنایا اس سبب سے کہ انھوں نے اللہ کی اور اُس کی کتاب و رسول علیہ السلام کی تابعداری پر صبر کیا اور جس کتاب کے وہ وارث کئے گئے اس میں ان کے لئے ہدایت اور نصیحت ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے عقل کامل عطا فرمائی ہے۔ کتاب سے مقصود یہاں توراۃ ہے اب آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون اور اُس کی قوم پر فتح یاب کیا وعدہ الٰہی کے موافق وہی انجام تمہارا اور تمہارے ساتھ کے مسلمانوں کا ہو گا مشرکین مکہ میں کے جو لوگ قرآن کی آیتوں میں بغیر سند کے طرح طرح کے جھگڑے نکالتے ہیں اور اپنے اُس غرور کے سبب چاہتے ہیں کہ دین حق پر ان کی بت پرستی غالب رہے یہ کبھی ہونا نہیں تم اُن لوگوں کے بے سند جھگڑوں پر چند روز صبر کرو اُن لوگوں کی ایذا سے اللہ کی پناہ چاہو اور شام اور صبح اللہ کی عبادت میں لگے رہو کہ اُس کی نعمتوں کا یہی شکریہ ہے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کے بے سند جھگڑے سب سنتا ہے اور اُن کے شرک کے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے اُس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے وقت مقررہ پر ان سب باتوں کا فیصلہ ہو جائے گا ان لوگوں کی ایذا پر صبر کرنے کے ساتھ امت کے نیک لوگوں کو توبہ استغفار کی عادت سکھانے کے لئے فرمایا کہ اکثر توبہ استغفار کرتے رہا کرو۔ صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی اور صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی روایتیں ایک جگہ گذر چکی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ فتح مکہ کے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کے بتوں کو ہاتھ کی لکڑی مار مار کر گرا دیا اور مکہ بھر میں کوئی حمایتی اُن بتوں کی حمایت کو کھڑا نہ ہوا مسند امام احمد کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی

[1] صحیح مسلم فصل فی بیان ان الاعضاء منطقۃ شاھدۃ۔ ص ۴۰۹ ج ۲ [2] صحیح بخاری این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح ص ۶۱۴ ج ۲ [3] صحیح مسلم میں اس کے ہم معنی روایت موجود ہے دیکھیے صحیح مسلم باب تحریش الشیطان ص ۳۷۶ ج ۲

صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾

ان کے جی میں غرور ہے کہ کبھی نہ پہنچیں گے اس تک سو تو پناہ مانگ اللہ کی بے شک وہ ہے سنتا دیکھتا

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾

البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا بڑا ہے لوگوں کے بنانے سے لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے

معتبر روایت بھی گذر چکی ہے کہ فتح مکہ کے بعد شیطان نے اپنے شیاطینوں کو جمع کیا اور آئندہ جزیرہ عرب کی بت پرستی سے مایوس ہو کر خوب رویا۔ ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جن کا حاصل یہ ہے کہ ان آیتوں میں اسلام کے غلبہ کا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا بدر کی لڑائی سے لے کر فتح مکہ تک اُس کا پورا ظہور ہو گیا جس ظہور کا اثر شیطان پر بھی پڑا اور قرآن شریف کی آیتوں میں بے سند جھگڑا کرنے والے کچھ تو فتح مکہ مارے گئے اور باقی اسلام کے تابع ہو گئے۔

۵۷۔ اِس آیت کی شان نزول میں علمائے مفسرین کا اختلاف ہے بعضے مفسرین تو یہ کہتے ہیں کہ اوپر سے مشرکین مکہ کا ذکر چلا آتا ہے اُن ہی مشرکین مکہ کی شان میں یہ آیت بھی ہے اور معنے اس آیت کے یہ ہیں کہ یہ مشرک لوگ حشر کا کیوں انکار کرتے ہیں آسمان و زمین کی پیدائش کو دیکھ کر یہ لوگ خدا کی قدرت کو نہیں پہچانتے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی عقل اور سمجھ سے باہر آسمان اور زمین کو پیدا کر دیا اسی طرح مرنے کے بعد انسان کو اللہ تعالیٰ پھر پیدا کر دے گا جس اللہ نے سب مخلوقات کو پیدا کیا ہے اُس کے نزدیک بہ نسبت آسمان و زمین کے انسان کا پیدا کرنا ایک ادنیٰ چیز ہے تفسیر ابن[۱] ابی حاتم وغیرہ میں رفیع بن مہران ابوالعالیہ ریاحی کی روایت سے جو شان نزول ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ یہود نے ایک روز دجال کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کیا اور یہ کہا کہ دجال ہم لوگوں میں سے ہوگا اور دجال کی طرح طرح کی بڑائیاں بیان کرنے لگے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اس صورت میں معنے اس آیت کے یہ ہوں گے کہ اللہ کی قدرت کی چند باتیں اگرچہ دجال میں ہوں گی مگر زمین و آسمان کی حالت سے اللہ کی بڑی قدرت ظاہر ہوتی ہے حاصل یہ ہے کہ آیت کے اس معنے کے موافق اکبر من خلق الناس میں الناس سے مقصود دجال ہوگا اور مطلب یہ قرار پاوے گا کہ جب دجال کے ماتھے پر کافر لکھا ہوگا تو اس کے خلاف عادت باتیں تعریف کے قابل نہیں ہیں ان ابوالعالیہ ریاحی کی روایت کی شان نزول کو بعض مفسروں نے ضعیف ٹھہرا کر نقل کیا ہے لیکن جلال الدین[۲] سیوطی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے یہ رفیع بن مہران ابوالعالیہ بڑے جلیل القدر تابعی ہیں اور تفسیر میں دس صحابہ سے جو مشہور ہیں ان میں حضرت ابی بن کعب سے اکثر یہ ابوالعالیہ تفسیر کی باتیں روایت کرتے ہیں اور تفسیر کے باب میں اُن کی روایت صحیح قرار پائی ہیں نماز میں ہنسنے سے نماز کے ٹوٹ جانے کے باب میں جو ایک حدیث ان ابوالعالیہ کی روایت سے ہے جس پر امام شافعی علیہ الرحمۃ نے اعتراض کیا ہے اُس اعتراض سے یہ مطلب نہیں نکل سکتا کہ ابوالعالیہ جیسے جلیل القدر تابعی کی سب روایتیں ضعیف ہیں غرض اس شان نزول کو بلا وجہ ضعیف نہیں کہا جا سکتا اس لئے صحیح قول یہ ہے کہ گو آیت اگرچہ مشرکین مکہ کی شان میں ہے لیکن آیت ہر جھگڑنے والے کے حق میں صادق آتی ہے خواہ مشرکین مکہ ہوں یا یہود یا اور کوئی جھگڑنے والا فرقہ ہو اس شان نزول میں تو دجال کا ذکر مختصر طور پر ہے صحیح حدیثوں میں دجال کے ذکر کی بڑی تفصیل آئی ہے چنانچہ صحیح سند سے ترمذی[۳] میں عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے صاحب شریعت نبی نوح علیہ السلام اور سب انبیا نے

[۱] تفسیر الدر المنثور ص ۳۵۳ ج ۵۔ [۲] ایضاً [۳] جامع ترمذی باب ما جاء فی الدجال۔ ص ۵۶ ج ۲۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ ۙ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِيءُ ۚ قَلِيلًا مَّا

اور برابر نہیں اندھا اور دیکھتا اور نہ ایمان دار جو بھلے کام کرتے ہیں اور نہ بدکار تم تھوڑا

تَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾ إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ

سوچ کرتے ہو تحقیق وہ گھڑی آتی ہے اس میں دھوکا نہیں ولیکن بہت لوگ نہیں مانتے اور کہتا ہے تمہارا رب

ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿۶۰﴾ ع ۱۱

مجھ کو پکارو کہ پہنچوں تمہاری پکار کو بے شک جو لوگ بڑائی کرتے ہیں میری بندگی سے داخل ہوں گے دوزخ میں ذلیل ہو کر

اگرچہ اپنی امتوں کو دجال سے ڈرایا ہے مگر یہ بات کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں بتلائی کہ دجال ایک آنکھ سے کانڑا ہو گا مختصر طور سے یہ حدیث ابوہریرہ کی روایت سے صحیح بخاری[1] و مسلم میں بھی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دجال کے پیدا ہونے کا مسئلہ سب انبیائے شریعت کا ایک اتفاقی مسئلہ ہے باوجود اس کے فرقہ خارجی جہمی اور معتزلی کے بعض لوگوں نے جو دجال کے وجود کا انکار کیا ہے یہ بڑی غلطی ہے اگرچہ تفسیر معالم میں لکھا ہے کہ دجال دنیا میں چالیس برس ٹھہرے گا لیکن صحیح[2] مسلم میں نواس بن سمعان سے جو روایت ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دجال دنیا میں چالیس روز رہے گا دجال کے حال کی زیادہ تفصیل صحیح حدیثوں میں ہے کہ اس کے پیدا ہونے سے پہلے تین برس قحط پڑے گا لوگ اس قحط کے سبب سے بڑی تکلیف میں ہوں گے اس قحط کے بعد وہ پیدا ہو گا اور اس کے ساتھ ایک ڈھیر روٹیوں کا ہو گا اور ایک نہر پانی کی خراسان کے ملک میں وہ پیدا ہو گا اصفہان کے ستر ہزار یہود کی فوج اس کے ساتھ ہو گی سوائے مکہ اور مدینہ کے روئے زمین پر اور کوئی جگہ اس کے پھرنے سے باقی نہ رہے گی مکہ اور مدینہ کے باہر فرشتے کھڑے ہوں گے اس کو مکہ اور مدینہ کے اندر نہیں جانے دیں گے مگر مدینہ میں اس وقت زلزلہ آئے گا جس کے سبب سے جو کوئی کافر اور منافق مدینہ میں ہو گا وہ باہر نکل کر دجال کے ساتھیوں میں مل جائے گا دجال کے ساتھ ایک چیز دوزخ کی صورت کی ہو گی اور ایک جنت کی صورت کی اور حقیقت میں اللہ کے حکم سے اس دوزخ میں جنت کی سی راحت ہو گی اور اس جنت میں دوزخ کی سی تکلیف ہو گی دجال کے ماتھے پر کافر لکھا ہو گا۔ ولکن اکثر الناس لا یعلمون اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ نے بغیر کسی نمونہ کے آسمان زمین اور باقی کی سب چیزوں کو پیدا کر دیا تو جو لوگ اپنے دوبارہ پیدا ہونے کے منکر ہیں وہ بڑے ناسمجھ ہیں کیونکہ سمجھ دار آدمی کا تجربہ تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ جو کام ایک دفعہ ہو چکتا ہے تو پھر دوبارہ اس کا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری[3] کے حوالہ سے ابوہریرہ کی روایت سے حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ نے فرمایا کہ جب ایک دفعہ انسان کو پیدا کر کے اس کے دوبارہ پیدا کرنے کی خبر میں نے اپنے کلام پاک میں دی تھی تو انسان کو زیبا نہیں تھا کہ اس خبر کو جھٹلاتا کس لئے کہ ایسی موٹی بات کو جھٹلانا کسی سمجھ دار کا کام نہیں ہے۔ یہ حدیث ولکن اکثر الناس لا یعلمون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ جو کام ایک دفعہ ہو چکتا ہے تو ہر سمجھ دار آدمی کے تجربہ میں پھر دوبارہ اسی کام کا کیا جانا آسان ہو جاتا ہے اسی طرح اوپر کی روایتوں کے موافق جبکہ اور نبیوں کی طرح موسیٰ علیہ السلام یہود کے روبرو دجال کی مذمت کر چکے تو کچھ تو یہ مذمت پشت در پشت ان میں چلی آتی ہے تو فقط نبی آخر الزمان کی نبوت کو نہ ماننے کے ضد میں دجال کی تعریف کا کرنا یہود کی یہ بڑی نادانی ہے کہ یہ لوگ اپنے نبی کو بھی جھٹلاتے ہیں اور اس سے بے خبر ہیں۔

۵۸۔۶۰۔ اس سے پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا کہ لوگوں کے دوسری بار پیدا کرنے سے آسمان اور زمین کا پیدا کرنا بغیر کسی

[1] صحیح مسلم باب ذکر الدجال ص ۴۰۰ ج ۲۔ [2] صحیح مسلم باب ذکر الدجال ص ۴۰۰ ج ۲۔
[3] صحیح بخاری تفسیر سورۃ الاخلاص ص ۷۴۴ ج ۲۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى

اللہ ہے جس نے بنا دی تم کو رات کہ اس میں چین پکڑو اور دن دیا دکھاتا اللہ تو فضل رکھتا ہے

النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ ۘ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

لوگوں پر لیکن بہت لوگ حق نہیں مانتے وہ اللہ ہے رب تمہارا ہر چیز بنانے والا کسی کی بندگی نہیں اس کے سوائے

نمونہ کے عقل کے نزدیک بہت بڑا ہے کیونکہ بڑی چیز کے بنانے میں چھوٹی چیز کے بنانے سے زیادہ قدرت درکار ہے مگر اللہ کے نزدیک چھوٹی بڑی چیز کے بنانے میں کچھ فرق نہیں حاصل یہ کہ جب تم اُس کی ایسی ایسی بڑی چیزیں بنائی ہوئی رات دن دیکھ رہے ہو تو پھر کیوں دوسری بار پیدا ہونے کو دشوار جانتے ہو جو صاحب قدرت ایسی بڑی چیزوں کے پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے وہ انسان کے دوسری بار پیدا کرنے پر بطریق اولی قادر ہے پھر کیوں اندھوں کی طرح قیامت سے انکار کرتے ہو اور جو لوگ اس بات کو جانتے ہیں وہ مانند آنکھوں والے شخص کے ہیں اسی واسطے فرمایا جس طرح اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں اسی طرح ایماندار نیک کردار اور کافر بدکار برابر نہیں کیونکہ ایماندار شخص آنکھوں والے شخص کی طرح اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھ کر اللہ کو پہچانتا ہے اور کافر اندھے کی طرح قدرت کی نشانیوں کو نہیں دیکھتا پھر فرمایا یہ اہل مکہ کا اندھا پن اس لئے ہے کہ یہ اللہ کی دی ہوئی سمجھ سے کام نہیں لیتے اگر ذرا بھی سمجھ سے کام لیں تو بت پرستی حشر کے انکار اور ایسی اور نافرمانی کی باتوں کی برائی ان کو اچھی طرح سب کھل جائے پھر فرمایا کہ ان میں کے اکثر لوگ حشر کے منکر ہیں تو ہوں اُن کے انکار سے انتظام الٰہی کچھ پلٹ نہیں سکتا بلکہ انتظام الٰہی کے موافق سزا و جزا کے لئے دوبارہ زندہ کرنے کی گھڑی ضرور آنے والی ہے کسی کے انکار سے اُس کا آنا رک نہیں سکتا اس واسطے اللہ کا حکم سب بندوں کو یہی ہے کہ وہ خالص دل سے اللہ کی عبادت کریں جو کوئی اس حکم کی تعمیل نہ کرے گا تو اُس کا ٹھکانہ دوزخ ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے صحیح قول کے موافق یہاں دعا کے معنے خالص دل کی عبادت کے ہیں آیت میں ایک جگہ ادعونی فرما کر پھر عبادتی جو فرمایا اس سے حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔[1] صحیح سند سے ترمذی نسائی ابوداؤد ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں نعمانؓ بن بشیر سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے معنے عبادت کے فرما کر پھر یہی آیت پڑھی اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر اللہ کے رسول کی تفسیر کے موافق ہے[2] حاصل کلام یہ ہے کہ دعا کا لفظ اگرچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے کئی معنے میں فرمایا ہے لیکن جس طرح سورہ یونس کی آیت ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعك ولا یضرك میں دعا کے معنے عبادت کے ہیں وہی معنے یہاں ہیں، دعا کے اصلی معنے طلب اور التجا کے ہیں اب ہر بدنی اور مالی عبادت میں آدمی کے دل میں یہ التجا ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عبادت کو قبول اور اُس کا ثواب عنایت فرمائے جس کا مطلب یہ ہوا کہ کوئی عبادت دعا سے خالی نہیں اسی واسطے اوپر کی نعمانؓ بن بشیر کی حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدعاء ھو العبادۃ جس کا مطلب وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ کوئی عبادت دعا سے خالی نہیں ہے۔

۶۱-۶۶- اوپر خالص اللہ کی عبادت کا حکم دے کر ان آیتوں میں مثال کے طور پر سمجھانے کے لئے رات دن کے پیدا کرنے کا

[1] تفسیر الدر المنثور ص ۳۵۵ ج ۵۔ [2] جامع ترمذی تفسیر سورۃ المؤمن ص ۱۶۹۔

فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ

پھر کہاں سے پھیرے جاتے ہو اسی طرح پھیرے جاتے ہیں جو لوگ رہتے ہیں اللہ کی باتوں سے منکر اللہ ہے جس نے بنا دی تم کو

لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ

زمین ٹھہراؤ اور آسمان عمارت اور صورت بنائی تمہاری پھر اچھی بنائیں صورتیں تمہاری اور روزی دی تم کو ستھری چیزوں سے

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ

وہ اللہ ہے رب تمہارا سو بڑی برکت ہے اللہ کی جو رب ہے سارے جہان کا وُہ ہے زندہ رہنے والا کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا سو اس کو پکارو نری کرکر

لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ

اس کی بندگی سب خوبی اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا تو کہہ کہ مجھ کو منع ہوا کہ پوجوں جن کو تم پکارتے ہو

فضل اور احسان جتایا اور فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور انسان کی ضرورت کی ہر ایک چیز کو اس طرح پیدا کیا کہ اُس میں اُس کا کوئی شریک نہیں ہے تو پھر یہ لوگ اپنے پیدا کرنے والے کی خالص عبادت سے کیوں پھرے ہوئے ہیں اور اُس کی تعظیم میں دوسرں کو کس استحقاق سے شریک کرتے ہیں کیا ان کو معلوم نہیں کہ ان کی عادتوں کے لوگ ان سے پہلے گذر چکے ہیں اور ان کا انجام جو کچھ ہوا وہ بھی اُن کو کئی دفعہ سنا دیا گیا ہے کہ آخر طرح طرح کے عذابوں سے وہ ہلاک ہو گئے اگر یہ لوگ اُن کے قدم بہ قدم رہے تو یہی انجام ان کا ہونے والا ہے۔ اِس کے بعد دوسرے فضل اور احسان کا ذکر فرمایا کہ اللہ وہ ہے جس نے بنایا تمہارے لئے زمین کو ٹھہرنے کی جگہ مانند بچھونے کے کہ تم اُس پر چلو پھرو سوؤ بیٹھو ہر ایک طرح کا آرام حاصل کرو پہاڑوں کی میخوں سے اُس کو ایسا مضبوط جما دیا کہ ہل نہیں سکتی ورنہ تم کو اُس پر رہنا مشکل ہو جاتا اور آسمان کو تمہارے لئے ایک چھت بنا دیا اور صورت بنائی تمہاری خوبصورت اور روزی دی تم کو پاکیزہ چیزیں کھانے پینے کی۔ پھر فرمایا یہ ہے اللہ رب تمہارا جس نے یہ سب چیزیں پیدا کیں اس لئے وہ بڑی برکت والا ہے اور وہی پالنے والا ہے کل جہان کے لوگوں کا۔ صحیح بخاری[1] کی حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے اوپر گذر چکا ہے کہ قوم نوح میں کچھ نیک لوگ مر گئے تھے دنیا میں بت پرستی اُن ہی کی مورتوں سے پھیلی ہے غرض جن کی مورتوں کی پوجا کی جاتی ہے وہ تو مر گئے اور اُن کی مورتیں بالکل بے جان ہیں اس لئے فرمایا لائق عبادت وہی اللہ ہے جو ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا وہ مرے ہوئے نیک لوگ اور اُن کی بے جان مورتیں کوئی اس قابل نہیں ہیں کہ اُس اللہ جہان بھر کے زندہ رکھنے والے کی عبادت میں کسی کو شریک کیا جائے۔ آگے اپنے رسول کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے رسول اللہ کے جو سمجھانے کا حق تھا وہ تو ان لوگوں کو سمجھا دیا گیا اب تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ مجھ کو تو قرآن کے ذریعہ سے یہ حکم ہے کہ میں شرک سے بیزاری کر کے خالص اللہ کی فرمانبرداری اور عبادت میں لگا رہوں کیونکہ وہی سب کا مالک ہے اِس لئے کسی کو اُس کی عبادت میں شریک ٹھہرانے کا حق نہیں ہے۔ صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے معاذ بن جبل کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اُس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں اِس حق کے ادا ہونے کے بعد یہ حق بندوں کا اللہ پر ہو گا کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو

[1] صحیح بخاری باب ودا و لا سواعا و لا یغوث و یعوق و نسرا۔ ص ۷۳۲ ج ۲۔
[2] صحیح بخاری باب دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ الی توحید اللہ الخ ص ۱۰۹۷ ج ۲۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦٦﴾

سوائے اللہ کے جب پہنچ چکیں مجھ کو نشانیاں میرے رب سے اور حکم ہوا کہ تابع رہوں جہان کے صاحب کا

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ

وہی ہے جس نے بنایا تم کو خاک سے پھر پانی کی بوند سے پھر لہو کی پھٹکی سے پھر تم کو نکالتا ہے لڑکے پھر

لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى

پہنچو اپنے زور کو پھر جب تک ہو جاؤ بوڑھے اور کوئی ہے تم میں کہ بھر لیا پہلے اس سے اور جب تک کہ پہنچو لکھے وعدے کو

دوزخ کے عذاب سے بچائے۔ شرک سے بیزار اور خالص اللہ کی عبادت میں لگے رہنے کا ان آیتوں میں جو حکم ہے یہ حدیث گویا اُس کی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ انسان کو اور انسان کی ضرورت کی چیزوں کو جب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو اُس کی شکر گذاری کے طور پر اللہ کا یہ حق ہر شخص کے ذمہ ہے کہ اللہ کی عبادت میں کوئی شخص کسی دوسرے کو شریک نہ کرے جس شخص نے شکر گذاری کے طور پر اس حق کو پورا ادا کیا اُس کا بارگاہ الٰہی میں یہ حق پیدا ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اُس کو عذاب دوزخ سے بچائے۔ اور جس شخص نے اس حق الٰہی کی ادا کرنے میں کوتاہی کی اُس نے اپنے حق کو ضائع کیا۔

۶۷-۶۸۔ یہاں انسان کی پیدائش کا ذکر اللہ تعالیٰ نے مختصر طور پر فرمایا ہے قد افلح المؤمنون اور بعضی اور آیتوں میں اور صحیح حدیثوں میں انسان کی پیدائش کی تفصیل میں خدا تعالیٰ کی قدرت کے اس قدر نمونے ہیں کہ اور مخلوقات کے سوا اگر انسان اپنی پیدائش کے حال کو نظر غور سے دیکھے تو خدا کی قدرت کا اور حشر کی باتوں کا پورا اُس کو یقین ہو سکتا ہے اسی واسطے سورۃ والذٰریات میں اللہ تعالیٰ نے اور عجائبات قدرت کا ذکر فرما کر پھر فرمایا ہے کہ خود انسان کی پیدائش میں انسان کے غور کرنے اور خدا کی قدرت کے پہچاننے اور حشر اور قیامت کے یقین کرنے کے لئے بہت سی نشانیاں قدرت الٰہی کی ہیں حقیقت میں اگر غور کیا جائے تو فقط نطفہ کے رحم میں ٹھہرنے سے بچہ کے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تک ہی وہ نشانیاں قدرت الٰہی کی ہیں کہ جن کا بیان انسان کی طاقت سے باہر ہے جس طرح مٹی کا خمیر اٹھا کر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے جسم کا پتلہ بنایا اسی طرح جس نطفہ سے اللہ تعالیٰ کو بچہ پیدا کرنا منظور ہوتا ہے تو رحم میں چالیس روز تک اُس نطفہ کا فقط خمیر اٹھایا جاتا ہے پھر اُس خمیر کا خون رحم میں بنتا ہے اہل تشریح نے لکھا ہے کہ مرد کے نطفہ کو بچہ کی پیدائش میں فقط اتنا ہی دخل ہے کہ جس طرح دہی کے ضامن سے دودھ جم جاتا ہے اسی طرح مرد کا نطفہ عورت کی منی کا ضامن ہے اور باقی پیدائش بچہ کے پتلے کی عورت کے حیض کے خون سے ہے اہل حدیث نے صحیح حدیثوں کے مضمون سے اہل تشریح کے اس قول کو ضعیف ٹھہرایا ہے اور اسی بات کو ثابت کیا ہے کہ عورت اور مرد کی منی سے مل کر خمیر اٹھتا ہے اور اُس خمیر سے خون[1] بنتا ہے اور اُس خون کا گوشت بنتا ہے پھر اُس گوشت سے ہڈیاں بنتی ہیں پھر اُن ہڈیوں کے اوپر اور گوشت کا غلاف چڑھایا جاتا ہے چار مہینے میں یہ سب کچھ ہو کر پھر اُس پتلے میں اللہ کے حکم سے روح پھونکی جاتی ہے اللہ کے حکم سے عورت کے رحم پر جو فرشتہ تعینات ہے وہ نطفہ سے خون اور خون سے گوشت بننے کے وقت اللہ کا حکم حاصل کرتا رہتا ہے اگر حکم ہوتا ہے تو پورا پتلہ تیار ہو جاتا ہے ورنہ حمل

[1] صحیح بخاری ص ۱۶۵ ج ۱۔

وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾

اور شاید تم بوجھو وُہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب حکم کرے کسی کام کا تو یہی کہے اس کو ہو وہ ہو جاتا ہے

ساقط ہو جاتا ہے۔ گوشت سے جب پتلہ بننے لگتا ہے تو وُہ فرشتہ یہ بھی پوچھتا ہے کہ یا اللہ لڑکے کا پتلا تیار ہو گا یا لڑکی کا جس طرح اللہ کا حکم ہوتا ہے اُس کے موافق وہ فرشتہ عمل کرتا ہے اسی وقت یہ چار باتیں بھی لکھی جاتی ہیں کہ اس بچہ کی عمر کتنی ہو گی کب تک کی دنیا میں زیست ہو گی رزق فراخی سے ملے گا یا تنگی سے حرام طریقہ سے کمائے گا یا حلال طریقہ سے تمام عمر عمل کیسے کرے گا اور پھر خاتمہ کس طرح کے عمل پر ہو گا اسی کو خط تقدیر کہتے ہیں اسی کے موافق مرنے کے وقت آدمی کا خاتمہ ہوتا ہے اسی کے سبب سے شریعت میں خاتمہ کا ڈر رکھا گیا ہے صحیح مسلم[1] ترمذی نسائی مسند امام احمد میں جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ خط تقدیر کے سبب سے بعضے نیک آدمی آخر عمر میں بُرے کام کرنے لگتے ہیں اور اُسی حال میں مرجاتے ہیں اور دوزخی قرار پاتے ہیں اور بعضے بد آدمی اخیر عمر میں نیک کام کرتے ہیں اور اسی حال میں مر کر جنتی قرار پاتے ہیں اسی موقع پر صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ حضرت جب دارومدار خطِ تقدیر اور خط تقدیر کے موافق خاتمہ پر ہے تو تمام عمر کے نیک عمل سے کیا فائدہ ہے آپ نے فرمایا تم نیک عمل کئے جاؤ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب کے موافق جس کو جس انجام کے قابل پیدا کیا ہے وہ ویسا ہی اُس سے کام لیتا ہے علما نے لکھا ہے کہ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ تقدیر کا لکھا پلٹ جاتا ہے اُن کی مراد بھی یہی خط تقدیر ہے کہ عمر بھر کراماً کاتبین اور دنیا کے لوگوں کے نزدیک بعضے شخصوں کا ایک ڈھنگ رہتا ہے اسی پر سے فرشتے اور دنیا کے لوگ انجام کا ایک منصوبہ باندھ لیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق انجام عمر بھر کے ڈھنگ کے مخالف ہوتا ہے غرض علم ازلی الٰہی نہیں پلٹتا ترمذی[2] ابوداؤد اور صحیح ابن حبان کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے پتلے کے لئے تمام زمین کی مٹی لی ہے اسی سبب سے آدمؑ کی اولاد میں کوئی گورا ہے کوئی کالا کوئی بدمزاج کوئی خوش مزاج حاصل کلام یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش کے بعد اگرچہ اولاد آدم کی پیدائش نطفہ سے ہے لیکن اس نطفہ میں آدم علیہ السلام کے پتلے کی مٹی کا دخل بھی چلا آتا ہے اسی واسطے مٹی سے پیدائش کے ذکر میں اولاد آدم کو بھی شریک کیا جا کر خلقکم من تراب فرمایا۔ اوپر ذکر تھا کہ ہر شخص پر اللہ کا یہ حق ہے کہ وہ خالص اللہ کی عبادت کرے ان آیتوں میں فرمایا یہ حق اس واسطے ہے کہ اُس نے ہر شخص کو پہلے مٹی سے بنایا پھر منی کی بوند سے پھر خون کی پھٹکی سے پھر اُسی کے حکم سے بچہ پیدا ہو کر کوئی فقط جوانی تک پہنچا اور کوئی بڑھاپے تک جیا پھر مرا یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہر شخص کی عمر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے اس لئے ایک نطفہ سے پیدا ہو کر سب یکساں عمر کو نہیں پہنچتے اب ان منکرین حشر کو یہ سمجھنا چاہئے کہ جس صاحب قدرت نے انسان کی پہلی پیدائش میں اپنی یہ قدرت دکھائی اُس کی قدرت کے آگے یہ کیا مشکل ہے کہ وہ مٹی سے دوبارہ پتلا بنا کر اُسی پتلے میں روح پھونک دے پھر فرمایا پہلی دفعہ کا جینا اور مرنا جو اللہ کے حکم سے ہے وہ تو سب کی آنکھوں کے سامنے ہے دوبارہ جینے کو یہ لوگ مشکل جانتے ہیں اللہ کے حکم کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں ہے کیونکہ جس کام کے ہو جانے کے لئے اُس کا حکم ہو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

[1] صحیح مسلم کتاب القدر ص ۳۳۲ تا ۳۳۴ ج ۲۔

[2] جامع ترمذی تفسیر سورہ بقرہ ص ۱۴۰ ج ۲۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ أَنَّىٰ يُصْرَفُونَ ﴿٦٩﴾ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا

تونے نہ دیکھے جو جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں کہاں سے پھرے جاتے ہیں جنھوں نے جھٹلائی یہ کتاب اور جو بھیجا ہم نے

بِهِ رُسُلَنَا ۖ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٧٠﴾ إِذِ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلَاسِلُ يُسْحَبُونَ ﴿٧١﴾ فِي الْحَمِيمِ

اپنے رسولوں کے ساتھ سو آخر جان لیں گے جب طوق پڑے ہیں ان کی گردنوں میں اور زنجیریں گھسیٹے جاتے ہیں جلتے پانی میں

ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٧٣﴾ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا

پھر آگ میں ان کو جھونکتے ہیں پھر اُن کو کہا جاوے کہاں گئے جن کو تم شریک بناتے تھے اللہ کے سوائے بولے ہم سے چوک گئے

عَنَّا بَل لَّمْ نَكُن نَّدْعُو مِن قَبْلُ شَيْئًا ۚ كَذَٰلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿٧٤﴾ ذَٰلِكُم بِمَا كُنتُمْ

کوئی نہیں ہم تو پکارتے نہ تھے پہلے کسی چیز کو اسی طرح بچلاتا ہے اللہ منکروں کو یہ بدلا اس کا جو تم

تَفْرَحُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿٧٥﴾ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا

رتجھتے پھرتے تھے زمین میں ناحق اور اس کا جو تم اتراتے تھے جاؤ دروازوں میں دوزخ کے سدا رہنے کو اس میں

۶۹-۷۸۔ مشرکین مکہ یوں تو سارے قرآن کو کلام الٰہی نہیں مانتے تھے لیکن حشر اور قیامت کا ذکر جن آیتوں میں ہوتا تھا یا جن آیتوں میں شرک کی مذمت ہوتی تھی خاص کر ایسی آیتوں میں یہ لوگ بڑا جھگڑا کیا کرتے تھے اللہ نے اوپر کی آیتوں میں انسان کی پیدائش کا ذکر فرمایا تاکہ اُن مشرکوں کی سمجھ میں آجائے کہ حضرت آدم کی پیدائش تو حشر کے نمونہ کے طور پہ ہے کہ خاک کا پتلا بنایا گیا اور اُس پتلے میں پھر روح پھونک دی گئی اور اولاد آدم کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت جتلانے کے لئے حشر کے نمونہ سے بھی مشکل طریقہ کو اختیار فرمایا ہے کہ مٹی کے اثر سے طرح طرح کے اناج اور ترکاریاں اور کھانے کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور وہ چیزیں انسان کی غذا ہوتی ہیں اور اُس غذا سے نطفہ اور نطفہ سے انسان پیدا ہوتا ہے اب یہ آسانی سے سمجھ میں آجانے کی بات ہے کہ حشر کے نمونہ کے طور پر حضرت آدم علیہ السلام کی اور اُس نمونہ سے بھی مشکل طور پر حضرت آدم کی اولاد کی پیدائش جب ہو چکی ہے تو حشر کے یقین لانے میں وہ کون سی بات مشکل رہ گئی جو ان مشرکوں کی سمجھ میں نہیں آتی اسی طرح جب انسان کو اور انسان کی ضرورت کی چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیدا کیا کہ اُس میں اُس کا کوئی شریک نہیں ہے تو پھر اُس کی تعظیم میں دوسروں کو شریک ٹھہرانے کا کیا حق ہے۔ اِس تفصیل سے سمجھانے کے بعد بھی کسی بات کا سمجھ میں نہ آنا تعجب کی بات ہے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں تعجب کے طور پر اپنے رسول سے فرمایا ہے کہ اے رسول اللہ کے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ باوجود اِس طرح تفصیل سے سمجھانے کے بھی یہ مشرک لوگ کس طرح کی ہٹ دھرمی کرتے ہیں اور اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالے جاتے ہیں پھر فرمایا کہ ابھی ان مشرکوں کو اس ہٹ دھرمی کے جھگڑوں کا انجام کچھ نہیں معلوم ہوتا جس وقت اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کے جرم میں ان لوگوں کو مجرموں کی طرح طوق اور زنجیر میں جکڑ کر دوزخ میں ڈالا جائے گا اُس وقت اُن کو اِس ہٹ دھرمی کی سب حقیقت کھل جائے گی پھر فرمایا کہ جن بتوں کی مذمت سے چڑ کر یہ لوگ آج اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں کل قیامت کے دن جب یہ مشرک اللہ کے روبرو کھڑے ہوں گے تو اُن بتوں کے معبود بنانے سے صاف منکر ہو جائیں گے اور اُن کا وہ انکار کچھ کام نہ آئے گا اور دوزخ میں ان کو جتلایا جائے گا کہ دنیا میں ہٹ دھرمی اور

فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٧٦﴾ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۚ فَإِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي

سو کیا بدٹھکانا ہے غرور والوں کا سو تو ٹھہرا رہ بے شک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے پھر اگر کبھی ہم دکھا دیں تجھ کو کوئی وعدہ

نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ ﴿٧٧﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّن قَبْلِكَ مِنْهُم مَّن

ان کو دیتے ہیں یا بھر لیں تجھ کو پھر ہماری طرف کو پھیرے آویں گے اور ہم نے بھیجے ہیں بہت رسول تجھ سے پہلے کوئی اور ان میں وہ ہے کہ

قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُم مَّن لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۗ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ أَن يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا

سنایا تجھ کو ان کا احوال اور کوئی ہیں کہ نہیں سنایا اور کسی رسول کو مقدور نہ تھا کہ لے آتا کوئی نشانی مگر

بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ فَإِذَا جَاءَ أَمْرُ اللَّهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٧٨﴾ ع ۱۴

اللہ کے حکم سے پھر جب آیا حکم اللہ کا فیصلہ ہو گیا انصاف سے اور ٹوٹے میں آتے اس جگہ جھوٹے

ناحق طور سے جو تم اتراتے تھے اور اللہ کی آیتوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے آج یہ اُسی کا خمیازہ تم کو بھگتنا پڑا پھر اپنے رسول کو ارشاد فرمایا ان مشرکوں کے بیجا جھگڑے پر صبر کرنا چاہیے کیونکہ ان مشرکوں پر اُن کے بیجا جھگڑوں کا وبال اللہ کے وعدہ کے موافق دنیا میں پڑنے والا ہے فقط وقت مقررہ آنے کی دیر ہے وقت مقررہ آتے ہی یہ مشرک زیر ہو جائیں گے اور اللہ کے رسول کا بول بالا ہوگا اور اگر دنیا کے وبال سے بعضے لوگ ان میں سے بچ گئے اور کفر کی حالت میں مر گئے تو وہ عاقبت کے عذاب میں پکڑے جائیں گے اللہ کا وعدہ سچا ہے بہت سے مشرک تو آنحضرت کے روبرو ہی زیر ہو گئے پھر صحابہ کے زمانہ میں بہت سے ملک فتح ہوئے اور جو لوگ حالت کفر پر رہے وہ دین و دنیا میں ذلیل ہوئے چنانچہ بدر کی لڑائی میں ان مشرکوں میں کے بڑے بڑے سرکش جو حالت کفر پر مارے گئے ان کا دنیا و دین کا انجام صحیح بخاری[۱] و مسلم کی انس بن مالک کی روایت سے اوپر گذر چکا ہے کہ دنیا میں یہ لوگ نہایت ذلت سے مارے گئے اور مرتے ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہو گئے جس عذاب کے جتانے کے لئے اللہ کے رسول نے اُن مشرکوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ کے وعدہ کو سچا پا لیا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پچھلے نبیوں اور رسولوں کا تذکرہ فرما کر آنحضرت کی تسکین فرمائی کہ ہمیشہ سے اللہ کے نبی اور رسول ہوتے اور منکر لوگ اُن سے جھگڑا کرتے آئے ہیں اور وقت مقررہ آنے کے ساتھ ہی اس طرح کا فیصلہ اللہ کی طرف سے ہوا ہے جس سے منکروں کو بڑا نقصان پہنچا ہے اور بعضے پچھلے نبی اور رسولوں کا حال تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں مثال کے طور پر جگہ جگہ ذکر فرمایا ہے اور کتنے نبی اور رسولوں کا حال ذکر بھی نہیں فرمایا مسند امام[۲] احمد صحیح ابن حبان مستدرک حاکم وغیرہ میں ابوذر سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار گذرے ہیں جن میں تین سو پندرہ رسول ہوئے ہیں۔

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن ہشام کو اکثر علما نے ضعیف قرار دیا ہے اسی سبب سے ابن جوزی نے اسے موضوع لکھا ہے لیکن طبرانی اور ابن حبان نے ابراہیم بن ہشام کو ثقہ کہا ہے اسی واسطے جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کے موضوع ہونے کو تسلیم نہیں کیا۔ بنائی ہوئی جھوٹی حدیث کو موضوع کہتے ہیں۔ مسند امام احمد کی سند میں یہ ابراہیم بن ہشام نہیں ہے۔

[۱] صحیح بخاری باب قتل ابی جہل ص ۵۶۶ ج ۲۔

[۲] مشکوٰۃ شریف باب فی ذکر الانبیاء علیہم السلام ص ۵۱۱۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ

اللہ ہے جس نے بنا دیئے تمکو چوپائے تا سواری کرو کتنوں پر اور کتنے کو کھاتے ہو اور ان میں تم کو بہت فائدے ہیں

وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَیْهَا وَعَلَی الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾

اور تا پہنچو ان پر چڑھ کر کسی کام تک جو تمہارے جی میں ہو اور ان پر اور کشتی پر لدے پھرتے ہو

لیکن مسند امام احمد کی روایتوں میں تین سو سے کچھ اوپر دس اور تین سو پندرہ رسولوں کا ذکر ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کا ذکر نہیں ہے اس مضمون کی ایک حدیث تفسیر ابن ابی حاتم میں ابو امامہ کی روایت سے بھی ہے لیکن اُس کی سند میں علی بن یزید قاسم بن عبد الرحمٰن معن بن رفاعہ یہ تین راوی ضعیف ہیں اوسط طبرانی میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ سوا ایک غلام حبشی نبی کے اور نبیوں کا حال اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دیا ہے۔ اس حدیث کی سند میں جابر جعفی ہے جس کو اکثر علما نے ضعیف قرار دیا ہے۔ آخر کو فرمایا کہ یہ مشرکین مکہ طرح طرح کے معجزوں کی فرمائش اور مسخراپن کے طور پر عذاب کی جلدی جو کرتے ہیں تو اُن کو جواب دیا جائے کہ معجزے رسولوں کے اختیار میں نہیں ہیں جو معجزہ ظاہر ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم سے ظاہر ہوتا ہے اور عذاب کا وقت مقررہ جب آجائے گا تو اُس عذاب کی جلدی کرنے والوں کو جو نقصان پہنچے گا وہ اُن کو معلوم ہو جائے گا۔ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے بدر کی لڑائی کے وقت اس وعدہ کا جو کچھ ظہور ہوا صحیح بخاری و مسلم کی انس بن مالک کی روایت کے حوالہ سے اُس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔

۷۹۔۸۰۔ اوپر انسان اور انسان کی بعضی ضرورت کی چیزوں کے پیدا کرنے کا ذکر تھا اُس تذکرہ میں فرمایا اللہ وہ ہے جس نے تمہارے فائدہ کے واسطے گائے اونٹ بکری یہ سب جانور پیدا کئے ان میں سے کسی پر سوار ہوتے ہو اور کسی کا گوشت کھاتے ہو اونٹ پر سوار بھی ہوتے ہیں اور اُس کا گوشت بھی کھاتے ہیں اور دودھ بھی پیتے ہیں اور اُس پر بوجھ لاد کر دور دور شہروں میں سفر کرتے ہیں مجاہد اور قتادہؒ نے کہا کہ لادے پھرتے ہیں بوجھ ایک شہر سے طرف دوسرے شہر کی طرف یہ اونٹ کا حال ہے[۱] اور گائے کا گوشت کھاتے ہیں اور دودھ پیتے ہیں اور بیلوں سے کھیتی کرتے ہیں اور بکری کا گوشت کھاتے ہیں اور دودھ پیتے ہیں اور پھر ان سب کے بال کاٹے جاتے ہیں اُن سے برتنے کی چیزیں بنائی جاتی ہیں ان کی کھال طرح طرح کے کام میں لائی جاتی ہے جیسا کہ سورۃ الانعام اور سورۃ النحل میں اس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے اسی واسطے اس جگہ اللہ تعالیٰ نے مختصر طور پر یہ حال بیان کیا اور فرمایا کہ واسطے تمہارے اور نفع ہیں مثلاً جیسے گھی اور پنیر وغیرہ خشکی کے سفر میں اونٹوں سے اور دریا کے سفر میں کشتیوں سے کام لیا جاتا ہے اس واسطے اونٹ کے ذکر کے ساتھ کشتی کا ذکر بھی فرمایا سورۃ المائدہ میں گذر چکا ہے کہ مشرکین مکہ نے بعضے جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑ کر اُن پر سوار ہونے اور بوجھ لادنے کو حرام ٹھہرا رکھا تھا اسی طرح بعضے جانوروں کے گوشت کو وہ لوگ حرام جانتے تھے۔ صحیح بخاریؒ کے حوالہ سے ابو ہریرہؓ کی حدیث بھی گذر چکی ہے کہ پہلے پہل یہ رسم ایک شخص عمرو بن لحی نے نکالی اب بعد اس کے مشرکین مکہ اسی رسم کے پابند تھے۔ سورۃ المائدہ کی آیتوں اور

[۱] تفسیر الدر المنثور ص ۳۵۷ ج ۵۔ [۲] تفسیر الدر المنثور ص ۳۵۸ ج ۵۔

[۳] صحیح بخاری باب قصۃ خزاعۃ۔ ص ۴۹۹ ج ۱۔

وَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ

اور دکھاتا ہے تم کو نشانیاں اپنی پھر کون کون نشانیاں اپنے رب کی نہ مانو گے کیا پھرے نہیں ملک میں کہ دیکھتے آخر

كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ

کیسا ہوا ان سے پہلوں کا وہ تھے ان سے زیادہ اور زور میں سخت اور نشانیوں میں جو چھوڑ گئے ہیں زمین پر پھر

اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ

کام نہ آیا اُن کو جو کماتے تھے پھر جب پہنچے ان پاس رسول ان کے کھلی نشانیاں لے کر ریجھنے لگے اس پر جو اُن کے پاس

ابوہریرہ کی حدیث کو ان آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ جانور ان لوگوں کی راحت کے لئے پیدا کئے لیکن عمرو بن لحی نے شیطان کے بہکانے سے اور باقی کے مشرکوں نے عمرو بن لحی کی رسم کی پابندی کے سبب سے اُس راحت میں خلل ڈال کر بعضے جانوروں کی سواری اور بار برداری کو اور بعضے جانوروں کے گوشت کو اپنے اوپر حرام کر لیا اور اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں زبردستی بتوں کو شریک ٹھہرایا۔

۸۱۔۸۵۔ اللہ نے انسان کی پیدائش انسان کی ضرورت کے کھیتی کے بوجھ لادنے کے سواری کے جانوروں کا ذکر فرما کر اس آیت میں فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ کی قدرت سے اللہ کے معبود حقیقی ہونے سے بے خبر ہیں اُن کے خبردار کرنے کے لئے یہ سب اللہ کی قدرت کی نشانیاں ہیں یہ سب نشانیاں دیکھ کر بھی یہ بے خبر لوگ اپنی بے خبری سے باز نہیں آتے تو اُن سے پوچھا جاتا ہے کہ آخر یہ لوگ اللہ کی قدرت کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کریں گے خود اپنی پیدائش کے منکر ہیں کہ سوا اللہ کے کسی اور کو ان کی پیدائش میں دخل ہے یا اِن کی ضرورت کی چیزیں کسی اور نے پیدا کر دی ہیں اور جب اللہ کے اس سوال کا جواب یہ لوگ نہیں دے سکے تو پھر جن بتوں کی یہ لوگ پرستش کرتے ہیں ان بتوں کو اللہ کی عبادت میں شریک کرنے کا کونسا حق حاصل ہے پھر فرمایا کہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ نشانی بھی عبرت کی نظر سے دیکھنے کے قابل ہے کہ پہلے لوگوں کی عمارتیں دیکھ کر سمجھیں کہ اُن عمارتوں کی حیثیت سے وہ پچھلے لوگ قوت میں مال و متاع میں حال کے لوگوں سے بڑھ کر تھے لیکن اللہ اور اللہ کے رسولوں کی نافرمانی کے سبب سے جب اُن کے تباہ اور برباد ہونے کا وقت آ گیا تو اُن کی قوت اُن کی مالداری اُن کے کچھ کام نہ آئی اِسی طرح اگر یہ لوگ بھی سمجھانے سے نہ مانیں گے اور اللہ کے رسول کی نافرمانی سے باز نہ آئیں گے تو یہی انجام اُن کا ہوگا پھر فرمایا کہ اب تو یہ لوگ پچھلے لوگوں کی طرح اپنی رسموں کے پابند اور اللہ کے رسول کی نصیحت کو مسخراپن میں اڑا دیتے ہیں لیکن معلوم رہے کہ نصیحت کے سمجھنے کا وقت جب ہی تک ہے کہ غیب کی باتوں پر بغیر دیکھے آدمی ایمان لائے جب اللہ کا عذاب آ جائے گا یا موت کے وقت عذاب کے فرشتے آدمی کو نظر آنے لگیں گے یا قیامت کے آثار نمودار ہو کر آفتاب مغرب سے نکل آئے گا پھر نہ مشرک کا ایمان قبول ہوگا نہ گنہ گاروں کی توبہ قبول ہوگی اوپر گذر چکا ہے کہ عذاب الٰہی کے آنے کے بعد غرق ہوتے وقت فرعون ایمان لایا اور قبول نہ ہوا اور ترمذی[۱] اور ابن ماجہ کی یہ حدیث بھی حضرت عبداللہ بن عمر کی اوپر گذر چکی ہے کہ روح کے حلقوم میں پہنچنے اور موت کے فرشتوں کے

[۱] جامع ترمذی باب ماجاء فی فضل التوبۃ والاستغفار ص ۲۱۵ ج ۲۔

مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

تھا خبر سے اور الٹ پڑے ان پر جس چیز پر ٹھٹھے کرتے تھے پھر جب دیکھی انہوں نے ہماری آفت بولے ہم یقین لائے اللہ

وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ

اکیلے پر اور چھوڑیں جو چیزیں شریک بتاتے تھے پھر نہ ہوا کہ کام آوے ان کو یقین لانا ان کا جس وقت دیکھ چکے ہمارا عذاب

سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

رسم پڑی ہوئی اللہ کی جو چلی آئی ہے اس کے بندوں میں اور خراب ہوئے اس جگہ منکر

ع ۹ ۱۴

نظر آنے سے پہلے مشرک کے اسلام اور گنہ گار کی توبہ کے قبول ہونے کا وقت مقرر ہے ترمذی[1] اور مسند امام احمد وغیرہ کی روایتوں سے یہ بھی اوپر بیان ہو چکا ہے کہ قیامت کے قریب جب آفتاب مغرب کی طرف سے نکلے گا تو پھر توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا بیہقی[2] نے کتاب بعث و نشور میں اور ابو اللیث سمرقندی نے اپنی تفسیر میں یہ لکھا ہے کہ مغرب سے آفتاب نکلنے کے بعد ایک سو تئیس برس دنیا قائم رہے گی اور جن لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آفتاب مغرب سے نکلے گا اُن کے جیتے جی اُن کا اسلام اور اُن کی توبہ قبول نہ ہوگی اِن لوگوں کی جو اولاد اُس زمانہ کے بعد پیدا ہوگی جس زمانہ میں آفتاب کے مغرب سے نکلنے کی شہرت تھی تو اُس شہرت کے مٹ جانے کے بعد اُن نئی پیدائش کے لوگوں کا اسلام اور اُن کی توبہ قبول ہو جائے گی لیکن اور علما نے اس قول کو ضعیف اور بہت سے صحیح آثار کے مخالف قرار دیا ہے چنانچہ طبرانی[3] اور مسند عبد بن حمید وغیرہ میں جو آثار ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ آفتاب کے مغرب سے نکلتے ہی شیطان یہ کہے گا کہ یا اللہ تو جس کو حکم فرماتے میں سجدہ کرتا ہوں اور پھر اُس روز سے نیک عمل کا نامۂ اعمال میں لکھا جانا بند ہو جاتے گا اور کراماً کاتبین نامۂ اعمال کے کاغذ لپیٹ کر آسمان پر لے جائیں گے اور اُسی روز سے توبہ کا دروازہ بند ہو کر قیامت تک نہ کھلے گا اب یہ ظاہر بات ہے کہ آفتاب کے مغرب سے نکلنے کے بعد بھی کوئی زمانہ نیک عمل کرنے کا ہوتا تو شیطان نیک لوگوں کے بہکانے سے سورج کے مغرب سے نکلتے ہی نا امید کیوں ہو جاتا اور نیک عمل کا لکھا جانا بند ہو کر فرشتے آسمان پر کیوں چلے جاتے اور توبہ کا دروازہ ہمیشہ کے لئے کیوں بند ہو جاتا اگرچہ یہ آثار صحابہ کے قول ہیں لیکن یہ قاعدہ محدثین کا مشہور ہے کہ اس طرح کی غیب کی باتیں جو صحابہ کی ہیں وہ حدیث نبوی کے حکم میں ہوا کرتی ہیں کس لئے کہ اس طرح غیب کی باتیں بغیر وحی کے نہیں معلوم ہو سکتی ہیں اسی واسطے ایسے ابواب میں صحابہ جو کچھ روایتیں بیان کرتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر روایت کرتے ہیں اب آگے فرمایا کہ دنیا نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہے مجبوری کے وقت یہ امتحان کی حالت باقی نہیں رہتی اس لئے انتظام الٰہی میں کسی کا مجبوری کا ایمان یا مجبوری کی توبہ قبول ہونے کے قابل نہیں ہے اسی واسطے پچھلے لوگوں نے مجبوری کے وقت فرمانبرداری کا اقرار کیا لیکن اُن کے اُس بے وقت کے اقرار نے اُن کو آخرت کی خرابی سے کچھ نہ بچایا۔

[1] جامع ترمذی تفسیر سورہ الانعام ص ۵۵ ج ۲۔

اٰیاتھا ۵۴ — ۴۱ سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۶۱ — رُکوعاتھا ۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ﴿۲﴾ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ

اتارا ہوا ہے بڑے مہربان رحم والے سے کتاب ہے کہ جدا جدا کی ہیں اس کی آیتیں قرآن عربی زبان کا

یَّعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَکْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ ﴿۴﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا

ایک سمجھ والے لوگوں کو سنانا خوشی اور ڈر پھر دھیان میں نہ لائے وہ بہت لوگ پھر وہ نہیں سنتے اور کہتے ہیں ہمارے دل

فِیْٓ اَکِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْهِ وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ

غلاف میں ہیں اس بات سے جس طرف تو ہم کو بلاتا ہے اور ہمارے کانوں میں بوجھ ہے اور ہمارے تیرے بیچ میں اوٹ ہے سو تو اپنا کام کر

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے قول کے موافق یہ سورہ مکی ہے مصنف[1] ابن ابی شیبہ اور مستدرک حاکم میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک روز قریش اکٹھے ہوئے اور انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عتبہ بن ربیعہ کو بھیجا اُس وقت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس سورہ کی شروع کی آیتیں پڑھیں حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے حروف مقطعات کا ذکر سورہ بقر میں گذر چکا ہے۔

۱-۸- مشرکین مکہ کہتے تھے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بنا لیا ہے اِس واسطے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں اکثر جگہ اِس بات کی تصدیق کی ہے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور طرح طرح سے اِس باب میں مشرکین مکہ کو قائل کیا ہے کہیں فرمایا ہے کہ اگر یہ لوگ قرآن کو کلام الٰہی نہیں جانتے تو اُس کے مانند کچھ آیتیں بنا کر یہ بھی پیش کریں یہاں فرمایا کہ ان ہی لوگوں کی زبان میں یہ قرآن ایسا نازل کیا گیا ہے جس میں پہلی کتابوں کے سچے قصے ہر طرح کے احکام دنیا کی پیدائش کا اور دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد کا حال یہ سب باتیں تفصیل سے ہیں اور ان پڑھ رسول پر یہ باتیں اتاری گئی ہیں جس سے ہر سمجھدار شخص کی سمجھ میں اچھی طرح یہ بات آ سکتی ہے کہ ان پڑھ آدمی تو درکنار کوئی پڑھا لکھا آدمی بھی اِس طرح کی غیب کی باتیں بغیر آسمانی مدد کے ہرگز نہیں بتلا سکتا ہے پھر فرمایا اِس قرآن کی نصیحت پر عمل کرنے والوں کو عقبیٰ کی بہبودی اور نہ عمل کرنے والوں کو عقبیٰ کی خرابی اگرچہ اِس قرآن میں اچھی طرح سے جتلا دی گئی ہے مگر ان مشرکین مکہ میں سے اکثر لوگ قرآن کی نصیحت کے سننے سے مکرائی کرتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ قرآن کی نصیحت کے سمجھنے سے ہمارے دل گویا ایک غلاف میں ہیں ہمارے دلوں پر یہ نصیحت کسی طرح اثر نہیں کر سکتی کیونکہ جس طرح اس نصیحت کے سمجھنے سے ہمارے دل غلاف میں ہیں اسی طرح اس نصیحت کے سننے سے ہمارے کان بہرے ہیں اور ہم میں اور تم میں ایک آڑ ہے کہ ہم تم کو نصیحت کرتے ہوئے گویا آنکھوں سے دیکھتے بھی نہیں اس لئے تم اپنے ڈھنگ پر رہو اور ہم اپنے ڈھنگ پر ہیں صحیح[2] بخاریؒ و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم غیب کے موافق اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کون شخص جنت میں جانے کے قابل کام کرے گا اور کون دوزخ میں اور

[1] تفسیر الدر المنثور ص ۳۵۸ ج ۵ [2] ایضاً و تفسیر ابن کثیر ص ۹۰ ج ۴ [3] صحیح بخاری باب وکان امر اللہ قدرا مقدورا ص ۹۷۷ ج ۲

إِنَّنَا عَامِلُونَ ﴿٥﴾ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَاسْتَقِيمُوا

ہم اپنا کام کرتے ہیں تو کہہ میں بھی آدمی ہوں جیسے تم حکم آتا ہے مجھ کو کہ تم پر بندگی ایک حاکم کی ہے سو سیدھے رہو

إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ﴿٦﴾ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُم بِالْآخِرَةِ

اس کی طرف اور اس سے گناہ بخشواؤ اور خرابی ہے شرک والوں کی جو نہیں دیتے زکوٰۃ اور وُہ آخرت سے

هُمْ كَافِرُونَ ﴿٧﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٨﴾

بہت منکر ہیں البتہ جو یقین لائے اور کیے بھلے کام اُن کو نیگ ملتا ہے جو بس نہ ہو

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں دوزخی قرار پائے ہیں اُن کی نظروں میں بُرے کام اچھے معلوم ہوں گے۔ اس حدیث سے یہ مطلب اچھے طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ مشرکین مکہ میں سے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں ہمیشہ کے لئے دوزخی قرار پا چکے تھے وہ مرتے دم تک بری باتوں کو اچھا سمجھتے اور اللہ کے رسول سے ایسی ہی گستاخی کی باتیں کرتے رہے جن باتوں کا ذکر ان آیتوں میں ہے ہاں اُن میں کے جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں جنتی ٹھہر چکے تھے وہ فتح مکہ تک راہ راست پر آگئے اب آگے فرمایا اے رسول اللہ کے اِن مشرکوں کی باتوں کے جواب میں تم ان لوگوں سے کہدو کہ یہ تم خوب جانتے ہو کہ میں بھی تم جیسا آدمی ہوں اور چالیس برس تک تم لوگوں میں رہا کبھی میں نے تم کو کوئی نصیحت نہیں کی اب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھ کو اپنا رسول بنا کر قرآن کے ذریعہ سے یہ حکم دیا ہے کہ خالص اللہ کی عبادت کرنے اور مرتے دم تک اُس پر قائم رہنے اور شرک کے زمانہ کے گناہوں کی معافی چاہنے کی تم لوگوں کو نصیحت کروں اور اللہ کا یہ حکم بھی تم کو سنا دوں کہ جو لوگ مرتے دم تک مشرک رہیں گے اور شرک کی گندگی سے اپنے دل کو ستھرا نہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہونے کے منکر ہوں گے اُن کے لئے عقبیٰ میں بڑی خرابی ہے اور جو لوگ قرآن کی نصیحت کے موافق عقبیٰ پر یقین لائیں گے اور نیک کاموں میں لگے رہیں گے اُن کو ہر ایک نیکی کا دس سے لے کر سات سو تک اور بعض نیکیوں کا اس سے بھی زیادہ بدلہ دیا جائے گا چنانچہ صحیح بخاری[1] اور مسلم کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے حدیث قدسی اس باب میں ایک جگہ گذر چکی ہے یہ حدیث قدسی اور سورۃ البقرہ میں آیت گذر چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے نیکی کے اجر میں بے شمار افزائش کا وعدہ فرمایا ہے وہ آیت اجر غیر ممنون کی گویا تفسیر ہے۔ زکوٰۃ کے معنے شرک کے عقیدہ سے دل کو پاک و صاف رکھنے کے ہیں مال کی زکوٰۃ کو جو زکوٰۃ کہتے ہیں اُس کا یہی مطلب ہے کہ زکوٰۃ کے ادا کرنے سے شریعت کے موافق مال پاک ہو جاتا ہے انہی معنوں کی بنا پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ[2] کے صحیح قول کے موافق ان مکی آیتوں میں زکوٰۃ کے معنے یہی ہیں کہ اللہ کی وحدانیت کا آدمی قائل ہو جائے اور شرک کی گندگی سے دل کو ستھرا رکھے حاصل کلام یہ ہے کہ مکی آیتوں میں لفظ زکوٰۃ کی تفسیر فرض زکوٰۃ سے اکثر سلف نے اسی سبب سے نہیں کی کہ اُن کے نزدیک ہجرت کے بعد ۸ھ ہجری میں زکوٰۃ فرض ہوئی ہے اس لئے مکی آیتوں میں اُن کے نزدیک فرض زکوٰۃ کا ذکر نہیں آسکتا مسند امام احمد[3] نسائی صحیح ابن خزیمہ ابن ماجہ اور مستدرک حاکم میں

[1] صحیح مسلم باب تجاوز اللہ تعالیٰ عن حدیث النفس الخ ص ۷۸ ج ا و بخاری شریف کتاب الرقاق باب من ہم بحسنۃ او سیئۃ ص ۹۶۰ ج ۲۔ [2] تفسیر ابن کثیر ص ۹۲ ج ۴۔ [3]

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ذٰلِكَ

تو کہہ کیا تم منکر ہو اس سے جس نے بنائی زمین دو دن میں اور برابر کرتے ہو اس کے ساتھ اوروں کو وہ ہے

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۹﴾ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا

رب جہان کا اور رکھے اس میں بوجھ اوپر سے اور برکت رکھی اس کے اندر اور ٹھہرائیں اس میں خوراکیں

فِیْۤ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآىِٕلِیْنَ ﴿۱۰﴾ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا

اس کی چار دن میں پورا ہوا پوچھنے والوں کو پھر چڑھا آسمان کو اور وہ دھواں ہو رہا تھا پھر کہا اس کو

قیس ؓ بن سعد سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ زکوٰۃ کے فرض ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صدقہ فطر کی بہت تاکید فرمایا کرتے تھے زکوٰۃ کے فرض ہونے کے بعد پھر آپ نے صدقہ فطر کی تاکید چھوڑ دی۔ یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ ایک راوی ابوعمار عریب بن حمید کوفی کو بعض علمانے جو ضعیف قرار دیا تھا اُس کو امام احمد اور ابن معین نے تسلیم نہیں کیا اسی واسطے تقریب میں اُس کو ثقہ لکھا ہے۔ جو علما اس بات کے قائل ہیں کہ زکوٰۃ ہجرت کے بعد فرض ہوئی ہے اس حدیث سے اُن کے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کا حکم رمضان کے روزوں اور صدقہ فطر کے بعد ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ رمضان کے روزے ہجرت کے بعد فرض ہوئے ہیں۔

۹۔۱۲۔ ان آیتوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمین اور پہاڑ اور جو کچھ زمین میں پیداوار کی چیزیں ہیں پہلے چار روز میں یہ سب کچھ پیدا کیا گیا ہے اور پھر دو روز میں آسمان پیدا کئے گئے ہیں اور والنازعات کی آیت والارض بعد ذلک دحٰھا سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کے پیدا ہونے کے بعد زمین پھیلائی گئی ہے اسی واسطے اکثر مفسرین نے ان دونوں آیتوں کو ملا کر یہ اعتراض کیا ہے کہ ایک آیت سے زمین کا آسمان سے پہلے پیدا کیا جانا معلوم ہوتا ہے اور دوسری آیت سے آسمان کے بعد پھر طرح طرح سے اس اعتراض کا جواب بھی دیا ہے اور یہ اعتراض کچھ آج کل کا نیا اعتراض نہیں ہے۔ کیونکہ صحیح بخاری ۱؎ میں سعید بن جبیر سے اور مستدرک حاکم میں عکرمہ سے جو روایتیں ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ خارجیہ کے سرگروہ ایک شخص نافع بن ارزق نے حضرت عبداللہ بن عباس سے قرآن شریف کی چند آیتوں کے اختلاف کو مکہ میں اعتراض کے طور پر پوچھا تھا اور حضرت عبداللہ بن عباس نے نافع بن ارزق کے سب اعتراضات کے جواب دئے تھے اُن ہی اعتراضوں میں کا ایک اعتراض یہ بھی ہے اور اس کا جواب نافع بن ارزق کو حضرت عبداللہ بن عباس نے یہی دیا ہے کہ زمین کا پیدا ہونا آسمان سے مقدم ہے اور زمین کا پھیلایا جانا آسمان کی پیدائش کے بعد ہے اس لئے دونوں آیتوں میں کچھ اختلاف نہیں ہے کیونکہ ایک آیت میں زمین کی پیدائش کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں زمین کے پھیلانے کا ذکر ہے حضرت عبداللہ بن عباس کے اس جواب کو حافظ ابن حجر نے اور اور علمانے قابل اعتماد ٹھہرایا ہے اور صحیح بخاری کی اس روایت کے برخلاف تفسیر عبدالرزاق وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے اور روایتیں جو ہیں اُن کو حافظ ابن حجر اور علمانے ضعیف قرار دیا ہے صحیح ۲؎ مسلم اور نسائی میں حضرت ابوہریرہ ؓ کی جو ایک حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱؎ بخاری شریف تفسیر سورہ حم السجدۃ ص ۷۱۲ ج ۲۔ ۲؎ صحیح مسلم باب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار ص ۳۷۱ ج ۲

وَلِلۡاَرۡضِ ائۡتِيَا طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيۡنَا طَآئِعِيۡنَ ﴿۱۱﴾ فَقَضٰٮهُنَّ سَبۡعَ سَمٰوَاتٍ

اور زمین کو آؤ تم دونوں خوشی سے یا زور سے وہ بولے ہم آئے خوشی سے پھر ٹھہرائے وہ سات آسمان

فِىۡ يَوۡمَيۡنِ وَاَوۡحٰى فِىۡ كُلِّ سَمَآءٍ اَمۡرَهَا ؕ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنۡيَا بِمَصَابِيۡحَ ۖ

دو دن میں اور اتارا ہر آسمان میں حکم اس کا اور رونق دی ہم نے ورلے آسمان کو چراغوں سے

وَحِفۡظًا ؕ ذٰلِكَ تَقۡدِيۡرُ الۡعَزِيۡزِ الۡعَلِيۡمِ ﴿۱۲﴾

اور نگہبانی یہ سادھا ہے زبردست خبردار کا

حضرت ابوہریرہ کا ہاتھ پکڑ کر ہفتہ اتوار ہر ایک دن کا نام لے کر زمین پہاڑ درخت چوپائے ہر ایک چیز کی پیدائش کی تفصیل بتلائی ہے امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اس حدیث پر اعتراض کیا ہے اور یہ بات ثابت کی ہے کہ یہ مرفوع حدیث نہیں ہے بلکہ کعب احبار کا قول ہے معتبر علمانے امام بخاری کے اس اعتراض کو صحیح قرار دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس صاحب قدرت اور صاحب علم نے اپنی قدرت اور اپنے علم سے دو دن میں آسمان اور چار دن میں زمین اور اُس میں کی سب ضرورت کی چیزوں کو اس طرح پیدا کیا کہ جس میں اُس کا کوئی شریک نہیں تو پھر یہ لوگ اُس کی تعظیم میں دوسروں کو جو شریک کرتے ہیں یہ اُن لوگوں کی بڑی نادانی ہے کیونکہ جو زمین اللہ تعالیٰ نے دو دن میں پیدا کی اُسی کی مٹی لے کر اُن سب کے باپ آدم علیہ السلام کو اُس سے بنایا جن کی نسل سے سب اولاد آدم کو پیدا کیا اور جو آسمان اللہ تعالیٰ نے دو دن میں پیدا کئے اُن آسمانوں میں کے فرشتے بھی اُس نے پیدا کئے اب جن نیک لوگوں کی یا فرشتوں کی مورتوں کو یہ لوگ پوجتے ہیں وہ زمین اور آسمان کی اللہ کی مخلوقات میں سے ہیں ان لوگوں کو اتنی سمجھ نہیں کہ خالق کی تعظیم میں مخلوق کو شریک کرنا کتنی بڑی غلطی کی بات ہے۔ پھر فرمایا اُس صاحب قدرت نے زمین میں پہاڑوں کی بوجھل میخیں ٹھونک دیں جس سے زمین خوب جم گئی اور یہ پہاڑوں کی میخیں زمین کے اوپر کے رخ سے اس لئے ٹھونکی گئیں کہ اُن کا بڑا حصہ باہر نکلا رہے جس سے دریا اور ندیاں اُن میں سے جاری ہوں اور سورج کی شعاع اُن پر پڑ کر اُن میں طرح طرح کے جواہرات پیدا ہوتے رہیں اور زمین کی پیداوار میں یہ برکت رکھی کہ ایک اناج کے دانے سے ہزاروں دانے اور ایک میوہ کی گٹھلی سے ہزاروں پھل پیدا ہوتے رہیں یہی انسان کی خوراکیں ہیں جن کا زمین سے نکلنا ٹھہرایا گیا ہے۔ بیہقی کی اسماء وصفات اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمان اور زمین کی پیدائش کا حال پوچھا تھا اسی واسطے آسمان و زمین کی پیدائش کے ذکر میں سواء للسائلین فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ ان آیتوں میں آسمان و زمین کی پیدائش کا حال پوچھنے والوں کا پورا جواب ہے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے زمین کی پیدائش کے ذکر کے بعد فرمایا پھر وہ صاحب قدرت پانی کی بھاپ سے آسمان کے پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہوا اور اُس پانی کی بھاپ اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں سے جو کام لینا ہے اُس کو تم دونوں یا تو خوشی سے منظور کرو نہیں تو تمہیں مجبور کیا جائے گا ان دونوں نے خوشی سے اللہ کا حکم منظور کیا اور اللہ تعالیٰ نے اُس پانی کی بھاپ سے سات آسمان دو دن میں بنائے اور ہر ایک آسمان میں فرشتے

ع ۵

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ﴿۱۳﴾ إِذْ جَاءَتْهُمُ الرُّسُلُ

پھر اگر وہ ٹلاویں تو تو کہہ میں نے خبر سنادی تم کو ایک کڑاکے کی جیسے کڑاکا آیا عاد اور ثمود پر جب آئے ان کے پاس رسول

مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً

آگے سے اور پیچھے سے کہ نہ پوجو کسی کو سوائے اللہ کے کہنے لگے اگر ہمارا رب چاہتا تو اتارتا فرشتے

فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ ﴿۱۴﴾ فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا

سو ہم تمہارے ہاتھ بھیجا نہیں مانتے سو وہ جو عاد تھے غرور کرنے لگے ملک میں ناحق کا اور کہنے لگے

مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا

کون ہے ہم سے زیادہ زور میں کیا نہیں دیکھتے اللہ جس نے ان کو بنایا ہے وہ زیادہ ہے ان سے زور میں اور تھے

بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۱۵﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ

ہماری نشانیوں سے منکر پھر بھیجی ہم نے اُن پر باؤ بڑے زور کی کئی دن مصیبت کے کہ چکھادیں اُن کو

عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ ۖ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ﴿۱۶﴾

رسوائی کی مار دُنیا کے جیتے اور آخرت کی مار میں تو بڑی رسوائی ہے اور اُن کو کہیں مدد نہیں

دریا جو کچھ پیدا کرنا تھا اُس کے پیدا ہو جانے کا حکم دیا اول آسمان کی رونق اور شیاطین کو آسمان کی خبروں سے باز رکھنے کے لئے تارے پیدا کئے۔ صحیح بخاری[۱] کے حوالہ سے حضرت عائشہ کی حدیث گذر چکی ہے کہ جو شخص ظلم سے کسی دوسرے شخص کی بالشت بھر زمین بھی دبالے گا تو قیامت کے دن ساتوں زمینوں کا اتنا ہی ٹکڑا لے کر اُس شخص کی گردن میں اُس کا طوق ڈال دیا جائے گا اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ سات آسمانوں کی طرح زمینیں بھی سات ہیں ترمذی[۲] اور مسند امام احمد کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث بھی گذر چکی ہے کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اور اسی طرح ایک زمین سے دوسری زمین تک پانسو برس کی راہ کا فاصلہ ہے مسند امام احمد اور ترمذی[۳] میں ابورزین عقیلی سے روایت ہے کہ سب چیزوں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پانی کو پیدا کیا پھر عرش معلی کو پھر اور مخلوقات کو ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

۱۳۔۲۱۔ اوپر آسمان اور زمین اور چند چیزوں کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے قریش کو یہ سمجھایا تھا کہ جب ان چیزوں کے پیدا کرنے میں کوئی اللہ کا شریک نہیں ہے تو اللہ کی تعظیم اور عبادت میں غیروں کو شریک کرنے کا کوئی حق نہیں ہے ان آیتوں میں فرمایا اگر یہ لوگ اس سیدھی سیدھی نصیحت کو بھی ٹال دیں اور شرک سے باز نہ آئیں تو اے رسول اللہ کے ان سے کہہ دیا جائے کہ میں تم کو قوم عاد اور قوم ثمود جیسے عذاب سے ڈراتا ہوں کیونکہ جو تمہارا حال ہے وہی اُن کا تھا کہ جس طرح آگے پیچھے ایک کے بعد ایک وہ قومیں پیدا ہوئیں اسی طرح آگے پیچھے اُن کے پاس رسول بھیجے گئے اور رسولوں نے ان قوموں کو خالص اللہ کی عبادت کرنے کی نصیحت بھی کی مگر جس طرح کی بے ٹھکانے کی باتیں اللہ کے رسول سے تم لوگ کرتے ہو کہ

[۱] صحیح بخاری باب اثم من ظلم شیئاً من الارض ص ۴۳۱ ج ۱۔ [۲] جامع ترمذی تفسیر سورۃ الحدید ص ۱۸۵ ج ۲۔
[۳] جامع ترمذی تفسیر سورۃ ھود ص ۱۶۰۔

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ

اور وہ جو ثمود تھے سو ہم نے اُن کو راہ بتائی پھر اُن کو خوش لگا اندھے رہنا سوجھنے سے پھر پکڑا ان کو کڑاکے نے ذلت

الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ

کی مار کے بدلا اس کا جو کماتے تھے اور بچا دیے ہم نے جو یقین لائے تھے اور بچ چلتے تھے اور جس دن جمع ہوں گے

اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ

دشمن اللہ کے دوزخ پر پھر ان کی مثلیں بنیں گی یہاں تک کہ جب پہنچے اُس پر بتا دیں گے اُن کو ان کے کان اور ان کی آنکھیں

وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا

اور ان کے چمڑے جو کچھ وہ کرتے تھے اور وہ کہیں گے اپنے چمڑوں کو تم نے کیوں بتایا ہم کو وہ بولے ہم کو بلوایا

اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾

اللہ نے جس نے بلوایا ہے ہر چیز کو اور اسی نے بنایا تم کو پہلی بار اور اسی کی طرف پھر جاتے ہو

اللہ کا رسول انسان نہیں ہو سکتا کوئی فرشتہ ہونا چاہئے ایسی ہی باتیں ان قوموں نے اللہ کے رسولوں سے کیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سخت آندھی کے عذاب سے قوم عاد کو اور سخت چیخ اور زلزلہ کے عذاب سے قوم ثمود کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا اگر انہی قوموں کے قدم بقدم تم لوگ بھی چلتے رہے اور شرک سے باز نہ آئے تو ایک دن یہی انجام تمہارا بھی ہو گا اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے بدر کی لڑائی کے وقت جو کچھ اس وعدہ کا ظہور ہوا صحیح بخاری[1] و مسلم کی انس بن مالک کی روایت سے اُس کا ذکر کئی جگہ اوپر گذر چکا ہے۔ ملک شام اور یمن کے سفر میں قریش کا گذر قوم عاد اور قوم ثمود کی اجڑی ہوئی بستیوں پر سے اکثر ہوا کرتا تھا اس لئے ان آیتوں میں فقط ان دو قوموں کا نام لیا۔ صحیح بخاری[2] کے حوالہ سے حضرت عائشہ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ ابر کو دیکھ کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر پریشانی چھا جاتی تھی اور آپ گھر کے اندر اور باہر پریشان پھرا کرتے تھے جب اُس ابر میں سے مینہ برسنے لگتا تھا تو آپ کی وہ پریشانی رفع ہو جاتی تھی اور آپ یہ فرمایا کرتے تھے کہ قوم عاد پر آندھی کا عذاب ابر کی صورت میں آیا تھا اس لئے ابر کو دیکھ کر مجھ کو وہ عذاب یاد آتا ہے اور میں پریشان ہو جاتا ہوں ثمود کے قصے میں صحیح بخاری[3] کے حوالہ سے عبداللہ بن عمر کی روایتیں گذر چکی ہیں کہ تبوک کے سفر کے وقت جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر قوم ثمود کی اجڑی ہوئی بستی پر سے ہوا تو آپ خوف زدہ ہو گئے اور صحابہ سے فرمایا کہ جب تک یہ بستی آنکھوں کے سامنے رہے تو عذاب الٰہی کو یاد کر کے ڈرنا اور رونا چاہئے ان حدیثوں کو آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ پچھلی قوموں کے عذاب کا حال جب ایماندار شخص کو یاد آئے تو اُس کو عذاب الٰہی سے ڈرنا اور عبرت پکڑنی چاہئے آخر کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان قوموں کے عذاب کے وقت اپنے انصاف کے موافق اپنے رسولوں اور اُن کے ساتھ کے ایماندار پرہیزگار لوگوں کو اس عذاب سے بچا دیا اور باقی کے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ رسولوں کے جھٹلانے والے لوگ یہ جو کہتے تھے کہ اللہ کا رسول

[1] صحیح بخاری باب قتل ابی جہل ص ۵۶۶ ج ۲۔ [2] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ فلما راوہ عارضا الآیۃ ص ۷۱۵ ج ۲۔ [3] صحیح بخاری باب قول اللہ والی ثمود اخاہم صالحا۔ ص ۴۷۸ ج ۱۔

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ

اور تم پر رہ نہ کرتے اس سے کہ تم کو بتادیں گے تمہارے کان اور نہ تمہاری آنکھیں نہ تمہارے چمڑے پر

وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾

تم کو یہ خیال تھا کہ اللہ نہیں جانتا بہت چیزیں جو کرتے ہو

انسان نہیں ہوسکتا فرشتہ ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ نے اُس کا جواب سورۃ الانعام میں جو دیا ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ فرشتوں کو اصلی صورت میں دیکھنا تو انسان کی طاقت سے باہر ہے اس لئے اگر آسمان پر سے کوئی فرشتہ بھی رسول بنا کر بھیجا جائے گا تو ضرور وہ انسان کی صورت میں ہوگا جس سے ان لوگوں کی یہی بےٹھکانے کی باتیں باقی رہیں گی۔ یہ جو فرمایا تھا کہ بہ نسبت دنیا کے عذاب کے ایسے لوگوں کا آخرت کا عذاب بڑی رسوائی کا ہوگا آگے اُس کا ذکر فرمایا کہ رسوا کرنے کے لئے ایسے لوگوں کی جماعت بندی سب اہل محشر کے سامنے کی جائے گی اور ان میں کے جو لوگ اپنی بداعمالی کے منکر ہوں گے اُن کے کان آنکھ اور ہاتھ پیروں سے اُن کی بداعمال کی گواہی دلوائی جاکر اُن کو رسوا کیا جائے گا۔ اس ہاتھ پیر کان آنکھ کی گواہی کی انس بن مالک کی حدیث صحیح مسلم[1] اور نسائی کے حوالہ سے اوپر بھی گذر چکی ہے اور آگے کی آیت کی تفسیر میں بھی آتی ہے۔ قوم عاد اور قوم ثمود کا قصہ سورۃ الاعراف سورہ ہود اور سورۃ الشعراء میں تفصیل سے گذر چکا ہے۔ قوم عاد کے قصہ کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ بڑے قدآور شہ زور تھے قرآن شریف میں کئی جگہ ان کی شہ زوری کا ذکر ہے اس قوم کے لوگوں کو نمود کی عمارتیں بنانے کا بڑا شوق تھا بےفائدہ عمارتیں بنانے آپس کے ظلم و زیادتی اور بت پرستی سے ہود علیہ السلام نے ان لوگوں کو جب روکا اور عذاب الٰہی سے ڈرایا تو ان لوگوں نے سرکشی سے یہ جواب دیا کہ جس عذاب سے تم ہم کو ڈراتے ہو اُس سے ہم نہیں ڈرتے اگر کوئی آفت آئی تو ہم اپنی شہ زوری کے سبب سے اُس کو رفع دفع کر دیں گے اسی کا جواب اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں دیا ہے کہ جس صاحب قدرت نے اُن کو پیدا کیا ہے اُس کی قدرت اور قوت اِن لوگوں کی قوت سے بڑھ کر ہے ان لوگوں کے یہ غرور کے کلمے اللہ تعالیٰ کو اچھے نہیں معلوم ہوئے اس لئے سات راتیں اور آٹھ دن تک سخت آندھی چلی جس سے یہ قوم بالکل ہلاک ہوگئی ان ہی آٹھ دن کو مصیبت کے دن فرمایا قوم ثمود کے قصہ کا حاصل یہ ہے کہ صالح علیہ السلام نے جب ان لوگوں کو بت پرستی عیش و آرام کی غفلت اور سرکش لوگوں کی عادتوں سے منع کیا تو ان لوگوں نے صالح علیہ السلام پر جادو کا اثر بتلایا اور صالح علیہ السلام سے اونٹنی کے معجزہ کی فرمائش کی اور صالح علیہ السلام نے وہ معجزہ دکھایا جس کا پورا قصہ سورہ ہود میں گذر چکا ہے اسی کو فرمایا کہ ان لوگوں کی فرمائش کے موافق اِن کو اونٹنی کا معجزہ دکھایا جاکر راہ راست پر آنے کا راستہ بتا یا گیا لیکن ان لوگوں کو کفر و شرک کا اندھے پنے کا راستہ اچھا لگا اور اونٹنی کا معجزہ دیکھ کر بھی انھوں نے صالح علیہ السلام کی فرمانبرداری قبول نہیں کی اور اُن میں کے سرکش لوگوں نے اُس اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا جس کے سبب سے ان لوگوں پر اس طرح عذاب آیا کہ آسمان سے ایک سخت آواز آئی اور زمین میں زلزلہ آیا جس کے صدمہ سے ان لوگوں کے کلیجے پھٹ گئے۔

۲۲۔ صحیحین[2] ترمذی اور مسند امام احمد میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت سے ان آیتوں کے شان نزول کا حاصل یہ ہے

[1] صحیح مسلم فی بیان ان الاعضاء منطقۃ شاھدۃ یوم القیمۃ۔ ص ۴۰۹ ج ۲۔
[2] صحیح بخاری تفسیر سورۃ حم السجدۃ باب قولہ وما کنتم تستترون الآیۃ ص ۷۱۲ ج ۲۔

وَذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ يَّصْبِرُوْا

اور یہ وہی تمہارا خیال ہے جو رکھتے تھے اپنے رب کے حق میں اسی نے تم کو کھپایا پھر آج رہ گئے ٹوٹے میں پھر اگر صبر کریں

فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاۗءَ

تو آگ اُن کا گھر ہے اور اگر وہ منایا چاہیں تو اُن کو کوئی نہیں مناتا اور لگادی ہم نے ان پر تعیناتی

فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ

پھر انہوں نے بھلا دکھایا ان کو جو اُن کے آگے اور جو ان کے پیچھے اور ٹھیک پڑی اُن پر بات مل کر سب فرقوں میں جو ہو چکے ہیں

مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۱۷

اُن سے آگے جنوں کے اور آدمیوں کے وہ تھے ٹوٹے والے

کہ کچھ لوگ قریش کے ثقیف قبیلہ کے حرم شریف میں جمع تھے اور آپس میں یہ باتیں کر رہے تھے کہ کیا خدا ہماری باتوں کو سنتا ہے ایک نے اُن میں سے کہا کہ اگر ہم پکار کر بات کریں گے تو خدا سنے گا نہیں تو نہیں دوسرے نے جواب دیا کہ خدا سب طرح سنتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں صحیح مسلم اور نسائی میں حضرت انس سے جو روایت ہے اُس میں اس بات کی تفسیر ہے کہ کس وقت یہ مشرکوں اور گنہ گاروں کے ہاتھ اور پیر اور اعضاء گواہی دیں گے حاصل اُس حدیث کا یہ ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آئی اور اپنے صحابہ سے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ خدا سے جھگڑیں گے اُس پر مجھ کو ہنسی آئی ہے بعضے گنہ گار خدا تعالیٰ سے کہیں گے کہ یا اللہ ہم اپنے بھروسے کے گواہ چاہتے ہیں اُس پر اللہ تعالیٰ اُن کے منہ پر خاموشی کی مہر لگا کر اُن کے اعضا سے گواہی دلوا دے گا جب وہ لوگ اپنے اعضاء پر خفا ہوں گے کہ ہم تو دنیا میں تمہاری پرورش کرتے تھے تم نے ہمارے مخالف گواہی کیوں دی اُس کا جواب اعضاء یہ دیں گے جس کا ذکر اوپر کی آیت میں ہے حاصل اُس جواب کا یہ ہے کہ جس اللہ نے انسان اور انسان کے اعضاء سب کو پیدا کیا ہے اُس نے ہم سے یہ گواہی دلوائی ہے اکثر گناہوں میں آدمی کے ہاتھ اور پیروں کا دخل ضرور ہوتا ہے اسی واسطے مسند امام احمد نسائی مستدرک حاکم بیہقی تفسیر عبدالرزاق اور تفسیر ابن ابی حاتم میں جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کے ہاتھ کی ہتھیلی اور پیر کی ران سب سے پہلے گواہی دے گی اگرچہ بعضے علماء نے لکھا ہے کہ اعضاء کی گواہی دینا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن اعضاء میں ایک حالت اس طرح کی پیدا کر دے گا جس سے گناہوں کا حال ظاہر ہو جائے گا لیکن صحیح قول یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن اعضاء میں گویائی پیدا کرے گا کیونکہ زبان کے گوشت اور اعضاء کے گوشت میں کچھ فرق نہیں ہے تو جس اللہ نے زبان کے گوشت میں گویائی دی ہے اُس کو اور اعضاء کے گوشت میں بھی گویائی پیدا کرنے کی قدرت ہے ہر مسلمان کو ایمان لانا چاہئے پھر صریح آیت کی تاویل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ حشر کے انکار کے سبب سے گناہ کرتے وقت تم لوگ ہاتھ پیروں کی گواہی کا خوف نہیں کرتے تھے کیونکہ حشر اور ہاتھ اور پیروں کی گواہی کے تم پورے منکر تھے گناہوں کے وقت تمہارا پردہ تو اس اعتقاد سے تھا کہ پردے کی باتیں اللہ کے علم سے باہر ہیں۔

۲۳۔۲۵۔ اوپر کی آیت میں ذکر تھا کہ پردہ کی باتوں کو مشرک لوگ اللہ کے علم سے باہر گمان کرتے تھے ان آیتوں میں فرمایا

۵۱ دیکھئے صفحہ گذشتہ۔ ۵۲ تفسیر الدر المنثور ص ۳۶۲ ج ۵۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ

اور کہنے لگے منکر نہ کان دھرو اس قرآن کے سننے کو اور بک بک کرو اس کے پڑھنے میں شاید تم غالب ہو سو ہم کو ضرور چکھانی

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ

ہے منکروں کو سخت مار اور اُن کو بدلا دینا بُرے سے بُرے کاموں کا جو کرتے تھے یہ سزا ہے

کہ ان لوگوں کے اس گمان نے اِن کو ہلاکت اور ٹوٹے میں ڈالا کیونکہ اسی گمان کے سبب سے ان لوگوں کو کثرت گناہوں کی جرأت بڑھ گئی گناہ کرتے رہے اور اسی گمان میں رہے کہ اِن کے بہت سے گناہ اللہ کے علم سے باہر ہیں جس کا نتیجہ ہے کہ قیامت کے دن وہ غیب دان اُن کے اس گمان کو جھوٹا کر کے ان کے سب گناہ ان کو جتلا دے گا اور اِن کی سزا دوزخ کی آگ قرار پائے گی اور ان سے کہہ دیا جائے گا کہ اب تم اُس آگ کی مصیبت پر صبر کرو یا جھوٹے عذر پیش کر کے غل شور مچاؤ کسی طرح اب اِس آگ سے تم کو نجات نہیں کیونکہ یہ دوزخ کا ٹھکانہ ہمیشہ کے لئے ایسے لوگوں کا گھر قرار پایا ہے سورہ الزخرف میں آئے گا کہ جو لوگ یاد الٰہی سے غافل رہتے ہیں شیطان اُن پر ایسا مسلط ہو جاتا ہے کہ ایک دم اُن کا پیچھا نہیں چھوڑتا اور نیک کاموں سے ہمیشہ اُن کو روکتا رہتا ہے اور بُرے کاموں کو ایسی اچھی صورت میں اُن کو دکھلاتا ہے کہ بُرے کاموں کی برائی اُن پر ظاہر نہیں ہونے دیتا مثلاً بت پرستی جیسے بُرے کام کو اِس اچھے بھیس میں دکھاتا ہے کہ یہ بہت اچھے لوگوں کی مورتیں ہیں جو کوئی ان مورتوں کی پوجا کرے گا تو وہ اچھے لوگ ہر طرح اُن کی مدد کریں گے ترمذیؒ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان میں حارث اشعری کی صحیح روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بغیر یاد الٰہی کے شیطانی وسوسہ کسی طرح نہیں ٹل سکتا سورۃ الزخرف کی آیتوں اور حارثؓ اشعری کی حدیث کو آخری آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جیسے لوگوں کا ذکر آیت میں ہے وہ بتوں کی پوجا میں لگ کر یاد الٰہی سے دور رہتے ہیں اس لئے شیطان اُن پر مسلط ہو گئے جو اُن کو ہر وقت دنیا کی باتوں کی طرف رغبت اور عقبیٰ کی باتوں سے نفرت دلاتے رہتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اِس طرح کے پچھلے جنات اور آدمیوں میں انکا شمار بھی دوزخیوں میں ہو گیا اور جنت میں ایسے لوگوں کے لئے جو ٹھکانے بنائے گئے تھے اُن کو ہاتھ سے کھو دیئے کا اُنھوں نے نقصان اٹھایا ابن ماجہؒ کے حوالہ سے ابوہریرہ کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے لئے جنت اور دوزخ دونوں جگہ ٹھکانا بنایا ہے اب جو لوگ ہمیشہ کے لئے دوزخی قرار پائیں گے اُن کے جنت میں کے خالی پڑے ہوئے محل اور باغ جنتیوں کو مل جائیں گے یہ حدیث انهم كانوا خسرين کی گویا تفسیر ہے صحیح مسلمؒ کے حوالہ سے جابرؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان خود تو اپنا تخت سمندر میں بچھا کر بیٹھ جاتا ہے اور اپنے شیاطینوں کو لوگوں کے بہکانے کے لئے بھیج دیتا ہے ان شیطانوں کے بہکانے سے جو آدمی خود بھی بہکتے اور دوسروں کو بھی بہکاتے ہیں اُن کو سورۃ الانعام میں شیطان الانس فرمایا ہے جابر کی حدیث اور سورۃ انعام کا شیاطین الانس کا ذکر قد خلت من قبلهم من الجن والانس کی گویا تفسیر ہے جس میں پچھلے زمانے کے بہکنے بہکانے والے جنات اور انسان سب داخل ہیں۔

۲۶-۲۷-سورہ انفال میں گذر چکا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں قرآن شریف پڑھتے تھے تو مشرک لوگ تالیاں اور

[1] جامع ترمذی باب ماجاء مثل الصلاۃ والصیام ص ۱۹۱ ج ۲۔ [2] ابن ماجہ باب صفۃ الجنۃ۔ ص ۳۲۲۔
[3] صحیح مسلم باب تحریش الشیطان وبعثہ سرایاہ الخ ص ۳۷۶ ج ۲۔

أَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ ۖ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ

اللہ کے دشمنوں کی آگ ان کو اسی میں گھر ہے سدا کو بدلا اس کا جو ہماری باتوں سے انکار کرتے تھے اور کہیں گے

الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَآ أَرِنَا الَّذَيْنِ أَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا

جو لوگ منکر ہیں اے رب ہمارے ہم کو دکھا وہ دونوں جنھوں نے ہم کو بہکایا جو جن ہے اور جو آدمی کہ ڈالیں ہم ان کو اپنے پاؤں کے نیچے کہ وہ رہیں

مِنَ الْأَسْفَلِينَ ﴿۲۹﴾ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا

سب سے نیچے تحقیق جنھوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر اسی پر ٹھہرے رہے ان پر اترتے ہیں فرشتے کہ تم نہ ڈرو اور نہ

سیٹیاں بجاتے تھے اور سورۂ لقمان میں گزر چکا ہے کہ نضر بن حارث ایک شخص نے رستم و اسفندیار وغیرہ کے قصوں کی کتابیں خرید رکھی تھیں جب آنحضرت صلعم قرآن شریف پڑھتے تھے تو نضر بن[1] حارث وہ قصے لوگوں کو سنا کر قرآن شریف کے سننے سے روکا کرتا تھا صحیحین[2] وغیرہ میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی حدیث مشہور ہے کہ ابوجہل وغیرہ مشرکوں نے مل کر اونٹ کی اوجھڑی نماز پڑھتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر ڈال دی تھی غرض اسی طرح کی بیہودہ باتیں آنحضرت صلعم کے نماز اور قرآن شریف پڑھنے کے وقت مشرک لوگ اس غرض سے کرتے تھے کہ لوگ قرآن شریف سننے نہ پائیں اسی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرما کر فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو سخت عذاب ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام سننے سے رکنا یا روکنا خدا کا دشمن بننے کی نشانی ہے اب بھی کسی ایسے کام میں لگنا یا کسی دوسرے کو لگانا جس سے قرآن شریف کے مشغلے میں حرج ہو اس آیت کے حکم میں داخل ہے جن لوگوں کے بہکانے سے دوزخی لوگوں نے برے کام کئے ہیں دوزخ میں جانے کے بعد یہ لوگ کہیں گے یا اللہ ان بہکانے والوں کو ہمیں دکھا تاکہ ہم ان کو دوزخ کے نیچے کے درجہ میں دھکا دے کر ڈال دیں آگے اللہ تعالیٰ نے ان خدا کے دشمن لوگوں کے مقابلے میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جو خدا کو اپنا معبود جانتے ہیں اور پھر اس پر ثابت قدم رہتے ہیں صحیح مسلم[3] ترمذی نسائی مسند امام احمد وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو اسلام کی کوئی ایسی بات بتلا دیجیے کہ پھر مجھ کو پوچھنے کی ضرورت باقی نہ رہے آپ نے اس آیت کے لفظ فرما دیئے کہ اللہ کو اپنا معبود جان اور اس پر قائم رہ حضرت عبداللہؓ بن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے دل سے اللہ کو معبود مان کر اور زبان سے اللہ کے معبود ہونے کا اقرار کر کے اس پر ثابت قدم رہنے کا یہ مطلب ہے کہ جو باتیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیں ہیں ان کو آدمی ادا کرتا رہے حضرت عبداللہؓ بن عباس کی یہ تفسیر ان اہل سنت کے قول کے موافق ہے جو عمل نیک کو ایمان کے کامل ہونے کی شرط قرار دیتے ہیں مسند امام احمد[4] اور ابوداؤد[5] کے حوالہ سے براء بن عازب کی صحیح حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ نیک لوگوں کی قبض روح کے وقت رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور نیک لوگوں کو اللہ کی رضامندی کی اور مغفرت کی خوشخبری سناتے ہیں مسند امام احمد[6] میں حضرت عائشہ سے صحیح روایت ہے کہ قبر کے سوال و جواب کے بعد اللہ کے

[1] تفسیر الدر المنثور ص ۱۵۹ ج ۵ [2] بخاری شریف باب ذکر ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین ص ۵۴۳ ج ۱۔
[3] صحیح مسلم باب جامع اوصاف الاسلام ص ۴۸ ج ۱۔ [4] بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب فیما یقال عند من حضرۃ الموت ص ۱۴۲۔
[5] ابوداؤد باب فی المسألۃ فی القبر وعذاب القبر ص ۶ ج ۲۔ [6] الترغیب والترہیب ص ۶۹۸ ج ۴۔

تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۳۰﴾ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی

غم کھاؤ اور خوشی سنو اس بہشت کی جس کا تم کو وعدہ تھا ہم ہیں تمہارے رفیق دنیا میں اور

الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ ﴿۳۲﴾

آخرت میں اور تم کو وہاں ہے جو چاہے جی تمہارا اور تم کو وہاں ہے جو منگواؤ مہمانی ہے اس بخشنے والے مہربان سے

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۳۳﴾

اور اس سے بہتر کس کی بات جس نے بلایا اللہ کی طرف اور کیا نیک کام اور کہا میں حکم بردار ہوں

فرشتے نیک لوگوں کو ان کا جنت کا ٹھکانا دکھا کر یہ خوشخبری سنا دیتے ہیں کہ قیامت کے دن اسی ٹھکانے میں رہنے اور بسنے کے لئے تم کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا آیتوں میں نیک لوگوں کے پاس فرشتوں کے اترنے کا جو ذکر ہے یہ حدیثیں اس کی گویا تفسیر ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ قبض روح کے وقت اور قبر میں دفن کرنے کے بعد اللہ کے فرشتے نیک لوگوں کے پاس آتے ہیں اور ان کو طرح طرح کی خوشخبری سنا کر جنت کا ٹھکانا بھی ان کو دکھاتے ہیں اور کہتے ہیں تمہاری زندگی میں بھی تمہارے نیک عمل لکھنے کے لئے اللہ کے فرشتے تمہارے رفیق تھے اور اب بھی تمہارے رفیق ہیں اور جنت کا ٹھکانہ تمہیں دکھاتے ہیں جس میں اللہ غفور الرحیم نے مہمانوں کی خاطرداری کی طرح تمہارے لئے سب کچھ تیار رکھا ہے۔

۳۳۔ اول درجہ میں تو یہ آیت انبیا کی شان میں ہے جن کے سبب سے دنیا میں نیک کام کرنے کی اور برائی سے بچنے کی بنیاد قائم ہوئی اور جن کی ذات کو خاص اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے کہ وہ نیک راستے پر امت کے لوگوں کو لگائیں دوم درجہ میں امت کے وہ علما اور نیک لوگ ہیں جو انبیا کی فرمانبرداری کے سبب سے خود نیک راستے پر لگے اور دوسروں کو بھی نیک راستے کی رغبت دلاتے ہیں مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ میں حضرت عائشہ[1] سے اور بعضی اور کتابوں میں اور صحابہ سے یہ جو روایتیں ہیں کہ یہ آیت مؤذنوں کی شان میں نازل ہوئی ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ مؤذن لوگ نماز جیسے نیک کام کی طرف اللہ کی مخلوق کو بلاتے ہیں اسی واسطے مؤذنوں کی شان میں بھی یہ آیت صادق آتی ہے یہ مطلب اس روایت کا نہیں ہے کہ مؤذنوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کیونکہ یہ آیت تو مکی ہے اور صحیحین[2] کی حضرت عبداللہؓ بن عمر کی روایت سے اور ترمذی ابوداؤد و ابن ماجہ اور دارمی کی حضرت عبداللہؓ بن زید کی روایت سے یہ بات صحیح طور سے ثابت ہو چکی ہے کہ ہجرت کے برس ڈیڑھ برس بعد عبداللہ بن زیدؓ اور حضرت عمرؓ نے جب اذان کے لفظ خواب میں ایک شخص کو کہتے ہوئے سنے اس وقت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اذان کا حکم دیا اور اسی وقت سے اذان شریعت محمدیؐ میں قائم ہوئی پھر اس مکی آیت کا مؤذنوں کی شان میں نازل ہونا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے لیکن اوپر کئی جگہ بیان ہو چکا ہے کہ صحابہ کا یہ طریقہ تھا کہ جس کسی حالت پر کسی آیت کا مطلب صادق آیا کرتا تھا تو اس کو وہ شان نزول کہا کرتے تھے اور اسی طریقہ اور عادت کے موافق حضرت عائشہ اور بعضے اور صحابہ نے یہ فرمایا ہے کہ آیت مؤذنوں کی شان میں نازل ہوئی طبرانی دارقطنی[3] مسند بزار تفسیر ابن مردویہ وغیرہ میں جو بعضی روایتیں ہیں کہ معراج کی رات

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۱۰۰۔۱۰۱ ج ۴ و تفسیر الدر المنثور ص ۳۶۴ ج ۵ ـ [2] صحیح مسلم باب بدء الاذان ص ۱۶۴ ج ۱۔

[3]

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۚ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ

اور برابر نہیں نیکی اور نہ بدی جواب میں تو کہہ اس سے بہتر پھر جو تو دیکھے تو جس میں اور تجھ میں

عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ

دشمنی تھی جیسے دوست دار ہے ناتے والا اور یہ بات ملتی ہے ان کو جو سہار رکھتے ہیں اور یہ بات ملتی ہے اس کو جس کی

عَظِيمٍ ﴿۳۵﴾ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿۳۶﴾

بڑی قسمت ہے اور کبھی چوک لگے تجھ کو شیطان کے چوکنے سے تو پناہ پکڑ اللہ کی بیشک وہی ہے سنتا جانتا

نماز کے حکم کے ساتھ ہی حضرت جبرئیلؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان سکھائی ان روایتوں میں سے کوئی روایت صحت کے درجہ کو نہیں پہنچی حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر جن لوگوں کا ذکر تھا کہ وہ خالص اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود ٹھہرا کر پھر مرتے دم تک اس پر قائم رہتے ہیں اُن میں اس گروہ کا بڑا درجہ ہے جو خود بھی نیک راستے پر ہیں اور دوسروں کو بھی وعظ نصیحت کر کے نیک راستے پر لگاتے ہیں صحیح مسلم[۱] کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص لوگوں کو نیک راستے سے لگاتا ہے اس کو اپنے ذاتی عملوں کے اجر کے سوا اس قدر اجر اور ملے گا جتنا اس کی پیروی کرنے والوں کو ملے گا یہ حدیث ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن ایسے لوگوں کو دوہرا اجر ملے گا اس لئے یہ بڑے درجہ اور رتبے کے لوگ ہیں۔

۳۴-۳۶- اوپر وعظ و نصیحت کا ذکر تھا اور وعظ و نصیحت میں مخالف لوگ بدگوئی اور بدی سے پیش آنے لگتے ہیں اس واسطے ان آیتوں میں فرمایا کہ ایسے موقع پر بدگوئی کے بدلے میں بدگوئی کا کرنا تو برابر کا مقابلہ ہے ہاں ایسے موقع پر اگر بدی کے مقابلہ میں صبر سے کام لیا جا کر بدی کرنے والے سے نیکی کی جائے گی تو نیکی اور بدی برابر کا مقابلہ نہیں ہے بلکہ نیکی سے دشمن رشتہ داروں کی سی الفت کا برتاؤ کرنے لگتا ہے مگر بدی کے مقابلہ میں نیکی سے پیش آنا ہر شخص کا کام نہیں ہے جن کو اللہ ایسی برداشت دیتا ہے وہی ایسی ہمت کرتے ہیں پھر فرمایا کبھی ایسے موقع پر شیطانی وسوسے سے بے اختیار غصہ آجائے تو اللہ سے پناہ مانگنی چاہئے کہ اللہ انسان کی ہر التجا کو سنتا اور انسان کے دل کی ہر حالت کو خوب جانتا ہے وہ پناہ الٰہی کی التجا کو سن کر فوراً دل کے اس جوش کو رفع فرمائے گا۔ صحیح بخاری[۲] و مسلم میں ابوہریرہؓ کی حدیث ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار آدمی کی نشانی یہ ہے کہ وہ یا تو منہ سے نیک بات نکالے یا چپکا رہے صحیح بخاری[۳] اور مسلم میں سلیمان بن صرد سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک شخص کو غصہ میں بھرا ہوا دیکھ کر یہ فرمایا کہ یہ شخص اگر اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کہے تو ابھی اس کا غصہ جاتا رہے بدگوئی کے مقابلہ میں نیک بات منہ سے نکالنے اور غصہ کے وقت اللہ سے پناہ مانگنے کا ذکر جو آیتوں میں ہے یہ حدیثیں گویا اُس کی تفسیر ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ بدگوئی کے مقابلہ میں یا تو آدمی نیک بات منہ سے نکالے نہیں تو بدگوئی کا مقابلہ بدگوئی سے نہ کرے بلکہ چپکا ہو جائے اور غصے کے وقت اللہ سے پناہ مانگے

[۱] صحیح مسلم باب من سن سنۃ حسنۃ او سیئۃ الخ۔ ص ۳۴۱ ج ۲۔ [۲] صحیح بخاری باب من کان یؤمن باللہ و الیوم الاخر فلا یؤذ جارہ ص ۸۸۹ ج ۲۔ [۳] صحیح بخاری باب الحذر من الغضب ص ۹۰۳ ج ۲۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا

اور اس کی قدرت کے نمونے ہیں رات اور دن اور سورج اور چاند سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور سجدہ کرو

لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝۳۷ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ

اللہ کو جس نے وہ بنائے اگر تم اسی کو پوجتے ہو پھر اگر غرور کریں تو جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں

يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْــَٔـمُوْنَ ۝۳۸ السجدة

پاکی بولتے ہیں اس کی رات اور دن اور وہ نہیں تھکتے

کہ اس سے فوراً غصہ جاتا رہتا ہے جن سلیمان بن صرد بن الجون کی روایت اوپر گزری یہ خزاعۃ قبیلہ کے صحابہ میں ہیں یہ کوفہ میں بہت رہے ہیں۔

۳۷-۳۸- اوپر ذکر تھا کہ مشرکین مکہ قرآن کی نصیحت سننے کے وقت سرکشی سے اپنے آپ کو بڑا بتلاتے تھے اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں اپنی قدرت کی چند نشانیاں بیان فرمائیں کہ شاید یہ لوگ ان نشانیوں کو دیکھ کر اللہ کی وحدانیت کے قائل ہوں اور شرک سے باز آئیں اس خالق صاحب قدرت نے انسان کے آرام کے لئے رات کو پیدا کیا کہ رات کو انسان آرام پا کر دوسرے دن پھر کام دھندے کے قابل ہو جائے وہ قادر مطلق رات کے اندھیرے کو پھاڑ کر اس میں سے صبح کے اجالے کو نکالتا ہے تاکہ دن کے اجالے میں ہر ایک آدمی اپنا کام دھندا کرے سورج کے طلوع اور غروب سے دن رات اور مختلف موسم اسی نے پیدا کئے سورج اور چاند کی منزلیں اور چال اس حساب سے رکھیں جس سے مہینہ اور سال کا حساب معلوم ہوتا ہے لیکن بعضے لوگ ان قدرت کی نشانیوں کے پیدا کرنے والے کی شکر گزاری نہیں کرتے اور اس کی تعظیم کو چھوڑ کر کوئی سورج کی پوجا کرتا ہے اور کوئی چاند کی اور یہ کہتے ہیں کہ ان تاروں کو دنیا کے انتظام میں بڑا دخل ہے ان کے نام کے بتوں کی جو کوئی پوجا کرے گا اس کی یہ تارے ضرور مدد کریں گے ان لوگوں نے سورج کے نام کا جو بت بنایا ہے اس کے چڑھاوے کی چیزیں الگ مقرر کر رکھی ہیں اور چاند کے نام کا جو بت بنایا ہے اس کی الگ یہ نادان اتنا نہیں سمجھتے کہ مثلاً سورج چاند کے پیچھے اللہ تعالیٰ نے گہن کا عیب جو لگا دیا ہے ان میں اسی عیب کے دور کر دینے کی قدرت تو ہے نہیں پھر یہ اپنے پوجا کرنے والوں کی مدد کرنے کی قدرت کہاں سے لائیں گے اب آگے فرمایا عبادت اللہ ہی کو زیبا ہے جس نے رات دن سورج چاند سب چیزوں کو پیدا کیا پھر فرمایا اگر اس فہمائش کے بعد یہ لوگ خالص اللہ کی عبادت سے مکرائیں اور غرور کریں تو اللہ کو ان کی عبادت کی کچھ پروا نہیں آسمان پر اللہ کے فرشتے رات دن اس کی عبادت کو موجود ہیں جو کسی وقت عبادت سے نہیں تھکتے صحیح بخاری اور ترمذی[1] کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان پر چار انگل بھی جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ عبادت الٰہی میں مصروف نہ ہو آیتوں میں یہ جو ذکر تھا کہ اگر یہ مشرک خالص اللہ کی عبادت سے مکرائی کریں گے تو آسمان پر اللہ کے فرشتے اللہ کی عبادت میں مصروف ہیں جو کبھی تھکتے نہیں یہ حدیث گویا اس کی تفسیر ہے جس سے آسمان پر اللہ کے فرشتوں کی بہت بڑی جماعت کا عبادت الٰہی میں لگے رہنے کا حال اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ ان لوگوں کو شرک سے باز آنے اور خالص اللہ کی عبادت کرنے کی نصیحت جو کی جاتی ہے وہ ان ہی لوگوں کی آخرت کی

[1] جامع ترمذی باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا ولبکیتم کثیرا ص ۲۶ ج ۲-

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ
اور ایک اس کی نشانی یہ کہ تو دیکھتا ہے زمین کو دبی پڑی پھر جب اتارا ہم نے اس پر پانی تازی ہوئی اور
رَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِنَّ
ابھری بیشک جس نے اس کو جلایا وہ جلاوے گا مردے وہ سب چیز کر سکتا ہے جو
الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ
ٹیڑھے رہتے ہیں ہماری باتوں میں ہم سے چھپے نہیں بھلا ایک جو پڑتا ہے آگ میں بہتر ہے یا
مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
ایک جو آوے گا امن سے دن قیامت کے کرتے جاؤ جو چاہو بیشک جو کرتے ہو وہ دیکھتا ہے جو لوگ

بہبودی کے لئے ہے ورنہ اللہ کو ان کی عبادت کی کچھ پروا نہیں رہی یہ بات کہ یہ لوگ آخرت کی سزا و جزا کے منکر ہیں ان کے اس انکار کی غلطی ان کو بارہا جتلا دی گئی ہے کہ یہ لوگ دنیا میں جو کام کرتے ہیں اس کا نتیجہ ضرور سوچ لیتے ہیں مثلاً کھیتی کرتے ہیں اناج ہاتھ آنے کے لئے باغ لگاتے ہیں میوہ کھانے کے لئے پھر یہ لوگ کون سے عقل اور تجربے سے یہ بات کہتے ہیں کہ دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد جزا و سزا کا فیصلہ کچھ نہ ہوگا اور دنیا کے پیدا کرنے کا اتنا بڑا کام بے نتیجہ اور بے فائدہ رہ جاتے گا یہ سجدہ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کے قول کے موافق لا یسئمون پر ہے اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود کے قول کے موافق ان کنتم ایاہ تعبدون پر۔

۳۹۔ آسمان پر کی قدرت کی نشانیوں کے بعد یہ زمین پر کی قدرت کی نشانیوں کا ذکر ہے حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ ان منکرین حشر کی آنکھوں کے سامنے مینہ برسنے سے پہلے زمین کیسی سوکھی پڑی ہوتی ہے پھر مینہ برستے ہی اس میں کس طرح کی سرسبزی آجاتی ہے دوسرے صور سے پہلے اسی طرح ایک مینہ برسے گا جس کی تاثیر سے مرے ہوئے لوگوں کے سب جسم تیار ہو جائیں گے اور ان جسموں میں روحیں پھونک دی جائیں گی حاصل کلام یہ ہے کہ ان منکرین حشر کے نزدیک حشر بڑی چیز ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے آگے ہر سال کی کھیتی اور حشر کا ایک سا حال ہے صحیح بخاری[۱] و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث کئی جگہ گزر چکی جس میں کھیتی کی مشابہت دی جا کر دوسرے صور سے پہلے مینہ کے برسنے اور جسموں کے تیار ہو جانے کا ذکر تفصیل سے ہے یہی حدیث گویا اس آیت کی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اسی مشابہت کے سبب سے قرآن میں کئی جگہ کھیتی کے ذکر کے ساتھ حشر کا ذکر آیا ہے۔

۴۰۔۴۲۔ مشرکین مکہ میں سے جو لوگ یہ کہتے تھے کہ ہم بہرے ہیں قرآن کی آیتیں ہم نہیں سن سکتے اور اوپرے دل سے کچھ بہروں کی طرح سن بھی لیں تو ہمارے دلوں پر غلاف پڑے ہوئے ہیں اس واسطے ان آیتوں کا مطلب نہیں سمجھتے۔ ان آیتوں میں ان ہی لوگوں کو فرمایا کہ جو لوگ قرآن کو سیٹیاں اور تالیاں بجا بجا کر نہیں سنتے اور کہتے ہیں کہ ہم بہرے ہیں ہمارے دلوں پر غلاف پڑے ہوئے ہیں ایسی ٹیڑھی باتیں کرنے والوں کا حال اللہ تعالیٰ سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے ان لوگوں سے پوچھا جاتے کہ سرکشی سے ایسی ٹیڑھی باتیں کر کے جو شخص قیامت کے دن دوزخ کی آگ میں جھونکے جانے کے قابل قرار پائے گا ان کے نزدیک وہ

[۱] تفسیر الدر المنثور ص ۳۶۶ ج ۵۔ [۲] صحیح مسلم باب ما بین النفختین ص ۴۰۶ ج ۲۔

كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۚ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿٤١﴾ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ

منکر ہوئے سمجھوتی سے جب ان کے پاس آئی اور یہ کتاب ہے نادر اس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے

وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿٤٢﴾ مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ

اور نہ پیچھے سے اتاری ہوئی ہے حکمتوں والے سب خوبیوں سراہے کی تجھ سے وہی کہتے ہیں جو کہہ دیا ہے سب رسولوں سے

مِنْ قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ﴿٤٣﴾

تجھ سے پہلے تیرے رب کے یہاں معافی بھی ہے اور سزا بھی دکھ والی

بہتر ہے یا جو قرآن کی نصیحت کے موافق عمل کر کے اپنے آپ کو اس دن کی آفتوں سے بچائے گا وہ بہتر ہے۔ اتنی بات کو خوب سمجھ کر جو ان کا جی چاہے وہ کریں اللہ ان کے سب کاموں کو دیکھتا ہے وقت مقررہ آنے پر ان میں سے سرکش اپنی سزا کو پہنچ جائیں گے اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے بدر کی لڑائی کے وقت اس وعدہ کا جو ظہور ہوا صحیح بخاری[1] و مسلم کی انس بن مالک کی حدیث کے حوالہ سے کئی جگہ اس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے کہ ان میں سے ایسی ٹیڑھی باتیں کرنے والے بہت سے سرکش اس لڑائی میں بڑی ذلت سے مارے گئے اور مرتے ہی عذاب آخرت میں گرفتار ہوئے جس عذاب کے جتلانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ کا وعدہ سچا پایا صحیح[2] مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ لوگوں کے رات کے عمل دن سے پہلے اور دن کے عمل رات سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ملاحظہ میں فرشتے پیش کر دیتے ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب سے کوئی چیز باہر نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے انصاف سے سزا و جزا کا فیصلہ اپنے علم غیب پر نہیں رکھا بلکہ اس علم کے دنیوی ظہور پر رکھا ہے اس ظہور کے ملاحظہ کے واسطے لوگوں کے عملوں کے ملاحظہ کا جو انتظام اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ دو وقت اعمال ناموں کا ملاحظہ فرمایا جاتا ہے اس کا حال ابو موسیٰ اشعری کی اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے اس لئے یہ حدیث انه بما تعملون بصیر کی گویا تفسیر ہے۔ اب آگے فرمایا کہ جو لوگ قرآن کی نصیحت کے سمجھنے میں ٹیڑھی باتیں کرتے ہیں اور قرآن کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور ان کے کلام الٰہی ہونے کے منکر ہیں یہ ان لوگوں کی نادانی ہے کیونکہ یہ تو ان لوگوں کے سامنے کی بات ہے کہ یہ قرآن ان پڑھ رسول پر نازل ہوا ہے اور باتیں اس میں ایسے علم غیب کی ہیں کہ ان پڑھ شخص تو درکنار بڑے بڑے اہل کتاب بھی بغیر آسمانی کتاب کی مدد کے وہ باتیں نہیں بتلا سکتے کیونکہ یہ قرآن ایسے صاحب حکمت کا کلام ہے جس کے سب کام تعریف کے قابل ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی تسلی فرمائی کہ یہ لوگ قرآن کو جادو اور تم کو جادوگر جو کہتے ہیں اور قرآن کی نصیحت پر چلنے کے جواب میں ٹیڑھی باتیں کرتے ہیں اس کا کچھ خیال نہیں کرنا چاہئے کس لئے کہ یہ بات کچھ نئی نہیں ہے پہلے رسولوں سے بھی لوگ ایسی ہی باتیں کرتے آئے ہیں اور اللہ کے علم غیب میں یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ رفتہ رفتہ راہ راست پر آئیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے پچھلے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور جو اس حالت پر مر جائے گا اس کو سخت عذاب کیا جائے گا کیونکہ بارگاہ الٰہی میں معافی اور گرفت دونوں چیزیں ہیں لیکن وقت مقررہ پر ہر چیز

[1] صحیح بخاری باب قتل ابی جہل ص ۵۶۶ ج ۲۔ [2] صحیح مسلم باب معنی قولہ ولقد راٰہ نزلۃ۔ ص ۹۹ ج ۱۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ؕ قُلْ

اور اگر ہم اس کو کرتے قرآن اوپری زبان کا تو کہتے اس کی باتیں کیوں نہ کھولی گئیں کیا اوپری زبان کی کتاب اور عرب کے آدمی تو کہہ

هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ؕ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ

یہ ایمان والوں کو سوجھ ہے اور روگ کا دفع اور جو یقین نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ

عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾

ان کو اندھاپا ان کو پکارتے ہیں دُور کی جگہ سے

ع ۵ / ۱۹

کا برتاؤ ہوتا ہے اس امت میں سے ابوجہل اور ابوسفیان کی حالت کو مثال کے طور پر پیش نظر رکھا جائے تو یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ اللہ کے علم غیب کے موافق بدر کی لڑائی میں ابوجہل کا انجام کیا ہوا کہ مرتے ہی عذاب میں گرفتار ہو گیا اور اللہ کے رسول نے اس کے ساتھیوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ کے عذاب کے وعدہ کو سچا پالیا چنانچہ صحیح بخاری[1] و مسلم کی انس بن مالک کی حدیث کے حوالہ سے یہ قصہ کئی جگہ گزر چکا ہے کہ ابوسفیان نے پہلے تو ابوجہل کی طرح اسلام کی بہت مخالفت کی پھر فتح مکہ پر اسلام قبول کیا اور اسلام کے قبول کرتے ہی ان کا گھر دار الامن ٹھہرا کہ عام امن سے پہلے فتح مکہ کے وقت جو ان کے گھر میں آگیا وہ امن میں رہا۔ صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے غصہ کا پورا حال لوگوں کو معلوم ہو جائے تو نیک لوگوں کے دل میں بھی جنت کی آرزو کم ہو جائے اسی طرح اس کی مغفرت کا پورا حال لوگوں کو معلوم ہو جائے تو نافرمان لوگوں کے دل میں بھی جنت کی آرزو پیدا ہو جائے یہ حدیث ان ربک لذو مغفرۃ وذو عقاب الیم کی گویا تفسیر ہے۔

۴۴۔ تفسیر مدارک میں لکھا ہے کہ اس آیت سے امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ قرآن شریف کی کسی آیت کے فارسی ترجمہ کو کوئی شخص نماز میں قرأت قرآن کی جگہ پڑھے تو اس شخص کی نماز ہو جائے گی کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی مضمون جو عربی زبان میں ہے اگر فارسی زبان میں نازل ہوتا تو اس کا نام بھی قرآن ہوتا۔ لیکن ہدایہ اور فتح القدیر میں مذہب حنفی کی اسی روایت کو معتبر قرار دیا ہے کہ آخر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے اپنے اس قول سے رجوع کیا اور امام ابوحنیفہؒ نے ابویوسف رحمۃ اللہ کے اس قول سے اتفاق کر لیا کہ نماز میں خاص قرآن کے لفظوں کی قرأت ضرور ہے اس صورت میں امام ابوحنیفہؒ کا پہلا قول اب مذہب حنفی کا مسئلہ باقی نہیں رہا۔ صحیح بخاری[3] و مسلم ترمذی وغیرہ میں حضرت عائشہؓ ابوسعید خدری عبداللہ مسعود کی حدیثیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ قرآن شریف کے ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ہے لیکن جس شخص کی زبان پر قرآن شریف کے لفظ نہ چڑھیں اور وہ شخص محنت سے ان لفظوں کو زبان پر چڑھائے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔ ان حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف کے لفظوں پر جس ثواب کا وعدہ ان حدیثوں میں ہے وہ ثواب قرآن شریف کے ترجمہ کے لفظوں پر نہیں مل سکتا اسی واسطے محنت سے قرآن شریف کے لفظوں کو زبان پر چڑھانے کا دوہرا ثواب ہے شروع سورۃ میں فرمایا تھا قرانا عربیا لقوم یعلمون

---

[1] دیکھئے صفحہ گزشتہ [2] صحیح مسلم باب سعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ الخ۔ ص ۳۵۶ ج ۲۔ [3]

[3] صحیح مسلم باب فضیلۃ حافظ القرآن۔ ص ۲۶۹ ج ۱۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ

اور ہم نے دی تھی موسیٰؑ کو کتاب پھر اس میں پھوٹ پڑی اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو پہلے نکل چکی تیرے رب سے تو ان میں فیصلہ

بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا

ہوجاتا اور وہ دھوکے میں ہیں اس سے جو چین نہیں لینے دیتا جس نے کی بھلائی سو اپنے واسطے اور جس نے کی برائی وہ بھی اسی پر اور

رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

تیرا رب ایسا نہیں کہ ظلم کرے بندوں پر

جس کا مطلب یہ ہے کہ اہل مکہ کی زبان عربی تھی اس لئے قرآن بھی اس زبان میں اتارا گیا تاکہ ان لوگوں کو قرآن کے سمجھنے میں کچھ دشواری نہ ہو اس آیت میں اس دشواری کی تفسیر فرمائی کہ اگر سوا عربی کے کسی اور زبان میں قرآن اتارا جاتا تو یہ لوگ عذر کرتے کہ غیر زبان کی باتوں کی تفصیل جب تک ہماری زبان میں نہ کی جائے تو ہم ان باتوں کو کیونکر سمجھ سکتے ہیں۔ قرآن کے ان کی زبان میں نازل ہونے کے سبب سے ان لوگوں کو اس کے سمجھنے میں کچھ دشواری تو نہیں ہے اس پر بھی یہ لوگ اس کے سمجھنے میں ٹیڑھی باتیں جو کرتے ہیں یہ ان کی سرکشی ہے جس کی سزا وقت مقررہ پر یہ بھگتیں گے اس وعدہ کا ظہور بدر کی لڑائی کے وقت جو ہوا صحیح بخاری[1] و مسلم کی انس بن مالک کی روایت کے حوالہ سے اس کا ذکر کئی جگہ اوپر گزر چکا ہے اب آگے فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان ٹیڑھی باتیں کرنے والوں سے کہہ دو کہ جو لوگ اللہ کے علم غیب میں فرمانبردار ٹھہر چکے ہیں ان کے حق میں یہ قرآن راہ راست کا رہنما اور نادانی کے مرض سے شفا بخشنے والا ہے ہاں جو لوگ اللہ کے علم غیب میں نافرمان قرار پا چکے ہیں ان کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی ہیں اس واسطے نہ وہ اس قرآن کی نصیحت کو سن سکتے ہیں نہ اس کی خوبیوں کو دیکھ سکتے ہیں بلکہ ان کو قریب سے بھی قرآن کی نصیحت کا سنانا ان کے حق میں ایسی دور کی ایک آواز ہے جو نہ ان کو سنائی دیتی ہے نہ یہ اس کا کچھ مطلب سمجھ سکتے ہیں صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے لئے ایک ٹھکانہ جنت میں اور ایک دوزخ میں پیدا کر دیا ہے مگر اپنے علم غیب کے نتیجہ کے طور پر یہ بھی لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کریں گے اور کتنے دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل اب دنیا میں ہونے کے بعد ہر شخص اسی کے موافق کام کرتا ہے اور وہی کام اس کو آسان معلوم ہوتے ہیں اسی طرح صحیح بخاری[3] و مسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث بھی گزر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی نصیحت کی مثال مینہ کے پانی کی اور اچھے بُرے لوگوں کی مثال اچھی بُری زمین کی بیان فرمائی ہے ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں نیک ٹھہر چکے ہیں ان کو قرآن کی نصیحت سے ایسا ہی فائدہ پہنچتا ہے جس طرح اچھی زمین کو مینہ کے پانی سے فائدہ ہوتا ہے اور جو لوگ اللہ کے علم غیب میں بد قرار پا چکے ہیں ان کے حق میں قرآن کی نصیحت ایسی رائیگاں ہے جس طرح بُری زمین پر مینہ کا پانی رائیگاں جاتا ہے۔

۴۵-۴۶ اوپر ذکر تھا کہ مشرکین مکہ قرآن شریف کی آیتوں کے سننے اور ان کے مطلب کے سمجھنے میں ٹیڑھی ٹیڑھی باتیں کرتے تھے اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں تورات اور یہود کی پھوٹ اور ٹیڑھی باتوں کا ذکر فرمایا تاکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی ہو جائے

[1] دیکھئے گزشتہ صفحات۔ [2] صحیح بخاری باب وکان امر اللہ قدرا مقدورا ص ۹۷۷ ج ۲۔ [3] صحیح بخاری باب فضل من علم وعلم ص ۱۸ ج ۱۔

اِلَیۡہِ یُرَدُّ عِلۡمُ السَّاعَۃِ ؕ وَ مَا تَخۡرُجُ مِنۡ ثَمَرٰتٍ مِّنۡ اَکۡمَامِہَا وَ مَا تَحۡمِلُ مِنۡ

اسی کی طرف حوالہ ہے خبر قیامت کی اور کوئی میوے نہیں جو نکلتے ہیں اپنے غلاف سے اور گابھا نہیں رہتا کسی

اُنۡثٰی وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلۡمِہٖ ؕ وَ یَوۡمَ یُنَادِیۡہِمۡ اَیۡنَ شُرَکَآءِیۡ ۙ قَالُوۡۤا اٰذَنّٰکَ ۙ مَا مِنَّا

مادہ کو اور نہ وہ جنتی جس کی اس کو خبر نہیں اور جس دن اُن کو پکاریں گے کہاں ہیں میرے شریک بولیں گے ہم نے تجھ کو کہہ سنایا ہم میں

مِنۡ شَہِیۡدٍ ﴿ۚ۴۷﴾ وَ ضَلَّ عَنۡہُمۡ مَّا کَانُوۡا یَدۡعُوۡنَ مِنۡ قَبۡلُ وَ ظَنُّوۡا مَا لَہُمۡ مِّنۡ مَّحِیۡصٍ ﴿۴۸﴾

کوئی نہیں اقرار کرتا اور چوک گیا اُن سے جو پکارتے تھے پہلے سے اور جانا انہوں نے کہ اُن کو نہیں کہیں خلاصی

کہ مشرکین مکہ کی یہ حالت کچھ نئی نہیں ہے یہود کی بھی یہی حالت ہے سورۃ اعراف میں گذر چکا ہے کہ جب یہود نے تورات کے موافق عمل کرنے میں ٹیڑھی ٹیڑھی باتیں کیں تو ان کو ڈرایا گیا کہ ان پر طور پہاڑ ٹپک دیا جائے گا اس ڈر سے انھوں نے وہ ٹیڑھی باتیں چھوڑیں یہود کی ایسی اور مثالیں بھی قرآن شریف میں ہیں صحیح بخاری[1] میں عبداللہ بن مسعود سے اور صحیح مسلم میں رافع بن خدیج سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ حنین کی غنیمت کا مال جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کر رہے تھے تو ایک شخص نے کہا یہ تقسیم انصاف کے موافق نہیں ہے آپ نے جس وقت یہ بات سنی تو فرمایا اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحمت کرے کہ وہ اس سے زیادہ ستائے گئے ہیں۔ ان روایتوں سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ یہود نے موسیٰ علیہ السلام کو کہاں تک ستایا ہے آگے فرمایا کہ اگر کارخانہ الٰہی میں ہر کام کا وقت مقرر نہ ہوتا تو ان قرآن کی آیتوں کے جھٹلانے والوں پر اب تک کوئی آفت ضرور آجاتی۔ پھر فرمایا ان مشرکوں کے پاس شرک کی کوئی سند نہیں ہے اس واسطے یہ لوگ ایسے ناپائدار شک اور دھوکہ کی حالت میں ہیں کہ کوئی بات ان کی پختہ طور پر نہیں راحت کے وقت مشرک بن جاتے ہیں اور مصیبت کے وقت خالص اللہ سے مصیبت کے ٹل جانے کی التجا کرتے ہیں سورۃ عنکبوت میں ان مشرکوں کی یہ حالت گذر چکی ہے کہ کشتی کی سواری کے وقت کشتی کے ڈوب جانے کے خوف سے اپنے بتوں کو یہ لوگ بھول جاتے اور خالص اللہ سے مدد چاہنے لگتے تھے۔ پھر فرمایا ایسے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے جو کوئی ان میں سے راہ راست پر آکر نیک کام کرے گا تو اچھے سے اچھا نیکی کا بدلہ اس کو ملے گا اور جو کوئی بدی کی حالت پر مر جائے گا تو سزا پائے گا کیونکہ بارگاہ الٰہی میں کچھ ظلم نہیں ہے بلکہ ہر ایک فیصلہ انصاف کا ہے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم اپنی ذات پر حرام ٹھہرالیا ہے اس حدیث سے وما ربک بظلام للعبید کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے جہاں مشرکین مکہ کی اور مسخراپن کی باتیں تھیں وہاں مسخراپن کے طور پر یہ لوگ اکثر قیامت کا حال پوچھا کرتے تھے کہ جس قیامت کے دن کی سزا سے ڈرایا جاتا ہے آخر وہ کب آئے گی مشرکوں کی اس بات کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ قیامت کے آنے کا وقت میووں کا درختوں کے غلافوں میں سے نکلنے کا وقت عورت کے حاملہ ہونے اور بچہ کے پیدا ہونے کا وقت یہ اللہ تعالیٰ کی علم غیب کی باتیں ہیں اس لئے اللہ کے رسول سے گھڑی گھڑی قیامت کے آنے کا وقت پوچھنا بے فائدہ ہے پھر فرمایا کہ اب تو یہ مشرک لوگ مسخراپن سے قیامت کے آنے کا وقت پوچھتے ہیں مگر قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ وہ تمہارے جھوٹے معبود کہاں ہیں ان کو بلاؤ کہ تم کو دوزخ کے عذاب سے بچائیں تو ان لوگوں کو سوائے اس کے اور کوئی صورت عذاب سے رہائی کی نظر نہ آئے گی کہ یہ لوگ شرک سے بیزاری ظاہر کریں گے اور اپنے جھوٹے معبودوں کو بالکل بھول جائیں گے مگر اس وقت کی یہ

[1] صحیح بخاری ص ۴۸۲ ج ۱ باب حدیث الخضر مع موسیٰ۔ [2] صحیح مسلم باب اعطاء المؤلفة الخ ص ۳۳۹ ج ۱۔ [3] صحیح مسلم باب تحریم الظلم ص ۳۱۹ ج ۲

لَا يَسْــَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً

نہیں تھکتی آدمی مانگنے سے بھلائی اور اگر لگ جائے اس کو برائی تو آس توڑنے ناامید ہو کر اور اگر ہم چکھا دیں اس کو کچھ اپنی مہر

مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ

پیچھے ایک تکلیف کے جو اس کو لگی تھی تو کہنے لگے گا یہ ہے میرے لائق اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت اٹھنی ہے اور اگر میں پھر گیا

اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۰﴾

اپنے رب کی طرف بیشک مجھ کو ہے اسی کے پاس خوبی سو ہم بتا دیں گے منکروں کو جو انھوں نے کیا ہے اور چکھا دیں گے ان کو ایک گاڑھی مار

باتیں ان لوگوں کے کچھ کام نہ آئیں گی مسند امام احمدؒ کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ کی صحیح حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ منکر نکیر کے سوال و جواب کے بعد اچھے شخص کو جنت کا ٹھکانا اور برے شخص کو دوزخ کا ٹھکانہ اللہ کے فرشتے دکھا کر یہ کہتے ہیں کہ اس ٹھکانے میں رہنے کے لئے تجھ کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا ابو داؤدؒ و مسند امام احمدؒ کے حوالہ سے براء بن العازب کی صحیح حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ ہر شخص دوزخ میں کا اپنا ٹھکانہ دیکھ کر ایسا ڈر جاتا ہے کہ قیامت کے نہ آنے کی ہمیشہ دعا مانگتا رہتا ہے ان حدیثوں کو آیت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ مشرکین مکہ دنیا میں تو مسخراپن سے قیامت کے آنے کی جلدی کرتے ہیں دنیا کی تھوڑی سی زندگی کے بعد مرنے کے ساتھ ہی قیامت کا نتیجہ ان کی آنکھوں کے سامنے آگیا اور اس نتیجہ سے ایسے ڈر گئے کہ اب قیامت کے نہ آنے کی دعا مانگ رہے ہوں گے اور قیامت تک مانگتے رہیں گے۔

۴۹-۵۱- منکر حشر لوگوں کی مذمت کے طور پر ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حرص اور بے صبری کی مذمت فرمائی ہے قابل مذمت بے صبری شریعت میں دو طرح کی ہے ایک تو سختی اور مصیبت کے وقت بے صبر ہو جانا اور خدا کی درگاہ سے مصیبت کے بعد راحت کی توقع نہ رکھنا دوسرے فراخ دستی کے وقت جو چیزیں شرع میں منع ہیں ان سے بچنے میں صبر نہ کرنا اور فراخ دستی کے نشہ میں بے صبری سے ان کو کر بیٹھنا اس واسطے حرص کی مذمت کے ساتھ دونوں طرح کی بے صبری کی مذمت ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے ان دونوں موقعوں پر صبر کرنے کے اجر میں اور بے صبری کی اور حرص کی مذمت میں بہت سی حدیثیں ہیں جن حدیثوں کو ان آیتوں کی تفسیر کہنا چاہیے چنانچہ حرص کی مذمت میں حضرت عبد اللہؓ بن عباس کی روایت سے صحیحین[3] میں حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کو دو جنگل بھی مال کے بھرے ہوئے مل جائیں تو انسان کی حرص کم نہ ہوگی اور تیسرے جنگل کی تلاش میں رہے گا اور جب تک قبر کی مٹی انسان کے پیٹ میں نہ بھرے گی انسان کا پیٹ ہرگز نہ بھرے گا صحیحین[4] میں دوسری روایت حضرت انسؓ سے ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قدر انسان بڈھا ہوتا جاتا ہے اسی قدر مال اور عمر کی اس کی حرص بڑھتی جاتی ہے مصیبت کے وقت صبر کرنے کی مدح میں حضرت عائشہؓ سے صحیح بخاری[5] میں روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شہر میں وبا ہو اور انسان صبر کر کے اسی شہر میں بیٹھا رہے تو اس صبر کے سبب سے اس کو شہیدوں کا درجہ ملے گا اور مصیبت کے وقت بے صبری کی مذمت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے صحیحین میں روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

[1] و [2] دیکھیے تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۱۲۴ [3] صحیح بخاری باب ما یتقی من فتنة المال۔ ص ۹۵۲ ج ۲۔ [4] بخاری شریف باب من بلغ ستین سنة الخ۔ ص ۹۵۰ ج ۲۔ [5] بخاری شریف باب اجر الصابر فی الطاعون ص ۸۵۳ ج ۲۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ

اور جب ہم نعمت بھیجیں انسان پر ٹلا جاوے اور موڑے اپنی کروٹ اور جب لگے اس کو برائی تو دعائیں کرے

عَرِيْضٍ ﴿۵۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ

چوڑی تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر یہ ہو اللہ کے پاس سے پھر تم نے اس کو نہ مانا اس سے بہکا کون جو

هُوَ فِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ

دور چلتا جاوے مخالف ہو کر اب ہم دکھاویں گے ان کو اپنے نمونے دنیا میں اور آپ ان کی جان میں جب تک کہ کھل جاوے ان پر

نے فرمایا جو شخص مصیبت کے وقت گریبان پھاڑے یا منہ پیٹے اور زمانہ جاہلیت کی بے صبری کی باتیں کرے تو وہ پورا مسلمان نہیں[1] فراغت کے وقت خلاف شرع باتوں میں پڑ جانے سے صبر کرکے شرع میں جو باتیں منع ہیں ان سے بچنے کو تقویٰ کہتے ہیں اور متقیوں کی مدح اور ان کے اجر کے ذکر میں اس قدر کثرت سے آیتیں اور حدیثیں ہیں جن کا شمار نہیں ہو سکتا اسی طرح فراغت کے وقت بے صبری کرکے شرع کی منہائی میں پڑ جانے کی مذمت میں بھی بہت سی آیتیں اور حدیثیں ہیں اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انما اموالکم واولادکم فتنۃ جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں مال اور اولاد کی خوشحالی آدمی کے حق میں بڑی آزمائش کی چیز ہے صحیح بخاری[2] اور مسلم میں ابو سعید خدری کی روایت سے جو حدیث ہے اس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو اپنی امت کی فراغت اور فراغت کے بعد راہ راست پر قائم نہ رہنے کا بڑا خوف ہے حرص اور دونوں طرح کی بے صبری کی مذمت میں اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ مشرک لوگ حشر کے منکر ہیں ان کے ہر کام کا دارومدار دنیا کی زندگی اور دنیا کی خوبی پر ہے اس لئے ان میں کا ہر ایک شخص دنیا کی خوبی کے مانگنے سے کبھی نہیں تھکتا اور حشر کے انکار کے سبب سے ان کو صبر کے اجر کا یقین نہیں اس واسطے سختی کے وقت ایسے لوگوں سے صبر بھی نہیں ہو سکتا بلکہ سختی کے وقت ایسے لوگ اللہ کی رحمت سے بالکل ناامید ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں کو اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے تکلیف کے بعد کچھ راحت عنایت فرماتا ہے تو نادانی سے دنیا کی حالت پر عقبیٰ کی حالت کو قیاس کرکے کہنے لگتے ہیں کہ اول تو ہمیں عقبیٰ کا یقین نہیں اور اگر مسلمانوں کے کہنے کے موافق قیامت قائم ہوئی تو جس طرح غریب مسلمانوں کی نسبت ہم لوگ دنیا میں خوشحال ہیں یہی حال ہمارا عقبیٰ میں بھی ہو گا پھر فرمایا یہ قیاس ان لوگوں کا بالکل غلط ہے جب قیامت کے دن ان کی بداعمالی کی سزا ان کو دی جائے گی اس وقت ان کو اپنی اس غلطی کا حال کھل جائے گا پھر فرمایا یہ لوگ شکر اور صبر کے اجر کو نہیں جانتے اس واسطے شکر کے موقع پر اللہ تعالیٰ کو بالکل بھول جاتے ہیں اور صبر کے موقع پر گھبرا کر رفع تکلیف کے لئے چوڑی چوڑی دعا مانگتے ہیں صحیح مسلم[3] کے حوالہ سے صہیب رومی کی حدیث گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار شخص کی نشانی یہ ہے کہ وہ تکلیف کے وقت صبر کرتا ہے اور راحت کے وقت اللہ کا شکر بجا لاتا ہے اس حدیث کو آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ آیتوں میں مذمت کے طور پر مشرکوں کی جن عادتوں کا ذکر ہے ایماندار شخص میں کوئی عادت ان عادتوں میں سے نہیں ہونی چاہیے بلکہ ایمان دار شخص کو تکلیف کے وقت صبر کرنا چاہیئے اور راحت کے وقت شکر۔

۵۲۔۵۳ اوپر جن قرآن کے جھٹلانے والوں کا ذکر تھا ان آیتوں میں بھی ان ہی لوگوں کو سمجھایا گیا ہے کہ یہ بات ان لوگوں کو پہلے سمجھا دی گئی تھی کہ

[1] صحیح بخاری باب لیس منا من ضرب الخدود ص ۱۷۲ ج ۲۔ وصحیح مسلم باب تحریم ضرب الخدود ص ۷۰ ج ۱۔

[2] صحیح بخاری باب ما یحذر من زہرۃ الدنیا ص ۹۵۱ ج ۲۔ [3] صحیح مسلم باب فی احادیث متفرقۃ ص ۴۱۲ ج ۲۔

أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۵۳﴾ أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ

کہ یہ ٹھیک ہے کیا تیرا رب تھوڑا ہے ہر چیز پر گواہ سنتا ہے وہ جو دھوکے میں ہیں

یہ قرآن ان پڑھ رسول پر اتارا گیا ہے اور باتیں اس میں ایسی غیب کی ہیں کہ ان پڑھ آدمی تو در کنار کوئی اہل کتاب بھی وہ باتیں بغیر آسمانی کتاب کی مدد کے زبان پر نہیں لا سکتا ان آیتوں میں پہلی فہمائش کے سلسلہ میں مختصر طور پر یہ ارشاد ہے اے رسول اللہ کے تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر پہلی فہمائش کی موافق یہ قرآن اللہ کا کلام ہو اور تم لوگ اس کے جھٹلانے کے در پے ہے تو پھر تم سے بڑھ کر بہکا ہوا اور حق کا دشمن کون ہو سکتا ہے پھر فرمایا قریب میں اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی وہ نشانیاں ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے لائے گا جس سے یہ لوگ اچھی طرح جان لیں گے کہ جو باتیں ان لوگوں کو سمجھائی جاتی تھیں وہ بالکل آنکھوں کے سامنے آگئیں مجاہدؒ اور سدی نے افاق کی تفسیر مکہ کے گرد و نواح کی بستیوں کی فتح کو اور وفی انفسھم کی تفسیر فتح مکہ کو قرار دیا ہے حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اسی قول کو قوی ٹھہرایا ہے۔ اس قول کے موافق قدرت کی نشانیوں کی تفسیر فتح مکہ اور مکہ کی گرد و نواح کی بستیوں کی فتح ہے پھر فرمایا کہ ان قدرت کی نشانیوں کا ظہور تو اپنے وقت پر ضرور ہو گا کیونکہ آسمان و زمین میں کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے اس واسطے اپنے علم کے موافق اس عالم الغیب نے جو وعدہ کیا ہے وہ کبھی ٹلنے والا نہیں لیکن اس وعدہ کے ظہور سے پہلے کیا ان لوگوں کے لئے اللہ کی یہ گواہی کافی نہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اور غیب سے اس دین کی ہر وقت جو مدد کی جاتی ہے وہ اللہ کی گواہی کا پورا ثبوت ہے اللہ سچا ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہے فتح مکہ کے وعدہ کے ظہور کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسا سبب کھڑا کر دیا کہ جو انسان کی سمجھ سے بالکل باہر تھا کیونکہ ؁۶ھ میں دس برس تک لڑائی کے بند رہنے کا وہ صلح نامہ جب مرتب ہو چکا تھا جس کو صلح حدیبیہ کا صلح نامہ کہتے ہیں تو کسی کی سمجھ میں بات نہیں آتی تھی کہ شرائط صلح کے برخلاف ؁۸ھ میں مکہ پر چڑھائی ہو کر مکہ فتح ہو جائے گا اس حدیبیہ کی صلح میں قبیلہ بنو بکر قریش کی پناہ میں رہا تھا اور قبیلہ خزاعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں اب قبیلہ بنو بکر اور خزاعہ میں لڑائی ہوئی اور قریش نے شرائط صلح کے برخلاف قبیلہ بنو بکر کی مدد کی اس لئے قبیلہ خزاعہ کی امداد کے طور پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر چڑھائی کی اور ایسی خاطر خواہ فتح ہوئی کہ جن بتوں کے لئے مشرکین مکہ جان دینے کو تیار رہتے تھے فتح مکہ کے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بتوں کو اپنے ہاتھ کی لکڑی مار کر گرا دیا اور کوئی مشرک بتوں کی حمایت کو نہ کھڑا ہوا چنانچہ صحیح بخاریؒ کی عبداللہؓ بن مسعود اور صحیح مسلم کی ابو ہریرہؓ کی روایتوں کے حوالہ سے یہ قصہ اوپر گزر چکا ہے ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے کس لئے کہ آیتوں میں فتح مکہ اور اسلام کے غلبہ کا جو وعدہ تھا اس کا ظہور ان حدیثوں سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے فتح مکہ کے بعد حنین وغیرہ مکہ کی اطراف کی بستیاں بھی فتح ہو گئیں جس کی تفصیل حدیث کی کتابوں میں ہے مسند امام احمدؒ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی معتبر روایت اوپر گزر چکی ہے کہ اس فتح کا اثر شیطان پر ایسا پڑا کہ اس نے اپنے شیاطینوں کو جمع کیا اور رو کر یہ کہا کہ اب امت محمدیہ سے بت پرستی کی امید جاتی رہی۔

اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے کا اور قیامت کے برحق ہونے کا ذکر فرما کر اس آیت میں فرمایا ہے کہ مشرک لوگ جو شرک سے باز نہیں آتے اور طرح طرح کے معجزے دیکھنے کے بعد بھی اے رسول اللہ کے تم کو اور اللہ کے کلام کو جھٹلاتے ہیں اس کا بڑا سبب یہی ہے کہ یہ لوگ دنیا کی زیست کو ہی اپنا مدار سمجھتے ہیں اور مرنے کے بعد نیک بد کے حساب و کتاب کے ہونے کا اور اللہ کے

۱؎ تفسیر ابن کثیر ۵ ا ج ۱۔ ۲؎ صحیح بخاری این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح ص ۶۱۴ ج ۲۔ ۳؎ صحیح مسلم باب فتح مکہ ص ۱۰۲ ج ۲۔ ۴؎ صحیح مسلم میں اس کے ہم معنی روایت موجود ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم باب تحریش الشیطان الخ ص ۳۷۶ ج ۲۔

ع ۶ ۱

مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ﴿۵۴﴾

اپنے رب کی ملاقات سے سنتا ہے وُہ گھیر رہا ہے ہر چیز کو

سامنے کھڑے ہونے کا ان کے دل میں یقین نہیں ہے مگر جس دن قیامت قائم ہو کر یہ لوگ عذاب میں گرفتار ہوں گے تو خود قیامت کے یقین نہ کرنے کا مزہ چکھ لیں گے ملاقات پروردگار کا لفظ قیامت کے دن ہر آدمی کو خدا تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا اور خدا کو منہ دکھانا جو ہو گا اس معنی میں کہیں کہیں تو قرآن شریف میں آیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللہ اور کہیں موت کے معنی میں آیا ہے جیسا کہ فرمایا من کان یرجو لقاء اللہ فان اجل اللہ لات اسی واسطے صحیحین[1] مسند امام احمد اور نسائی وغیرہ میں عبادہ بن صامت اور صحابہ سے روایتیں ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ملاقات سے دم چراتا ہے اللہ تعالیٰ بھی ایسے شخص کے اپنے روبرو آنے کو اچھا نہیں جانتا اس حدیث کو جب صحابہ نے سنا تو صحابہ کو اس حدیث کا مضمون سخت معلوم ہوا اور صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت ہم میں کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو موت سے دم نہ چراتا ہو اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اس حدیث میں ملاقات کے معنی موت کے نہیں ہیں بلکہ قیامت کے دن اللہ کو منہ دکھانے کے ہیں جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں اور خدا کو منہ دکھانے سے ڈر کر عمر بھر نیک کام کرتے ہیں موت کے وقت فرشتے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ان سے خوش ہونے کی اور جنت کی طرح طرح کی نعمتوں کی خوشخبریاں دیتے ہیں یہ خوشخبری سن کر ان نیک لوگوں کو اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا ایک شوق پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کو اپنے روبرو بلانا پسند فرماتا ہے اور فرشتے ان کی روح کو قبض کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے روبرو لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ منکر نکیر کے سوال و جواب کے لئے خوشی سے ان کی روحوں کو قبر میں واپس کرنے کا حکم فرماتا ہے اور جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور آخرت سے غافل ہونے کے سبب سے عمر بھر برائیوں میں گرفتار رہتے ہیں موت کے وقت فرشتے ان کو طرح طرح کے عذاب اور اللہ تعالیٰ کے غصہ سے ڈراتے ہیں اس لئے ایسے لوگ خدا کو منہ دکھانے سے دم چراتے ہیں اور خدا تعالیٰ بھی ان کو اپنے سامنے بلانا پسند نہیں فرماتا اس لئے ایسے لوگوں کی روح کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے اور اول آسمان سے ہی ان کی روح قبر میں منکر نکیر کے سوال و جواب کے لئے واپس کئے جانے کا حکم غصہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ تو ان لوگوں کا ذکر ہوا جو زبان سے بھی آخرت کا اقرار نہیں کرتے اور ان کے دل میں بھی آخرت کا یقین نہیں جو لوگ فقط زبان سے تو عاقبت کا اقرار کرتے ہیں مگر ایسے کام نہیں کرتے جن سے ان کی عقبیٰ پاک ہو اس طرح کے لوگوں سے بھی اللہ تعالیٰ بہت ناخوش ہے چنانچہ سورہ صف میں کمال ناخوشی سے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے یوں نصیحت فرمائی ہے یایھا الذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون جس کا مطلب یہ ہے کہ ایمان دار آدمی کو ایسی بات زبان سے نہیں کہنی چاہیئے جس پر اس کا عمل نہ ہو کیونکہ ایسی باتوں سے اللہ تعالیٰ بہت بیزار ہے خلیفہ عمر بن عبد العزیز نے ایک روز اپنی خلافت کے زمانہ میں ممبر پر چڑھ کر بغداد کے لوگوں کو یہ نصیحت کی کہ جو لوگ عقبیٰ کے بالکل منکر ہیں ان کا تو کچھ ذکر ہی نہیں وہ صریح کافر ہیں لیکن افسوس تو ان لوگوں کی کم عقلی پر ہے کہ زبان سے عقبیٰ کا اقرار کرتے ہیں اور پھر عقبیٰ کے بندوبست سے غافل ہیں یہی مطلب سورہ صف کی آیت کا ہے معتبر سند سے ترمذی[2] اور ابن ماجہ کی شداد بن اوس

[1] صحیح بخاری باب من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ ص ۹۶۳ ج ۲ [2] بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب استحباب المال و العمر للطاعۃ الفصل الثانی ص ۴۵۱

آیاتہا ۵۳ — (۴۲) سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی مَکِّیَّۃٌ (۶۲) — رکوعاتہا ۵

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ﴿۱﴾ عٓسٓقٓ ﴿۲﴾ کَذٰلِکَ یُوْحِیْٓ اِلَیْکَ وَاِلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکَ اللّٰہُ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ﴿۳﴾ لَہٗ

اسی طرح وحی بھیجتا ہے تیری طرف اور تجھ سے پہلوں کی طرف اللہ زبردست حکمت والا اسی کا ہے

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۴﴾ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ

جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے سب سے اوپر بڑا قریب ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اوپر سے

کی روایت جو اوپر گزر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا میں عقل مند وہ شخص ہے جو اپنے نفس پر قادر ہو کر زندگی میں کچھ ایسا کر جائے جو موت کے بعد اس کے کام آئے اور کم عقل وہ شخص ہے جو عمر بھر نفس کا فرمانبردار رہے اور موت کے بعد اللہ تعالیٰ سے طرح طرح کی فلاح کی آرزوئیں دل میں رکھے بس روایت سے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے کلام کی پوری تصدیق ہوتی ہے۔ الا انہ بکل شیء محیط ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے اس واسطے جو لوگ اللہ تعالیٰ کو منہ دکھانے سے ڈر کر عمر بھر نیک کام کرتے ہیں اور جو لوگ اللہ کو منہ دکھانے کے منکر یا اس سے غافل ہیں ان سب کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے قیامت کے دن ہر ایک کا فیصلہ انصاف سے کر دیا جائے گا صحیح مسلم[1] کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ لوگوں کے رات کے عمل دن سے پہلے اور دن کے عمل رات سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ملاحظہ میں پیش ہو جاتے ہیں اس حدیث کو آیت کے آخری ٹکڑے کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب سے کوئی چیز باہر نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے انصاف کے موافق جزا و سزا کا فیصلہ اپنے علم غیب پر نہیں رکھا بلکہ جزا و سزا کا فیصلہ ان عملوں پر رکھا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق دنیا میں لوگ کر رہے ہیں اسی واسطے رات دن کے لوگوں کے عمل اللہ تعالیٰ کے ملاحظہ میں پیش ہوتے ہیں قیامت کے دن اسی ملاحظہ کے موافق جزا و سزا کا فیصلہ ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ[2] بن عباس کے قول کے موافق یہ سورۃ مکی ہے لیکن اس سورۃ کی بعض آیتوں میں اہل کتاب کا ذکر ہے جس سے ان علما کے قول کی بڑی تائید ہوتی ہے جو اس سورۃ کی بعض آیتوں کو مدنی کہتے ہیں کیونکہ اہل کتاب کے ذکر کا سلسلہ ہجرت کے بعد شروع ہوا ہے ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی ہے کہ اس سورۃ میں بعض آیتیں مدنی ہیں لیکن یہ اس تفسیر میں ایک جگہ گزر چکا ہے کہ جس سورۃ کی شروع کی آیتیں مکی ہوں وہ سورۃ مکی کہلاتی ہے۔

۱ - ۲ حٰمٓ عٓسٓقٓ حروف مقطعات میں سے ہے سورۃ آل عمران کی تفسیر میں یہ گزر چکا ہے کہ حروف مقطعات آیات متشابہات کی قسم میں سے ہیں کیونکہ ان کے معنوں سے کوئی حرام و حلال کا حکم متعلق نہیں ہے اس لئے حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق اس طرح کی سب آیتیں متشابہات میں داخل ہیں صحیح بخاری[3] و مسلم کے حوالہ سے حضرت عائشہ کی حدیث سورۃ آل عمران

[1] صحیح مسلم باب معنی قولہ ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ ۔ ص ۹۹ ج ۱ ۔ [2] تفسیر الدر المنثور ص ۲ ج ۶ ۔ [3] صحیح بخاری تفسیر سورۃ آل عمران ص ۶۵۲ ج ۲ ۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ

اور فرشتے پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی اور گناہ بخشواتے ہیں زمین والوں کے سنتا ہے وہی ہے معاف کرنے والا

الرَّحِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ۖ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ

مہربان اور جنہوں نے پکڑے ہیں اس کے سوائے رفیق اللہ کو وہ یاد ہیں اور تجھ پر نہیں ان کا

بِوَكِيْلٍ ۝ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا

ذمہ اور اسی طرح اتارا ہم نے تجھ پر قرآن عربی زبان کا کہ تو ڈر سنادے بڑے گاؤں کو اور اس کے آس پاس والوں کو

کی تفسیر میں گزر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے متشابہ آیتوں کی تفسیر سے علماء امت کو منع فرمایا ہے اس واسطے صحابہ اور تابعین کا زمانہ اسی طریقہ پر گزرا ہے کہ وہ متشابہ آیتوں کی تفسیر کے درپے نہ ہوتے تھے بلکہ ان کی تفسیر کو اللہ تعالیٰ کے علم پر سونپا کرتے تھے یہ تفسیر سلف کے اقوال کے موافق لکھی گئی ہے اس لئے متشابہ آیتوں کی تفسیر میں وہی طریقہ اس تفسیر میں برتا گیا ہے کذٰلک کا یا تو یہ مطلب ہے کہ اللہ کی وحدانیت اور شرک کی مذمت کی جو باتیں قرآن میں ہیں وہی باتیں پچھلے انبیاء پر اتری ہیں یا مشرکین مکہ یہ جو کہتے تھے کہ اللہ کا رسول انسان نہیں ہو سکتا کوئی فرشتہ ہونا چاہئے اسی کے جواب میں فرمایا کہ جس طرح ہمیشہ سے انسان رسول ہوتے آئے ہیں اسی طرح یہ انسان رسول ہیں کسی امت کی ہدایت کے لئے فرشتہ نہیں آیا کیونکہ فرشتوں کو اصلی صورت میں دیکھنا انسان کی طاقت سے باہر ہے پھر فرمایا اس فہمائش کے بعد بھی اگر یہ لوگ اپنی بے ٹھکانے کی باتوں سے باز نہ آئیں گے اور کلام الٰہی کو جھٹلاتے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے بدلہ لینے میں ایسا زبردست ہے کہ اس نے پچھلی بہت سی قوموں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا اور کوئی اس کے عذاب کو ٹال نہ سکا۔ صاحب حکمت وہ ایسا ہے کہ اس نے ہر وقت کی ضرورت کے موافق احکام نازل فرمائے ہیں پچھلی قوموں کے طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو جانے کے جتنے قصے گزرے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے زبردست ہونے کی گویا تفسیر ہیں۔ صحیح بخاری[۵۱] و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا مسئلہ تو ہر نبی کی نبوت کے زمانہ میں یکساں رہا ہے ہاں حلال و حرام کے مسئلے ہر وقت کی ضرورت کے موافق بدلتے رہے ہیں یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے صاحب حکمت ہونے کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کی وحدانیت کا مسئلہ بڑا تاکید کا مسئلہ ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے اس کی تاکید تو ہر نبی کے زمانہ میں رکھی اور باقی کے مسئلوں کو اپنی حکمت کے موافق ہر وقت کی ضرورت کی حالت پر رکھا ہے۔ پھر فرمایا آسمان و زمین کا مالک جب کہ وہی وحدہٗ لاشریک ہے اور سب پر اسی کا حکم جاری ہے تو پھر کس استحقاق سے یہ مشرک لوگ غیروں کو اس کی تعظیم میں شریک کرتے ہیں۔ یہاں تو آسمانوں کے پھٹ پڑنے کا ذکر مختصر طور پر فرمایا سورۃ مریم میں فرمایا ہے کہ یہ شرک ایسی وبال کی چیز ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ اپنی جگہ سے ہل جائیں تو یہ ہو سکتا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ سورۃ مریم کی آیتیں گویا ان آیتوں کی تفسیر ہیں اس سے آسمان کے پھٹ جانے کا سبب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے صحیح بخاری[۵۲] و مسلم[۵۳] کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی حدیث ایک جگہ گزر

[۵۱] صحیح بخاری باب ما ذکر فی کتاب مریم ص ۴۸۹ ج ۱ و صحیح مسلم باب فضائل عیسیٰ علیہ السلام ص ۲۶۵ ج ۲۔
[۵۲] صحیح بخاری تفسیر سورہ فرقان باب والذین لا یدعون مع اللہ الٰہا اٰخر۔ الاٰیۃ ص ۷۰۱ ج ۲۔
[۵۳] صحیح مسلم باب کون الشرک اقبح الذنوب الخ ص ۶۳ ج ۲۔

وَتُنۡذِرَ يَوۡمَ الۡجَمۡعِ لَا رَيۡبَ فِيۡهِ ؕ فَرِيۡقٌ فِى الۡجَنَّةِ وَفَرِيۡقٌ فِى السَّعِيۡرِ ۝

اور خبر سنا دے جمع ہونے کے دن کی اس میں دھوکا نہیں ایک فرقہ بہشت میں اور ایک فرقہ آگ میں

چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اس لئے اپنے پیدا کرنے والے کی تعظیم میں جو لوگ دوسروں کو شریک کرتے ہیں ان سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گنہ گار نہیں۔ مشرک کے شرک سے آسمان اور فرشتے جو خوف کرتے ہیں یہ حدیث اس کی گویا تفسیر ہے جس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے کہ شرک کے برابر اس دنیا میں کوئی گناہ نہیں اس لئے شرک بڑے خوف کی چیز ہے سورۃ المومن میں فرشتوں کی دعائے مغفرت ایمانداروں کے لئے ہے اور یہاں تمام زمین والوں کے لئے مطلب اس کا یہ ہے کہ تمام اہل زمین میں جو مشرک ہیں ان کے حق میں اللہ کے فرشتے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ لوگ آئندہ شرک سے باز آئیں اور ایمانداروں کے حق میں ان کی دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف فرمائے حاصل یہ ہے کہ شرک اللہ تعالیٰ کے غصہ کی چیز ہے اس لئے اس کے خوف سے جس طرح آسمان پھٹ جانے کے قریب ہو جاتے ہیں اسی طرح اللہ کے فرشتے مشرکوں کے حق میں شرک سے بچنے کی دعا کرنے لگتے ہیں کیونکہ مشرکین کو تو اپنا انجام نظر نہیں آتا اور فرشتوں کو ان کا انجام نظر آتا ہے۔ آگے فرمایا جو کوئی شرک سے آئندہ توبہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ صحیح مسلم[1] کے حوالہ سے عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اسلام کے سبب سے پچھلے سب گناہوں کی بنیاد اکھڑ جاتی ہے۔ جو شخص شرک سے توبہ کرے اس کے پچھلے گناہوں کے معاف ہو جانے کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے پھر فرمایا اس فہمائش کے بعد بھی جو لوگ شرک سے باز نہ آئیں گے تو ایسے لوگوں کے سب کام اللہ کی نظر میں ہیں وقت مقررہ پر وہ ان کے عملوں کی ان کو سزا دے گا اور ایسے لوگ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں دوزخی قرار پا چکے ہیں اس لئے اے رسول اللہ کے ان کو راہ راست پر لانے کے تم ذمہ دار نہیں ہو پھر فرمایا جس طرح پچھلے رسولوں پر ان ہی کی قوموں کی زبان میں احکام نازل کئے گئے اسی طرح اے رسول اللہ کے تمہاری قوم کی عربی زبان میں یہ قرآن نازل کیا گیا ہے تاکہ تم اس قرآن کے موافق مکہ اور اطراف مکہ کے نافرمان لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤ۔

۷۔ حشر کے دن کو اکھٹے کرنے کا دن اس لئے فرمایا کہ اس دن حضرت آدم سے لے کر قیامت تک جو انسان روئے زمین پر ہیں وہ سب حساب و کتاب کے لئے شام کے ملک کے میدان میں ایک جگہ اکھٹے کئے جائیں گے چنانچہ سورۃ الھود میں فرمایا ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ اور بیہقی کی اسماء[2] بنت یزید کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب لوگ ایک میدان میں جمع ہوں گے حضرت عبداللہ بن عباس اور صحابہ کی روایتوں میں یہ بھی صراحت آئی ہے کہ وہ میدان شام کے ملک میں ہو گا اس آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے مختصر طور پر اتنا ہی فرمایا ہے کہ یہ سب لوگ اکھٹے ہوں گے اور ان میں سے ایک گروہ بہشت میں جائے گا اور ایک دوزخ میں سورہ ہود میں اس کی تفصیل فرمائی ہے کہ جو لوگ علم الٰہی میں بد ٹھہر چکے ہیں اور دنیا میں آکر انھوں نے کام بھی برے کئے وہ دوزخ میں جائیں گے اور جو لوگ علم الٰہی میں نیک ٹھہر چکے ہیں اور دنیا میں آکر انھوں نے کام بھی نیک کئے وہ جنت میں جائیں گے اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں جو لوگ نیک اور بد قرار پائے تھے اس کی تفصیل اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

[1] صحیح مسلم باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ وکذا الحج والھجرۃ ص ۷۶ ج ۱۔

[2] بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب فی الحساب والقصاص والمیزان الفصل الثالث ص ۴۸۷۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِىْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا

اور اگر چاہتا اللہ تو سب لوگوں کو کرتا ایک ہی فرقہ پر وہ داخل کرتا ہے جس کو چاہے اپنی مہر میں اور گنہگار جو ہیں

لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ

اُن کا کوئی نہیں رفیق نہ مددگار کیا انہوں نے پکڑے ہیں اس سے ورے کام بنانے والے سو اللہ جو ہے وہی کام بنانے والا اور وہی جلاتا

وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ

ہے مُردے اور وُہ ہر چیز کر سکتا ہے اور جس بات میں پھوٹ ہو تم لوگ کوئی چیز ہو اس کی چکوتی ہے اللہ کے حوالے، وُہ اللہ ہے رب میرا

کو بھی بتلادی تھی چنانچہ ترمذی[1] نسائی مسند امام احمد وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت مشہور ہے جس کو ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد نبوی میں حجرہ سے باہر تشریف لائے تو آپ کے ہاتھ میں دو کتابیں تھیں آپ نے صحابہ سے پوچھا تم لوگوں کو معلوم ہے کہ میرے ہاتھوں میں کیا ہے صحابہ نے عرض کیا نہیں ہم کو تو معلوم نہیں آپ نے فرمایا میرے دائیں ہاتھ میں جو کتاب ہے اس میں سب جنتی لوگوں کے نام ہیں اور بائیں ہاتھ میں جو کتاب ہے اس میں سب دوزخی لوگوں کے نام ہیں صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت جب جنتی اور دوزخی پہلے ہی سے ٹھہر چکے ہیں تو پھر عمل کی کیا ضرورت ہے آپ نے فرمایا تم عمل کئے جاؤ جو جنتی ہے اس کا خاتمہ خود ہی اچھی حالت پر ہو گا یہ فرما کر آپ نے وہ دونوں کتابیں پھینک دیں اور یہی آیت پڑھی فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر یہاں تو وہ ذکر ہے کہ حشر کے میدان سے ایک گروہ جنت میں جائے گا اور ایک دوزخ میں اور آیتوں اور حدیثوں سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ پھر دوزخ میں جانے کے بعد فقط اہل شرک ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جن کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو گا اس طرح کے سب گنہ گار پھر دوزخ سے نجات پائیں گے اور جنت میں داخل ہوں گے چنانچہ اس باب میں صحیح بخاری[2] اور مسلم کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ جن لوگوں کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو گا وہ لوگ دوزخ سے نکل کر آخر کو جنت میں جائیں گے۔

۸-۱۲- اکثر علما کے نزدیک مشیت اور ارادے کے ایک ہی معنی ہیں۔ اس تفسیر میں ایک جگہ گزر چکا ہے کہ ارادہ علم کا تابع ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلے ہر ایک کام کا انجام جان لیا جاتا ہے پھر اس کام کا ارادہ کیا جاتا ہے مثلاً کھیتی کرنے اور باغ لگانے سے پہلے یہ انجام سوچ لیا جاتا ہے کہ جس زمین میں کھیتی یا باغ کا ارادہ ہے اس زمین میں کھیتی اور باغ کی پیداوار ہو جائے گی تو پھر اس زمین میں کھیتی کے کرنے کا یا باغ کے لگانے کا ارادہ کیا جاتا ہے اس بنا پر پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو سب نافرمان لوگوں کو فرمانبردار بنا کر تمام مخلوقات کو نیک کر دیتا لیکن اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں جو لوگ نافرمان قرار پا چکے ہیں اپنے اس علم کے برخلاف کسی کو مجبور کر کے راہ راست پر لانا اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں نہیں ہے اس واسطے اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کو نیک توفیق دے کر اپنی رحمت میں داخل کرنا چاہتا ہے جو اس کے علم غیب میں نیک ٹھہر چکے ہیں اور یہ نافرمان لوگ شرک میں گرفتار ہیں اور کہتے ہیں کہ اول تو ہم حشر کے قائل نہیں اور اگر ایسا ہوا تو جن بتوں کی ہم پوجا کرتے ہیں وہ ہم کو اس دن کے عذاب سے بچا لیں گے ان

[1] جامع ترمذی باب ماجاء ان اللہ کتب کتابا لاھل الجنۃ واھل النار۔ ص ۴۵ ج ۲۔

[2] صحیح مسلم باب اثبات الشفاعۃ واخراج الموحدین من النار ص ۱۰۴ ج ۱۔

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿١٠﴾ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا

اسی پر مجھ کو بھروسہ اور اسی کی طرف میری رجوع بنا نکالنے والا آسمانوں کا اور زمین کا بنا دیئے تم کو تمہیں میں سے جوڑے

وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿١١﴾ لَهُ

اور چوپایوں میں سے جوڑے بکھیرتا ہے تم کو اس میں نہیں اس کی طرح سا کوئی اور وہی ہے سنتا دیکھتا اسی پاس

مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٢﴾

کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی پھیلا دیتا ہے روزی جس کو چاہے اور ماپ دیتا ہے وہ ہر چیز کی خبر رکھتا ہے

مشرکوں کی اس بات کے جواب میں یہاں مختصر طور پر اتنا ہی فرمایا کہ اس دن اللہ کی مرضی کے برخلاف کوئی کسی کا رفیق اور مددگار نہ ہوگا اور جگہ اس کی تفصیل گزر چکی ہے کہ جن فرشتوں اور نیک لوگوں کی مورتوں کو یہ لوگ پوجتے ہیں حشر کے دن وہ فرشتے اور نیک لوگ ان مشرکوں کی صورت سے بیزار ہو جائیں گے پھر فرمایا یہ ان لوگوں کی نادانی ہے جو یہ لوگ بتوں کو اپنا مددگار سمجھتے ہیں دنیا میں تو مکہ کے قحط کے وقت ان لوگوں کو بتوں کا حال معلوم ہو گیا کہ انھوں نے اپنے بتوں سے بہت کچھ التجا کی اور ایک بوند پانی نہ پڑا حشر کے دن جب ان کی آنکھوں کے سامنے مرے ہوئے لوگ زندہ ہو جائیں گے تو ان لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ کوئی چیز اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہے اور جب اُن کے جھوٹے معبود اس دن ان لوگوں سے بیزاری ظاہر کریں گے تو ان کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اس دن سوا اللہ تعالیٰ کے اور کوئی کسی کا مددگار نہیں ہے۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تسلی فرمائی ہے کہ اگر یہ مشرک لوگ تمہاری نصیحت کو نہیں مانتے تو اس کا کچھ رنج نہ کرنا چاہیے بلکہ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ جو لوگ اللہ کے علم غیب میں نافرمان ٹھہر چکے ہیں ان کے دل پر کسی نصیحت کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ پھر مشرکین مکہ کو یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ تم لوگ جھگڑے کی باتیں جو کر رہے ہو کہ تمہارا طریقہ اچھا ہے اور دین اسلام اچھا نہیں تو اس کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے وقت مقررہ پر وہ اس کا فیصلہ کر دے گا پھر اپنے رسول کو ارشاد فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان مشرکوں سے کہہ دو کہ میں نے تو ہر طرح سے اپنا بھروسہ اللہ ہی پر کیا اور سب کو چھوڑ کر اس کی طرف میں رجوع ہوا اب آگے منکرین قدرت الٰہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی چند نشانیاں یاد دلائیں کہ اس صاحب قدرت نے آسمان زمین پھر عورت نر مادہ چوپاؤں کو پیدا کیا اور پھر انسان اور چوپاؤں کی نسل بڑھائی[1] جب ان باتوں میں اس جیسا کوئی نہیں تو لائق تعظیم بھی وہی وحدہ لاشریک ٹھہرتا ہے کیونکہ وہ ہر ایک کی التجا کو سنتا اور ہر ایک کے عمل کو دیکھتا ہے کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں اپنے علم کے موافق اس نے کسی کو خوشحال کیا ہے اور کسی کو تنگ دست تاکہ خوشحال لوگوں کو تنگدست لوگوں کے کام کاج کی ضرورت رہے اور تنگدست لوگوں کو خوشحال لوگوں کے روپے پیسے کی اور اسی طرح سے دنیا کا انتظام قائم رہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے اپنے علم غیب کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کون شخص جنت میں جانے کے قابل کام کرے گا اور کون شخص دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی وہ حدیث[2] بھی گزر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہ کے پانی کی اور اچھے بُرے لوگوں کی

[1] صحیح بخاری باب وکان امر اللہ قدرا مقدورا۔ ص ۹۷۷ ج ۲ [2] صحیح بخاری باب فضل من علم و علم ص ۱۸ ج ۱

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ

راہ ڈال دی تم کو دین میں وہی جو کہہ دی تھی نوح کو اور جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور وہ جو کہہ دیا ہم نے

اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا

ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ کو یہ کہ قائم رکھو دین اور پھوٹ نہ ڈالو اس میں بھاری پڑتا ہے شرک والوں کو جس طرف

تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا

تو بلاتا ہے ان کو اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف جس کو چاہے اور راہ دیتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع لاوے اور پھوٹ جو ڈالی

اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى

سو سمجھ آچکے پیچھے آپس کی ضد سے اور اگر نہ ہوتی ایک بات جو نکل گئی ہے تیرے رب سے ایک ٹھہرے وعدہ تک

مثال اچھی بُری زمین کی بیان فرمائی ہے ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق لوح محفوظ میں جو لوگ نافرمان لکھے جا چکے ہیں ان کے حق میں قرآن کی نصیحت اللہ کی قدرت کی سب نشانیاں اسی طرح رائیگان ہیں جس طرح بُری زمین میں مینہ کا پانی رائیگان جاتا ہے اور تبارک اللہ میں آوے گا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس علم غیب کا امتحان کے طور پر ظہور ہو جائے کسی کو مجبور کر کے راہ راست پر لانے میں یہ امتحان کی حالت باقی نہیں رہتی اس لئے اپنے علم غیب کے برخلاف مجبور کر کے کسی کو راہ راست پر لانا نہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے نہ مجبوری کی حالت کی کوئی نیکی اس کی بارگاہ میں مقبول ہے۔

۱۳-۱۵ اگرچہ انبیائے اولوالعزم کی تعداد میں علمائے مفسرین نے اختلاف کیا ہے لیکن امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس اور ان کے مشہور شاگرد مجاہد کا قول یہی ہے کہ اولوالعزم یہی پانچ نبی ہیں جن کے نام اس آیت میں اور سورۃ احزاب میں آئے ہیں اوپر یہ تو گزر چکا ہے کہ تفسیر کے باب میں حضرت عبداللہ بن عباس کا قول صحابہ میں اور مجاہد کا قول تابعیوں میں بڑا معتبر ہے اس لئے یہی قول اختلاف کے رفع کرنے کے لئے کافی ہے اولوالعزم کے معنی صاحب ہمت کے ہیں ان انبیا کے زمانہ میں بت پرستی کا زور تھا اس لئے ان انبیا کو بت پرستوں سے بڑی ہمت کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑا اسی واسطے ان پانچ نبیوں کو اولوالعزم کہتے ہیں وصیت کے طور پر جس بات کا حکم اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انبیا کو فرمایا ہے اللہ کی وحدانیت کا قائم رکھنا ہے چنانچہ سورۃ انبیا میں فرمایا ہے وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحي اليه انه لا اله الا انا فاعبدون جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر رسول کو اللہ کی وحدانیت کے قائم رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اسی توحید کو اس آیت میں دین فرمایا ہے کیونکہ توحید اصل دین ہے اسی واسطے جس کے دل میں قیامت کے دن ذرہ برابر بھی توحید ہوگی وہ آخر کو نجات پائے گا چنانچہ صحیح بخاری[1] و مسلم کے حوالہ سے ابوسعیدؓ خدری کی حدیث اس باب میں ایک جگہ گزر چکی ہے اسی توحید کا عالم ارواح میں سب مخلوق سے اقرار لیا گیا ہے اور انبیا سے بھی عہد لیا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو توحید سکھائیں اور سب نبی اور ان کی امتیں توحید پر اس طرح قائم رہیں کہ ایک نبی دوسرے نبی کی تصدیق کرے اور اگر پہلا نبی دوسرے نبی کے زمانہ کو نہ پائے تو پہلے نبی کی امت میں سے جو لوگ دوسرے نبی کے زمانہ میں باقی ہوں وہ دوسرے نبی کی تصدیق اور تائید کریں اسی عہد اور اقرار کے موافق اللہ نے اپنے

[1] صحیح بخاری باب تفاضل اهل الایمان فی الاعمال ص ۸ ج ۱۔

لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ⑭

تو فیصلہ ہو جاتا ان میں اور جن کو ہاتھ لگی ہے کتاب ان کے پیچھے وُہ دھوکے میں ہیں جو چین نہیں دیتا

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ

سو تو اسی طرف بلا اور قائم رہ جیسا فرما دیا اور نہ چل ان کے چاؤ پر اور کہہ میں یقین لایا ہر کتاب پر

اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ

جو اُتاری اللہ نے اور مجھ کو حکم ہے کہ انصاف کروں تمہارے بیچ اللہ رب ہے ہمارا اور تمہارا ہم کو ملتے ہیں ہمارے کام اور تم کو

اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ⑮

تمہارے کام کچھ جھگڑا نہیں ہم میں اور تم میں اللہ اکٹھا کرے گا ہم سب کو اور اسی کی طرف پھر جانا ہے

رسول سے فرمایا کہ اہل کتاب سے یوں کہو تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا جس کا حاصل یہ ہے کہ اے اہل کتاب آؤ ہم تم اس سیدھی بات پر قائم ہو جائیں کہ خالص اللہ کی عبادت کریں اور شرک سے بچیں ملت ابراہیمی کی یہ توحید مشرکین مکہ نے ایک مدت دراز سے ضائع کر دی تھی اور بت پرستی میں پڑ گئے تھے اور بت پرستی ان کے دلوں میں جم گئی تھی اسی واسطے فرمایا کہ اے نبی اللہ کے جس بات کی رغبت تم ان مشرکوں کو دلاتے ہو اس کا اختیار کرنا ان پر بڑا شاق ہے لیکن جو لوگ اللہ کے علم وارادہ میں نیک ٹھہر چکے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نیک راستہ سے لگا دیتا ہے پھر فرمایا کہ محض ضد سے یہ لوگ توحید کے راستہ پر نہیں آتے ورنہ ان کو قرآن کی باتوں سے یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ان کے بتوں کو کوئی حق اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کا نہیں ہے پھر فرمایا کہ اللہ کی درگاہ میں ہر کام کا وقت مقرر ہے نہیں تو شرک اس طرح اللہ کو ناپسند ہے کہ ابھی ان مشرکوں پر عذاب آجاتا آگے کی آیتوں کی تفسیر ذرا قصہ طلب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وصیت الٰہی کے طور پر جو حکم اوپر کی آیتوں میں تھا وہ قوم نوح سے لے کر قوم فرعون تک کسی قوم نے اس کے موافق عمل نہیں کیا جس کی سزا میں وہ سب قومیں طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو گئیں اور ان کی ہلاکت کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی موسیٰ علیہ السلام کے بعد جب وراثت کے طور پر تورات علمائے یہود کو ملی تو انھوں نے تورات کے ماننے میں طرح طرح کے شک اور شبہے نکالے آپس میں پھوٹ ڈال کر چند فرقے ہو گئے ایک تورات کی چند توراتیں بن گئیں اور وہ بھی اس طرح کہ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کی تورات کو نہیں مانتا مثلاً فرقہ سامریہ باقی کے فرقوں کی تورات کو نہیں مانتا اور یہی حال باقی کے فرقوں کا ہے۔ عیسائی فرقوں کے آپس کے اختلاف کا اور ان کی انجیلوں کے اختلاف کا ذکر اس تفسیر میں ایک جگہ تفصیل سے کیا گیا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اسی اختلاف کو فرمایا یہ ایسا اختلاف ہے جس نے یہود و نصاریٰ کو بے چین کر رکھا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان میں کا ایک فرقہ دوسرے فرقہ کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب کر کے فرمایا اے رسول اللہ کے وصیت کے طور پر جو حکم اللہ تعالیٰ نے سب انبیا کو اور تم کو دیا ہے تم اس کی پابندی کی لوگوں کو نصیحت کرو اور مشرکین مکہ نے ملت ابراہیمی کو بگاڑ کر اور اہل کتاب نے اپنی کتابوں میں اختلاف ڈال کر جو ایجادی باتیں نکال رکھی ہیں ان پر نہ چلو اور ان لوگوں سے اتنی ہی بات کہہ دو کہ اصلی ابراہیمی صحیفوں اور تورات و انجیل کو ہم مانتے ہیں کہ یہی بات ہمارے دین میں انصاف کی ہے نہ ہم مشرکین مکہ کی طرح ہیں جو اصل ملت ابراہیمی کو نہیں مانتے نہ یہود

وَالَّذِيْنَ يُحَاجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اور جو لوگ جھگڑا ڈالتے ہیں اللہ کی بات میں جب خلق اس کو مان چکی اُن کا جھگڑا ڈگ رہا ہے ان کے رب کے یہاں

وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿١٦﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ؕ وَمَا

اور اُن پر غصہ ہے اور ان کو سخت مار ہے اللہ وہی ہے جس نے اتاری کتاب سچے دین پر اور ترازو اور

يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿١٧﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

تجھ کو کیا خبر ہے شاید وُہ گھڑی پاس ہو شتابی کرتے ہیں اس کی جو یقین نہیں رکھتے اس پر اور جو یقین رکھتے ہیں

کی طرح ہیں جو انجیل اور قرآن کو کلام الٰہی نہیں جانتے نہ نصاریٰ کی طرح ہیں جو قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے قائل نہیں ہیں اللہ ہمارا اور تمہارا مالک ہے۔ اس کے روبرو سب جمع ہو کر ایک دن حاضر ہو جائیں گے اور اس دن ہمارے عمل ہمارے ساتھ ہوں گے اور تمہارے عمل تمہارے ساتھ صحیح بخاری[1] و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ دین سب انبیا کا ہمیشہ سے ایک ہے فقط حرام حلال کے احکام ضرورت کے موافق ہر نبی کے زمانہ میں بدلتے رہے ہیں وصیت الٰہی کے طور پر جس حکم کے سب انبیا کے زمانہ میں قائم رہنے کا ذکر آیتوں میں ہے اس کا مطلب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر نبی کے زمانہ میں شریعت بدلتی رہی ہے اور دین ہمیشہ سے سب انبیا کا ایک ہے دین طریقہ عبادت کو کہتے ہیں اور حرام حلال کے احکام کو شریعت کہتے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تاکید ہر ایک نبی کے زمانہ میں رہی ہے مستدرک[2] حاکم کے حوالہ سے نعمانؓ بن بشیر کی صحیح حدیث ایک جگہ گزر چکی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب لوگوں کو نصیحت کیا کرتے تھے تو آپ کی چادر اتر کر پیروں میں آپڑتی تھی۔ ان آیتوں میں اللہ کے رسول کو جو یہ حکم تھا کہ تم لوگوں کو نصیحت کرو اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کی تعمیل کس قدر کوشش سے کیا کرتے تھے۔

۱۶-۲۳۔ اوپر فرمایا تھا کہ جو حکم اللہ تعالیٰ نے سب انبیا کو اور تم کو اللہ کی وحدانیت کے پھیلانے کا دیا ہے اے رسول اللہ کے اس کے موافق لوگوں کو نصیحت کرو ان آیتوں میں فرمایا جو لوگ اس نصیحت کے وقت اللہ کے حکم میں جھگڑا ڈالتے ہیں اور اتنا نہیں سمجھتے کہ ان کے بھائی بندوں اور قوم میں سے جس کسی نے اس نصیحت کو غور سے سنا وہ راہ راست پر آگیا اس لئے ایسے ضدی لوگوں کا جھگڑا کچھ التفات کے قابل نہیں ہے کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کا غصہ ہے اور یہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب کے لائق ہیں صحیح بخاری[3] و مسلم میں نعمان بن بشیر سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے کم عذاب والے شخص کو آگ کی جوتیاں پہنادی جائیں گی جس سے اس شخص کا بھیجا کھول جائے گا اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ جن لوگوں کے حق میں اس دن اللہ تعالیٰ نے سخت عذاب کا وعدہ فرمایا ہے ان کا کیا حال ہوگا معتبر سند سے بیہقی وغیرہ میں عبداللہ بن مسعود کا قول ہے کہ جس طرح نماز روزہ اور سب عبادتیں آسمانی کتابوں ہی کے ذریعہ سے بندوں

[1] صحیح بخاری باب واذکر فی الکتاب مریم الآیتہ ص ۴۸۹ ج ۱ و مسلم شریف باب فضائل عیسےٰ علیہ السلام ص ۲۶۵ ج ۲۔ [2] بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب صفۃ النار واھلہا الفصل الثانی ص ۵۰۴۔ [3] صحیح بخاری باب صفۃ الجنۃ والنار ص ۹۷۱ ج ۲ وصحیح مسلم باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب ص ۱۱۵ ج ۱)۔

مُشْفِقُونَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُونَ أَنَّهَا الْحَقُّ ۗ أَلَا إِنَّ الَّذِينَ يُمَارُونَ فِي السَّاعَةِ لَفِي

ان کو اس کا ڈر ہے اور جانتے ہیں کہ وہ ٹھیک ہے سنتا ہے جو لوگ جھگڑتے ہیں اس گھڑی کے آنے میں وہ

ضَلَالٍ بَعِيدٍ ﴿١٨﴾ اللَّهُ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ ۖ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ﴿١٩﴾ مَن

بہکے ہیں صریح اللہ نرمی رکھتا ہے اپنے بندوں پر روزی دیتا ہے جس کو چاہے اور وہ ہے زور آور زبردست جو کوئی

كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۖ وَمَن كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا

چاہتا ہو آخرت کی کھیتی بڑھا دیں ہم اس کی کھیتی اور جو کوئی ہو چاہتا دنیا کی کھیتی اس کو دیں ہم کچھ اس میں سے

پرستش الہٰ میں ہیں اسی طرح ترازو کے ذریعہ سے پورا تولنا بھی اللہ کی ایک امانت ہے اس قول سے قرآن کے ساتھ ترازو کے ذکر کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے حاصل یہ ہے کہ جس طرح ترازو سے ہر ایک چیز کی تول معلوم ہو جاتی ہے اسی طرح قرآن سے حق بات معلوم ہو جاتی ہے اس پر بھی قرآن کی آیتوں میں جو لوگ جھگڑا نکالتے ہیں وہ بڑے نادان ہیں جب اللہ کے رسول اپنی نصیحت میں قیامت کا ذکر کرتے تھے تو مشرکین مکہ اس میں زیادہ جھگڑتے اور یہ کہتے تھے کہ آخر وہ قیامت کب آئے گی اسی کے جواب میں فرمایا کہ ان لوگوں کے دل میں قیامت کے آنے کا یقین نہیں ہے اس لئے یہ لوگ مسخرا پن کے طور پر گھڑی گھڑی قیامت کے آنے کا حال پوچھتے ہیں جن لوگوں کے دل میں قیامت کے آنے کا یقین ہے وہ تو قیامت کے آنے سے ڈرتے ہیں کیونکہ ان کو معلوم نہیں کہ ان کا خاتمہ کیسا اور اس خاتمہ کے موافق ان کا انجام قیامت کے دن کیا ہوگا پھر فرمایا قیامت کے آنے کا وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں اس واسطے اے رسول اللہ کے تم کو کیا خبر ہے کہ شاید قیامت کا آنا قریب ہو یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں جو قیامت کے منکر ہو کر مسخرا پن کے طور پر اس کے آنے کا وقت گھڑی گھڑی تم سے پوچھتے ہیں کیونکہ اصل قیامت کے آنے اور تمام دنیا کے اجڑ جانے کا ان لوگوں کو کیا انتظار ہے ان میں سے جو کوئی مرے گا اس کی قیامت تو مرتے ہی اس کے سامنے آجائے گی اور جب ان کے بڑے مر گئے تو یہ لوگ بھی ایک دن ضرور مریں گے مسند امام احمد[رح] اور ابوداؤد کے حوالہ سے حضرت عائشہ اور براء بن العازب کی صحیح حدیثیں ایک جگہ گزر چکی ہیں[1] کہ منکر نکیر کے سوال اور مردہ کے جواب کے بعد نیک لوگوں کو جنت کا اور بد لوگوں کو دوزخ کا ٹھکانا دکھا کر فرشتے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس ٹھکانے میں رہنے کے لئے قیامت کے دن تم لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا نیک لوگ اپنے جنت کے ٹھکانے کو دیکھ کر ایسے خوش ہوتے ہیں کہ قیامت کے جلدی قائم ہونے کی ہر وقت دعا مانگتے رہتے ہیں اور بد لوگ اپنے دوزخ کے ٹھکانے کو دیکھ کر ایسے خوف زدہ ہو جاتے ہیں کہ وہ قیامت کے جلدی نہ قائم ہونے کی ہر وقت التجا کرتے ہیں آیتوں میں یہ جو ذکر تھا کہ یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں جو مسخرا پن سے اصلی قیامت کے آنے کا وقت گھڑی گھڑی پوچھتے ہیں اس کا مطلب ان حدیثوں سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے جس کا حاصل وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ ان لوگوں کو اپنی گمراہی کے سبب سے اصلی قیامت کی کیا جلدی ہے ان کی قیامت تو ان کے مرنے ہی اس طرح ان کی آنکھوں کے سامنے آجائے گی کہ پھر اصلی قیامت کے جلدی قائم نہ ہونے کی ان کو التجا کرنی پڑے گی۔ صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون بردبار ہو سکتا ہے لوگ شرک کرتے ہیں اور وہ ان کے رزق ان کی صحت کے انتظام میں خلل نہیں ڈالتا۔ آیتوں میں

[1] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۱۳۲۔ [2] صحیح مسلم باب فی الکفار ص ۳۷۴ ج ۲ و صحیح بخاری باب الصبر والاذی ص ۹۰۱ ج ۲۔

وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ﴿٢٠﴾ أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ

اور اس کو نہیں آخرت میں کچھ حصہ کیا اُن کے اور شریک ہیں کہ راہ ڈالی انہوں نے ان کو واسطے دین کی جس کا حکم نہیں دیا

بِهِ اللَّهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢١﴾ تَرَى

اللہ نے اور اگر نہ ہوتی بات فیصلے کی تو فیصلہ ہو جاتا اُن میں اور بیشک جو گنہگار ہیں اُن کو دکھ کی مار ہے تو دیکھے

الظَّالِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا كَسَبُوا وَهُوَ وَاقِعٌ بِهِمْ ۗ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فِي

گنہگار ڈرتے ہوں گے اپنی کمائی سے اور وُہ پڑتا ہے اُن پر اور جو یقین لاتے اور بھلے کام کیے

رَوْضَاتِ الْجَنَّاتِ ۖ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ

باغوں میں ہیں بہشت کے جو چاہیں اپنے رب کے پاس یہی ہے بڑی

الْكَبِيرُ ﴿٢٢﴾ ذَٰلِكَ الَّذِي يُبَشِّرُ اللَّهُ عِبَادَهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۗ

بزرگی یہ ہے جو خوشخبری دیتا ہے اللہ اپنے ایمان دار بندوں کو جو کرتے ہیں بھلے کام

یہ جو ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے کہ اس نے فرمانبردار نافرمان سب کے رزق کا انتظام برقرار رکھا ہے ورنہ وہ ایسا زور آور زبردست ہے کہ پچھلی امتوں کی طرح حال کے نافرمان لوگوں کو ایک دم میں ہلاک کر سکتا ہے۔ اس کا مطلب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔ اب آگے فرمایا یہ اللہ کے احکام کو جھٹلاتے ہیں عقبیٰ کی جزا و سزا کو مسخرا پن میں اڑا دیتے ہیں اس لئے اپنے خیال میں یہ لوگ جو نیک کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ سب اکارت ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں تو اس نیک کام کا بدلہ دس سے لے کر سات سو تک اور اس سے بھی زیادہ مقرر ہے جو نیک کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہو اللہ تعالیٰ کے حکم کے برخلاف شیطان نے ان لوگوں کے لئے جو ایک راہ ڈال دی جس کو یہ لوگ اپنا دین سمجھتے ہیں اور اسی غلط راہ کے کاموں کو یہ لوگ نیک کام جانتے ہیں ایسے کاموں کا بارگاہ الٰہی سے کچھ اجر ملنا تو درکنار وہ کام تو اس قابل ہیں کہ اگر بارگاہ الٰہی میں عذاب کا وقت مقرر نہ ہوتا تو اب تک کسی قسم کا عذاب آکر یہ لوگ ہلاک ہو گئے ہوتے لیکن مصلحت الٰہی کے موافق بعضے ایسے لوگوں کو دنیا میں کوئی عذاب نہ بھی آیا تو عقبیٰ میں ایسے لوگوں کے لئے جو سخت عذاب اور فرمانبردار لوگوں کے لئے جو جنت کی نعمتیں ہیں وہ دیکھنے کے قابل ہیں صحیح بخاری و مسلم اور ترمذی[1] کے حوالہ سے انس بن مالک اور ابوذر کی روایتیں ایک جگہ گزر چکی ہیں جن میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کے عذاب کا پورا حال جو مجھ کو معلوم ہے اگر اس کو میں بیان کر دوں تو لوگ گھر بار چھوڑ کر جنگل کو نکل جائیں اور سوا رونے کے اور کچھ کام نہ کریں۔ صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایت کی حدیث قدسی بھی ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا نیک بندوں کے لیے جو نعمتیں جنت میں پیدا کی گئی ہیں نہ وہ کسی نے آنکھوں سے دیکھیں نہ کانوں سے سنیں نہ کسی کے دل میں ان کا خیال گزر سکتا ہے۔ ان حدیثوں سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ دوزخ کے عذاب اور جنت کی نعمتوں کی پوری تفسیر انسان کی طاقت سے باہر ہے۔

[1] جامع ترمذی باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم الخ ص ج ۲ و صحیح بخاری کتاب الرقاق باب لو تعلمون ما اعلم الخ
ص ۹۶۰ ج ۲۔ [2] صحیح بخاری ما جاء فی صفۃ الجنۃ الخ ص ۴۶۰ ج ۱۔

قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا

تو کہہ میں مانگتا نہیں تم سے اس پر کچھ نیگ مگر دوستی چاہیئے ناتے میں اور جو کوئی کما دے گا نیکی ہم اس کو بڑھا دیں گے

حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾

اُس کی خوبی بیشک اللہ معاف کرتا ہے حق مانتا

۲۳۔ فارسی اور اردو فائدہ میں جو شان نزول اس آیت کی اور ترجموں میں جو معنی آیت کے بیان کئے گئے ہیں یہ شان نزول اور معنی اس روایت کے موافق ہیں جو صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے ہیں اور یہی شان نزول اور معنی نہایت صحیح ہیں کیونکہ تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں دوسری روایت حضرت عبداللہؓ بن عباس کی سعید بن جبیر کے حوالہ سے جو ذکر کی ہے اور اس روایت کے موافق معنی آیت کے یہ ٹھہرے ہیں کہ اس آیت میں قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری کی دوستی قائم رکھنے اور ایذا نہ پہنچانے کا حکم نہیں ہے بلکہ یہ آیت اہل بیت کی شان میں ہے اور عام مسلمانوں کو اس آیت میں اہل بیت سے محبت رکھنے کا حکم ہے اس دوسری روایت کو خود حضرت عبداللہؓ بن عباس نے غلط ٹھہرایا ہے چنانچہ صحیح بخاریؒ میں اس کا قصہ موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک مجلس میں حضرت عبداللہ بن عباس اور سعیدؓ بن جبیر دونوں موجود تھے اس وقت ایک شخص نے اس آیت کے معنی پوچھے سعیدؓ بن جبیر نے حضرت عبداللہ بن عباس کے بولنے سے پہلے وہی شان نزول اور معنی بیان کئے جس کو ابن جریر اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے سعیدؓ بن جبیر کے حوالہ سے حضرت عبداللہؓ بن عباس کا قول بیان کیا ہے اس پر حضرت عبداللہ بن عباس نے خفگی کے طور پر سعیدؓ بن جبیر سے کہا کہ تم قرآن شریف کی تفسیر بہت جلدی کرتے ہو پھر وہی معنی اس شخص کو بتلائے جو صحیح بخاری کے حوالہ سے اوپر ذکر کئے گئے امام بخاریؒ کے اس قصہ کے بیان کرنے سے معلوم ہوا کہ اس دوسری روایت کو حضرت عبداللہؓ بن عباس کا قول قرار دینا بالکل غلط ہے کیونکہ خود عبداللہ بن عباس اس قول کو غلط ٹھہرا چکے ہیں علاوہ اس کے اس دوسری روایت کی سند میں ایک راوی قیس بن ربیع کو نسائی دارقطنی وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے بلکہ نسائی نے قیس بن ربیع کو ناقابل روایت قرار دیا ہے آیت قل ما اسئلکم علیہ من اجر سے بعضے مفسروں نے الا المودۃ فی القربیٰ کو منسوخ جو قرار دیا ہے وہ قول بھی ضعیف ہے صحیح قول یہی ہے کہ قرابت داری کی محبت نہ اجر میں داخل ہے نہ آیت کا یہ ٹکڑا کسی دوسری آیت سے منسوخ ہے۔ محبت اہل بیت کی صحیح روایتیں آیت انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت کی تفسیر میں بیان ہو چکی ہیں۔ حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ اگر تم لوگ مجھ کو اللہ کا رسول نہیں جانتے تو رشتہ داری کے خیال سے ہی میرے ساتھ بدی نہ کرو قرآن کے موافق نصیحت کرنے پر میں تم سے مزدوری تو نہیں مانگتا جس کے بوجھ سے گھبرا کر تم رشتہ داری کے حق کو بھی بھول گئے صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کی حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر نیکی کا بدلہ دس سے لے کر سات سو تک اور زیادہ نیک نیتی کے کام کا بدلہ اس سے بھی بڑھ کر دفتر الٰہی میں لکھا جاتا ہے صحیح بخاریؒ و مسلم کے حوالہ سے عبداللہؓ بن عمر کی حدیث بھی ایک جگہ گزر چکی ہے کہ قیامت کے دن جب بعضے گناہ گار اللہ تعالیٰ کے روبرو اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس طرح دنیا میں ان گناہوں کو میں نے لوگوں پر ظاہر کر کے تم کو رسوا نہیں کیا اسی طرح آج بھی میں تمہارے گناہوں کو معاف کرتا ہوں۔ آخر آیت میں بندوں کی محبت کا حق مان کر ان کی نیکیوں کا اجر بڑھانے اور ان کے گناہوں کی معافی کا جو ذکر ہے یہ حدیثیں

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۱۱۲ ج ۴۔ [2] صحیح بخاری تفسیر سورۃ حٰم عسق ص ۷۱۳ ج ۲۔ [3] صحیح مسلم باب تجاوز اللہ تعالیٰ عن حدیث النفس الخ ص ۷۸ ج ۱۔ [4] صحیح بخاری کتاب التوحید ص ۱۱۱۹ ج ۲۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ

کیا کہتے ہیں اُس نے باندھا اللہ پر جھوٹ سو اگر اللہ چاہے مہر کر دے تیرے دل پر اور مٹاتا ہے اللہ جھوٹ کو

وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ

اور ثابت کرتا ہے سچ کو اپنی باتوں سے اس کو معلوم ہے جو دلوں میں ہے اور وہی ہے جو قبول کرتا ہے توبہ اپنے

عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بندوں سے اور معاف کرتا ہے برائیاں اور جانتا ہے جو کرتے ہو اور دعا سنتا ہے ایمان والوں کی جو بھلے کام کرتے ہیں

وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ

اور بڑھتی دیتا ہے ان کو اپنے فضل سے اور جو منکر ہیں اُن کو سخت مار ہے اور اگر پھیلا دے اللہ روزی اپنے بندوں کو

گویا اس کی تفسیر میں اس آیت میں یہ جتلایا گیا ہے کہ قریش میں کچھ لوگ تو وہ ہیں کہ حق قرابت کا پاس نہیں کرتے اور اللہ کے رسول کے ساتھ برائی سے پیش آتے ہیں اور کچھ وہ ہیں کہ بے مزدوری کے اللہ کے رسول کی نصیحت کو اللہ کا احسان گنتے ہیں اور اس نصیحت کے موافق نیک کام کر کے اپنے عقبیٰ کے اجر کو بڑھانے اور گناہوں کو معاف ہو جانے کا سامان کرتے ہیں۔

۲۴-۲۶ مشرکین مکہ کہتے تھے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی آیتیں خود بنا لیتے ہیں اور یہ مشہور کرتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے مشرکین کی اس بات کا ایک جواب تو سورۃ بقر میں گزر چکا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ قرآن ان پڑھ رسول پر اترا ہے اور باتیں اس میں ایسی غیب کی ہیں کہ ان پڑھ شخص تو درکنار کوئی پڑھا ہوا آدمی بھی بغیر آسمانی کتابوں کی مدد کے ایسی باتیں نہیں بتلا سکتا اس سے ہر ایک سمجھ دار آدمی سمجھ سکتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ اسی بات کا یہاں یہ جواب دیا ہے کہ جھوٹ اللہ کو بہت ناپسند ہے اسی واسطے قرآن کے مخالف لوگ قرآن کے مقابلہ میں جو جھوٹی باتیں کہتے ہیں ان کو دن بدن اللہ تعالیٰ مٹاتا ہے اور قرآن کی باتوں کو پھیلاتا ہے اس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے کیونکہ اگر یہ اللہ کا کلام نہ ہوتا تو مخالفوں کی جھوٹی باتوں کو اللہ تعالیٰ نہ مٹاتا بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر مہر لگا کر ان کے دل کو اس طرح بند کر دیتا کہ جو باتیں اب وہ قرآن کے نام سے لوگوں کو سناتے ہیں ان میں سے ایک بات بھی ان کے دل میں پیدا ہو کر ان کی زبان پر نہ آتی کس لئے کہ جو باتیں انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہیں زبان پر آنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہیں پھر فرمایا کہ اگر اب بھی یہ لوگ اپنی باتوں سے توبہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کر کے ان کے پچھلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے پھر فرمایا کہ اس کو اپنے بندوں کے سب کام معلوم ہیں توبہ کی صورت میں اپنے علم کے موافق اسے پچھلے سب گناہوں کو معاف کر دینا کچھ مشکل نہیں ہے اور توبہ کے بعد جو لوگ فرمانبردار بن کر نیک کاموں میں لگے رہتے ہیں ان کی ہر ایک التجا کو وہ سنتا ہے اور ان کی التجا سے بڑھ کر اپنے فضل سے ان کو دیتا ہے ہاں جو لوگ دین کی باتوں کے منکر ہیں اگر وہ بغیر توبہ کے مر جائیں گے ان کو عقبیٰ میں سخت عذاب بھگتنا پڑے گا اوپر دیر رزق مزید شاہ جو فرمایا تھا اس کی تفسیر کے طور پر آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کا انجام خوب معلوم ہے اس لئے وہ ہر ایک کی مصلحت کو دیکھ کر رزق کا انتظام فرماتا ہے امیر غریب سب یکساں ہو جائیں تو کوئی کسی کی نہ سنے اور دنیا کے انتظام میں فتور پڑ جاتے اب جس طرح دنیا کا کام چل رہا ہے کہ امیر لوگوں کو غریبوں کے کام کاج

لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِیْ

تو دھوم اٹھادیں ملک میں پر اتارتا ہے ماپ کر جتنی چاہتا ہے بیشک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھتا ہے دیکھتا اور وہی ہے جو

يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِیُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ

اتارتا ہے مینہ پیچھے اس سے کہ آس توڑ چکے اور پھیلاتا ہے اپنی رحمت اور وہی کام بنانے والا خوبیوں سراہا اور ایک اس کی نشانی ہے

خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَهُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ

بنانے والا آسمانوں کا اور زمین کا اور جتنے بکھیرے ہیں ان میں جانور اور وہ جب چاہے ان سب کو اکٹھا

قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾

کر سکتا ہے اور جو پڑی تم پر کوئی سختی سو بدلا اس کا جو کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور معاف کرتا ہے بہت

الربع ۴

سے مدد ملتی ہے اور غریبوں کو امیروں کے روپیہ پیسے سے امیروں اور غریبوں کے یکساں ہو جانے میں یہ انتظام قائم نہیں رہ سکتا سورۃ الزخرف میں اس مطلب کو ذرا تفصیل سے بیان فرمایا ہے وہی تفصیل آیت ولو بسط اللہ الرزق کی گویا تفسیر ہے اب آگے مینہ کے برسنے کا آسمان و زمین اور آسمان و زمین کی مخلوقات کے پیدا کرنے کا ذکر فرما کر منکرین حشر کو یوں قائل کیا کہ جس صاحب قدرت نے پہلی دفعہ یہ سب کچھ پیدا کیا دوبارہ پیدا کرنا بھی اس کی قدرت سے باہر نہیں ہے کیونکہ یہ ہر شخص کا عقلی تجربہ ہے کہ جو کام ایک دفعہ کیا جا چکا وہ دوسری دفعہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔ صحیح بخاری[1] و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم غیب کے نتیجہ کے طور پر اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کریں گے اور کتنے دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل اب اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق دنیا میں لوگ جو کام کرتے ہیں وہی کام ان کو اچھے اور آسان معلوم ہوتے ہیں۔ صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث بھی گزر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگوں کی مثال اچھی بری زمین کی بیان فرمائی ہے ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کے جھٹلانے اور حشر کے انکار کی سزا میں جو لوگ مشرکین مکہ میں کے اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں دوزخی ٹھہر چکے تھے ان کو اگرچہ ان آیتوں کی نصیحت کی طرح بہت سی آیتوں میں نصیحت کی گئی لیکن ان کے حق میں وہ نصیحت ایسی رائیگاں گئی جس طرح بری زمین میں مینہ کا پانی رائیگاں جاتا ہے اور آخر وہ لوگ جس حالت پر تھے مرتے دم تک اسی حالت پر رہے اور مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق دوزخی قرار پائے۔

۳۔ بعضے مفسروں نے لکھا ہے کہ یہ آیت خاص کافروں کی شان میں ہے اور معنی آیت کے ان مفسروں نے یہ بیان کئے ہیں کہ کافروں کے کفر اور مشرکوں کے شرک سے فوراً جو عذاب الٰہی نہیں آتا بلکہ ایک وقت مقررہ پر ان کی شامت اعمال سے کوئی مصیبت آتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں کے بہت سے برے کاموں کو درگزر فرما کر معاف فرما دیتا ہے لیکن یہ قول مرفوع تفسیر کے مخالف ہے کیونکہ مسند امام احمدؒ مستدرک حاکم مسند اسحاق بن راہویہ مسند ابو یعلیٰ موصلی وغیرہ میں حضرت علیؓ سے روایت[3] ہے جس کا حاصل

---

[1] صحیح بخاری باب کان امر اللہ قدرا مقدورا ص ۹۷۷ ج ۲۔ [2] صحیح بخاری باب فضل من علم و علم ص ۱۸ ج ۱۔ [3] تفسیر ابن کثیر ص ۱۱۶ ج ۴۔

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۚۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ

اور تم تھکانے والے نہیں بھاگ کر زمین میں اور کوئی نہیں تم کو اللہ کے سوائے کام بنانے والا نہ مددگار اور ایک

اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۚ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ

اس کی نشانی ہے چلتے ہیں جہاز دریا میں جیسے پہاڑ اگر چاہے تھام دے باؤ پھر رہ جاویں سارے دن ٹھہرے اس کی پیٹھ پر مقرر اس میں

یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا مسلمانوں کے لئے قرآن شریف میں یہ آیت بڑی فضیلت کی آیت ہے کیونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر یوں سنی ہے کہ مسلمانوں کو دنیا میں جو کچھ دکھ درد پہنچتا ہے وہ دنیا میں ہی ان کے گناہوں کا بدلہ ہو جاتا ہے اور بہت سے گناہ اللہ تعالیٰ یونہی بغیر بدلہ کے معاف فرما دیتا ہے اگرچہ حضرت علیؓ کی روایت کی سند میں ایک راوی ازہر بن راشد ضعیف ہے لیکن صحیح بخاری[۱] و مسلم میں ابو سعیدؓ خدری اور ابو ہریرہؓ سے جو روایتیں ہیں کہ ایماندار شخص کو ایک کانٹا چبھنے کی تکلیف ہو تو وہ بھی گناہوں کا کفارہ ہے ان روایتوں سے حضرت علیؓ کی روایت کو تقویت ہو جاتی ہے غرض صحیح تفسیر آیت کی یہی ہے کہ آیت خاص کفر والوں کے حق میں نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کے حق میں بھی یہ بڑی فضیلت کی آیت ہے مسند[۲] امام احمد میں حضرت عائشہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان آدمی کے جب گناہ بہت ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان گناہوں کے کفارہ کے طور پر اس شخص کو کسی رنج میں مبتلا کر دیتا ہے اس حدیث کی سند کے ایک راوی لیث بن ابی سلیم کو اگرچہ بعضے علما نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن ابن معین نے معتبر قرار دیا ہے۔ صحیح بخاری[۳] میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی حدیث مشہور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دفعہ بخار تھا حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے عرض کیا کہ حضرت آپ کو بڑا سخت بخار آیا کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھ کو دو آدمیوں کے بخار کی برابر ہمیشہ بخار آیا کرتا ہے حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے کہا کہ آپ کو یہ شدت بخار کی کیا اس لئے ہوا کرتی ہے کہ اجر زیادہ ملے آپ نے فرمایا کہ ہاں ہر مسلمان کو جب کوئی مرض یا کوئی رنج یا غم دنیا میں ہوتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے جس طرح خزاں کے موسم میں درخت کے پتے جھڑتے ہیں صحیح مسلم[۴] میں حضرت جابرؓ کی حدیث ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخار کو برا نہیں کہنا چاہیے انسان کے گناہ جھڑتے ہیں حاصل مطلب یہ ہے کہ دنیا میں انسان کو جانی مالی جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے وہ اس کے بعضے گناہوں کے سبب سے ہوتی ہے کیونکہ بنی آدم کے بہت سے گناہ بغیر کسی مواخذہ کے اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتا ہے۔ سورۃ الفاطر میں گزر چکا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ بنی آدم کے ہر ایک گناہ پر مواخذہ کرے تو ساری دنیا ویران ہو جائے سورۃ الفاطر کی آیت ولو یؤاخذ اللہ الناس بما کسبوا کو اس آیت کے ساتھ ملانے سے اکثر گناہوں کے معاف ہو جانے اور بعض گناہوں پر مواخذہ کے طور پر مصیبت کے آنے کی حکمت اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے اور یہ بات بھی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس آخری زمانہ میں گناہوں کی کثرت ہے اس لئے طاعون وبا اور قحط کی بلا اکثر آتی ہے اگر لوگ پچھلے گناہوں سے توبہ کر کے آئندہ گناہوں سے باز آئیں گے تو ان بلاؤں سے امن میں رہنے کی پوری امید ہے۔

۳۱-۳۵- اوپر مصیبت کا ذکر تھا اس لئے فرمایا کہ اللہ کی بھیجی ہوئی مصیبت کو کوئی ٹال نہیں سکتا زمین بھر میں کوئی بھاگا بھاگا پھرے

[۱] صحیح بخاری کتاب المرضیٰ ص ۸۴۳ ج ۲۔ [۲] تفسیر ابن کثیر ص ۱۱۶ ج ۴۔ [۳] صحیح بخاری باب شدۃ المرض ص ۸۴۳ ج ۲۔
[۴] صحیح مسلم باب ثواب المومن فیما یصیبہ من مرض الخ ص ۳۱۹ ج ۲۔

لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّيَعْلَمَ

پتے ہیں ہر ٹھہرنے والے کو جو حق مانے یا تباہ کردے اُن کو اُن کی کمائی سے اور معاف بھی کرے بہتوں کو اور جان لیویں

الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾ فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ

جو جھگڑتے ہیں ہماری قدرتوں میں کہ نہیں اُن کے بھاگنے کی جگہ جو ملا ہے تم کو کوئی چیز

فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى

سو برتنا ہے دنیا کے جیتے اور جو اللہ کے یہاں ہے بہتر ہے اور رہنے والا واسطے ایمان والوں کے اور جو

جب بھی اللہ تعالیٰ کے دائرہ حکومت سے باہر نہیں جاسکتا اور اللہ تعالیٰ کے دائرہ حکومت میں سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی کسی کا یار و مددگار بن کر بھی اس مصیبت کو نہیں ٹال سکتا اب آگے منکرین قدرت کے قائل کرنے کے لئے فرمایا یہ پہاڑ کے پہاڑ کشتیاں پانی کو پھاڑ کر جو دریا میں پھرتی ہیں اللہ چاہے تو ہوا کو روک دے جس سے پانی کی پیٹھ پر وہ کشتیاں ٹھہر جائیں یا کوئی مخالف ہوا چلا کر ان کو بالکل ڈبو دے لیکن اللہ تعالیٰ بہت سے گناہ معاف کردیتا ہے جس سے لوگوں کی اکثر بلائیں ایک وقت مقررہ تک ٹل جاتی ہیں مگر قرآن کی آیتوں میں جھوٹے جھگڑے نکالنے والے لوگ یہ خوب یاد رکھیں کہ جب ان کی سزا کا وقت مقررہ آجائے گا تو پھر ایسے لوگ بھاگ کر جانے کو کہیں جگہ نہ پائیں گے اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے بدر کی لڑائی کے وقت ان میں سے جن کی سزا کا وقت مقررہ آگیا صحیح بخاری[1] و مسلم کی انس بن مالک کی روایت سے ان کی سزا کا حال کئی جگہ بیان کیا جاچکا ہے کہ دنیا میں بڑی ذلت سے یہ لوگ مارے گئے اور مرتے ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہوئے جس عذاب کے جتلانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ کے وعدہ کو سچا پایا صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے مغیرہ بن شعبہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ تہجد کی نماز میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تک کھڑے رہتے تھے کہ آپ کے پیروں پر ورم ہو جاتا تھا بعضے صحابہ نے آپ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کردیئے ہیں پھر آپ عبادت میں اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسانات جو کئے ہیں ان کی شکر گزاری میں کوتاہی کیونکر ہوسکتی ہے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے احسانات کی شکر گزاری یہی ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی عبادت کثرت سے کرے۔ عبادت میں تکلیفیں بھی پیش آتی ہیں مثلاً جیسے جاڑے میں وضو کی تکلیف گرمی کے روزوں میں پیاس کی تکلیف اس واسطے عبادت کرنے والے شخص کو صاحب صبر بھی ہونا چاہیے تاکہ وہ ان تکلیفوں سے گھبرائے نہیں۔ اسی مطلب کے ادا کرنے کے لئے ان فی ذالک لایات لکل صبار شکور فرمایا جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ کشتیوں کے دریا میں چلنے سے اور اس طرح کی اور باتوں سے خالص اللہ کی عبادت کرنے والے لوگوں کو اللہ کی قدرت کی قدر ہوتی ہے جو لوگ اللہ کی عبادت میں غیروں کو شریک کرتے ہیں وہ سرے سے اللہ ہی کو نہیں پہچانتے پھر ایسے لوگوں کو اس کی قدرت کی کیا قدر ہوسکتی ہے۔

۳۶-۴۳۔ دنیا کی کسی چیز کو قیام نہیں جتنی دنیا کی راحت کی چیزیں ہیں ان کے پیچھے ایک مصیبت لگی ہوئی ہے زندگی کے پیچھے

[1] صحیح بخاری باب قتل ابی جہل۔ ص ۵۶۶ ج ۲۔

[2] صحیح بخاری باب قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللیل حتی ترم قدماہ الخ ص ۱۵۲ ج ۱۔

رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٣٦﴾ وَالَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَائِرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ

اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور جو بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بیحیائی سے اور جب غصہ آوے وہ

يَغْفِرُونَ ﴿٣٧﴾ وَالَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَ

معاف کرتے ہیں اور جنھوں نے حکم مانا اپنے رب کا اور کھڑی کی نماز اور اُن کا کام ہے مشورے سے آپس کے اور

مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ ﴿٣٩﴾ وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ

ہمارا دیا کچھ خرچ کرتے ہیں اور وہ لوگ جب ان پر ہووے چڑھائی تو وہ بدلا لیتے ہیں اور برائی کا بدلا ہے

سَيِّئَةٌ مِثْلُهَا ۖ فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿٤٠﴾ وَلَمَنِ

برائی ویسی ہی۔ پھر جو کوئی معاف کرے اور سنوارے سو اس کا ثواب ہے اللہ کے ذمہ بے شک اس کو خوش نہیں آتے گنہگار اور جو کوئی

موت لگی ہوئی ہے صحت کے پیچھے بیماری فراغت کے پیچھے تنگ دستی خوشی کے پیچھے رنج جوانی کے پیچھے بڑھاپا لگا ہوا ہے عقبیٰ کی جتنی راحت کی چیزیں ہیں ان کو ہمیشگی اور قیام ہے وہاں کی جوانی کو بڑھاپا نہیں صحت کو بیماری نہیں خوشی کو رنج نہیں دنیا کی ناپائیدار چیزوں میں اس طرح انسان کو گرفتار نہیں ہونا چاہئے جس سے عقبیٰ کی ہمیشہ کی راحت میں خلل پڑ جائے اس لئے فرمایا کہ دنیا میں جو کچھ ہے وہ چند روزہ ہے اور عقبیٰ میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے وہ ہمیشہ کے لئے راحت کی چیزیں ہیں یہ قرآن کی آیتوں میں جھگڑے نکالنے والوں کو سمجھایا گیا ہے کہ چند روزہ زندگی اور مالداری کے غرور میں ہمیشہ کی راحت کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے صحیح بخاری[1] وغیرہ میں حضرت عبداللہؓ بن عمر کی حدیث مشہور ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ بن عمر کے دونوں بازو پکڑ کے بہت بڑی نصیحت کی ہے اس نصیحت کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ زندگی کے زمانہ میں ایسا کام کرنا چاہیئے جو موت کے بعد کام آئے اور بیماری کے زمانہ میں آدمی کی طاقت گھٹ جاتی ہے اور نیک کام کرنے کا موقع اس کو کم ملتا ہے اس واسطے صحت کے زمانہ کو غنیمت جان کر آدمی کو چاہیئے کہ جو نیک کام کرنا ہو وہ صحت کے زمانہ میں کر لیں اور موت کے بعد آدمی کا نیک عمل بند ہو جاتا ہے اس لئے زندگی کے زمانہ کے اکثر حصہ زندگی کو نیک کاموں میں صرف کرنا چاہیئے مستدرک[2] حاکم وغیرہ میں حضرت عبداللہؓ بن عباس سے جو ایک روایت ہے وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کی نصیحت کی ہے غرض یہ آیت اور دنیا کی مذمت کی جو آیتیں قرآن شریف میں اور ہیں ان حدیثوں کو اور اسی قسم کی اور حدیثوں کو ان آیتوں کی تفسیر سمجھنا چاہیئے جس تفسیر کا حاصل مطلب یہی ہے کہ دنیا کی جس چیز یا جس شغل سے دین میں خلل پڑے وہ قابل مذمت ہے کیونکہ ناپائیدار چیز کی حرص میں پائیدار چیز کو ہاتھ سے دینا قابل مذمت بات ہے ہاں دنیا کی جس چیز یا مشغلہ سے دین کا نفع آدمی کو حاصل ہو تو یہ ایک بڑے نفع کی تجارت ہے کس لئے کہ ناپائیدار چیز کے عوض میں پائیدار چیز کا حاصل ہونا سراسر نفع کی بات ہے اب آگے فرمایا کہ یہ عقبیٰ کا ہمیشہ کا عیش ان لوگوں کے لئے ہے جو ایماندار ہیں اور اپنے ہر کام کا بھروسہ اللہ پر رکھتے ہیں اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں احکام الٰہی کو مانتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے رہتے ہیں اور غصہ کے وقت یا تو درگزر کرتے ہیں یا اگر بدلہ لیتے ہیں تو بدلہ کی حد سے نہیں گزرتے علما کا مشہور

[1] صحیح بخاری باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم کن فی الدنیا کانک غریب ص ۹۴۹ ج ۲۔

[2] الترغیب والترہیب ص ۲۶۴ ج ۴۔

انۡتَصَرَ بَعۡدَ ظُلۡمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ سَبِيۡلٍ ﴿۴۱﴾ اِنَّمَا السَّبِيۡلُ عَلَى الَّذِيۡنَ

بدلا لے اپنے مظلوم پر سو ان پر بھی نہیں اولاہنا ادلاہنا تو اُن پر جو

يَظۡلِمُوۡنَ النَّاسَ وَيَبۡغُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ بِغَيۡرِ الۡحَـقِّ ‌ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ﴿۴۲﴾

ظلم کرتے ہیں لوگوں پر اور دھوم اٹھاتے ہیں ملک میں ناحق اُن لوگوں کو ہے ایک دُکھ کی مار

وَلَمَنۡ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنۡ عَزۡمِ الۡاُمُوۡرِ ﴿۴۳﴾ وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ

اور البتہ جس نے سہا اور معاف کیا بیشک یہ کام ہمت کے ہیں اور جس کو راہ نہ دے اللہ تو کوئی نہیں

مِنۡ وَّلِىٍّ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ ؕ وَتَرَى الظّٰلِمِيۡنَ لَمَّا رَاَوُا الۡعَذَابَ يَقُوۡلُوۡنَ هَلۡ اِلٰى

اس کا کام بنانے والا اس کے سوا اور تو دیکھے گنہگاروں کو جس وقت دیکھیں گے عذاب کہیں گے کسی طرح

ع ۱۴ ۵

قول کبیرہ گناہ کے باب[1] میں یہ ہے کہ جس گناہ پر شریعت میں عذاب کا وعدہ آیا ہے یا لعنت آئی ہے یا قرآن یا حدیث میں جتلا یا ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے وہ کبیرہ گناہ ہے اور یہی کبیرہ گناہ اکبر الکبائر ہو جاتا ہے جب کہ شریعت کا عذاب کا وعدہ اور سخت ہو جائے مثلاً مطلق زنا کبیرہ گناہ ہے اور پڑوس کی عورت کے ساتھ اکبر الکبائر ہے کہ اس پر عذاب کا وعدہ سخت ہے اور اسی اکبر الکبائر کبیرہ گناہ کو فاحشہ بھی کہتے ہیں اگرچہ ایک قول یہ بھی ہے کہ جس گناہ پر حد شرعی ہے وہ کبیرہ گناہ ہے لیکن اس قول پر علمانے یہ اعتراض کیا ہے کہ جھوٹی قسم کھانے پر اور جھوٹی گواہی دینے پر حد شرعی نہیں ہے حالانکہ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہیں کبھی صغیرہ گناہ کبیرہ ہو جاتے ہیں جس طرح نصاب سے کم مال کی چوری صغیرہ گناہ ہے اگر یہی چوری ایسے شخص کے گھر میں کی جائے کہ جس کے پاس سوا اس مال کے اور مال نہ ہو تو یہ چوری کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اس چوری سے مال والے کا دل بہت دکھے گا معتبر سند سے شعب الایمان[2] بیہقی میں حضرت عبد اللہؓ بن عباس سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ہر کام میں مشورہ لے کر کام کرنے کی ترغیب دلائی ہے اور یہ فرمایا ہے کہ مشورہ لے کر کام کرنے سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے آیتوں میں مشورہ لے کر کام کرنے والوں کی جو تعریف ہے یہ حدیث گویا اس کی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آپس کا مشورہ اللہ کی رحمت کا سبب ہے اب یہ ظاہر بات ہے کہ جس کام میں اللہ کی رحمت شامل حال ہو گی اس کا انجام ضرور اچھا ہو گا صحیح مسلم[3] اور ترمذی میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بدلہ لینے کی جگہ معافی سے کام لے گا تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی عزت بڑھا دے گا۔ صحیح بخاری[4] و مسلم میں ابو ہریرہ کی دوسری حدیث ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ کے وقت اپنے دل کو قابو میں رکھنا بڑی جوانمردی کا کام ہے ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بدلا لینے کے وقت دل کو قابو میں رکھ کر جو شخص معافی سے کام لے گا تو وہ شخص بڑا صاحب ہمت ہے اور نتیجہ اس عالی ہمتی کا یہ ہے کہ اس ظاہری ہتک کے معاوضہ میں اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی عزت کو لوگوں کی نظروں میں بڑھا دے گا۔

۴۴۔ ۵۰۔ اوپر اچھے لوگوں کی عادتوں کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا یہ اچھی عادتوں کے وہی لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم غیب

[1] مرقاۃ المفاتیح جلد اول باب الکبائر ص ۴۳۔ [2] فتح القدیر ص ۳۶۲ ج ۱۔ [3] صحیح مسلم باب استحباب العفو والتواضع ص ۳۲۱ ج ۲۔ [4] صحیح بخاری باب الحذر من الغضب ص ۹۰۳ ج ۲۔

مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾ وَتَرٰهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ

پھر جانے کی بھی ہوگی کوئی راہ اور تو دیکھے وہ سامنے لائے گئے ہیں آگ کے نری آنکھیں ذلت سے دیکھتے ہیں

مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

چھپی نگاہ سے اور کہتے ہیں جو ایمان دار تھے مقرر ٹوٹے والے وہی ہیں جنھوں نے گنوائی اپنی جان

وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ لَهُمْ

اور اپنا گھر قیامت کے دن سنتا ہے گنہگار پڑے ہیں سدا کی مار میں اور کوئی نہ ہوئے اُن کے

مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾

حمایتی جو مدد کرتے اُن کی اللہ کے سوائے اور جس کو بھٹکائے اللہ اس کو کہیں نہیں راہ

ہیں نیک قرار پا چکے ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں بد قرار پا چکے ہیں وہ اپنے ارادہ سے تو اچھی عادتوں کو اختیار نہیں کرتے اور مجبور کر کے کسی کو راہ راست پر لانا اللہ کو منظور نہیں ہے اس واسطے مرتے دم تک ایسے لوگ اپنی بدعادتوں پر رہیں گے اور قیامت کے دن ان لوگوں کا حال دیکھنے کے قابل ہوگا کہ میدان حشر میں جب جہنم کو اس طرح لایا جائے گا کہ جہنم کی ستر ہزار نکیلیں اونٹ کی سی ہوں گی اور ہر ہر نکیل پر ستر ستر ہزار فرشتے ہوں گے اور ان نکیلوں کو کھینچ رہے ہوں گے جس کی صراحت صحیح مسلم[1] میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت سے آئی ہے غرض جہنم کو اس حالت میں دیکھ کر وہ لوگ بہت گھبرائیں گے اور یہ تمنا کریں گے کہ ان کو دوبارہ دنیا میں جانے کی پروانگی مل جائے تاکہ وہ دوبارہ دنیا میں جا کر نیک کام کریں اور عذاب دوزخ سے نجات پائیں اور جس طرح یہ اللہ اور اللہ کے رسول کے نافرمان لوگ جہنم کو دیکھ کر دنیا میں دوبارہ آنے کی تمنا اور آرزو کریں گے اسی طرح موت کے وقت عذاب کے فرشتوں کو خوفناک حالت میں دیکھ کر بھی یہی آرزو کریں گے جس کا ذکر قد افلح المؤمنون میں گزر چکا حتی اذا جاء احدھم الموت قال رب ارجعون لعلی اعمل صالحا جس مطلب یہ ہے کہ موت کے وقت ایسے لوگوں کو جب عذاب کے فرشتے نظر آئیں گے تو وہ دنیا میں رہ جانے اور نیک عمل کرنے کی تمنا ظاہر کریں گے بعضے مفسروں نے اس آیت کی تفسیر میں موت کے وقت کی تمنا کا جو ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے صحیح تفسیر یہی ہے کہ موت کے وقت کی تمنا قد افلح المؤمنون کی آیت سے متعلق ہے اور حشر کے وقت کی تمنا اس آیت سے متعلق ہے یہ تو ان نافرمان لوگوں کی دو دفعہ کی تمنا دنیا میں دوبارہ آنے اور نیک عمل کرنے کی ہوئی جب یہ بدلوگ اپنے بدعملوں کی سزا بھگتنے کے لئے دوزخ میں جا پڑیں گے اور عذاب دوزخ کی تکلیف برداشت نہ کر سکیں گے تو تیسری دفعہ پھر بھی خواہش اور تمنا کریں گے جس کا ذکر سورہ فاطر میں گزر چکا وھم یصطرخون فیھا ربنا اخرجنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل۔ اور میدان حشر میں نیک لوگ جب ان نافرمان لوگوں کا حال دیکھیں گے کہ یہ نافرمان لوگ دوزخ کو کن انکھیوں سے دیکھ کر پھر دوبارہ دنیا میں جانے اور نیک عمل کرنے کی آرزو کر رہے ہیں تو اس وقت نیک لوگ ان نافرمان لوگوں کو قائل کرنے کے طور پر کہیں گے کہ جو وقت نیک عمل کرنے کا تھا وہ تم نافرمان لوگوں نے ہاتھ سے کھو دیا اور سرکشی کے سبب سے دنیا میں ایسی تجارت کی جس کے سبب سے اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو ٹوٹے میں ڈالا یہاں گھر والوں میں مشرکوں کی نابالغ

[1] صحیح مسلم باب جھنم اعاذنا اللہ منھا۔ ص ۳۸۱ ج ۲۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ

مانو اپنے رب کا حکم اس سے پہلے کہ آوے ایک دن جو پھرنا نہیں اللہ کے یہاں سے نہ ملے گا تم کو بچاؤ

يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۞ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ

اس دن اور نہ ملے گا الوپ ہو جانا پھر اگر وہ ٹلا دیں تو تجھ کو نہیں بھیجا ہم نے ان پر نگہبان تیرا

عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ

ذمہ یہی ہے پہنچا دینا اور ہم جب چکھاتے ہیں آدمی کو اپنی طرف سے مہر اس پر ریجھتا ہے اور اگر پہنچتی ہے ان کو کچھ برائی

اولاد داخل نہیں ہے کیونکہ امام نووی[1] نے بڑی تحقیق کے بعد قرآن اور حدیث سے یہی بات صحیح ثابت کی ہے کہ مشرکوں کی نابالغ اولاد جنت میں جائے گی اور جن حدیثوں میں اولاد مشرکین کا دوزخ میں جانے کا ذکر ہے ان روایتوں کو ضعیف قرار دیا ہے یہ جو ایک بات مشہور ہے کہ مشرکوں کی نابالغ اولاد اہل جنت کی خادم اور خدمت گار بنائی جائے گی یہ روایت مسند بزار اور مسند ابو یعلی موصلی اور طبرانی[2] وغیرہ میں ہے لیکن کوئی روایت ضعف سے خالی نہیں ہے اب نافرمان لوگوں کا عقبیٰ کا بےکسی کا حال ذکر فرما کر پھر فرمایا ہے کہ گمراہی کے سبب سے ان نافرمان لوگوں نے دنیا میں بتوں کو یا پیروں کو یا قبروں کو غرض جس کسی کو سوا اللہ کے اپنا حمایتی قرار دے رکھا ہے وہ کوئی ان کی بےکسی کے وقت کام نہ آئے گا اور عذاب الٰہی سے کوئی ان کو بچا نہ سکے گا پھر نصیحت کے طور پر فرمایا کہ اس بےکسی کے وقت کے آنے سے پہلے یہ نافرمان لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری قبول کرلیں تو ابھی وقت ہاتھ سے نہیں گیا ہے جب وقت ہاتھ سے جاتا رہے گا تو پھر پچھتانا کچھ کام نہ آئے گا پھر فرمایا کہ اے رسول اللہ کے اس نصیحت کے بعد بھی اگر یہ نافرمان لوگ نہ مانیں تو تمہارا کام فقط اتنا ہی ہے کہ تم ان کو اللہ کی نصیحت پہنچادو پھر اگر یہ نہ مانیں گے تو اللہ ان سے سمجھ لے گا بعضے مفسروں نے اس آیت کو جہاد کے حکم سے منسوخ قرار دیا ہے لیکن یہ اوپر گزر چکا ہے کہ جہاد کے حکم سے کوئی آیت منسوخ نہیں ہے پھر فرمایا کہ ان نافرمان لوگوں کے اللہ کی نصیحت نہ ماننے کا بڑا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا میں کسی قدر فراغت دے رکھی ہے اور یہ انسان کی جبلی عادت ہے کہ فراغت کے وقت بجائے اللہ کے شکر کے اترانے لگتا ہے اور تکلیف کے وقت اللہ کی تمام نعمتوں کو بھول کر بجائے خدا سے ڈرنے کے خدا کی ناشکری کرنے لگتا ہے پھر فرمایا کہ زمین اور آسمان سب ملک اللہ کا ہے کسی کی ناشکری اور نافرمانی سے اللہ کے ملک میں کوئی فتور نہیں پڑتا جس طرح دنیا کے بادشاہوں کا حال ہے کہ رعیت اور ملازموں کے نافرمان ہو جانے سے ان کی بادشاہت میں فتور پڑ جاتا ہے خدا کی بادشاہت ایسی نہیں ہے خدا ایسا زبردست بادشاہ ہے کہ اس کو کسی کی نافرمانی اور ناشکری اور مخالفت کی کچھ پروا نہیں ہے جس طرح اس کی حکومت غریب لوگوں پر ہے ویسی ہی بادشاہوں پر ہے بڑے بڑے بادشاہوں میں سے جس کو چاہے بے اولاد رکھے جس کو چاہے بجائے لڑکے کے لڑکی دے کسی کا اس پر کچھ زور اور بس نہیں چل سکتا صحیح بخاری[3] و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم غیب کے نتیجہ کے طور اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کتنے آدمی جنت میں جانے کے قابل کام کریں گے اور کتنے دوزخ میں

[1] صحیح مسلم مع شرح نووی کتاب القدر ص ۳۳۶ ج ۲۔ [2] طبرانی اوسط ص ۱۱۳ ج ۱۔

[3] صحیح بخاری باب وکان امر اللہ قدرا مقدورا۔ ص ۹۷۷ ج ۲۔

بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ

بدلہ اپنی کمائی کا تو انسان بڑا ناشکر ہے اللہ کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں پیدا کرتا ہے

مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ

جو چاہے بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے یا ان کو دیتا ہے جوڑے

ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾

بیٹے اور بیٹیاں اور کرتا ہے جس کو چاہے بانجھ وہ ہے سب جانتا کر سکتا

جھونکے جانے کے قابل اب جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل پیدا ہوئے ہیں ان کو نافرمانی کے کام اچھے معلوم ہوتے ہیں اور ان کاموں کے چھوڑنے کے لئے کسی کی کوئی نصیحت ان لوگوں کے دل میں کچھ اثر پیدا نہیں کرتی ابن ماجہ[۱] کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی صحیح حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے لئے ایک مقام جنت میں اور ایک دوزخ میں پیدا کیا ہے جو لوگ قیامت کے دن ہمیشہ کے لئے دوزخی قرار پائیں گے ان کے جنت میں کے خالی مکانات اہل جنت کو مل جائیں گے صحیح مسلم[۲] کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث بھی ایک جگہ گزر چکی ہے کہ جو لوگ اپنی مالداری کے غرور میں مرتے دم تک نافرمانی میں گرفتار رہے قیامت کے دن جب ان کو دوزخ میں جھونکا جائے گا تو پہلے ہی جھونکے کے بعد فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ جس مالداری کے غرور نے تم کو اس عذاب میں پھنسایا وہ مالداری تم کو کچھ یاد ہے وہ لوگ قسم کھا کر کہیں گے کہ اس عذاب کے آگے دنیا کی وہ مالداری ہم کو کچھ یاد نہیں ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آیتوں میں جن لوگوں کا ذکر ہے کہ وہ لوگ دوزخ کا عذاب دیکھ کر بہت گھبرائیں گے اور یہ تمنا کریں گے کہ ان کو دوبارہ دنیا میں جانے کی پروانگی مل جائے تاکہ دوبارہ دنیا میں جا کر نیک کام کریں اور دوزخ کے عذاب سے نجات پائیں یہ وہی لوگ ہیں جو حضرت علیؓ کی حدیث کے موافق اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں دوزخی قرار پا چکے تھے ایسے لوگوں کے ٹوٹے کا ذکر جو آیتوں میں ہے یہ وہی ٹوٹا ہے جس کا ذکر ابوہریرہؓ کی حدیث میں ہے کہ ان لوگوں کے جنت کے مقامات دوسروں کے قبضہ میں چلے جائیں گے راحت کے وقت ایسے لوگوں کی ناشکری کا ذکر جو آیتوں میں ہے انس بن مالک کی حدیث سے اس راحت کا انجام اچھی طرح معلوم ہو جاتا ہے کہ دوزخ کے عذاب کے آگے وہ راحت ان لوگوں کو بالکل یاد بھی نہ رہے گی وما لھم من نکیر کی تفسیر میں نکیر کے معنی مجاہد نے مددگار اور حمایتی کے لئے ہیں[۳] اس تفسیر میں ایک جگہ ذکر کر دیا گیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگردوں میں مجاہد کے قول کا بڑا اعتبار ہے اسی واسطے فارسی کے ترجمہ میں یہی قول لیا گیا ہے۔ اردو کے لفظی ترجمہ میں ابن جریر کا اور مرادی ترجمہ میں سدی کا قول اختیار کیا گیا ہے۔ الوپ ہو جانا اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کی آفتوں سے کوئی چھپ کر نہیں بچ سکتا الوپ انجن اس سرمہ کو کہتے ہیں جس کے لگانے سے آدمی لوگوں کی نظروں سے غائب ہو جاتا ہے۔ اس مرادی ترجمہ کا مطلب یہ ہے کہ محشر کی زمین میں کسی پہاڑ یا مکان کی آڑ نہ ہوگی کہ الوپ انجن لگانے والے شخص کی طرح کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی نگاہ سے غائب ہو جائے مرادی ترجمہ کا یہ

[۱] ابن ماجہ باب صفۃ الجنۃ۔ ص ۳۲۲۔ [۲] صحیح مسلم باب فی الکفار ص ۳۷۴ ج ۲۔

[۳] تفسیر الدر المنثور ص ۱۲ ج ۶

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا

اور کسی آدمی کی طاقت نہیں کہ اس سے باتیں کرے اللہ مگر اشارے سے یا پردے کے پیچھے سے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا

فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ﴿٥١﴾ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا

پھر پہنچا دے اس کے حکم سے جو چاہے وہ سب سے اوپر ہے حکمتوں والا اور اسی طرح بھیجا ہم نے تیری طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے

مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ

تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور نہ ایمان پر ہم نے رکھی ہے یہ روشنی اس سے راہ دیتے ہیں جس کو چاہیں

مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٥٢﴾ صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا

اپنے بندوں میں اور تو البتہ سوجھاتا ہے سیدھی راہ راہ اللہ کی جس کا ہے جو کچھ ہے

فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ﴿٥٣﴾

آسمانوں میں اور زمین میں سنتا ہے اللہ ہی تک پہنچ رہے ہیں کاموں کی

ع ۱

مطلب صحیح بخاری[۱] و مسلم کی سہلؓ بن سعد کی حدیث کے موافق ہے کیونکہ اس حدیث کا مطلب بھی یہی ہے کہ محشر کی زمین میں کسی پہاڑ یا مکان کی آڑ نہ ہوگی۔

۵۱-۵۳۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر لوگوں کے بہکانے کے لئے یہ اعتراض کیا کرتے تھے کہ اگر یہ نبی ہوتے تو اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ فرشتے کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہم کلام ہوتے اگرچہ یہ آیت مکی ہے لیکن مدینہ میں ہجرت سے پہلے جب آنحضرت کی نبوت کا شہرہ ہوا اس وقت یہود حسد کے سبب سے یہ اعتراض کیا کرتے تھے ان کے اس اعتراض کا جواب اللہ تعالیٰ نے جس طرح سورہ نساء کی مدنی آیت میں دیا ہے کہ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ الایۃ اسی طرح اس مکی آیت میں جواب دیا ہے حاصل جواب کا یہ ہے کہ بلا پردہ کی آڑ کے تو نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور نہ کسی بشر کی طاقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دنیا کی آنکھوں سے دیکھ سکے ہاں پچھلے تمام انبیاء میں جو وحی کا طریقہ تھا کہ خواب میں کوئی بات معلوم ہو جاتی تھی یا غیب سے ایک بات جاگتے میں دل میں پڑ جاتی تھی یا آڑ میں سے اللہ تعالیٰ سے باتیں ہو جاتی تھیں یا فرشتہ آکر اللہ کا حکم پہنچا جاتا تھا یہ سب طریقے وحی کے ان نبی میں بھی موجود ہیں شب معراج میں ان نبی سے اور اللہ سے باتیں بھی ہوئیں سچے خواب بھی ان کو ہوتے ہیں غیب سے باتیں بھی ان کے دل میں پڑتی ہیں ہر روز اللہ کا فرشتہ بھی ان کے پاس اللہ کے حکم لے کر آتا ہے پھر ان کی نبوت سے انکار کیونکر ہو سکتا ہے پھر آگے اسی جواب کی تائید میں فرمایا کہ ان پڑھ نبی کو پچھلے انبیاء کی طرح سب احکام شریعت کا معلوم ہو جانا یہ تائید غیبی اور اللہ کی وحی نہیں تو پھر کیا ہے صحیح بخاری[۲] میں عبد اللہؓ بن عمر اور عبد اللہؓ بن عباس کی روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں میں دو سونے کے کڑے دیکھے پھر خواب میں ہی آپ کو یہ جتلایا گیا کہ ان دونوں کڑوں کو پھونک ماری جائے آپ نے جب پھونک ماری تو وہ دونوں کڑے اڑ گئے اس خواب کی تعبیر آپ نے یہ فرمائی کہ یہ دونوں کڑے اسود عنسی

[۱] صحیح مسلم باب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار ص ۳۷۱ ج ۲ و صحیح بخاری باب یقبض اللہ الارض ص ۹۶۵ ج ۲۔

[۲] صحیح بخاری باب اذا طار الشیء فی المنام ص ۱۰۴۱ ج ۲۔

ایاتہا ۸۹ ـــــ (۴۳) سورۃ الزخرف مکیۃ (۶۳) ـــــ رکوعاتہا ۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

حٰمٓ ۝ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ۙ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ۚ وَاِنَّهٗ

قسم ہے اس کتاب واضح کی ہم نے رکھا اس کو قرآن عربی زبان کا شاید تم بوجھو اور یہ

فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ۭ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا

بڑی کتاب میں ہم پاس ہے اونچا محکم کیا پھیر دیں گے ہم تمہاری طرف سے یہ سمجھوتی موڑ کر اس سے کہ تم ہو لوگ

مُّسْرِفِيْنَ ۝ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ

جو حد پر نہیں رہتے اور بہت بھیجے ہیں ہم نے نبی پہلوں میں اور نہیں آتا لوگوں کو کوئی پیغام لانے والا جس سے

اور مسیلمہ دو شخص ہیں جو نبوت کا جھوٹا دعویٰ کریں گے اس تفسیر میں ایک جگہ گزر چکا ہے کہ اسود عنسی اللہ کے رسول کی حیات میں مارا گیا اور مسیلمہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت میں مارا گیا صحیح بخاری[1] میں حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے جس میں بغیر واسطے فرشتہ کے اور فرشتہ کے واسطے سے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی آتی تھی ان قسموں کا ذکر تفصیل سے ہے صحیح بخاری[2] و مسلم میں ابوذر کی معراج کی حدیث ہے جس میں پردہ کے پیچھے سے پچاس نمازوں کی بابت میں اللہ کے رسول اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے باتیں کر کے پچاس نمازوں میں سے ۴۵ معاف کرائیں اور پانچ باقی رہیں اس پر یہ جو ذکر تھا کہ ان آیتوں میں وحی کے جن طریقوں کا تذکرہ ہے وہ سب طریقے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تھے اس کا مطلب ان حدیثوں سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

۱۔۱۰ حٰم۔ حروف مقطعات میں سے ہے ان حروف کی تفسیر کا حال سورہ بقر میں گزر چکا ہے یہ بھی اس تفسیر میں ایک جگہ گزر چکا ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی جاتی ہے اس کو مقسم بہ اور جس بات پر قسم کھائی جاتی ہے اس کو مقسم علیہ کہتے ہیں یہاں مقسم بہ وہ قرآن ہے جو عربی زبان میں سارا کا سارا پہلے لوح محفوظ سے اول آسمان پر اور پھر حسب ضرورت تھوڑا تھوڑا وہاں سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تاکہ لوگ اس کے موافق عمل کر کے اپنی عقبیٰ درست کریں نسائی مستدرک[3] حاکم بیہقی وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کی صحیح روایتیں ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ شب قدر میں ایک دفعہ سارا قرآن شریف لوح محفوظ سے اول آسمان پر اترا اور پھر رفتہ رفتہ تیئس سال تک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا جس بات پر قسم کھائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہیں بنایا کیونکہ یہ قرآن ان پڑھ رسول پر اترا ہے اور باتیں اس میں ایسی غیب کی ہیں کہ کوئی پڑھا ہوا شخص بھی بغیر غیبی مدد کے وہ باتیں نہیں بتلا سکتا اس واسطے اسی قرآن کی قسم کھا کر یہ بات منکرین قرآن کو جتلائی جاتی ہے کہ یہ قرآن بلاشک اللہ کا کلام ہے لوح محفوظ اونچی اور محفوظ جگہ ہے اور قرآن اسی میں

[1] صحیح بخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ ص ۲ ج ۱۔ [2] صحیح مسلم باب الاسراء برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۹۲ ج ۱۔ و صحیح بخاری باب کیف فرضت الصلاۃ ص ۵۰ ج ۱۔ [3] فتح القدیر ص ۶۰۴ ج ۵۔

يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَلَئِنْ

ٹھٹھا نہیں کرتے پھر کھپا دیئے ہم نے ان سے سخت زور والے اور چلی آتی ہے حقیقت پہلوں کی اور اگر

سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝

تو ان سے پوچھے کس نے بنائے آسمان و زمین تو کہیں بنائے اس زبردست خبردار نے

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝

وہی ہے جس نے بنا دی تم کو زمین بچھونا اور رکھ دیں تم کو اس میں راہیں شاید تم راہ پر آؤ

وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝

اور جس نے اتارا آسمان سے پانی ناپ کر پھر ابھارا ہم نے اس سے ایک دیس مردہ اسی طرح تم کو نکالیں گے

لکھا ہوا ہے اس لئے قرآن کو اونچا اور محکم فرمایا آگے مشرکین مکہ کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ تم لوگوں کے جھٹلانے کے سبب سے قرآن کی آیتوں کا نازل ہونا بند نہیں ہو سکتا کیونکہ علم الٰہی میں جو لوگ راہ راست پر آنے کے قابل ٹھہر چکے ہیں وہ انہیں آیتوں کی نصیحت سے راہ پر آجائیں گے رہے ان آیتوں کو مسخراپن میں اڑانے والے پہلے ایسے لوگ حال کے لوگوں سے قوت اور ثروت میں بڑھ کر پہلے انبیا کے زمانہ میں بھی تھے جو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہو گئے جن کے قصے ان لوگوں کو عبرت کے لئے سنائے جا چکے ہیں اگر یہ لوگ ان کے ڈھنگ پر ہے تو آخیر یہی انجام ان کا ہو گا اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے صحیح بخاری[1] و مسلم کی انسؓ بن مالک کی حدیث اس انجام کے ذکر میں کئی جگہ اوپر گزر چکی ہے پھر فرمایا اے رسول اللہ کے اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ آسمان اور زمین کس نے بنائے یہی جواب دیں گے کہ یہ سب کچھ اللہ صاحب قدرت اور صاحب علم نے پیدا کیا ہے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی ایک اور نشانی بیان فرمائی کہ زمین کو اس نے اونچا نیچا نہیں بنایا تاکہ لوگوں کو چلنے پھرنے میں تکلیف نہ ہو بلکہ اس کو بچھونے کی طرح برابر بنایا اسی طرح زمین کا ہلنا بند کرنے کے لئے اس میں پہاڑ جو ٹھونکے تو اس حکمت سے کہ ان پہاڑوں میں گھاٹیاں رکھیں تاکہ لوگوں کو ایک شہر سے دوسرے شہر کو جانے میں کچھ دشواری نہ پیش آئے۔

۱۱-۱۳- دنیا کی ضرورت کے موافق ہر برس موسم برسات میں اللہ تعالیٰ مینہ برساتا ہے جب کبھی ضرورت سے کم مینہ برستا ہے تو قحط پڑ جاتا ہے اور ضرورت سے زیادہ برستا ہے تو اس سے بھی ہر طرح کی پیداوار کو نقصان پہنچ جاتا ہے اسی واسطے فرمایا کہ اندازہ کے موافق اللہ تعالیٰ ہمیشہ مینہ برساتا ہے حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ مینہ کے معمولی اندازہ میں فرق پڑ کر دنیا میں رزق کی تنگی لوگوں کے گناہوں کے سبب سے ہوتی ہے چنانچہ موطا[2] میں حضرت عبداللہؓ بن عباس سے روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ بدکاری کے وبال سے عام وبا آتی ہے اور کم تولنے کے وبال سے قحط پڑتا ہے اور مسند[3] امام احمد کی حضرت ابوہریرہؓ کی روایت اوپر گزر چکی ہے کہ مینہ برسنے میں زیادہ کڑک اور چمک بھی لوگوں کے گناہوں کے سبب سے ہوتی ہے صحیحین[4] کی حضرت ابوہریرہؓ کی یہ حدیث بھی اوپر گزر چکی ہے کہ جس طرح اب مینہ سے اناج پیدا ہوتا ہے اسی طرح حشر کے دن ایک مینہ برسے گا

[1] صحیح بخاری باب قتل ابی جہل ص ۵۶۶ ج ۲۔ [2] بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب فی تغیر الناس الفصل الثالث ص ۴۵۹۔
[3] تفسیر ابن کثیر ص ۵۰۵ ج ۲۔ [4] صحیح مسلم باب ما بین النفختین ص ۴۰۶ ج ۲ و صحیح بخاری تفسیر سورہ زمر ص ۷۱۱ ج ۲۔

وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ﴿۱۲﴾

اور جس نے بنائے سب چیز کے جوڑے اور بنا دی تم کو کشتی اور چوپائے جس پر سوار ہوتے ہو

لِتَسْتَوُوا عَلَىٰ ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ

تا چڑھ بیٹھو اس کی پیٹھ پر پھر یاد کرو اپنے رب کا احسان جب بیٹھ چکو اس پر اور کہو پاک ذات ہے

الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ﴿۱۳﴾ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوا لَهُ

وہ جس نے بس میں دیا ہمارے یہ اور ہم نہ تھے اس کے مقابل ہونے والے اور ہم کو اپنے رب کی طرف جانا ہے اور ٹھہرائی ہے انہوں نے

مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ مُّبِينٌ ﴿۱۵﴾ ع

اس کو اولاد اس کے بندوں سے تحقیق انسان بڑا ناشکر ہے صریح

ع ۱۵

جس سے لوگوں کے جسم بن کر تیار ہوں گے اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے کھیتی کو جگہ جگہ قرآن شریف میں حشر کے ساتھ تشبیہ دے کر ذکر فرمایا ہے اب آگے انسان چوپایہ ہر ایک چیز کے جوڑوں کے پیدا کرنے کا اور کشتی کے پیدا کرنے کا ذکر فرمایا کہ جو کوئی ان چوپایوں یا کشتی پر سوار ہو تو اس کو چاہیئے کہ اللہ کی اس نعمت کا شکریہ ادا کرے اور اس کی نعمت کا شکریہ یہی ہے کہ آدمی خالص دل سے اس کی عبادت کرے صحیح بخاری[1] و مسلم کے حوالہ سے معاذؓ بن جبل کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں اس حق کے ادا ہونے کے بعد بندوں کا حق اللہ پر یہ ہوگا کہ وہ اپنے بندوں کو دوزخ کے عذاب سے بچائے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو برت کر جو اس کی شکر گزاری کا حق اور اس حق کی ادائی کا جو طریقہ بندوں پر واجب ہے اس کی تفسیر اور اس کے نتیجہ کی تفسیر اس حدیث سے یہ سب کچھ اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

۱۲۔۱۵۔ صحیح مسلم[2] ابوداؤد ترمذی نسائی مستدرک حاکم اور تفسیر ابن مردویہ وغیرہ میں حضرت عبداللہؓ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سفر کے ارادہ سے سوار ہوا کرتے تھے تو یہ آیت پڑھا کرتے تھے قرطبی[3] کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خشکی میں چوپایوں پر سوار ہونے کے وقت یہ آیت اور حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں بسم اللہ مجریہا ومرسا ہا کشتی پر سوار ہونے کے وقت سکھائیں چوپائے اور کشتی کی سواری خوفناک چیز ہے اور کبھی کبھی یہی سواری آدمی کے ہلاک ہو جانے کا سبب پڑ جاتی ہے اب شرعی تعلیم کے موافق جو شخص خشکی تری کی سواری کے وقت ان آیتوں کو پڑھے گا تو گویا موت کے سبب کے وقت بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ شمار کیا جائے گا بعضے مفسروں نے سوار ہونے کے وقت ان آیتوں کا مطلب دل میں تصور کرنا کافی بتلایا ہے لیکن صحیح طریقہ یہی ہے کہ ان آیتوں کو زبان سے پڑھنا اور ان کے مطلب کو دل میں خیال کرنا چاہیئے حضرت عبداللہؓ[4] بن عباس کے صحیح قول کے موافق وماکنالہ مقرنین کی تفسیر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے چوپایوں اور کشتی کو ہمارے قابو میں کر دیا ہے ورنہ ہم میں ہرگز یہ طاقت نہیں تھی کہ ہم ان چیزوں کو اپنے قابو میں کر سکتے وانا الی ربنا لمنقلبون کی تفسیر حافظ ابو جعفر[5] ابن جریر نے اپنی تفسیر میں وہی قرار دی ہے جو معنی شاہ صاحب نے اردو فائدہ میں لکھے ہیں کہ دنیا کے سفر سے آخرت کے سفر کا دھیان کرنا چاہیئے

[1] صحیح مسلم باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ ص ۴۴ ج ۱ [2] تفسیر فتح القدیر ص ۵۳۵ ج ۲ ۔ [3] تفسیر طبری ص ۵۴ پارہ ۲۵ [4] تفسیر الدر المنثور ص ۱۴ ج ۶ [5] تفسیر طبری ص ۵۴ پارہ ۲۵۔

أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَّأَصْفَاكُم بِالْبَنِينَ ﴿١٦﴾ وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَٰنِ

کیا رکھ لیں اپنی پیدائش میں سے بیٹیاں اور تم کو دے چن کر بیٹے اور جب اُن میں کسی کو خوشخبری ملی اس چیز کی جو رحمٰن

مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيمٌ ﴿١٧﴾ أَوَمَن يُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ

پر نام دھرا سارے دن رہے اس کا منہ سیاہ اور وہ دل میں گھٹ رہا اور ایسا شخص کہ پلتا رہے گہنے میں اور جھگڑے میں بات

غَيْرُ مُبِينٍ ﴿١٨﴾ وَجَعَلُوا الْمَلَائِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمَٰنِ إِنَاثًا ۚ أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ۚ

نہ کہہ سکے اور ٹھہرایا فرشتوں کو جو بندے ہیں رحمٰن کے عورت کیا دیکھتے تھے اُن کا بننا

سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ﴿١٩﴾ وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمَٰنُ مَا عَبَدْنَاهُم ۗ مَّا لَهُم بِذَٰلِكَ

اب لکھ رکھیں گے ان کی گواہی اور اُن سے پوچھ ہوگی اور کہتے ہیں اگر چاہتا رحمٰن ہم نہ پوجتے اُن کو کچھ خبر نہیں

مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا مِّن قَبْلِهِ فَهُم بِهِ مُسْتَمْسِكُونَ ﴿٢١﴾

اُن کو اس کی یہ سب اٹکلیں دوڑاتے ہیں کیا ہم نے کوئی کتاب دی ہے اُن کو اس سے پہلے سو یہ اس پر مضبوط ہیں

بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَّإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ ﴿٢٢﴾ وَكَذَٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا

بلکہ کہتے ہیں ہم نے پائے اپنے باپ دادا ایک راہ پر اور ہم انہیں کے قدموں پر ہیں راہ پاتے اور اسی طرح جو بھیجا ہم نے

کہ اب آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تو انسان پر یہ احسانات کئے کہ انسان کو اور اس کی ضرورت کی چیزوں کو پیدا کیا لیکن انسان ایسا ناشکر ہے کہ اس نے بجائے ان نعمتوں کی شکر گذاری کے یہ ناشکری کی کہ بغیر کسی سند کے اللہ کو صاحب اولاد ٹھہرایا۔

۱۶۔ ۲۰۔ مشرکین مکہ نے بت پرستی کے کفر میں یہ کفر جمع کئے تھے ایک تو اللہ تعالیٰ کو صاحب اولاد ٹھہرایا تھا دوسرے اولاد کی قسم میں لڑکیوں کو خود اپنے حق میں اچھا نہیں جانتے تھے اور اللہ کی طرف اس کو منسوب کرتے تھے تیسرے بغیر جانے بوجھے غیب کی باتوں میں دخل دیتے تھے کہ فرشتے مرد نہیں عورتیں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں طرح طرح سے ان مشرکوں کو قائل کیا ہے پہلے فرمایا کہ کیا اللہ نے تم کو تو بیٹے دیئے اور اپنی ذات کے لئے بیٹیاں چھانٹیں خود تمہارا تو یہ حال ہے کہ لڑکی کے پیدا ہونے کی خبر سن کر منہ بنا لیتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف لڑکیوں کو نسبت دیتے ہو پھر فرمایا کہ لڑکی کی ذات جو گہنے پاتے میں پلے اور کام پڑے پر جس کے منہ سے پوری بات بھی نہ نکل سکے ایسی چیز کو اللہ کی طرف منسوب کرتے ہو تفسیر قتادہ[1] میں عورتوں کی یہ ایک جبلی بات بیان کی گئی ہے کہ عورت جب کسی کو الزام لگانے کی غرض سے کوئی بات کہتی ہے تو اس طرح کی الٹی تقریر کرتی ہے کہ جس سے خود اسی پر الزام آتا ہے آخر کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ اے رسول اللہ کے ان مشرکوں سے یہ تو پوچھو کہ جس وقت اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا اس وقت یہ مشرک لوگ کیا وہاں آسمان پر موجود تھے انھوں نے دیکھا ہے کہ اللہ کے فرشتے مرد نہیں عورتیں ہیں یا اللہ نے ان مشرکوں پر کوئی کتاب آسمان سے اتاری ہے جس میں لکھا ہے کہ اللہ کے فرشتے عورتیں ہیں پھر فرمایا کہ نہ فرشتوں کی پیدائش کے وقت یہ مشرک موجود تھے نہ قرآن شریف سے پہلے کوئی کتاب اللہ تعالیٰ نے ان پر اتاری ہے بلکہ اپنے بڑوں سے جو کچھ انھوں نے سنا ہے وہی کہتے ہیں اور جو کچھ انھوں نے اپنے بڑوں کو کرتے دیکھا ہے وہی کرتے ہیں اس واسطے سوا اس کے یہ لوگ اور کچھ

[1] تفسیر الدر المنثور ص ۱۵ ج ۶۔

مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا

تجھ سے پہلے ڈر سنانے والا کسی گاؤں میں سو کہنے لگے وہاں کے آسودہ لوگ ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر اور ہم

عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْٓا

انہیں کے قدموں پر چلتے ہیں وہ بولا اور جو میں لادوں تم کو اس سے زیادہ سوجھ کی راہ جس پر تم نے پائے اپنے باپ دادے تو بھی

اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾

کہنے لگے ہم کو تمہارے ہاتھ بھیجا نہ ماننا پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا سو دیکھ کیسا ہوا آخر جھٹلانے والوں کا

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ

اور جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو اور اس کی قوم کو میں الگ ہوں ان چیزوں سے جن کو پوجتے ہو مگر جس نے مجھ کو بنایا سو وہ

سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَ

مجھ کو راہ دے گا اور یہی بات پیچھے چھوڑ گیا اپنی اولاد میں شاید وہ رجوع رہیں کوئی نہیں پر میں نے برتنے دیا ان کو اور

اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾

ان کے باپ دادوں کو یہاں تک کہ پہنچا ان کو دین سچا اور رسول کھول سنانے والا اور جب پہنچا ان کو سچا دین کہنے لگے یہ جادو ہے اور ہم اس کو نہ مانیں گے

جواب ہی نہیں دے سکتے کہ ہم اپنے بڑوں کی چال چلن پر ہیں اور یہ بات کچھ نئی نہیں ہے جب سے دنیا میں شرک پھیلا ہے اور بت پرستی کی رسم پڑی ہے پچھلے لوگ بھی یہی کہتے آئے ہیں کہ بت پرستی اللہ کے ارادہ کے موافق نہ ہوتی تو ہم اور ہمارے بڑے اس بت پرستی پر کیوں جمے رہتے اور یہی کہہ کر اللہ کے رسولوں کو جھٹلاتے رہے ہیں اور جس طرح اب ان مشرکوں کو سمجھایا جاتا ہے اسی طرح ان کو بھی طرح طرح سے سمجھایا گیا کہ بت پرستی اللہ کو ناپسند نہ ہوتی تو مثلاً قوم ثمود سے پہلے قوم نوح اور قوم عاد پر عذاب کیوں آتا اور جب وہ سمجھانے سے نہ مانے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کا ان سے بدلہ لے لیا اور طرح طرح کے عذابوں سے ان کو غارت کر دیا اگر یہ لوگ سمجھانے سے نہ مانیں گے تو آخیر یہی انجام ان کا ہو گا اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے اس وعدے کا جو ظہور بدر کی لڑائی کے وقت ہوا صحیح بخاری[1] و مسلم کی انس بن مالک کی روایت سے اس کا ذکر جگہ جگہ گزر چکا ہے آگے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ذکر فرما کر یوں ان مشرکوں کو قائل کیا کہ یہ مشرک اپنے آپ کو ملت ابراہیمی پر بتلاتے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا بڑا گنتے ہیں کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ اس بت پرستی کے سبب سے حضرت ابراہیم اپنے باپ اپنی ساری قوم کے دشمن ہو گئے اگر یہ مشرک اپنے بڑوں کی چال پر چلتے ہیں تو اپنے بڑوں کے بڑے حضرت ابراہیمؑ کی چال پر کیوں نہیں چلتے پھر فرمایا بات یہ ہے عمرو بن لحی کے زمانہ سے جو دین ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام بگڑا اور مکہ میں بت پرستی کی رسم پھیلی اس وقت سے نبی آخر الزمان کے عہد تک اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کو اور ان کی چند پشتوں کو باوجود بت پرستی کے اس حکمت سے ان کے حال پر چھوڑ رکھا تھا کہ نبی آخر الزمان کی ہدایت سے یہ مکہ کے لوگ اپنے قدیم بزرگوں کی طرح ملت ابراہیمی پر قائم ہو جائیں اور چند پشت سے انھوں نے خانہ خدا میں بت پرستی جو پھیلا رکھی ہے وہ دور ہو جائے لیکن ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ اللہ کے کلام کو جادو اور اللہ

[1] صحیح بخاری باب قتل ابی جہل ص ۵۶۶ ج ۲۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ﴿٣١﴾ أَهُمْ يَقْسِمُونَ

اور کہتے ہیں کیوں نہ اترا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو بستیوں کے کیا وہ بانٹتے ہیں

رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ

تیری رب کی مہر ہم نے بانٹی ہے ان میں روزی ان کی دنیا کے جیتے اور اونچے کیے

بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٣٢﴾

درجے ایک کے ایک پر کہ ٹھہراتا ہے ایک دوسرے کو کمیرا اور تیرے رب کی مہر بہتر ہے ان چیزوں سے جو سمیٹتے ہیں

وَلَوْلَا أَن يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِالرَّحْمَٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِّن

اور اگر یہ نہ ہوتا کہ لوگ ہو جاتے ایک دین پر تو ہم دیتے اُن کو جو منکر ہیں رحمٰن سے ان کے گھروں کو چھت

کے رسول کو جادوگر بتلاتے ہیں عمرو بن لحی جس کا ذکر اس آیت کی تفسیر میں آیا ہے یہ وہی شخص ہے جس کو صحیح حدیثوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی شخص نے ملت ابراہیمی کو بگاڑا اس نے شام کے ملک سے اور جدہ سے بت لا کر مکہ میں بت پرستی پھیلائی اسی کو دوزخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ وہ آگ میں جل رہا تھا اور اپنی انتڑیاں آگ میں کھینچے کھینچے پھرتا تھا۔ صحیح بخاری[1] و مسلم میں حضرت عائشہ اور ابوہریرہؓ سے روایتیں ہیں ان میں یہ ذکر تفصیل سے ہے کہ عمرو بن لحی کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ میں جلتے اور اپنی انتڑیاں آگ میں کھینچے کھینچے پھرتے ہوئے دیکھا اسی ذکر میں آپ نے یہ بھی فرمایا یہ وہی شخص ہے جس نے ملت ابراہیمی کو بگاڑا اور مکہ میں بت پرستی پھیلائی۔

۳۱-۳۵- جب قریش ان باتوں میں بالکل لاجواب ہو گئے کہ جس طریقے پر وہ تھے وہ طریقہ ملت ابراہیمی کے سرتاپا مخالف ہے عمرو بن لحی کے زمانہ سے بت پرستی اور بتوں کے نام پر جانوروں کا چھوڑنا یہ سب کفر کی رسمیں جاری ہو کر ملت ابراہیمی کی کوئی بات ان لوگوں میں باقی نہیں رہی تو لاجواب اور قائل ہونے کے بعد قریش نے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ ہم لوگ مالدار اور عزت دار ہیں اس واسطے کسی مالدار شخص کو جیسا کہ مثلاً مکہ میں ولیدؓ بن مغیرہ اور طائف میں عروہؓ بن مسعود ہے ایسے لوگوں کو ہم اپنا سرگروہ بنانا چاہتے ہیں اس لئے یہ قرآن جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترتا ہے ولید یا عروہ جیسے کسی مالدار شخص پر نازل ہوتا تو خوب ہوتا اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں کئی طرح دیا ہے ایک تو یہ کہ ان لوگوں کو کس نے مختار بنایا ہے جو یہ اللہ کی رحمت کے حصے اپنی غرض کے موافق لگا رہے ہیں۔ اللہ نے اپنی حکمت کے موافق جس شخص کو نبوت کے قابل پایا اس کو نبوت عطا کی ان لوگوں کو اللہ کی حکمت میں کیا دخل ہے جو یہ لوگ اپنی رائے لگاتے ہیں دوسرا جواب یہ کہ دنیا میں کسی کو مالدار اور کسی کو مفلس کر دینا جس طرح خدا کے ہاتھ ہے انسان کی تدبیر کو اس میں کچھ دخل نہیں ہزاروں اہل تدبیر اور اہل ہنر روٹی سے محتاج ہیں اور ہزاروں بے عقل اور بے ہنر مالدار ہیں اسی طرح یہ بھی اللہ کے ہاتھ ہے کہ جس کو چاہے وہ نبی قرار دے اور جس کو چاہے امت بندوں کو نہ اللہ کی حکمت کا پورا علم ہے نہ ان کو اللہ کی حکمت میں کچھ دخل دینے کا حق حاصل ہے تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا کی مالداری کو بڑی چیز خیال کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی مالداری ایسی حقیر چیز ہے کہ کافروں کو زیادہ حق

[1] صحیح بخاری تفسیر سورۃ مائدہ- ص ۶۶۵ ج ۲-

فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِئُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَزُخْرُفًا ؕ

روپے کی اور سیڑھیاں جن پر چڑھیں اور ان کے گھروں کو دروازے اور تخت جن پر تکیہ لگا بیٹھیں اور سونے کے

وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۵﴾ ع وَمَنْ

اور یہ سب کچھ نہیں مگر برتنا دنیا کے جیتے اور پچھلا گھر تیرے رب کے یہاں انہیں کو ہے جو ڈر رکھیں اور جو کوئی

ع ۳ ۱۰ ۹

يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ

آنکھیں چرا دے رحمٰن کی یاد سے ہم اس پر تعین کریں ایک شیطان پھر وہ رہے اس کا ساتھی اور وہ ان کو روکتے ہیں

عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ

راہ سے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم راہ پر ہیں یہاں تک کہ جب آوے ہم پاس کہے کسی طرح مجھ میں اور تجھ میں

مالداری دیکھ کر دین دار لوگوں کے بگڑ جانے کا نتیجہ پیش نظر نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کافروں کا گھر بار سونے چاندی سے بھر دیتا لیکن نہ دنیا کو قیام ہے نہ اس کی مالداری کو اس واسطے نافرمان لوگوں کو جو کچھ دیا گیا ہے چھوڑ جانے کے لئے وہی بہت ہے، غرض محض دنیا کا انتظام چلنے کے لیے کسی کو اللہ نے روپیہ پیسہ دیا ہے اور کسی کو روپیہ پیسے کا حاجت مند کیا ہے تاکہ ایک کا کام دوسرے سے چلتا ہے ورنہ دنیا کی مالداری اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی عزت کی چیز نہیں ہے۔ دنیا کی حقارت کا ذکر جو ان آیتوں میں ہے اس کی تفسیر چند صحیح حدیثوں میں ہے چنانچہ ترمذی[1] اور ابن ماجہ میں سہل[رض] بن سعد سے روایت ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا کی قدر و منزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ ملتا ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے صحیح مسلم[2] کی روایت سے جابر کی حدیث مشہور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک مری ہوئی بکری کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کوڑے پر پڑے ہوئے دیکھ کر صحابہ سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کی قدر اور منزلت اس مری ہوئی بکری سے بھی کم ہے۔ صحیح ابن حبان[3] طبرانی اور مستدرک حاکم میں ابوسعید[رض] خدری رافع بن خدیج اور ابی قتادہ سے معتبر روایتیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ دین دار شخص کو دنیا سے ایسا بچاتا ہے جس طرح بیمار کو دنیا میں لوگ پانی اور کھانے کے استعمال سے بچاتے اور رکتے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ جب دنیا کی چند روزہ مالداری اور تنگ دستی کے انتظام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اختیار میں رکھا ہے تو نبوت کے انتظام کو جو اللہ کی ایک خاص رحمت کا انتظام ہے ان لوگوں کے اختیار میں کیونکر رکھا جا سکتا ہے کیونکہ نبوت کی پیروی کے طفیل سے نیک لوگوں کو جنت جو ملنے والی ہے اس کی تھوڑی سی جگہ بھی تمام دنیا سے بہتر ہے چنانچہ صحیح بخاری[4] و مسلم کے حوالہ سے انس[رض] بن مالک کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ جس قدر جگہ میں گھوڑے کا کوڑا رکھا جاتا ہے جنت کی اتنی جگہ بھی تمام دنیا سے بہتر ہے۔

۳۶-۴۱- صحیح[5] مسلم اور ترمذی میں حضرت عبداللہ[رض] بن مسعود سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک فرشتہ اور

[1] بحوالہ مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق الفصل الثانی ص ۴۴۱ [2] صحیح مسلم کتاب الزہد ج ۲ ص ۴۰۷ [3] بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب فضل الفقراء الخ الفصل الثانی ص ۴۴۸ [4] صحیح بخاری باب صحیح بخاری باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ ص ۴۶۱ ج ۱ [5] بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب ذکر اللہ والتقرب الیہ الفصل الثالث ص ۱۹۵۔

بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ

فرق ہو مشرق مغرب کا کہ کیا بُرا ساتھی ہے اور کچھ فائدہ نہیں تم کو آج کے دن جب تم ظالم ٹھہرے اس سے کہ تم

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ

مار میں شامل ہو سو کیا تو سنا دے گا بہروں کو یا سوجھا دے گا اندھوں کو اور صریح غلطی میں

مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾

بھٹکتوں کو پھر اگر کبھی ہم تجھ کو لے گئے تو ہم کو ان سے بدلہ لینا ہے

ایک شیطان تعینات ہے فرشتہ ہر وقت نیک کام کی صلاح دیتا رہتا ہے اور شیطان بُرے کام کی صلاح دیتا رہتا ہے صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جس وقت آدمی اللہ تعالیٰ کی کچھ یاد اور ذکر الٰہی کرتا ہے تو آدمی کے ساتھ جو شیطان رہتا ہے وہ آدمی کی ہم نشینی سے الگ ہو جاتا ہے اور جب آدمی یاد الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے تو وہ شیطان پھر آکر آدمی کی ہم نشینی کو مستعد ہو جاتا ہے اور طرح طرح کے وسوسے آدمی کے دل میں ڈالنے شروع کر دیتا ہے ان صحیح حدیثوں سے معلوم ہوا کہ ہر آدمی کے ساتھ جو شیطان ہے وہ سوا یاد الٰہی کے وقت میں آدمی کی ہم نشینی سے جدا نہیں رہتا اب ان صحیح حدیثوں کے موافق آیت کی تفسیر یہ ہوئی کہ جو لوگ یاد الٰہی سے غافل ہیں ان کے ساتھ کا شیطان کبھی ان کی ہم نشینی سے الگ نہیں ہوتا اور ہمیشہ ایسے لوگوں کے دل میں بُرے کاموں کے وسوسے ڈالتا رہتا ہے اور نیک کاموں سے روکتا رہتا ہے اسی واسطے باوجود اللہ کے رسول کی ہر وقت کی نصیحت اور ہر روز اللہ کا کلام نازل ہونے کے یہ مکہ کے مشرک لوگ نیک راستہ پر نہیں آتے کیونکہ یاد الٰہی اور نصیحت الٰہی سے دور رہنے کے سبب سے ان کے شیاطین ان پر ایسے غالب ہو گئے ہیں کہ ایک دم ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے اور نصیحت الٰہی سننے کی ان کو مہلت نہیں دیتے حاصل کلام یہ ہے کہ جو لوگ کبھی یاد الٰہی اور کبھی دنیا کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں ان کو فرشتے اور شیاطین دونوں کی ہم نشینی کا موقع حاصل رہتا ہے اور جو لوگ ہمیشہ یاد الٰہی سے غافل اور بے خبر رہتے ہیں شیاطین کسی وقت ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے اور ہمیشہ کے لئے خدا کی طرف سے شیطان ان کا ہم نشین قرار دیا جاتا ہے کس لئے کہ فرشتہ کی ہم نشینی کا کوئی موقع ہی ایسے لوگوں کے لیے باقی نہیں رہتا تفسیر عبدالرزاق میں جو روایتیں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کے بد لوگ جب قبروں سے اٹھیں گے اس وقت بھی ان کے شیاطین ان کے ساتھ ہوں گے پھر جب دونوں دوزخ میں داخل ہو جائیں گے تو ایک دوسرے سے بیزاری ظاہر کریں گے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا ہے پھر فرمایا شیاطین کے غلبہ کے سبب سے یہ لوگ بہرے اور اندھے ہو رہے ہیں نہ کچھ سنتے ہیں نہ کچھ دیکھتے ہیں پھر فرمایا اے رسول اللہ کے تمہاری موجودگی میں جو لوگ ان میں سے راہ راست پر نہ آئے تو بہت جلد اس غفلت کا بدلہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے لے گا ذرا وقت مقررہ آنے کی دیر ہے اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے چنانچہ مثلاً مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت میں مارے گئے اسی طرح اہل دمشق بصرہ وغیرہ حضرت عمرؓ کی خلافت میں اسلام کے تابع ہو گئے جن کی تفصیل

[1] تفسیر الدر المنثور ص ۱۷ ج ۶ و تفسیر ابن کثیر ص ۱۲۸ ج ۴۔

اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ

یا تجھ کو دکھادیں جو اُن کو وعدہ دیا ہے تو یہ ہمارے بس میں ہیں سو تو مضبوط رہ اسی پر جو تجھ کو حکم

اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْــَٔـلُوْنَ ﴿۴۴﴾

آیا تو ہے بیشک سیدھی راہ پر اور یہ مذکور رہے گا تیرا اور تیری قوم کا اور آگے تم سے پوچھ ہوگی

وَسْــَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور پوچھ دیکھ جو رسول بھیجے ہم نے پہلے تجھ سے کبھی ہم نے رکھے ہیں رحمٰن کے سوائے اور حاکم کہ پوجے جاویں

ع ۱۰

کیفیت تاریخ کی کتابوں میں ہے۔ صحیح بخاری[1] کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے کہ قوم نوح میں کے کچھ نیک لوگ مر گئے تھے جن کے مرنے کا غم قوم کے لوگوں کے دل میں بہت تھا شیطان نے قوم کے لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ ان نیک لوگوں کی شکل کے بت بنا کر رکھ لئے جائیں تاکہ ان بتوں کی نگاہ کے سامنے رہنے سے ان نیک لوگوں کی جدائی کا رنج کچھ کم ہو جائے۔ قوم کے لوگوں نے اس وسوسہ کے موافق عمل کیا اور پھر چند پشت کے بعد شیطان نے ان بتوں کی پوجا دنیا میں پھیلا دی ویحسبون انھم مھتدون کا مطلب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شیطان برے کام کا وسوسہ اس ڈھنگ سے لوگوں کے دل میں ڈالتا ہے کہ اس کام کی برائی لوگوں کو نظر نہیں آتی عربی کے محاورہ میں ایک چیز کو دوسری چیز کا تابع ٹھہرا کر بولتے ہیں مثلاً والد اور والدہ کو ملا کر والدین کہتے ہیں بعد المشرقین اس محاورہ کے موافق مشرق اور مغرب کو کہا گیا ہے بھکنے والے اور بھکانے والے دونوں ایک جگہ دوزخ میں رہیں گے اس لئے فرمایا کہ آج کے دن کی بیزاری اور بعد المشرقین کی تمنا سے کچھ فائدہ نہیں۔

۴۲۔۴۵۔ اللہ پاک نے اس سے پہلے کی آیت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ یا تمہاری وفات کے بعد ضرور ہم کافروں پر عذاب نازل کریں گے اور بدلہ لیں گے اور یا تمہاری حیات میں وہ عذاب جس کا ہم نے وعدہ کیا ہے دکھا دیں گے دونوں باتوں پر ہم قدرت رکھتے ہیں اوپر کی آیت کے وعدہ کا جو کچھ ظہور صحابہ کے زمانہ میں ہوا اس کا مختصر ذکر تو اوپر کی آیت کی تفسیر میں گزر چکا ہے بدر کی فتح سے لے کر اللہ کے رسول کی حیات تک جو فتوحات ہوئیں وہ قصے اس دوسرے وعدہ کے ظہور کی گویا تفسیر ہیں اب آگے فرمایا اے رسول اللہ کے تم کسی کے جھٹلانے کی کچھ پرواہ نہ کرو اور قرآن کی نصیحت پر مضبوطی سے قائم رہو اب تو یہ قریش قرآن کو جھٹلاتے ہیں پھر اسی قوم میں ایسے لوگ ہوں گے جو قرآن کی پیروی کے سبب سے بڑی عزت حاصل کریں گے اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خلافت سے لے کر عباسیہ خلافت کے عروج کے زمانہ تک اس وعدہ کا ظہور ہوا تاریخ الخلفا کے دیکھنے سے اس کا حال معلوم ہو سکتا ہے پھر جس قدر قرآن کی پیروی قوم سے اٹھتی گئی اسی قدر عزت بھی گھٹتی گئی اسی واسطے فرمایا جن لوگوں نے قرآن کی پیروی میں خلل ڈالا ان سے قیامت کے دن اس کی پوچھ ہوگی قریش کو یہ عزت اسی سبب سے حاصل ہوئی کہ اللہ کے رسول امی

[1] صحیح بخاری باب ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا۔ ص ۷۳۲ ج ۲۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىٕهٖ فَقَالَ اِنِّىْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۶﴾

اور ہم نے بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں پاس تو کہا میں بھیجا ہوں جہان کے صاحب کا

فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِىَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا

پھر جب لایا اُن پاس ہماری نشانیاں وُہ تو لگے اُن پہ ہنسنے اور جو دکھاتے گئے ہم اُن کو نشانی سو دوسرے سے بڑی

وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ

اور پکڑا ہم نے ان کو تکلیف میں شاید وُہ باز آویں اور کہنے لگے اے جادوگر پکار ہمارے واسطے اپنے رب کو جیسا سکھا رکھا ہے

اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنَادٰى فِرْعَوْنُ فِىْ قَوْمِهٖ

تجھ کو ہم مقرر راہ پہ آویں گے پھر جب اٹھالی ہم نے اُن پر سے تکلیف تبھی وہ وعدہ توڑ ڈالتے اور پکارا فرعون نے اپنی قوم میں

قوم میں سے ہوئے جس سے قرآن شریف قریش کی زبان میں نازل ہوا مشرکین مکہ کہتے تھے کہ کسی پچھلے دین میں خالص ایک اللہ کی عبادت ہم نے تو نہیں سنی چنانچہ سورۃ ص میں اس کا ذکر گزر چکا ہے[1] ان لوگوں کے قائل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ ان لوگوں نے خالص ایک اللہ کی عبادت کسی پچھلے دین میں نہیں سنی تو پچھلے دین والے اہل کتاب جو موجود ہیں ان سے پوچھا جائے کہ کیا کسی پچھلے دین میں ان مشرکوں کی بت پرستی کا بھی کہیں کچھ پتہ ہے آگے اسی ذکر کو سچا کرنے کے لئے فرعون کے قصہ کا حوالہ دیا تاکہ قریش کو معلوم ہو جائے کہ پچھلے زمانہ میں خالص ایک اللہ کی عبادت کے انکار سے فرعون اور اس کی قوم کا کیا انجام ہوا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ بھی اسی انکار پر اڑے رہے تو یہی انجام ان کا ہوگا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے اس انکار پر بڑے بڑے اڑے رہنے والوں کا جو انجام بدر کی لڑائی کے وقت ہوا صحیح بخاری و مسلم کی انسؓ بن مالک کی حدیث کے حوالہ سے اس کا تذکرہ کئی جگہ گزر چکا ہے۔

۴۶۔۵۶۔ اوپر اس بات کا ذکر گزر چکا ہے کہ قرآن شریف میں جگہ جگہ پچھلے انبیا اور پچھلی امتوں کا جو تذکرہ آتا ہے اس تذکرہ سے ہر ایک مقام پر ایک خاص اور نیا فائدہ منظور ہوتا ہے۔ چنانچہ ان آیتوں میں اللہ نے یہ فرمایا تھا کہ قریش اگر اپنی غفلت اور نافرمانی سے باز نہ آئیں گے تو بہت جلد اللہ تعالیٰ ان سے ان کی غفلت اور نافرمانی کا بدلہ لے گا ان آیتوں میں پچھلی قوموں میں سب سے اخیر فرعون اور اس کی قوم کو جو اللہ تعالیٰ نے نافرمانی کے بدلہ میں ہلاک کیا تھا اس کا ذکر فرمایا تاکہ قریش کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کے بدلہ لینے کا وقت مقررہ آجاتا ہے تو فوج حکومت ثروت کوئی چیز کام نہیں آتی فرعون کے پاس لاکھوں فوج تھی اور حکومت اور ثروت ایسی تھی کہ جس کا دنیا میں شہرہ تھا اس حکومت اس ثروت پر ایک دم میں پانی پھر گیا اور نہایت ذلت اور خرابی سے سب کے سب غرق ہو گئے قریش کے پاس فوج ہے نہ ان کی وہ حکومت نہ وہ ثروت پھر یہ کس برتے پر اللہ تعالیٰ کے رسول کی نافرمانی کرتے ہیں۔ بہت قریب زمانہ گزرا کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے نافرمان لوگ باوجود اس ثروت اور حکومت کے جو اس طرح ذلت اور خواری سے نیست اور نابود ہو گئے ان کا حال یاد کر کے قریش کو ذرا خواب غفلت سے بیدار ہونا چاہیئے چنانچہ اسی فائدہ کے لئے فرعون اور اس کے ساتھیوں کے

[1] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۱۶۹۔

قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (۵۱) اَمْ

بولا اے قوم میری بھلا مجھ کو نہیں حکومت مصر کی اور نہریں چلتی ہیں میرے نیچے کیا تم نہیں دیکھتے بھلا

اَنَا خَیْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ ۙ وَّ لَا یَكَادُ یُبِیْنُ (۵۲) فَلَوْلَاۤ اُلْقِیَ عَلَیْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ

میں ہوں بہتر اس شخص سے جس کو عزت نہیں اور صاف نہیں بول سکتا پھر کیوں نہ آپڑے اس پر کنگن

ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِیْنَ (۵۳) فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا

سونے کے یا آتے اس کے ساتھ فرشتے پرا باندھ کر پھر عقل کھو دی اپنی قوم کی پھر اسی کا کہا مانا مقرر وہ تھے لوگ

فٰسِقِیْنَ (۵۴) فَلَمَّاۤ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِیْنَ (۵۵) فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا

بے حکم پھر جب ہم کو بھی جھنجھلا دلائی تو ہم نے ان سے بدلہ لیا پھر ڈبو دیا ان سب کو پھر کر ڈالا ان کو گئے گزرے اور کہاوت

لِّلْاٰخِرِیْنَ (۵۶) ع وَ لَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ یَصِدُّوْنَ (۵۷) وَ قَالُوْۤا ءَاٰلِهَتُنَا خَیْرٌ

پچھلوں کے واسطے اور جب کہاوت لائے مریم کے بیٹے کو تبھی قوم تیری لگتے ہیں اس سے چلانے اور کہتے ہیں ہمارے ٹھاکر بہتر ہیں

اَمْ هُوَ ؕ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ (۵۸) اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ

یا وہ یہ نام جو دھرتے ہیں تجھ پر سب جھگڑنے کو بلکہ یہ لوگ ہیں جھگڑالو وہ کیا ہے ایک بندہ ہے کہ ہم نے اس پر فضل کیا

غرق ہو جانے کا ذکر فرما کر اخیر کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فجعلنٰھم سلفا ومثلا للاٰخرین حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اے رسول اللہ کے جس طرح قریش کی ہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے تم کو رسول بنا کر بھیجا ہے اسی طرح فرعون اور اس کی قوم کی ہدایت کے لئے موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا گیا تھا اور جس طرح قریش تمہاری نصیحت کو مسخراپن میں اڑاتے ہیں اسی طرح فرعون اور اس کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت کو مسخراپن میں اڑایا۔ قحط پیداوار کا نقصان طوفان ٹڈیاں مینڈکوں کی طرح طرح کی آفتوں میں اگرچہ فرعون اور اس کی قوم کو پکڑا گیا لیکن ہر آفت کے وقت فرمانبرداری کا عہد کر کے آفت کے ٹل جانے کے بعد وہ لوگ اپنے عہد پر قائم نہ رہے۔ فرعون نے اپنی فارغ البالی اور موسیٰ علیہ السلام کی تنگ دستی جتا کر اپنی قوم کو یہ دھوکا دیا کہ ایسا تنگ دست شخص اللہ کا رسول نہیں ہو سکتا ان لوگوں کی ایسی باتوں پر جب اللہ تعالیٰ کو غصہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو دریائے قلزم میں ڈبو کر ہلاک کر دیا جس کے ڈوبنے کا قصہ اوروں کے لئے عبرت کی نشانی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے[1] کہ اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو راہ راست پر آنے کی مہلت دیتا ہے جب مہلت کے زمانہ میں وہ لوگ راہ راست پر نہیں آتے تو پھر ان کو بالکل برباد کر دیتا ہے۔ اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کو پوری مہلت دی اور اس مہلت کے زمانہ میں چھوٹے چھوٹے عذاب بھیج کر ان لوگوں کو ڈرایا لیکن جب یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو ایک دفعہ ہی ان کو بڑے عذاب میں پکڑ لیا اور دریائے قلزم میں ڈبو کر سب کو ہلاک کر دیا۔

۵۷-۶۰۔ مسند امام احمدؒ اور طبرانیؒ وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے[2] جو شان نزول ان آیتوں کی بیان کی

[1] بخاری شریف باب وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ الآیۃ ص ۶۷۸ ج ۲۔ [2] تفسیر الدر المنثور ص ۲۰ ج ۶۔

وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓىِٕكَةً فِی الْاَرْضِ یَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾

اور کھڑا کیا بنی اسرائیل کے واسطے اور اگر ہم چاہیں نکالیں تم میں سے فرشتے رہیں زمین میں تمہاری جگہ

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۶۱﴾

اور وہ نشان ہے اس گھڑی کا سو اس میں دھوکا نہ کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے

گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز سورۃ الانبیا کی آیت انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم کے موافق یہ فرمایا کہ مشرک جن چیزوں کو پوجتے ہیں وہ اور مشرک دونوں قیامت کے دن دوزخ میں جھونکے جائیں گے اس پر عبداللہؓ بن زبعری ایک شخص نے یہ کہا کہ نصاریٰ لوگ حضرت عیسیٰ کو پوجتے ہیں اور تم عیسیٰ کو نبی اور ہمارے بتوں سے ضرور اچھا گنتے ہوں گے اس لئے جو حال ہمارے بتوں کا ہوگا وہی حال حضرت عیسیٰ کا ہوگا عبداللہؓ بن زبعری کے اس جواب کو مشرک لوگوں نے بڑا شافی جواب جانا اور سب خوش ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے ان بندوں میں ہیں جن پر اللہ نے اپنا فضل کیا ہے یہ مشرک جن شیاطینوں کی پوجا کرتے ہیں وہ شیاطین مشرکوں کی پوجا سے خوش ہیں اور جو لوگ حضرت عیسیٰ کی پوجا کرتے ہیں حضرت عیسیٰ ان کی صورت سے بیزار ہیں اس لئے ان مشرکوں نے حضرت عیسیٰ کی مثال شیاطینوں سے جو ملائی ہے وہ بالکل غلط ہے ان آیتوں میں یہ جو فرمایا کہ حضرت عیسیٰ قیامت کی ایک نشانی ہیں اس کی تفسیر بعضے مفسروں نے اگرچہ یہ قرار دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو جو زندہ کرتے تھے یہ ان کا معجزہ ایک قیامت کی نشانی تھا کیونکہ جس طرح وہ مردوں کو زندہ کرتے تھے اسی طرح قیامت کے دن مردے زندہ ہوں گے لیکن صحیح تفسیر وہی ہے جس کا ذکر صحیح[۱] وغیرہ میں ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر آئیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اسی واسطے ان کو قیامت کی نشانی فرمایا ہے۔

اس شان نزول کی حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کی سند میں ایک راوی عاصمؒ بن بہدلہ کو اگرچہ نسائی دارقطنی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے لیکن امام احمد اور ابوزرعہ نے عاصم کو ثقہ قرار دیا ہے اور ابوحاتم نے بھی ان عاصم کو معتبر ٹھہرایا ہے سات قاری جو مشہور ہیں ان میں یہ ایک عاصم بھی ہیں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ان ہی عاصم کی قرأت کے موافق قرآن شریف پڑھا کرتے تھے حاصل کلام یہ ہے کہ یہ شان نزول کی روایت معتبر ہے۔ یہ عبداللہؓ بن زبعری قریش کے مشہور شاعروں میں ہیں اسلام لانے سے پہلے اسلام کی اکثر ہجو کیا کرتے تھے لیکن فتح مکہ کے بعد اسلام میں داخل ہو گئے سورۃ الانبیا کی آیت میں خاص مشرکین مکہ کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا تھا کہ تم اور تمہارے بت قیامت کے دن دوزخ کا ایندھن قرار دیئے جائیں گے آیت کے اس مضمون میں عیسیٰ علیہ السلام کو شامل کرنا زبردستی کا ایک جھگڑا تھا اسی واسطے عبداللہ بن زبعری اور ان کے ساتھیوں کو جھگڑالو فرمایا۔ مشرکین مکہ فرشتوں کی مورتوں کو پوجنے کا بڑا فخر کرتے تھے اس کے جواب میں فرمایا کہ آسمان پر رہنے سے فرشتے معبود نہیں ہو سکتے۔ اگر اللہ چاہے تو بنی آدم کی طرح فرشتوں کو زمین

[۱] صحیح مسلم باب نزول عیسیٰ بن مریم۔ الخ ص ۸۷ ج ۱۔

وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ إِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٦٢﴾ وَلَمَّا جَآءَ عِيسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ

اور نہ روکے تم کو شیطان وہ تمہارا دشمن ہے صریح اور جب آیا عیسیٰ نشانیاں لے کر بولا

قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلِفُونَ فِيهِ ۖ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُونِ ﴿٦٣﴾

میں لایا ہوں تمہارے پاس پکی باتیں اور بتانے کو بعضی چیز جس میں تم جھگڑتے تھے سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو

إِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ

بیشک اللہ جو ہے وہی ہے رب میرا اور رب تمہارا اسی کی بندگی کرو یہ ایک سیدھی راہ ہے پھر پھٹ گئے کتنے فرقے ان کے بیچ

پہنچادیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کو قیامت کی نشانی فرما کر فرمایا اے رسول اللہ کے ان لوگوں سے کہہ دیا جائے کہ اس دن کی آفتوں سے بچنے کے لئے خالص اللہ کی عبادت کا سیدھا راستہ جو تم لوگوں کو بتلایا جاتا ہے وہ راستہ چلو کیونکہ قیامت کے آنے میں تم لوگوں کو شیطان نے دھوکا دے رکھا ہے اس دھوکے سے قیامت کا آنا ٹل نہیں سکتا اصل قیامت تو اپنے وقت پر آئے گی لیکن جس طرح تمہارے بڑے بوڑھے مر گئے اسی طرح تم بھی مر جاؤ گے اور مرنے کے ساتھ ہی تم میں سے ہر شخص کی قیامت کا نتیجہ اس کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا جس نتیجہ کو دیکھ کر پھر پچھتانے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا مسند امام احمد[1] کے حوالہ سے حضرت عائشہ کی صحیح حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ منکر نکیر کے سوال کے بعد اچھے لوگوں کو جنت کا اور برے لوگوں کو دوزخ کا ٹھکانا دکھا کر فرشتے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس ٹھکانے میں رہنے کے لئے ہر شخص کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی ہر شخص کا قیامت کا نتیجہ اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

۶۲۔۶۷۔ اوپر عیسیٰ علیہ السلام کے زمین پر آنے کو قیامت کی نشانی فرما کر یہ فرمایا تھا کہ قیامت ایک دن ضرور آنے والی ہے ان آیتوں میں فرمایا آدم علیہ السلام کے قصہ سے یہ تو تمام بنی آدم کو معلوم ہو چکا ہے کہ شیطان بنی آدم کا قدیمی کھلا کھلا دشمن ہے وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو قسم کھا چکا ہے کہ جہاں تک اس سے ہو سکے گا وہ ہر طرح بنی آدم کو نیک راستہ سے روکے گا مسند امام احمد[2] اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے ابو سعید خدری کی معتبر روایت ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو شیطان بنی آدم کو ہر طرح سے بہکانے اور نیک راستہ سے روکنے کی قسم کھا چکا ہے۔ یہ حدیث گویا اس بات کی تفسیر ہے کہ شیطان بنی آدم کا ایسا کھلا دشمن ہے کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو قسم کھا کر وہ اس دشمنی کا اقرار کر چکا ہے اب بنی آدم میں سے جو شخص اپنے ایسے بڑے دشمن کو دشمن نہ سمجھے اور اس دشمن کے کہنے میں آجائے وہ بڑا نادان ہے اسی واسطے فرمایا ہر شخص کو خوب ہوشیار رہنا چاہیے کہ شیطان اس کو نیک راستہ سے نہ روکے سورۃ آل عمران میں گزر چکا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یونانی حکیموں کا بڑا زور تھا اس واسطے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ کے زندہ کرنے کا اور مادر زاد اندھے کے اور کوڑھی کے اچھے کرنے کا معجزہ دیا جس سے اس وقت کے یونانی حکیم حیران ہو گئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان ہی معجزات کو نشانیاں فرمایا تفسیر سدی میں جو سلف کے قول ہیں ان کے موافق یہاں حکمت کے معنی نبوت[3] کے ہیں تورات

[1] الترغیب والترہیب باب الترغیب فی زیارۃ الرجال القبور الخ ص ۶۹۸ ج ۴۔ [2] بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار والتوبۃ الفصل الثانی ص ۲۰۴۔ [3] تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۸ ج ۴۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ

سو خرابی ہے ان لوگوں کو آفت سے دکھ والے دن کی اب بھی راہ دیکھتے ہیں اس گھڑی کی کہ آ کھڑی ہو ان پر

بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْاَخِلَّاۗءُ يَوْمَىِٕذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۷﴾

اچانک اور ان کو خبر نہ ہو جتنے دوست ہیں اس دن دشمن ہوں گے مگر جو ہیں ڈر والے

ع ۱۱ / ۱۲

يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۶۸﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿۶۹﴾

اے بندو میرے نہ ڈر ہے تم پر آج کے دن اور نہ تم غم کھاؤ جو یقین لائے ہماری باتوں پر اور رہے حکم بردار

کے بعضے احکام میں یہود نے جو اختلاف ڈال رکھا تھا عیسیٰ علیہ السلام نے اس اختلاف کو رفع کر دیا تھا مثلاً ہفتہ کے دن کی تعظیم میں جو یہود کا اختلاف تھا عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو رفع کر کے دن کی بہت سی تعظیم کی باتوں کو کم کر دیا چنانچہ انجیل یوحنا کے پانچویں باب میں لکھا ہے کہ اس اختلاف کے رفع کر دینے پر یہود عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن ہو گئے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے یہود کے بہت سے اختلاف جو رفع کئے ان آیتوں میں اس کا ذکر ہے اب آگے عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی جو نصیحت کی ہے اس کا ذکر ہے اور یہ ذکر ہے کہ بنی اسرائیل میں سے یہود تو عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور انجیل کے بالکل منکر ہو گئے اور نصاریٰ نے ایک خدا کے کئی خدا ٹھہرا دیئے اور ایک انجیل کی کئی انجیلیں بنا دیں پھر فرمایا ایسے لوگوں کو قیامت کے دن کا انتظار کرنا چاہیے کہ اس دن یہ لوگ اپنے اعمال کا خمیازہ بھگت لیں گے قیامت کے انتظار کا یہ مطلب ہے کہ قیامت سے پہلے جو لوگ مر جائیں گے ان کی قیامت تو مرنے کے ساتھ ہی گویا قائم ہو جائے گی کیونکہ مرنے کے ساتھ ہی جنت کے قابل شخص کو جنت کا اور دوزخ کے قابل شخص کو دوزخ کا ٹھکانہ دکھا کر فرشتے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس ٹھکانہ میں رہنے کے لیے تم کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا چنانچہ مسند امام احمد[1] کے حوالہ سے حضرت عائشہ کی صحیح حدیث اس مضمون کی اوپر گزر چکی ہے۔ علاوہ ان کے آخری زمانہ میں وہ لوگ ہوں گے جو صور کی آواز سن کر مر جائیں گے جن کا ذکر صحیح مسلم[2] کی عبداللہ بن عمر کی روایت سے ایک جگہ گزر چکا ہے غرض موت کا وقت یا صور کا وقت کسی کو معلوم نہیں اس واسطے فرمایا کہ قیامت بے خبری میں اچانک آ جائے گی اب آگے قیامت کے دن کی نفسا نفسی کا ذکر فرما کر کہ اس دن خدا سے ڈرنے والی قوم کے سوا اور سب قوموں کی آپس کی دوستی دشمنی سے بدل جائے گی اب دنیا میں تو بہکنے والے اور بہکانے والے آپس میں دوست بنے ہوئے ہیں قیامت کے دن جس طرح یہ ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے اس کا ذکر سورۃ ابراہیم سورۃ سبا اور سورہ حم السجدہ میں گزر چکا ہے۔ صحیح بخاری[3] و مسلم میں ابوسعید خدری کی ایک بہت بڑی حدیث شفاعت کے باب میں ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار روزہ کے ساتھی مسلمان دوست اپنے گنہ گار دوستوں کو بڑی گہری شفاعت کے بعد عذاب دوزخ سے نجات دلوائیں گے جن سورتوں کی آیتوں کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے ان آیتوں اور ابوسعید خدری کی اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آ سکتا ہے کہ قیامت کے دن خدا سے ڈرنے والے لوگوں کے سوا اور سب لوگوں کی دوستی دشمنی سے بدل جائے گی۔

۶۸-۷۲۔ قتادہ کا قول ہے کہ قیامت کے دن نیک لوگوں سے فرشتے پکار پکار کر یہ کہیں گے جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے کہ اے

۱۔ تفسیر ہذا جلد ہذا صفحہ گذشتہ ۲۔ صحیح مسلم باب ذکر الدجال۔ ص ۴۰۳ ج ۲۔

۳۔ صحیح مسلم باب اثبات رؤیۃ المؤمنین ربہم الخ ص ۱۰۲ ج ۱۔

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿۷۰﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ

چلے جاؤ بہشت میں تم اور تمہاری عورتیں کہ تمہاری عزت کریں لیے پھرتی ہیں ان پاس رکابیاں سونے کی اور

اَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَتِلْكَ

آبخورے اور وہاں ہے جو دل چاہے اور جس سے آنکھیں آرام پاویں اور تم کو ان میں ہمیشہ رہنا اور یہ

الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۲﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۳﴾

وہی بہشت ہے جو میراث پائی تم نے بدلے ان کاموں کے جو کرتے تھے تم کو ان میں میوے ہیں بہت اُن میں سے کھاتے ہو

اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۷۴﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَمَا

البتہ جو گنہگار ہیں دوزخ کی مار میں ہیں ہمیشہ رہتے نہ ہلکی ہوتی ہے ان پر اور اسی میں پڑے ہیں ناامید اور

ایماندار بندو تم آج کے دن ہر طرح کے ڈر اور غم سے بچے ہوئے ہو تم اپنی نیک بیبیوں کو ساتھ لے کر جنت میں چلے جاؤ پھر جنتیوں کی نعمتوں کا ذکر فرمایا کہ وہاں سونے کے برتنوں میں کھانے کی چیزیں اور سونے کے آبخوروں میں پینے کی چیزیں لے کر خدمت گار حاضر اور کثرت سے طرح طرح کے میوے موجود ہوں گے اور ہر طرح کا راحت و آرام کا سامان مہیا ہوگا ابن ماجہ[1] کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی صحیح حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے واسطے ایک مکان جنت میں اور ایک دوزخ میں بنایا ہے قیامت کے دن جو لوگ ہمیشہ کے لئے دوزخی قرار پائیں گے ان کے جنت میں کے خالی مکانوں کا وارث اہل جنت کو ٹھہرا دیا جائے گا۔ آیتوں میں جنت کے جن مکانوں کو میراث کے طور پر فرمایا ہے یہ حدیث گویا اس کی تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اچھے نیک عمل لوگوں کو ان کے ذاتی مکانوں کے علاوہ ان خالی مکانوں کا بھی وارث ٹھہرایا جائے گا۔ صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے ابوسعیدؓ خدری کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے دوزخ میں چلے جانے کے بعد جنت اور دوزخ کے مابین میں موت کو ذبح کیا جا کر اہل جنت سے فرشتے پکار کر کہہ دیویں گے کہ اب تم موت سے نہ ڈرو اور راحت سے ہمیشہ جنت میں زندگی بسر کرو یہ حدیث وانتم فیہا خلدون کی گویا تفسیر ہے صحیح بخاری[3] و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایت سے حدیث قدسی ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیک لوگوں کے لیے جنت میں جو نعمتیں پیدا کی گئی ہیں وہ نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھیں نہ کانوں سے سنیں نہ کسی کے دل میں ان کا خیال گزر سکتا ہے۔ اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ قرآن اور حدیث کے ذریعہ سے جنت کی جو نعمتیں کانوں سے سنی گئی ہیں ان کے علاوہ جنت کی اور نعمتیں ایسی بھی ہیں جو اب تک کانوں سے نہیں سنی گئی ہیں۔

۷۴ سے ۸۰ تک اوپر اہل جنت کا ذکر تھا ان آیتوں میں اہل دوزخ کا ذکر فرمایا یہ وہ منکر شریعت لوگ ہیں جو سب شفاعتوں کے بعد ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہیں گے کیونکہ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوسعیدؓ خدری کی شفاعت کی حدیث جو ایک جگہ گزر چکی ہے اس میں ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا وہ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گا سورۃ النساء میں گزر چکا ہے کہ دوزخ میں ہمیشہ

---

[1] ابن ماجہ باب صفۃ الجنۃ ص ۳۲۲ [2] صحیح مسلم باب جہنم اعاذنا اللہ منہا۔ ص ۳۸۲ ج ۲۔

[3] صحیح بخاری باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ ص ۴۶۰ ج ا۔ [4] تفسیر ہذا جلد ہذا صفحہ ۔

ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ

ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن تھے وہی بے انصاف اور پکاریں گے اے مالک کہیں ہم پر فیصل کر چکے تیرا رب وہ کہے گا

اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَمْ اَبْرَمُوْٓا

تم کو رہنا ہے ہم لائے ہیں تمہارے پاس سچا دین پر تم بہت لوگ سچی بات سے بُرا مانتے ہو کیا انہوں نے ٹھہرائی ہے

اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا

ایک بات تو ہم بھی کچھ ٹھہرائیں گے کیا خیال رکھتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے ان کا بھید اور مشورہ کیوں نہیں اور ہمارے بھیجے

سہنے والے لوگوں کی پہلی کھال جب جل جائے گی تو اسی وقت ان کی دوسری کھال پیدا ہو جائے گی ان آیتوں میں عذاب کے ہلکے نہ ہونے کا جو ذکر ہے سورۃ النساء کی آیتوں سے اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے۔ صحیح مسلم[1] کے حوالہ سے ابوذرؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرا لیا ہے ان آیتوں میں یہ جو ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر ظلم سے عذاب نہیں کیا بلکہ ان کے اعمال کی سزا میں ان کو یہ عذاب کیا گیا ہے۔ یہ حدیث گویا اس کی تفسیر ہے۔ مستدرک[2] حاکم بیہقی کی بعث در منثور تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب یہ دوزخی لوگ دوزخ کے داروغہ سے یہ التجا کریں گے کہ مالک ان لوگوں کی موت کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تو ہزار برس تک ان لوگوں کی التجا کا کچھ جواب نہ ملے گا پھر ہزار برس کے بعد یہ جواب ملے گا کہ دنیا میں تم لوگوں نے اللہ کے حکموں کو جھٹلایا اس لیے اب یہی تمہاری سزا ہے کہ تم ہمیشہ اسی عذاب میں گرفتار رہو گے۔ حاکم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ مشرکین کا یہ اعتقاد تھا کہ بھید کے طور پر اسلام کی مخالفت میں جو باتیں کی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ ان باتوں کو نہیں سنتا اس کے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی بھید کی باتیں اور مشورے سب سنتا ہے اسی واسطے یہ لوگ بھید کے مشورہ کے بعد جو بات ٹھہراتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر سے اسی بات کو مٹا دیتا ہے مثلاً بھید کے مشورہ کے بعد ان لوگوں نے مکہ کے گرد موسم حج میں اس غرض سے آدمی بٹھائے کہ وہ مکہ کے مسافروں سے قرآن اور اللہ کے رسول کی برائی بیان کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہی مکہ کے مسافروں کے ذریعہ سے اسلام کو ترقی دی۔ صحیح بخاری[3] و مسلم وغیرہ میں عبادہ بن الصامتؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اہل مدینہ میں سے قبیلہ خزرج کے کچھ لوگ حج کے ارادہ سے مکہ کو آئے اور منیٰ پہاڑ کی گھاٹی میں انھوں نے اسلام کی بیعت کی اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں میں سے بارہ شخص چودھری اسلام کے پھیلانے کے لئے مقرر کئے ان چودھریوں کو نقیب کہتے ہیں اس بیعت کے کرنے والے اہل مدینہ کا نام انصار قرار پایا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اسلام کے مددگار ہیں عبادہؓ بن الصامت بھی ان بارہ چودھریوں میں سے ہیں۔ ان چودھریوں نے مدینہ اور اطراف مدینہ میں بڑی کوشش سے اسلام پھیلایا ہجرت سے پہلے دو ہزار کے قریب مسلمان نظر آنے لگے حاصل کلام یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے جن مسافرین مکہ کو اسلام سے روکنا چاہا تھا اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے منصوبہ کو بگاڑ کر انھی مسافرین مکہ کے ذریعہ سے جس طرح اسلام کو ترقی دی اس کا مطلب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے

[1] صحیح مسلم باب تحریم الظلم ص ۳۱۹ ج ۲۔ [2] تفسیر فتح القدیر ص ۵۵۲ ج ۴۔

[3] صحیح بخاری باب وفود الانصار الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وبیعۃ العقبۃ ص ۵۵۰ ج ۱۔

لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ ﴿٨٠﴾ قُلْ إِنْ كَانَ لِلرَّحْمَٰنِ وَلَدٌ فَأَنَا أَوَّلُ الْعَابِدِينَ ﴿٨١﴾ سُبْحَانَ رَبِّ

اُن کے پاس ہیں لکھتے تو کہہ اگر ہو رحمٰن کو اولاد تو میں سب سے پہلے پوجوں پاک ذات ہے

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٨٢﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتَّىٰ يُلَاقُوا

وہ رب آسمانوں اور زمین کا صاحب تخت کا ان باتوں سے جو بتاتے ہیں اب چھوڑ دے ان کو بک بک کریں اور کھیلیں جب تک

يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٨٣﴾ وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ ۚ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿٨٤﴾

اپنے اس دن سے جس کا ان کو وعدہ ہے اور وہی ہے جس کی بندگی ہے آسمانوں اور اس کی بندگی ہے زمین میں وہی ہے حکمت والا سب جانتا

۸۰۔۸۴۔ علاوہ ان فرشتوں کے جو ہر آدمی کے ساتھ ہر طرح کی آفت سے حفاظت کرنے کے لئے مقرر ہیں جن کا ذکر سورہ رعد میں گذر چکا ہے یہ دو فرشتے نیکی اور بدی لکھنے کی غرض سے ہر شخص کے ساتھ تعینات ہیں صحیحین[۱] کی اور اور حدیث کی کتابوں میں کی ابوہریرہؓ کی روایت سے جو ایک حدیث مشہور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے دل میں جو وسوسہ آتا ہے جب تک اُس وسوسے کے موافق آدمی کوئی بات منہ سے نہ نکالے یا ہاتھ پیر سے کوئی کام نہ کرے تو وسوسہ معاف ہے اس صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سوا دل کے وسوسے کے اور جو کچھ زبان سے نکلے یا ہاتھ پیروں سے کیا جائے وہ سب لکھا جاتا ہے بعضے مفسروں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک روایت بیان کی ہے کہ سوا ان باتوں اور کاموں کے جن سے ثواب اور عذاب متعلق ہے اور عام باتیں دنیا کے کام کی نامہ اعمال میں نہیں لکھی جاتیں لیکن علی بن طلحہ کی سند سے صحیح قول حضرت عبداللہ بن عباس کا یہی[۲] ہے کہ پہلے سب کچھ لکھا جاتا ہے اور پھر عذاب وثواب کے قابل باتیں اور کام چھانٹ لئے جاتے ہیں مسند بزار وغیرہ میں جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ پاخانہ کے وقت اور ناپاکی کے وقت یہ کراماً کاتبین فرشتے انسان سے ذرا سرک کر الگ ہو جاتے ہیں نہیں تو ہر حالت میں آدمی کے ساتھ ہی رہتے ہیں اور سارے دن کا نامہ اعمال جو لکھ کر یہ فرشتے لے جاتے ہیں اگر اُس نامہ اعمال میں کہیں استغفار ہو تو اللہ تعالیٰ اُس دن کے سب گناہ معاف کر دیتا ہے اگرچہ بعضے علما نے لکھا ہے کہ دل کا وسوسہ جب تک محض وسوسہ ہے تو معاف ہے لیکن اُس وسوسہ پر جب دل مضبوط ہو جائے تو اُس کو عزم کہتے ہیں اور دل کے عزم پر شریعت میں مواخذہ ہے لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ دل کا عزم اگر اُن مسئلوں سے متعلق ہو جو مسئلے خاص دل سے اعتقاد کے طور پر متعلق ہیں مثلاً دل میں خدا کی وحدانیت کا یقین کرنا آنحضرت کی رسالت کا یقین کرنا ان مسئلوں کا دلی شک بلاشک قابل مواخذہ ہے کیونکہ کفر و شرک کا اعتقاد اسی کا نام ہے ہاں فقط ہاتھ پیروں کے یا زبان کے متعلق جو مسئلے ہیں اُن میں ہر طرح کا دل کا وسوسہ صحیح حدیثوں کی رو سے معاف ہے ان آیتوں میں یہ جو فرمایا کہ اے رسول اللہ کے ان مشرکوں سے کہہ دو کہ اگر اللہ کے اولاد ہوتی تو سب سے پہلے میں اُس اولاد کو پوجتا صحیح معنے اس کے یہی ہیں کہ جب میں اللہ کا رسول ہو کر سوا اللہ کے کسی کی عبادت نہیں کرتا اور اُس کی عبادت میں کسی کو شریک کرنے کی وحی مجھ کو نہیں آئی تو اُس سے معلوم ہو گیا کہ اللہ کا کوئی شریک اور اولاد نہیں ہے پھر تم لوگ بغیر سند کے اللہ کا شریک اور اللہ کی اولاد کیونکر ٹھہراتے ہو۔ اب آگے فرمایا کہ اللہ ان مشرکوں کے شرک سے پاک ہے اور ایسا صاحب تخت ہے

[۱] صحیح مسلم باب تجاوز اللہ عن حدیث النفس الخ ص ۷۸ ج ۱۔ [۲] و [۳] تفسیر الدر المنثور ص ۱۰۲ ج ۶ و تفسیر ابن کثیر ص ۲۲۴ ج ۴۔

[۴] تفسیر الدر المنثور ص ۳۲۲ ج ۵۔

وَتَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَیْهِ

اور بڑی برکت ہے اس کی جس کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جو ان کے بیچ میں ہے اور اسی پاس ہے خبر قیامت کی اور اسی کی طرف

تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا یَمْلِكُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ

پھر جاؤ گے اور اختیار نہیں رکھتے جن کو یہ پکارتے ہیں سفارش کا مگر جس نے گواہی دی سچی

کہ آسمان وزمین میں اسی کی بادشاہت ہے نہ کوئی اس کا ولی عہد ہے نہ وزیر پھر اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ سزا کا وقت مقررہ آنے تک ان مشرکوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ مجبور کر کے کسی کو راہ راست پر لانا اللہ کو منظور نہیں ہے۔ پھر فرمایا اگرچہ یہ مشرک آسمان پر رہنے کے سبب سے فرشتوں کی یہاں تک عزت کرتے ہیں کہ فرشتوں کی مورتوں کی پوجا کرتے ہیں لیکن اللہ کی وہ شان ہے کہ آسمان وزمین میں اس کے سوا کوئی دوسرا بندگی کے قابل نہیں ہے کیونکہ وہ سب کا خالق ہے اور سب اس کی مخلوق اس کی حکمت اور اس کا علم ایسے وسیع ہیں کہ کسی انتظام میں وہ اولاد کی مدد کا محتاج نہیں۔

۸۵-۸۹۔ مشرکین کہ فرشتوں کی شکل کی مورتیں بنا کر ان مورتوں کی پوجا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جو کوئی ان مورتوں کی پوجا کرے گا تو جن فرشتوں کی یہ مورتیں ہیں وہ فرشتے اللہ کے روبرو اپنی پوجا کرنے والوں کی سفارش کریں گے۔ یہ مشرک لوگ قیامت کے تو قائل نہیں تھے اس لئے اس سفارش کا مطلب ان لوگوں کے نزدیک یہ تھا کہ دنیا کی بہبودی کے باب میں فرشتے ان لوگوں کی سفارش کریں گے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جس طرح زمین میں اللہ کی مخلوقات ہے اسی طرح آسمان پر فرشتے ہیں کیونکہ آسمان وزمین دونوں میں اللہ کا ہی راج ہے اور اس کے حکم کے آگے سب عاجز اور بے اختیار ہیں اس واسطے ایسی بے اختیار مخلوقات میں سے نہ کسی کو اس کی عبادت میں شریک ٹھہرایا جا سکتا ہے نہ اس کی بغیر مرضی کوئی کسی کی سفارش کر سکتا ہے سورۃ الانبیاء میں گذر چکا ہے کہ فرشتے رات دن اللہ کی عبادت سے کبھی نہیں تھکتے معتبر سند کی ابوذر کی روایت ترمذیؒ اور ابن ماجہ کے حوالہ سے ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سارے آسمانوں میں کہیں چار انگل کی جگہ بھی ایسی خالی نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ عبادت الٰہی میں مصروف نہ ہو سورہ انبیاء کی آیتوں اور ابوذر کی اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ سکتی ہے کہ سارے آسمانوں کے فرشتوں کا ہر وقت کا مشغلہ جب خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے تو وہ ان مشرکوں کے شرک کو کب پسند کر سکتے ہیں چنانچہ سورۃ السباء میں گذرا کہ جن فرشتوں کی مورتوں کو یہ مشرک پوجتے ہیں قیامت کے دن وہ فرشتے ان مشرکوں کی صورت سے بیزار ہو جائیں گے اسی واسطے فرمایا کہ بارگاہ الٰہی میں سفارش تو وہ کر سکتا ہے کہ جس کے دل میں اللہ کی وحدانیت کا یقین اور زبان پر اس وحدانیت کا اقرار ہو ان مشرکوں کے بتوں میں یہ دونوں باتیں نہیں اس لئے یہ بت تو سفارش کے قابل نہیں اور جن کی شکل کے یہ بت ان مشرکوں نے بنائے ہیں وہ ان مشرکوں کی صورت سے بیزار ہیں پھر ان مشرکوں کی سفارش کون کرے گا اس کو یہ مشرک کسی سند سے بیان کریں اور یہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں قیامت کے آنے کا جو وقت ٹھہر چکا ہے اس وقت قیامت ضرور آنے والی ہے اور اس دن اس شرک کی جواب دہی کے لئے اللہ تعالیٰ کے روبرو ضرور حاضر ہونا پڑے گا اور رسوا پچھتائے کے اس دن ان لوگوں کو اور کچھ کام نہ ہو گا لیکن وہ بے وقت کا پچھتاوا ان لوگوں کے کچھ کام نہ آئے گا۔ پھر اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا اے رسول اللہ کے اگر

۵ل ترمذی شریف باب لو تعلمون ما اعلم الخ ص ۶۶ ج ۲۔

وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٨٦﴾ وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٨٧﴾ وَقِيلِهِ

اور ان کو خبر تھی اور اگر تو ان سے پوچھے کہ ان کو کس نے بنایا تو کہیں گے اللہ نے پھر کہاں سے الٹ جاتے ہیں قسم ہے رسول کے اس کہنے کی

يَا رَبِّ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٨٨﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلَامٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾

کہ اے رب یہ لوگ ہیں کہ یقین نہیں لاتے سو تو منہ ان کی طرف سے اور کہہ سلام ہے اب آخر کو معلوم کر لیں گے

تم ان لوگوں سے پوچھو گے کہ تم لوگوں کو کس نے پیدا کیا تو سوا اس کے ان کے پاس اور کچھ جواب نہیں کہ یہ لوگ اللہ کو اپنا خالق بتائیں گے اس کے بعد اپنے خالق کو چھوڑ کر غیروں کو معبود ٹھہرانے کا ان کے پاس کچھ جواب نہیں ہے۔ وقیلہ یارب ان ھؤلاء قوم لا یومنون مفسروں نے اس کے دو مطلب بیان کئے ایک تو یہ کہ وقیلہ میں واؤ قسم کا لیا جائے اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شکایت کے طور پر یہ جو کہا کہ اے رب یہ لوگ باوجود ہر وقت کی نصیحت کے کسی طرح راہ راست پر نہیں آتے اللہ کے رسول کا یہ قول ایسا سچا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی قول کی قسم کھا کر اس کی صداقت کو جتلاتا ہے۔ آیت کا یہ مطلب تفسیر[1] مدارک کے موافق ہے اور شاہ صاحب نے اپنے مرادی ترجمہ میں اسی تفسیر کو لیا ہے۔ مشہور سات قراءتوں میں عاصم بن بہدلہ کی قرأت بھی یہی ہے۔ قرأت کے باب میں ان عاصم بن بہدلہ کے قول کا بڑا اعتبار ہے اوپر گذر چکا ہے کہ حدیث کے باب میں اگرچہ بعضے علما نے ان عاصم کو ضعیف کہا ہے لیکن امام احمد اور ابوزرعہ نے ان عاصم کو ثقہ اور ابوحاتم نے معتبر قرار دیا ہے۔ دوسرا مطلب آیت کا یہ ہے کہ وقیلہ کو واؤ کا نسمع سرھم ونجواھم سے متعلق کیا جائے اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ان مشرکوں کا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بھید اور مشوروں اور اپنے رسول کی شکایت کو نہیں سنتا وہ سب کچھ سنتا ہے لیکن اس کے انتظام میں ہر کام کا وقت مقرر ہے اس واسطے اس نے وقت مقررہ کے آنے تک ان سرکش لوگوں کو مہلت عطا کر کے اپنے رسول کو درگذر کا حکم دیا ہے مہلت کے زمانہ میں اگر یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو وقت مقررہ پر اپنی اسی سرکشی کا نتیجہ اچھی طرح معلوم کر لیں گے یہ مطلب تفسیر ابن جریر کے موافق ہے صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے نافرمان لوگوں کو مہلت دیتا ہے جب مہلت کے زمانہ میں وہ لوگ اپنی نافرمانی سے باز نہیں آتے تو ان کو ایسے عذاب میں پکڑ لیتا ہے جس سے وہ پھر بچ نہیں سکتے اسی طرح صحیح بخاری[3] و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہے کہ بدر کی لڑائی میں مشرکین مکہ میں کے بڑے بڑے سرکش نہایت ذلت سے مارے گئے اور مرنے کے ساتھ ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہو گئے جس عذاب کے جتلانے کے لئے اللہ کے رسول نے ان کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو سچا پا لیا۔ ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی عادت کے موافق چودہ پندرہ برس تک اہل مکہ کو مہلت دی لیکن جب مہلت کے زمانہ میں مشرکین مکہ میں کے سرکش لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو بدر کی لڑائی کے وقت دنیا و آخرت کے عذاب میں گرفتار ہو گئے جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے جدا ہوتے وقت سلام کا برتاؤ کیا تھا جس کا ذکر سورہ مریم میں گذرا اسی طرح

---

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۷ ج ۴۔ [2] بخاری شریف باب وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ ص ۶۷۸ ج ۲۔

[3] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۱۶۹۔

سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ (۴۴) (۶۴)

آیاتہا ۵۹ — رکوعاتہا ۳

حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق یہ سورۃ مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا

حٰمٓ ۞ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ

قسم ہے اس کتاب واضح کی ۔ ہم نے اس کو اتارا ایک برکت کی رات میں ہم ہیں کہ سنانے والے ۔ اسی میں جدا ہوتا ہے ہر ایک

اَمْرٍ حَكِيْمٍ ﴿۴﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۵﴾ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶﴾

کام جانچا ہوا ۔ حکم ہو کر ہمارے پاس سے ہم ہیں بھیجنے والے ۔ مہر سے تیرے رب کی وہی ہے سنتا جانتا

اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کے برتاؤ کا حکم دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب باوجود رات دن کی نصیحت مکہ کے اس قوم کے سرکش لوگ تم اپنی عادتوں سے باز نہیں آتے تو تم کو اور تمہاری عادتوں کو سلام ہے تم جانو اور تمہاری عادتیں اب آخر وہ وقت آنے والا ہے کہ تم لوگ اپنی ان بد عادتوں کا نتیجہ معلوم کر لوگے۔ اگرچہ بعضے مفسروں نے جہاد کے حکم سے آیت کے ٹکڑے فاصفح عنہم کو منسوخ قرار دیا ہے لیکن اس تفسیر میں ایک جگہ یہ بیان کر دیا گیا ہے کہ جہاد کے حکم سے درگذر کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہے۔

(۱-۶) حٰم والکتٰب المبین کی تفسیر سورۃ الزخرف کے شروع میں گذر چکی ہے۔ جس برکت والی رات کا ذکر ان آیتوں میں ہے اگرچہ بعضے مفسروں نے لکھا ہے کہ یہ برکت والی رات شعبان کی پندرھویں رات ہے لیکن یہ قول شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن کے مخالف ہے صحیح وہی حضرت عبداللہ بن عباس کا قول ہے جس کو نسائی[۱] اور حاکم وغیرہ نے معتبر سند سے روایت کیا ہے کہ شب قدر میں ایک دفعہ سارا قرآن لوح محفوظ سے اول آسمان پر نازل ہوا پھر ہر ایک موقع پر ہر ایک آیت حضرت جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے صحیح بخاری[۲] میں حضرت عائشہ اور حضرت عبداللہ بن عباس سے جو روایتیں ہیں ان میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صاف جتلا دیا ہے کہ شب قدر رمضان میں ہوتی ہے ان آیتوں میں دھوئیں کا جو ذکر ہے اور فارسی اور اردو فائدہ میں اس دھوئیں کے باب میں اختلاف ہے صحیح قول اس اختلاف میں یہی ہے کہ ان آیتوں میں تو مکہ کے قحط کے دھوئیں کے مانند غبار کا ذکر ہے اور قیامت کے قریب جو دھواں آسمان پر چھا جائے گا جس کا ذکر صحیح مسلم[۳] کی خدیفہ بن اسید کی روایت میں ہے قیامت کی علامت کا وہ ایک جدا دھواں ہوگا حاصل کلام یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے مکہ میں قحط پڑا تھا اور قحط کے دنوں میں بھوک کے سبب سے آنکھوں میں اندھیرا سا آکر آسمان پر غبار سا چھایا ہوا معلوم ہوتا تھا اس کو دھواں فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت سے یہی تفسیر صحیح بخاری[۴] میں ہے اس واسطے یہی تفسیر صحیح ہے کہ ان آیتوں کی تفسیر میں تو اس قحط کے وقت کے غبار کو دھواں قرار دیا جائے اور خدیفہ بن اسید کی روایت کے موافق علامت

[۱] جمع الفوائد ص ۲۸۳۔ [۲] صحیح بخاری باب تحری لیلۃ القدر فی الوتر الخ ص ج ۱۔ [۳] بحوالہ المشکوٰۃ شریف باب العلامات بین یدی الساعۃ الفصل الاول ص ۴۷۲۔ [۴] صحیح بخاری تفسیر سورۃ الدخان ص ۷۱۴ ج ۲۔

رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ۝ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ

رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے بیچ میں ہے اگر تم کو یقین ہے کسی کی بندگی نہیں سوائے اس کے جلاتا ہے اور مارتا ہے

رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ۝ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَاۗءُ

رب تمہارا اور رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا کوئی نہیں وہ دھوکے میں ہیں کھیلتے سو تو راہ دیکھ جس دن کہ لاوے آسمان

بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا

دھواں صریح جو گھیر لے لوگوں کو یہ ہے دکھ کی مار اے رب کھول دے ہم سے یہ آفت ہم

مُؤْمِنُوْنَ ۝ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ

یقین لاتے ہیں کہاں ملے ان کو سمجھنا اور آچکا ان پاس رسول کھول سنانے والا پھر اس سے پیٹھ پھیری اور کہنے لگے سکھایا ہوا

قیامت کا دھواں جدا کہا جاتے حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پہلے شب قدر میں لوح محفوظ سے اول آسمان پر نازل فرمایا اور پھر ہر ایک موقع پر اس کی آیتیں اول آسمان سے نازل ہوئیں بیہقی کی شعب الایمان تفسیر ابن ابی حاتم[1] اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جس میں فیہا یفرق کل امر حکیم امرا من عندنا کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ شب قدر میں سال بھر کے سب کاموں کی تفصیل لوح محفوظ سے نقل کی جا کر فرشتوں کو سال بھر کا انتظام چلانے کے لئے دی جاتی ہے۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے حضرت عبداللہ بن عباس کے شاگردوں میں سے مجاہد عکرمہ وغیرہ نے بھی آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔ حکیم کے معنے یہاں محکم اور مضبوط کے ہیں[2] مطلب یہ ہے کہ اللہ کے حکم سے سال بھر کا انتظام لوح محفوظ سے نقل کیا جا کر جو فرشتوں کو دیا جاتا ہے وہ ایسا مضبوط ہوتا ہے کہ اس میں کچھ رد و بدل پھر نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا لوح محفوظ سے اول آسمان پر اور اول آسمان سے زمین پر یہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا کہ انجانی کا عذر رفع کر دینے کے لئے ہر زمانہ میں آسمانی احکام دے کر رسولوں کا بھیجنا عادت الٰہی میں داخل ہے اس واسطے اس نے اپنی رحمت سے یہ قرآن نازل کیا ہے۔ صحیح[3] بخاری و مسلم کے حوالہ سے مغیرہ بن شعبہ کی حدیث گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی انجانی کو رفع کر دینا بہت پسند ہے اس واسطے اس نے آسمانی کتابیں دے کر رسول بھیجے یہ حدیث انا کنا مرسلین کی گویا تفسیر ہے۔ اب آگے فرمایا یہ منکر قرآن لوگ جو باتیں قرآن کی آیتوں کے باب میں کہتے ہیں وہ سب اللہ سنتا ہے اور قرآن کی نصیحت کے موافق نیک لوگ جو عمل کرتے ہیں ان سب عملوں کو وہ جانتا ہے سزا و جزا کے وقت اس کا نتیجہ سب کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ مشرکین مکہ اپنے بتوں کی بنائی ہوئی کوئی چیز نہیں دکھا سکتے تھے اس واسطے وہ اس بات کے قائل تھے کہ آسمان و زمین اور جو کچھ آسمان و زمین میں ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کو سب چیزوں کا خالق مانتے ہو اور اپنے بتوں کی پیدا کی ہوئی کوئی چیز دنیا میں نہیں دکھا سکتے تو پھر جس کے اختیار میں تمہاری موت و زندگی ہے اور جس نے تم کو اور تمہارے بڑوں کو پیدا کیا اس کی تعظیم میں تم غیروں کو کس سند سے شریک کرتے ہو پھر فرمایا یہ لوگ اس بات

[1] تفسیر فتح القدیر ص ۵۵۷ ج ۴۔ [2] تفسیر ابن کثیر ص ۱۳۸ ج ۴۔

[3] صحیح بخاری کتاب التوحید قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا شخص اغیر من اللہ ص ۳ ج ۲

مَّجْنُوْنٌ ﴿۱۴﴾ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ

باؤلا ہم کھولتے ہیں عذاب تھوڑے دنوں تم پھر وہی کرتے ہو جس دن پکڑیں گے ہم

الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۷﴾

بڑی گھر ہم بدلا لینے والے ہیں اور جانچ چکے ہیں ہم اُن سے پہلے فرعون کی قوم کو اور آیا ان پاس رسول عزت والا

اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنِّيْٓ اٰتِيْكُمْ

کہ حوالے کرو میرے بندے خدا کے ہیں تم پاس آیا ہوں بھیجا معتبر اور یہ کہ چڑھے نہ جاؤ اللہ کے مقابل میں لاتا ہوں تم پاس

کے بھی پورے قائل نہیں ہیں کہ سب چیزوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے بلکہ مثلاً جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو کشتی کے ڈوبنے کے خوف کے وقت یا کسی اور ایسی مصیبت کے وقت اپنے بتوں کو بھول جاتے ہیں اور اللہ کو سب چیزوں کا خالق جان کر اسی سے مصیبت کے ٹل جانے کی التجا کرتے ہیں اور جب وہ مصیبت ٹل جاتی ہے تو پھر بتوں کو اپنا معبود جاننے لگتے ہیں حال یہ ہے کہ ہر طرف سے یہ لوگ دھوکے میں ہیں اور وہ دھوکا بھی ان لوگوں کا کھیل کے طور پر ہے جس طرح بچے کھیل کی چیزوں سے کبھی کھیلتے ہیں اور کبھی اُن کو توڑ پھوڑ کر پھینک دیتے ہیں یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ مصیبت کے وقت کچھ ہے اور راحت کے وقت کچھ۔ اب آگے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا اے رسول اللہ کے اگر یہ لوگ اسی حال میں رہیں تو تم کو اُسی دھوئیں کے عذاب کا انتظار کرنا چاہئے جو آسمان پر چھا جائے گا اور لوگوں کو گھیر لے گا اُس وقت یہ لوگ التجا کریں گے اور کہیں گے کہ یا اللہ اگر یہ دھوئیں کا عذاب ٹل گیا تو ہم راہ راست پر آ جائیں گے لیکن اللہ کو معلوم ہے کہ یہ لوگ راہ راست پر آنے والے نہیں کیونکہ جب اس عذاب سے پہلے یہ لوگ راحت کی حالت میں تھے تو اللہ کے رسول کو دیوانہ بتلاتے تھے اور قرآن کی آیتوں کو کہتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں ہے خود تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان پڑھ ہیں کوئی شخص اُن کو یہ باتیں سکھا جاتا ہے جس کو یہ اللہ کا کلام مشہور کرتے ہیں پھر فرمایا یہ لوگ اپنی بات پر قائم نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ ان کی مصیبت کو کچھ دنوں تک ٹال دیتا ہے تو یہ لوگ شرک میں گرفتار ہو جاتے ہیں پھر فرمایا کہ یہ ان لوگوں کی درمیانی مصیبتیں ہیں جو ٹل جاتی ہیں ان کے بداعمالوں کی پوری سزا کے طور پر جب ان لوگوں کی سخت گرفت ہو گی تو وہ کسی طرح نہیں ٹل سکتی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس کے قول کے موافق سخت گرفت بدر کی لڑائی کے دن کی گرفت ہے[1] اور حضرت عبد اللہ بن مسعود کے قول کے[2] موافق آخرت کے عذاب کی گرفت ہے لیکن ان دونوں قولوں میں کچھ اختلاف نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری[3] و مسلم کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث جو کئی جگہ گذر چکی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین مکہ میں کے جو سرکش لوگ بدر کی لڑائی میں نہایت ذلت سے مارے گئے مرتے کے ساتھ ہی وہ عذاب آخرت میں گرفتار ہو گئے جس عذاب کے جھٹلانے کے لئے اللہ کے رسول نے اُن لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو سچا پا لیا۔ اب بدر کے دن دونوں جہانوں کے عذابوں کو سخت گرفت کی تفسیر قرار دیا جائے تو اوپر کے دونوں قولوں میں کچھ اختلاف باقی نہیں رہتا۔ پکڑیں گے ہم بڑی گھر۔ اس کا مطلب بھی سخت گرفت کا ہے۔

۱۷-۲۴۔ اوپر ذکر تھا کہ قریش پر قحط کی آفت آئی تو انہوں نے اپنے بتوں کو چھوڑ کر خالص اللہ سے رفع قحط کی التجا کی اور جب

---

[1] و [2] تفسیر الدر المنثور ص ۲۹ ج ۶۔

[3] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۱۶۹۔

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۹﴾ وَاِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ

ایک سند کھلی — اور میں پناہ لے چکا ہوں اپنے اور تمہارے رب کی اس سے کہ مجھ کو سنگسار کرو — اگر تم نہیں یقین کرتے مجھ پر

فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ

تو مجھ سے پرے ہو جاؤ — پھر پکارا اپنے رب کو — کہ یہ لوگ — گنہگار ہیں — پھر سلے نکل رات سے

لَيْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾

میرے بندوں کو — البتہ تمہارا پیچھا کریں گے

اللہ نے اُس بلا کو دفع کر دیا تو وہ لوگ پھر وہی شرک کرنے لگے۔ قریش کی یہ حالت فرعون کی قوم کی حالت سے ملتی ہوئی تھی اس واسطے ان آیتوں میں فرعون اور اُس کی قوم کا ذکر فرمایا۔ سورہ یوسف میں گذر چکا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے مصر کے قیام کے زمانہ میں بنی اسرائیل اپنے اصلی وطن ملک شام کو چھوڑ کر مصر میں آکر آباد ہوئے اب یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد فرعون بنی اسرائیل کو بڑی ذلت سے رکھتا تھا اس واسطے موسیٰ علیہ السلام کے نبی ہو کر مصر میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے لے جا کر شام کے ملک میں بسا دو ان آیتوں میں وہی ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اُس کی قوم سے یہ درخواست کی کہ بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کے حوالہ کر دیا جائے اسی درخواست کی تائید میں موسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت دار رسول ہوں جس طرح مجھ کو اللہ کا حکم ہوتا ہے وہی میں تم لوگوں کو پہنچا دیتا ہوں اپنی طرف سے اُس میں کچھ خیانت نہیں کرتا اور یہ بھی کہا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو مان لینے میں تم کو سرکشی مناسب نہیں ہے کیونکہ اس سرکشی کے سبب سے قحط کے طوفان کی ٹڈیوں وغیرہ کی آفتوں کو تو تم لوگ میری نبوت کی سند کے طور پر دیکھ چکے ہو اب آئندہ اگر اپنی سرکشی سے باز نہ آؤ گے تو تم پر کوئی بڑی آفت آجائے گی۔ جو جو آفتیں قوم فرعون پر آئیں اُن کا ذکر سورہ اعراف میں گذر چکا ہے۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالنے کا ڈراوا جو دیا تھا اُس کا جواب موسیٰ علیہ السلام نے یہ دیا کہ تیرے ظلم سے بچنے کے لئے مجھ کو اللہ تعالیٰ کی پناہ کا سہارا کافی ہے۔ آخر موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اُس کی قوم سے یہ بھی کہا کہ اگر تم لوگ میری نبوت کو نہیں مانتے ہو تو مجھ سے کچھ مزاحمت نہ کرو میں بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر مصر سے چلا جاتا ہوں جب فرعون اور اُس کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام کی کسی نصیحت کو نہ مانا تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ شکایت کی کہ یا اللہ یہ گنہ گار قوم کے لوگ کسی طرح اپنی سرکشی سے باز نہیں آتے۔ اب مہلت کا زمانہ پورا ہو گیا اور عذاب الٰہی کے آجانے کے سوا اور کوئی موقع باقی نہ رہا اس لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر ایک رات مصر سے چلے جاؤ اور اسی حکم میں یہ بھی جتلا دیا کہ گھبرانا نہیں فرعون اور اُس کے ساتھی تمہارا پیچھا کریں گے۔ یہ پیچھا کرنے کا قصہ سورۃ الشعراء میں گذر چکا ہے کہ جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے مصر سے چلے جانے کی خبر سنی تو بہت بڑا لشکر ساتھ لے کر ان کا پیچھا کیا اور دریائے قلزم کے قریب جب بنی اسرائیل کو فرعون کی فوج نظر آنے لگی تو بنی اسرائیل نے گھبرا کر موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اب ہم فرعون کے ہاتھ سے بچ نہیں سکتے کیونکہ ہمارے آگے دریا ہے اور پیچھے فرعون کی فوج دوڑم دوڑ چلی آتی ہے موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ گھبراؤ نہیں ہمارے ساتھ ہمارا اللہ ہے وہ ہماری مدد کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم اپنا عصا دریا کے پانی پر مارو حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے بارہ

[1] تفسیر ابن جریر طبری ص ۸۰ جز ۱۹۔

وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۭ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٢٤﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٢٥﴾

اور چھوڑ جا دریا کو جو تھم رہا البتہ وہ لشکر ڈوبنے والے ہیں کتنے چھوڑ گئے باغ اور چشمے

وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٢٦﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ﴿٢٧﴾ كَذٰلِكَ ۣ وَ

اور کھیتیاں اور گھر خاصے اور آرام جس میں تھے باتیں بناتے اسی طرح اور

اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿٢٨﴾ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾ ع

وہ سب ہاتھ لگایا ہم نے ایک اور قوم کو پھر نہ رویا اُن پر آسمان اور زمین اور نہ ملی اُن کو ڈھیل

قبیلے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے اس واسطے عصا کے پانی پر مارتے ہی دریا میں بارہ راستے پیدا ہو گئے تفسیر سدی میں[1] ہے کہ اُن پانی کی دیواروں میں جالیاں بھی پیدا ہو گئیں جن میں ہر ایک قبیلہ کے لوگ دوسرے قبیلہ کے لوگوں کو دیکھتے ہوئے ہنسی خوشی دریا سے پار ہو گئے صحیح بخاری[2] مسلم نسائی ابن ماجہ اور مسند امام احمد میں جو چند روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کو آئے تو مدینہ کے گرد نواح میں جو یہود رہتے تھے اُن کو عاشورے کے دن کا روزہ رکھتے ہوئے سنا اس کا سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ آج ہی کے دن بنی اسرائیل صحیح وسالم دریائے قلزم سے پار ہوئے اور فرعون مع اپنے لشکر کے ڈوب کر ہلاک ہوا اللہ تعالیٰ کے اس احسان کے شکریہ میں موسیٰ علیہ السلام آج کے دن روزہ رکھا کرتے تھے وہی روزہ بنی اسرائیل میں چلا آتا ہے اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے کہ اس سے بنی اسرائیل کے صحیح وسالم دریائے قلزم سے پار ہونے اور فرعون کے ڈوبنے کی تاریخ معلوم ہوتی ہے۔

۲۴-۲۹۔ اوپر گذر چکا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر قلزم دریا کے کنارہ پر پہنچے تو دریا میں راستہ پیدا ہو جانے کے لئے حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا تھا کہ دریا میں اپنا عصا ماریں اب اس آیت کی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس نے یہ فرمائی[3] ہے کہ دریا سے پار ہو جانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چاہا تھا کہ اس قصد سے دریا میں پھر عصا ماریں کہ پہلی دفعہ دریا میں عصا مارنے سے دریا میں جو راستہ پیدا ہو گیا ہے وہ راستہ دوسری دفعہ عصا کے مارنے سے جاتا رہے تاکہ اُس راستہ سے فرعون اور اُس کے ساتھی دریا سے پار ہو کر بنی اسرائیل کا پیچھا نہ کریں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ دریا کو اسی طرح بیچ میں سے خشک رہنے دو تاکہ فرعون اور اُس کا لشکر دریا کی خشک زمین پر پہنچ جائیں تو پانی کا پاٹ ملا دیا جائے اور اُن سب کو غرق کر دیا جائے اس قصہ کو مختصر طور پر فرمایا کہ فرعون اور اُس کے ساتھی اپنے باغ اور نہریں کھیتیاں اچھے مکان اور راحت کا ہر طرح کا [illegible] چھوڑ کر یہاں دریائے قلزم کے کنارہ پر آئے اور اللہ کی قدرت سے دریا میں بارہ راستے جو ہو گئے تھے اُن کے ذریعہ سے دریا سے پار ہونا چاہا لیکن جب یہ سب بیچ دریا میں پہنچے تو اللہ کے حکم سے دریا کا پاٹ مل گیا اور سب ڈوب گئے آسمان وزمین کے رونے کے باب میں جس حدیث کا حوالہ شاہ صاحب نے اپنے اردو فائدہ میں دیا ہے یہ حدیث ترمذی مسند ابی یعلی موصلی تفسیر ابن جریر تفسیر ابن ابی حاتم اور

[1] تفسیر ابن جریر طبری ص ۸۰ جز ۱۹۔ [2] صحیح بخاری باب صیام یوم عاشوراء ص ۲۶۸ ج ۱۔
[3] تفسیر ابن کثیر ص ۱۴۱ ج ۴۔

وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿٣٠﴾ مِن فِرْعَوْنَ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ عَالِيًا

اور ہم نے بچا نکالا بنی اسرائیل کو ذلت کی مار سے جو فرعون سے تھی بیشک وہ تھا چڑھ رہا

مِّنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنَاهُمْ عَلَىٰ عِلْمٍ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿٣٢﴾ وَآتَيْنَاهُم مِّنَ الْآيَاتِ

حد سے بڑھنے والا اور اُن کو ہم نے پسند کیا جان بوجھ کر جہان کے لوگوں سے اور دیں اُن کو نشانیاں

تفسیر سفیان ثوری وغیرہ میں حضرت انسؓ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے ہے[1] بعضے مفسروں نے اس حدیث کے مخالف آسمان اور زمین کے رونے کی طرح طرح کی تاویل جو کی ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ یہ آسمان اور زمین کا رونا ایسا ہی ہے جس طرح کہ ممبر کے بن جانے کے بعد وہ کھجور کی لکڑی کا رونا اور صحابہ کا اُس رونے کی آواز کا سننا مشہور ہے جس قصہ کی روایت صحیح بخاری[2] میں حضرت جابر سے ہے پھر وہاں جب رونے کی تاویل نہیں کی جاتی تو یہاں تاویل کی کیا ضرورت ہے۔ "جو خدا کھجور کی ایک سوکھی لکڑی کو رونے کے حواس دینے پر قادر ہے کیا آسمان و زمین کو رونے کے حواس دینے پر قادر نہیں ہے"۔ ترمذی نے انس بن مالک کی حدیث کو روایت کر کے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن علبیہ اور یزید بن ابان دو راوی ضعیف ہیں لیکن موسیٰ بن علبیدہ کو ابن سعد صاحب مغازی اور یعقوب بن شیبہ صاحب مسند کبیر نے معتبر کہا ہے۔ "راویوں کے باب میں ابن سعد اور یعقوب بن شیبہ دونوں کا قول محدثین کے نزدیک اعتبار کے قابل ہے" یزید بن ابان کو ابن عدی صاحب الکامل نے معتبر کہا ہے راویوں کے باب میں ابن عدی کے قول کا بڑا اعتبار ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اس حدیث کو بالکل بے اصل نہیں کہا جا سکتا علاوہ اس کے تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ہے اُس کی سند میں موسیٰ بن علبیدہ اور یزید بن ابان دونوں نہیں ہیں۔ "حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت[3] کا حاصل یہ ہے کہ آسمان کے جس دروازے سے ایماندار شخص کے نیک عمل آسمان پر جاتے ہیں اور زمین کے جس ٹکڑے پر یہ ایماندار شخص عمل کرتا ہے اس ایماندار شخص کے مر جانے کے بعد یہ بات باقی نہیں رہتی اس واسطے ایماندار شخص کی موت پر آسمان و زمین کو رونا آتا ہے، فرعون اور اُس کے ساتھیوں کے کچھ نیک عمل نہیں تھے اس لئے اُن کے ڈوبنے پر آسمان و زمین کو رونا نہیں آیا۔ وما کانوا منظرین اس کا مطلب یہ ہے کہ فرعون اور اُس کے ساتھیوں پر جب عذاب الٰہی آ گیا تو وہ لوگ اُس سے کسی طرح گھڑی بھر کے لئے بھی بچ نہ سکے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، سورۃ الشعرا میں گذر چکا ہے کہ فرعون اور اُس کی قوم کی ہلاکت کے بعد ملک مصر بنی اسرائیل کے قبضہ میں آ گیا۔

۳۰-۳۶۔ اوپر فرعون کے ڈوب کر ہلاک ہونے کا ذکر تھا ان آیتوں میں اُس کے نتیجہ کا ذکر فرما کر کہ فرعون اپنے جیتے جی بنی اسرائیل کو طرح طرح کی تکلیفیں جو دیتا تھا اُن کے لڑکوں کو قتل کراتا تھا اُن سے ذلت کے کام لیتا تھا اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ہلاک کر کے بنی اسرائیل کی یہ سب تکلیفیں رفع کر دیں پھر فرعون کا ذکر فرمایا کہ وہ حد سے بڑھ کر سرکشی کرنے لگا تھا اس لئے اُس کو سزا دی گئی، فرعون یوں تو دہریہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا منکر تھا لیکن اُس میں یہ بات دہریوں سے بڑھ کر تھی کہ وہ

[1] تفسیر ابن جریر ص ۱۲۴-۱۲۵ جزء ۲۵۔ [2] صحیح بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام ص ۵۰۶ ج ۱۔
[3] تفسیر ابن جریر ص ۱۲۴-۱۲۵ جزء ۲۵

مَا فِيهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِينٌ ﴿۳۳﴾ إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُولُونَ ﴿۳۴﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا مَوْتَتُنَا الْأُولٰى وَمَا نَحْنُ

مدد تھی صریح یہ لوگ کہتے ہیں اور کچھ نہیں ہمارا یہی مرنا ہے پہلا اور ہم کو پھر

بِمُنْشَرِينَ ﴿۳۵﴾ فَأْتُوا بِآبَآئِنَآ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِينَ ﴿۳۶﴾

اٹھنا نہیں بھلا لے آؤ ہمارے باپ دادے اگر تم سچے ہو

گمراہی کے سبب سے اپنے آپ کو خدا کہلاتا تھا سورۃ الشعراء میں گذر چکا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا تو فرعون نے صاف کہہ دیا کہ فرعون کے سوا کوئی دوسرا خدا تم قرار دو گے تو تم کو قید کرا دیا جائے گا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ملعون اس قدر خدا کی ہستی کا منکر تھا کہ خدا کے نام لینے کو بھی قید کے قابل جرم گنتا تھا۔ سورہ والنازعات میں آئے گا کہ اس ملعون نے اپنی تمام قوم کو جمع کر کے ڈھنڈورا پٹوا دیا تھا کہ جن بتوں کو قوم کے لوگ پوجتے ہیں وہ چھوٹے خدا ہیں اور فرعون سب سے بڑا خدا ہے ناقابل اعتراض سند سے تفسیر ابن مردویہ میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ اس ڈھنڈورے کے تھوڑے عرصہ کے بعد فرعون پر عذاب آگیا اور ڈوب کر ہلاک ہو گیا حاصل کلام یہ ہے کہ فرعون کی ایسی ہی باتوں کو فرمایا کہ وہ حد سے بڑھ کر سرکشی کرنے لگا تھا حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ڈھنڈورا پٹوانے کی فرعون کی سرکشی ایسی بڑھی تھی کہ اس کے تھوڑے عرصہ کے بعد اس پر عذاب آگیا، اب آگے بنی اسرائیل کا ذکر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو توراۃ کے علم کے لئے پسند کیا جس کے سبب سے ان کو اس زمانہ کے لوگوں پر فضیلت تھی اس زمانہ کے مشرک عمالقہ قوم کے لوگ پارسی لوگ سب یہود کو اہل کتاب جانتے اور ان کی عزت کرتے تھے، سورہ بقر میں گذر چکا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے مابین میں ایک ہزار نو سو چالیس برس تک کتاب تو وہی توراۃ رہی مگر زکریا علیہ السلام داؤد علیہ السلام سلیمان علیہ السلام اور بنی اسرائیل میں کے اور نبی اللہ تعالیٰ نے توراۃ کے احکام قائم رکھنے کے لئے بھیجے اور قوم عمالقہ میں کے بادشاہ جالوت کی شکست کے بعد بادشاہت بھی داؤد علیہ السلام کے خاندان میں آگئی انہی باتوں کو شکر گذاری اور ناشکر گذاری کے جانچنے کی نشانیاں فرمایا، اس سے قریش کو یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ یہود جب تک شکر گذاری کے طور پر توراۃ کو مانتے رہے ان کی سب طرح کی عزت قائم رہے گی اور جب انہوں نے توراۃ کے برخلاف کچھ باتیں نکال لیں اور بنی اسرائیل کے جن انبیا نے یہود کو ان باتوں سے روکا اور ان کو توراۃ کا پابند کرنا چاہا تو ان انبیا کے ساتھ یہود نے طرح طرح کی بدسلوکیاں کیں جس کی سزا میں یہود کی وہ عزت و راحت سب خاک میں گئی اگر قریش بھی قرآن کے برخلاف باتوں پر جمے رہیں گے اور اللہ کے رسول سے بدسلوکی کریں گے تو ان کا بھی یہی نتیجہ ہوگا، اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے فتح بدر اور فتح مکہ کے وقت اسی وعدہ کا جو ظہور ہوا اس کا ذکر صحیح روایتوں کے حوالہ سے کئی جگہ گذر چکا ہے اب آگے مشرکین مکہ کا ذکر فرمایا کہ یہ لوگ حشر کے منکر ہیں اللہ کے رسول اور مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد جینا سچ ہے تو ہمارے بڑوں میں سے کسی کو زندہ کیا جا کر ہم سے اس کو ملا دو مشرکین مکہ کی اس بات کا جواب اللہ تعالیٰ نے آگے کی آیتوں میں دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ نیک و بد کی جزا و سزا کے فیصلہ کے لئے ان مشرکوں کو اور ان کے بڑوں کو وقت مقررہ پر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا قیامت سے پہلے دوبارہ زندہ کرنے کا ذکر قرآن میں کہیں نہیں ہے اس لئے ان لوگوں کا یہ اعتراض بالکل غلط ہے کہ مرنے کے

اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ ۫ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا خَلَقْنَا

اب یہ بہتر ہیں یا تبع کی قوم اور جو ان سے پہلے تھے ہم نے اُن کو کھپا دیا وہ تھے گنہگار اور ہم نے جو بنایا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾

آسمان اور زمین اور جو ان کے بیچ ہے کھیل نہیں بنایا اُن کو تو بنایا ہم نے ٹھیک کام پر پر بہت لوگ نہیں سمجھتے

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۰﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾

تحقیق فیصلہ کا دن وعدہ ہے ان سب کا جس دن کام نہ آوے کوئی رفیق کسی رفیق کے کچھ اور نہ اُن کو مدد پہنچے

بعد جینا سچ ہے تو اُن کے بڑوں کو قیامت سے پہلے زندہ کیا جائے۔

۳۷۔۵۰۔ اِن آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تبع کی قوم کو بُرا فرمایا خاص تبع کو بُرا نہیں فرمایا معتبر سند سے مسند[۱] امام احمد اور طبرانی میں سہل بن سعد سے روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تبع کو برا نہ کہو تبع مسلمان ہو گیا تھا اور نیک آدمی تھا تفسیر[۲] عبد الرزاق وغیرہ میں ابوہریرہؓ سے جو روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو معلوم نہیں تبع ملعون شخص تھا یا اچھا، اس روایت پر دار قطنی اور اور علماء نے اعتراض کیا ہے حاصل یہ ہے کہ حشر کے انکار کے سبب سے پہلی قومیں جو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوئیں اگر یہ قریش اُن کے سے کام کریں گے تو ان کا بھی وہی انجام ہو گا، دنیا میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور انسان کی ضرورت کے لئے زمین و آسمان سب کچھ پیدا کیا اب اگر انسان پیدا ہو کر یوں ہی مر جائے اور کسی نیک و بد کام کی جزاو سزا نہ ہو تو زمین اور آسمان اور مابین زمین و آسمان کے جو کچھ ہے سب کا پیدا کرنا بے فائدہ ہو گا اس واسطے منکرین حشر کا جواب اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہ دیا ہے کہ زمین و آسمان اور تمام مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے کھیل کے طور پر بے فائدہ نہیں پیدا کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے نہایت انصاف کی بنیاد پر دنیا کو اس فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے کہ جو کوئی دنیا میں ایک نیکی کرے تو اُس کو دس سے لے کر سات سو تک اور بعض نیکیوں کا اس سے بھی بڑھ کر بدلا دیا جائے اور بدی کی سزا کی مقدار کچھ نہ بڑھائی جائے جتنی بدی ہو اتنی ہی سزا پر کفایت کی جائے دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد دوسرا جہان پیدا کیا جائے اور اُس جہان میں یہ جزاو سزا کا تمام دنیا کے لوگوں کا فیصلہ ایک ہی دفعہ کر دیا جائے لیکن اکثر لوگ اس فائدہ کو نہیں سمجھتے اس لئے کچھ لوگ تو اُس دوسرے جہان کے منکر ہیں اور کچھ اس سے غافل ہیں۔ مشرکین مکہ یہ جو کہتے تھے کہ اگر مرنے کے بعد جینا سچ ہے تو ہمارے بڑوں میں سے کسی کو زندہ کیا جا کر ہم سے ملا دیا جائے آگے اُس کا جواب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ یہ وہی جواب ہے جس کا خلاصہ اوپر کی آیتوں کی تفسیر میں گذر چکا ہے کہ نیک و بد کے جزاو سزا کے فیصلہ کے لئے ان مشرکوں کو ان کے بڑوں کو اور تمام دنیا کو وقت مقررہ پر قیامت کے دن دوبارہ زندہ کیا جائے گا پھر فرمایا قیامت کا دن وہ دن ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اُس دن کوئی رفیق کسی کی کچھ رفاقت اور مدد نہیں کر سکتا پھر فرمایا نافرمانوں سے بدلہ لینے میں زبردست وہ ایسا ہے کہ اُس کے عذاب کو کوئی ٹال نہیں سکتا صاحب رحمت وہ ایسا ہے کہ اُس دن شرک سے کم درجہ کے بہت سے لوگوں کے بغیر توبہ کے گناہ وہ معاف فرمادے گا، اوپر قیامت کو فیصلہ کا دن فرما کر اب اُس دن کے فیصلہ کا نتیجہ بیان فرمایا کہ دوزخ والے جب بھوکے ہوں گے

[۱] و [۲] تفسیر ابن کثیر ص ۱۴۴ ج ۴۔

إِلَّا مَن رَّحِمَ اللَّهُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٤٢﴾ إِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّومِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْأَثِيمِ ﴿٤٤﴾ كَالْمُهْلِ

مگر جس پر مہر کرے اللہ بیشک وہی ہے زبردست مہر والا مقرر درخت سینڈھ کا کھانا ہے گنہگار کا جیسے پگھلا تانبا

يَغْلِي فِي الْبُطُونِ ﴿٤٥﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيمِ ﴿٤٦﴾ خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ

کھولتا ہے پیٹوں میں جیسے کھولتا پانی پکڑو اس کو اور دھکیل لے جاؤ بیچوں بیچ دوزخ کے پھر ڈالو اس کے سر پر

مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ ﴿٤٨﴾ ذُقْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْكَرِيمُ ﴿٤٩﴾ إِنَّ هَٰذَا مَا كُنتُم بِهِ تَمْتَرُونَ ﴿٥٠﴾

جلتے پانی کا عذاب یہ چکھ توہی ہے بڑا عزت والا سردار یہ وہی ہے جس میں تم دھوکا رکھتے تھے

تو دوزخ میں سینڈھ کی صورت کا ایک درخت جو پیدا کیا گیا ہے اُس کا پھل ان دوزخیوں کو کھلایا جائے گا جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح کھولتا ہوا ہوگا مختصر طور پر فقط دوزخیوں کے کھانے کا ذکر ہے سورہ والصافات میں گذر چکا ہے کہ سینڈھ کے پھل کے کھلانے کے بعد کھولتا ہوا پانی بھی پلایا جائے گا اسی واسطے یہاں فرمایا کہ دوزخیوں کے پیٹ میں جس طرح وہ کھولتا ہوا پانی کھولے گا اسی طرح یہ سینڈھ کا پھل کھولے گا، ترمذی[1] نسائی ابن ماجہ وغیرہ کے حوالہ سے حضرت عبد اللہ بن عباس کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس سینڈھ کے پھل کے عرق کا ایک قطرہ اگر دنیا میں آپڑے تو دنیا بھر کی زندگی خراب اور برباد ہو جائے ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، مسند[2] امام احمد ترمذی اور مستدرک حاکم میں ابی اُمامہ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کھولتا ہوا پانی دوزخیوں کو پلایا جائے گا وہ ایسا کھولتا ہوا ہوگا کہ جب وہ پانی دوزخیوں کے منہ کے پاس لایا جائے گا تو اُن کے منہ کی کھال اتر پڑے گی اور جب اُن کو وہ پانی پلایا جائے گا تو اُن کی انتڑیاں کٹ کر نکل پڑیں گی، حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، ان حدیثوں سے سینڈھ کے پھل اور کھولتے پانی کی تفسیر اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے سینڈھ کا پھل کھلانے اور کھولتا ہوا پانی پلانے کے لئے فرشتے دوزخیوں کو دوزخ کے کنارہ پر لے آئیں گے اس لئے پانی پلانے کے بعد اُن فرشتوں کو حکم ہوگا کہ ان دوزخیوں کو پکڑ کر دوزخ کے کنارہ پر سے بیچ دوزخ میں دھکیل دو اور کھولتا ہوا پانی ان کو پلایا تھا وہی اُن کے سر پر ڈالو ترمذی[3] اور بیہقی میں ابوہریرہ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب وہ کھولتا ہوا پانی دوزخیوں کے سر پر ڈالا جائے گا تو اُن کے پیٹ کی انتڑیاں اور سر سے پاؤں تک کی سب کھال جل جائے گی ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، حشر کے منکر جو دنیا میں بڑے عزت دار کہلاتے ہیں دوزخ کے عذاب کے وقت اُن کو ذلیل کرنے کے لئے فرشتے یہ کہیں گے کہ دنیا میں تو تم بڑے عزت دار مشہور تھے لیکن آج اس ذلت کے عذاب کا مزا چکھو یہ وہی عذاب ہے جس کو تم دنیا میں جھٹلاتے تھے اور اس کے سچے ہونے میں شک اور شبہ کی باتیں نکالتے تھے کہ دوزخ کی آگ میں درخت کیونکر ہوگا اور مر کر پھر کس طرح زندہ ہوں گے مستدرک[4] حاکم اور بیہقی میں ابوہریرہ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن عالی خاندانی کچھ کام نہ آئے گی بلکہ اُس دن ہر شخص کی

[1] جامع ترمذی باب ما جاء فی صفۃ شراب اہل النار ص ۹۵ ج ۲۔ [2] ایضاً۔ [3] ایضاً۔

[4] وفی معناہ حدیث فی الترغیب والترہیب فی باب الترہیب من احتقار المسلم الخ ص ۵۹ ج ۳۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي مَقَامٍ أَمِينٍ ﴿٥١﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٥٢﴾ يَلْبَسُونَ مِن سُندُسٍ وَإِسْتَبْرَقٍ

بیشک ڈر والے گھر میں ہیں چین کے باغوں میں اور چشموں میں پہنتے ہیں پوشاک ریشمی پتلی اور گاڑھی

مُّتَقَابِلِينَ ﴿٥٣﴾ كَذَٰلِكَ وَزَوَّجْنَاهُم بِحُورٍ عِينٍ ﴿٥٤﴾ يَدْعُونَ فِيهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ آمِنِينَ ﴿٥٥﴾

ایک دوسرے کے سامنے اسی طرح اور بیاہ دیں ہم نے اُن کو گوریاں بڑی آنکھوں والیاں منگواتے ہیں وہاں ہر میوے خاطر جمع سے

پرہیزگاری کام آئے گی اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ عالی خاندان نافرمان لوگوں کی کچھ عزت اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہیں ہے حاکم نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے،، قوم تبع بلقیس کی قوم کو کہتے ہیں کیونکہ اس قوم کے ہر ایک بادشاہ کا لقب تبع ہوا کرتا تھا یہ وہی قوم ہے جس کے پانی کے بند میں گھونس نے سوراخ کر دیا تھا اور پانی کے ریلہ سے یہ لوگ تباہ ہو گئے ان کی تباہی کا پورا قصہ سورۃ السبا میں گذر چکا ہے، قوم سبا اور قوم تبع ایک ہی قوم کا نام ہے،، شاہ صاحب نے اُردو فائدہ میں جو قصہ لکھا ہے کہ تبع نے سچا دین آزمانے کے لئے بتوں کے پوجاریوں سے کہا کہ تم بھی آگ جلا کر اُس آگ میں گھس جاؤ اور یہود کے دو عالم بھی توراۃ لے کر اُس آگ میں گھس جائیں جو سچا ہو گا اُس کو آگ سے کچھ صدمہ نہیں پہنچے گا آخر قوم تبع کے بت پرست لوگوں کو اُس آگ سے صدمہ پہنچا اور یہود کے عالموں کو کچھ صدمہ نہیں پہنچا یہ قصہ عکرمہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے حوالہ سے نقل کیا ہے[۱] اس روایت میں یہ بھی ہے کہ اُس زمانہ میں سچے اور جھوٹے کو اس آگ کے طریقہ سے آزمایا کرتے تھے اور یہ بھی ہے کہ آزمائش کے بعد تبع کی قوم نے شریعت موسوی کی پیروی اختیار کر لی، تبع کی زندگی تک یہ لوگ اسی حالت پر رہے اور تبع کے انتقال کے بعد پھر بت پرست بن گئے اور پانی کے ریلہ کا عذاب آکر برباد ہو گئے،، اس تبع کا نام اسعد اور کنیت ابو کرب ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کے زمانہ سے سات سو برس پہلے اس تبع نے وفات پائی اور نسبت اور یمن کے بادشاہوں کے جو تبع کہلاتے تھے اس تبع نے یمن کی بادشاہت بہت عرصہ تک کی ہے۔ اس تبع کی بادشاہت کا زمانہ تین سو چھتیس ۳۳۶ برس کا بتلایا جاتا ہے۔

۵۱۔ ۵۷۔ اس سے پہلے کی آیتوں میں خدا تعالیٰ جب بد لوگوں کا حال بیان فرما چکا تو اب نیک لوگوں کا حال بیان فرمایا کہ بے شک جو لوگ پرہیزگار ہیں اور خدا سے ڈر کر دنیا میں گناہوں سے بچتے اور نیک کام کرتے ہیں وہ آخرت میں امن والی جگہ میں ہوں گے مراد اُس سے جنت ہے کہ نہ اُس میں موت ہو گی اور نہ کسی طرح کی بیماری ہو گی چین سے بے خوف رہیں گے باغوں کے اندر ریشمی باریک اور دبیز کپڑے چمک دار پہنیں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ایک کی دوسرے کی طرف پیٹھ نہ ہو گی باہم اُن کے محبت و سرور زیادہ ہو گا، کذٰلک اِس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کا اچھا معاملہ کرتے ہیں ہم پرہیزگاروں کے ساتھ پھر فرمایا بیاہ دیا ہم نے اُن کو گورے رنگ کی بڑی آنکھوں والی عورتوں سے اور فصل بے فصل کے جس طرح کے میوؤں کو اُن کا جی چاہے گا وہ اُن کو وہاں ملیں گے اور جس طرح دنیا کے میوؤں سے کبھی بیماری کا خوف ہوتا ہے یہ بات وہاں نہ ہو گی سوا دنیا کے ایک دفعہ کی موت کے پھر کبھی اُن کو موت نہ آئے گی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُن کو دوزخ کے عذاب سے بچائے گا، آخر کو فرمایا یہی بڑی مراد ہے جس کے لئے ان لوگوں نے دنیا میں نیک عمل کئے اور بُرے کاموں سے بچے تھے،

[۱] تفسیر الدر المنثور ص ۳۲ ج ۶۔

يَذُوقُونَ فِيهَا الْمَوْتَ إِلَّا الْمَوْتَةَ الْأُولَىٰ ۖ وَوَقَاهُمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴿٥٦﴾

چکھیں گے وہاں مرنا مگر جو پہلے مر چکے اور بچایا اُن کو دوزخ کی مار سے

فَضْلًا مِّن رَّبِّكَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٥٧﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنَاهُ بِلِسَانِكَ

فضل سے تیرے رب کے یہی ہے بڑی مراد ملنی سو یہ قرآن آسان کیا ہم نے تیری بولی میں

صحیح بخاری[1] و مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت کی عورتوں کے دوپٹے کی قیمت تمام دنیا کے مال و متاع سے بڑھ کر ہو گی صحیح مسلم[2] میں ابوسعید خدری اور ابوہریرہؓ سے جو روایتیں ہیں اُن کا حاصل یہ ہے کہ جنت میں جنتی لوگ ہمیشہ زندہ رہیں گے کبھی اُن کو موت نہ آئے گی ہمیشہ تندرست رہیں گے کبھی کوئی بیمار نہ ہو گا، جوان رہیں گے کبھی بوڑھے نہ ہوں گے، صحیح بخاری و مسلم[3] کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایت سے حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو نعمتیں جنت میں پیدا کی گئی ہیں وہ نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھیں نہ کانوں سے سنی نہ کسی کے دل پر اُس کا خیال گذر سکتا ہے صحیح بخاری[4] و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن عمر کی حدیث بھی ایک جگہ گذر چکی ہے کہ بعضے گنہگار لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو جب اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا جس طرح دنیا میں تمہارے ان گناہوں کو ظاہر کر کے تم کو رسوا نہیں کیا گیا اسی طرح آج بھی تمہارے گناہ معاف کر دئے جاتے ہیں آیتوں میں جنت کے آرام اور چین کی جگہ ہونے کا دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچنے کا جنت میں داخل ہونے سے بڑی مراد کے ملنے کا جو ذکر ہے یہ حدیثیں گویا اُس کی تفسیر ہے۔

۵۸-۵۹- سورہ ابراہیم میں گذر چکا ہے کہ ہر ایک نبی کو اللہ تعالیٰ نے جس قوم کی ہدایت کے لئے بھیجا ہے اُس نبی کو وحی بھی اُسی زبان میں بھیجی ہے جو زبان اُس قوم کی بول چال میں جاری تھی تاکہ وحی کے ذریعہ سے جو احکام اللہ تعالیٰ کے نازل ہوں وہ ہر وقت کے نبی اپنی قوم کو جلدی سے سمجھا دیں اور پھر ترجمہ اور تفسیر کے ذریعہ سے وہ احکام غیر قوم کے لوگوں کو بھی پہنچ جائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اگرچہ جن و انسان تمام مخلوقات کے ہدایت کے لئے ہے لیکن اور انبیا کے دستور کے موافق قریش کی زبان میں قرآن شریف کے نازل ہونے کی حکمت اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ ظاہر فرمائی کہ اپنی زبان ہونے کے سبب سے یہ قریش لوگ قرآن کی نصیحت سے جلدی واقف ہو جائیں اور پھر ان کے ذریعہ سے قرآن کی نصیحت غیر قوم کے لوگوں کو بھی پہنچ جائے اسی حکمت کی صراحت میں اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں فرمایا ہے: واوحی الی هذا القرآن لانذرکم به ومن بلغ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی اصلی زبان سے اہل عرب کو اور قرآن کے ترجمہ اور تفسیر سے غیر قوموں کو دوزخ کے عذاب سے ڈرانے کے لئے یہ قرآن مجھ پر نازل ہوا ہے اس سورہ انعام کی آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی قیصر روم اور کسریٰ کو ہدایت کے خط لکھے ہیں چنانچہ تفسیر[5] ابوالشیخ اور تفسیر ابن مردویہ میں حضرت انسؓ کی روایت میں اس کی تصریح آئی ہے اللہ تعالیٰ کی حکمت غالب ہے اس حکمت الٰہی سے تئیس برس کے زمانہ نزول میں بھی قرآن شریف کی نصیحت کا اثر ملک عرب میں وہ ہوا کہ بہت سے آدمی مسلمان ہو گئے اور آیت کے اس ٹکڑے لانذرکم به کا عمل ہو گیا ہے اور دوسرے

[1] صحیح بخاری باب صفۃ الجنۃ والنار۔ ص ۹۷۲ ج ۲۔ [2] صحیح مسلم کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واھلہا ص ۳۸۰ ج ۲۔ [3] صحیح مسلم کتاب الجنۃ و صفۃ نعیمہا واھلہا - ص ۳۷۸ ج ۲۔ [4] بخاری شریف باب ستر المومن علی نفسہ ص ۸۹۶ ج ۲ و صحیح مسلم باب قبول توبۃ القاتل الخ۔ ص ۳۶۰ ج ۲۔ [5] تفسیر فتح القدیر ص ۱۰۱ ج ۲۔

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾

شائد وہ یاد رکھیں

ٹکڑے وہن بلغ کے عمل پر طرح طرح کی تفسیریں اور ترجمہ ہو کر یہ ہدایت کا اثر جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گا یہ عام قاعدہ ہے کہ شہر اور اطراف شہر کے قصبیات کی زبان میں کسی قدر فرق ہوا کرتا ہے اب اس صورت میں مثلاً اگر ایک شخص پانی پت کے رہنے والے کو یوں مجبور کیا جاتے کہ وہ دہلی کی زبان بولے تو اس شخص کو ایک طرح کی دقت اور تکلیف ہو گی اس تکلیف کے رفع کرنے کی غرض سے قرآن شریف کے قریش کی زبان میں نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت پر قرآن شریف کے آسان ہو جانے کی خواہش اللہ تعالیٰ سے کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی خواہش کو قبول فرما کر سات طرح سے قرآن کے لفظوں کا پڑھنا جائز فرما دیا چنانچہ صحیح مسلم[1] میں حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو ایک ہی طرح سے قرآن شریف کے پڑھنے کا حکم دیا تھا میں نے اللہ تعالیٰ سے خواہش کی کہ میری امت کو قرآن شریف آسان ہو جائے میری اس خواہش پر سات طرح قرآن شریف کا پڑھنا جائز ہو گیا صحاح میں بہت سی حدیثیں قرآن شریف کے سات طرح پڑھنے کے باب میں علما نے گن کر یہ بات نکالی ہے کہ اکیس صحابہ سے اس باب میں روایتیں ہیں اسی واسطے بعضے علما نے اس باب کی روایت کے متواتر ہونے کا دعویٰ کیا ہے مگر مابعد کے علما نے ان حدیثوں کے معنوں میں اختلاف کر کے چالیس قول باہمی اختلاف کی وجہ سے ان حدیثوں کے معنوں میں قائم کر دیے ہیں لیکن صحیحین[2] میں جو حضرت عمرؓ کی روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ہشام بن حکیم صحابی کو سورہ فرقان اس طرح کی قرأت سے پڑھتے ہوئے دیکھا جو قرأت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمرؓ نے کبھی نہیں سنی تھی تو یہ حال دیکھ کر حضرت عمرؓ کو غصہ آگیا اور حضرت عمرؓ ہشام بن حکیم کی چادر کا کونا پکڑ کے کھینچتے ہوئے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر اور ہشام دونوں کی قرأتیں سن کر دونوں قرأتوں کو صحیح قرار دیا اور فرمایا کہ جس کو جس طرح سے آسان معلوم ہوا اسی طرح سے قرآن شریف پڑھے آخر سات طرح سے قرآن شریف نازل ہوا ہے، اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ سات طرح کے قرآن شریف کے نازل ہونے کا حکم قرأت سے متعلق ہے اس کے سوا جو معنے ان حدیثوں کے علما نے بیان کئے ہیں وہ اس صحیح حدیث کے مخالف ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش کے قبول ہونے کے بعد مکہ کے اطراف کے رہنے والے لوگ اپنی زبان اور بول چال کے موافق قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگے اور عرب کی سب قوموں میں قرآن شریف کا مطلب جلدی سے پھیل گیا اور قریش کے سوا اور قوموں کے بہت صحابہ قرآن شریف کے مفسر ہوئے اور پھر صحابہ سے وہ علم تابعین اور تبع تابعین اور یہاں تک لوگوں میں بذریعہ تفسیر اور ترجموں کے آیا اور قیامت تک یہی سلسلہ جاری رہے گا غرض جو کچھ آج تک ہوا اور قیامت تک ہو گا وہ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا ظہور اور اسی آیت کی تفسیر ہے صحیح بخاری[3] و مسلم ترمذی وغیرہ میں چند صحابہ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے فقط قریش کی

[1] صحیح مسلم باب بیان ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف الخ ص ۲۷۳ ج ۱۔ [2] صحیح بخاری باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف الخ ص ۷۴۷ ج ۲ و صحیح مسلم باب بیان ان القرآن انزل الخ ص ۲۷۳ ج ۱۔ [3] صحیح مسلم باب انزل القرآن علی سبعۃ احرف الخ ص ۲۷۲ ج ۱ و صحیح بخاری باب جمع القرآن۔ ص ۷۴۹ ج ۱۔

فَارْتَقِبْ إِنَّهُم مُّرْتَقِبُونَ ﴿٩﴾

اب تو راہ دیکھ وہ بھی راہ تکتے ہیں

ع ۱۶

زبان کے موافق قرآن پڑھا جاتا تھا ہجرت کے بعد جب مختلف قبیلوں کے لوگ اسلام میں داخل ہوئے تو اُن لوگوں کی زبان پر قریش کی زبان کے بعضے لفظ نہیں چڑھتے تھے مثلاً ہذیل قبیلہ کے لوگ حتی کو عتی کہتے تھے حتیٰ اُن کی زبان پر نہیں چڑھتا تھا اس مشکل کے آسان ہو جانے کے لئے قرآن شریف کے بعض لفظوں کو سات طرح تک پڑھنے کا حکم ہوا حاصل کلام یہ ہے کہ ابی بن کعب کی حدیث جو اوپر گزری اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ سارا قرآن سات طرح پڑھا جاتا ہے بلکہ اس حدیث کا وہی مطلب ہے جو اوپر بیان کیا گیا کہ قرآن شریف کے بعضے لفظوں کو سات طرح تک پڑھا جاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے متفرق لکھی ہوئی آیتوں سے حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ میں جو قرآن جمع ہوا اُس میں قرآن شریف کے بعضے لفظ سات طرح تک کے تھے سارے قرآن کے لفظ سات طرح کے نہیں تھے چنانچہ صحیح بخاری[1] میں انسؓ بن مالک کی جو روایت ہے اُس میں یہ ذکر ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کے زمانہ کا جمع کیا ہوا ایک قرآن حضرت حفصہ کے پاس تھا جس کو حضرت عثمان نے مصحف عثمانی جمع کرنے کے وقت حضرت حفصہ سے منگوا لیا تھا اگر سارا قرآن سات طرح پڑھا جاتا تو حضرت ابوبکر صدیق کے جمع کئے ہوئے سات قرآن جدا جدا ہوتے آسانی کے لحاظ سے قرآن شریف کے بعضے لفظوں کو سات طرح تک پڑھنے کا جو حکم ہوا تھا ان لفظوں میں سے کچھ لفظوں کو عبداللہ بن مسعود نے اختیار کر لیا تھا یہ عبداللہ بن مسعود کی قرأت مشہور تھی اسی طرح کچھ لفظ ابوموسیٰ اشعری نے اور کچھ ابی بن کعب نے یہ قرأتیں ان کے نام سے مشہور تھیں، حضرت عثمان کی خلافت تک ان ہی مختلف قرأتوں میں قرآن شریف پڑھا جاتا تھا حضرت عثمان کی خلافت میں اسی اختلاف قرأت کے سبب سے جب مسلمانوں میں جھگڑے ہونے لگے تو حضرت عثمان نے اس باب میں صحابہ سے مشورہ کیا اور مشورہ کے بعد تمام صحابہ کی یہ صلاح قرار پائی کہ زبان قریش کے موافق پہلے قرآنوں سے ایک قرآن کی نقل کی جا کر اُس کی چند نقلیں جگہ جگہ بھیج دی جائیں اور اسی ایک قرأت کا لوگوں کو پابند کیا جائے کیونکہ پہلے پہل اسی محاورہ کے موافق قرآن نازل ہوا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کے آخر رمضان میں جبرئیل علیہ السلام نے اسی موافق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کا دور کیا ہے، حضرت عثمان نے اس مشورہ کے موافق مصحف عثمانی تیار کرایا تھا اور اس کی نقلیں جگہ جگہ بھیج دیں اور پہلے قرآن تلف کر دیئے گئے، اگرچہ مصحف عثمانی اور اس کی نقلوں میں رسم خط کی قرار داد تھی لیکن اس وقت تک لفظوں پر زیر زبر کا رواج نہیں تھا کیونکہ یہ رواج تو بنی امیہ کے چھٹے خلیفہ عبدالملک کے عہد میں ہوا ہے۔ اس واسطے مصحف عثمان کی جو نقلیں جگہ جگہ روانہ کی گئی تھیں رسم خط کی پابندی سے صرف نحو کے قواعد کے موافق اُن نقلوں میں جو لفظ کئی طرح پڑھا جا سکتا تھا اُس کو کسی بستی والوں نے ایک طرح پڑھا اور دوسری بستی والوں نے دوسری طرح اسی کا نام وہ سات قرأتیں ہیں جو حال میں نافع حمزہ ابو عمرو عاصم کسائی کے نام سے مشہور ہیں اسی بنا پر یہ قول بہت صحیح ہے کہ ان حال کی ساتوں قرأتوں میں حضرت ابوبکر صدیق والے قرآن کی ساتوں قرأتیں پوری نہیں ہیں کیونکہ یہ حال کی ساتوں قرأتیں مصحف عثمانی کے رسم خط کی پابندی سے پیدا ہوئی ہیں اور یہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ مصحف عثمانی میں حضرت ابوبکر صدیق والے قرآن کی

[1] صحیح بخاری باب جمع القرآن ص ۷۴۶ ج ۲۔

آیاتہا ۳۷ (۴۵) سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۶۵) رکوعاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۲
اتارا کتاب کا ہے اللہ سے جو زبردست ہے حکمت والا

قرأتوں کو چھوڑ دیا گیا ہے پھر مصحف عثمانی کی بنا پر جو عاصم وغیرہ کی قرأتیں پیدا ہوئی ہیں اُن میں مصحف عثمانی سے پہلے کی قرأتیں پوری کیونکر آسکتی ہیں، آیتوں میں قرآن کے آسان کئے جانے کا جو ذکر ہے اس قصہ کو اُس کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس سے قرآن کی تلاوت میں جو جو آسانیاں علماء امت نے کر دی ہیں اس کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے، احسن الفوائد کے مقدمہ اور اس تفسیر کے مقدمہ میں اس قصہ کی تفصیل زیادہ ہے، اب آگے فرمایا اے رسول اللہ کے اسلام کے غلبہ اور مخالف اسلام لوگوں کے مغلوب ہونے کا جو اللہ کا وعدہ ہے اُس کے تم بھی منتظر رہو اور مخالف اسلام لوگ بھی منتظر رہیں وقت مقررہ پر اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا ضرور ظہور ہوگا، پہلا ظہور تو اس وعدہ کا بدر کی لڑائی کے وقت ہوا کہ مشرکین مکہ میں کے بڑے بڑے مخالف اسلام اسی لڑائی میں بڑی ذلت سے دنیا میں مارے گئے اور مرتے ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہوگئے جس عذاب کے جتلانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ کے وعدہ کو سچا پالیا چنانچہ صحیح بخاریؒ و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی روایت اس باب میں کئی جگہ گذر چکی ہے،، دوسرا ظہور اس وعدہ کا فتح مکہ کے وقت ہوا کہ جن بتوں کی حمایت میں مشرکین مکہ کو اسلام سے مخالفت تھی فتح مکہ کے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کی لکڑی مار مار کر ان بتوں کو زمین پر گرا دیا اور اہل مکہ میں سے کوئی شخص اُن بتوں کی ذلت کو نہ روک سکا،، اس باب میں بھی صحیح بخاری کے حوالہ سے عبداللہؓ بن مسعود کی اور صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایتیں کئی جگہ گذر چکی ہیں،،

حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کے قول کے موافق یہ سُورۃ مکی ہے مگر ایک آیت کو وُہ مدنی کہتے ہیں جس کا ذکر آگے آتا ہے اُس سے پہلے ایک جگہ گزر چکا ہے کہ جس سورت کے شروع کی آیتیں مکی ہوں وُہ ساری سورت مکی کہلاتی ہے۔

۱-۲- حٰمٓ حروف مقطعات میں سے ہے ان حروف کی تفسیر کا ذکر سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران میں گذر چکا ہے مشرکین مکہ یہ جو کہتے تھے کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے روز قرآن کی آیتیں بنا لیتے ہیں اور اُن کو اللہ کا کلام بتلاتے ہیں اسی کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے کئی جگہ قرآن میں یہ فرمایا ہے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اللہ کی طرف سے اتارا گیا ہے، العزیز کا یہ مطلب ہے کہ قرآن سے پہلے جو اللہ کا کلام اور انبیاء پر اترا اور اُن انبیاء کی امتوں نے اُس کو نہیں مانا تو اللہ تعالیٰ نافرمان

[1] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۶۹ ۔ [2] صحیح بخاری باب وقل جاء الحق وزھق الباطل ص ۶۸۶ ج ۲ و صحیح مسلم باب فتح مکہ ص ۱۰۳ ج ۲۔
[3] تفسیر فتح القدیر ص ۱ ج ۵۔

إِنَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿٣﴾ وَفِي خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَابَّةٍ

بیشک آسمانوں میں اور زمین میں بہت پتے ہیں ماننے والوں کو اور تمہارے بنانے میں اور جتنے بکھیرتا ہے جانور

آيَاتٌ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ﴿٤﴾ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ رِزْقٍ

پتے ہیں ایک لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اور بدلنے میں رات دن کے اور وہ جو اتاری اللہ نے آسمان سے روزی

فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ آيَاتٌ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٥﴾ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ

پھر جلایا اس سے زمین کو مر گئے پیچھے اور بدلنے میں ہواؤں کے پتے ہیں ایک لوگوں کو جو بوجھتے ہیں یہ آیتیں ہیں اللہ کی

نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾ وَيْلٌ لِكُلِّ أَفَّاكٍ

ہم سناتے ہیں تجھ کو ٹھیک پھر کونسی بات کو اللہ اور اس کی باتیں چھوڑ کر مانیں گے خرابی ہے ہر جھوٹے

لوگوں سے بدلہ لینے میں ایسا زبردست ہے کہ اس نے ایسے نافرمان لوگوں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا اگر یہ حال کے لوگ بھی قرآن کی آیتوں کے جھٹلانے پر اڑے رہیں گے تو یہی انجام ان کا ہوگا اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے اس وعدہ کا ظہور کئی برس کے بعد بدر کی لڑائی کے وقت ہوا کہ اس لڑائی میں قرآن کے بڑے بڑے جھٹلانے والے دنیا میں نہایت ذلت سے مارے گئے اور مرتے ہی عذاب آخرت میں گرفتار ہو گئے جس عذاب کے جتانے کے لئے اللہ کے رسولؐ نے ان لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ کے وعدہ کو سچا پا لیا صحیح بخاریؒ و مسلم کی انسؓ بن مالک کی روایت کے حوالہ سے یہ بدر کا قصہ کئی جگہ گذر چکا ہے الحکیم اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن ان پڑھ رسول پر اترا ہے[1] جو باتیں اس میں ایسی ہیں کہ ان پڑھ آدمی تو درکنار کوئی پڑھا لکھا آدمی بھی ایسی باتیں بغیر تائید غیبی کے نہیں کہہ سکتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ صاحب حکمت کا اتارا ہوا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے نہیں بنایا۔

۳۔۵ا۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی چند نشانیوں کا ذکر فرمایا ہے مثلاً آسمان و زمین کا پیدا کرنا، آسمان میں فرشتوں اور سورج و چاند ستاروں کا پیدا کرنا زمین میں انسان جن چرند پرند طرح طرح کے جانوروں کا جنگل اور دریا میں پیدا کرنا دریا اور ندیوں کا جاری کرنا اور ان میں کشتیوں کا چلانا دنیا کے کاروبار کے لئے دن اور سورج کی روشنی کو پیدا کرنا اور کاروبار کی محنت سے جو آدمی تھک جاتا ہے اس تھکان کے رفع کرنے کے لئے رات اور رات کی نیند کو پیدا کرنا آسمان سے مینہ کا برسانا جس سے ہر طرح کے اناج ہر طرح کے میوؤں ہر طرح کی ترکاریوں کا زمین میں پیدا ہونا ہر طرح کی ہوا کا چلانا جس کی تاثیر سے مینہ کے وقت مینہ برستا ہے اور بڑھنے کے وقت اناج کا درخت بڑھتا ہے اور پھل پکتا ہے، اور سوکھنے کے وقت اناج سوکھتا ہے پھر فرمایا کہ اللہ کے کلام میں اللہ کی قدرت کی یہ نشانیاں ہیں،، باوجود ان نشانیوں کے دیکھنے کے جو یہ مشرک لوگ اللہ کی عبادت میں دوسروں کو شریک کئے جاتے ہیں اور اللہ کے خاص معبود ہونے پر ایمان نہیں لاتے تو پھر آخر اللہ کی قدرت کی کونسی نشانی دیکھ کر یہ لوگ ایمان لائیں گے پھر فرمایا کہ دنیا میں تو یہ لوگ اللہ کا کلام اور اللہ کے کلام میں جو اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں وہ سب سن کر ٹکڑ انیاں کرتے ہیں اور اللہ کے کلام کو مسخراپن اور جھوٹی باتوں میں اڑاتے ہیں

[1] صحیح بخاری باب قتل ابی جہل۔ ص ۵۶۶ ج ۲۔

أَثِيمٍ ﴿٧﴾ يَسْمَعُ آيَاتِ اللَّهِ تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا ۖ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٨﴾

گنہگار کی کہ سنے باتیں اللہ کی جو اُس پاس پڑھی جاویں پھر ضد کرے غرور سے جیسے وہ سنی نہیں سو خوشی سنا اس کو ایک دکھ کی مار کی

وَإِذَا عَلِمَ مِنْ آيَاتِنَا شَيْئًا اتَّخَذَهَا هُزُوًا ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿٩﴾ مِّن وَرَائِهِمْ جَهَنَّمُ

اور جب خبر پاوے ہماری باتوں میں کسی چیز کی اس کو ٹھہراویں ٹھٹھا ایسوں کو ذلت کی مار ہے پرے ان کے دوزخ ہے

وَلَا يُغْنِي عَنْهُم مَّا كَسَبُوا شَيْئًا وَلَا مَا اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٠﴾

اور کام نہ آوے گا ان کو جو کمایا تھا کچھ اور نہ وہ جو پکڑے تھے اللہ کے سوائے رفیق اور ان کو بڑی مار ہے

هَٰذَا هُدًى ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رِّجْزٍ أَلِيمٌ ﴿١١﴾ اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ

یہ سمجھا دیا اور جو منکر ہیں اپنے رب کی باتوں سے اُن کو مار ہے ایک بلا کی دکھ والی اللہ وہ ہے جس نے بس میں دیا تمہارے

ع ۱۱ / ۱۷

لیکن عقبیٰ میں ان بڑائیوں کا بہت خمیازہ ان کو بھگتنا پڑے گا مال اولاد اور جن بتوں کو یہ لوگ اللہ کی عبادت میں شریک کرتے تھے کوئی چیز ان کے کام نہ آئے گی اور کوئی چیز ان کو دوزخ کے عذاب سے نہ چھوڑائے گی۔ اس سبب نصیحت کے بعد فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول کا کام نصیحت کا کر دینا ہے جو کوئی اُس نصیحت کو مان کر کچھ نیکی کرے گا اپنا بھلا کرے گا اور جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کی نصیحت کو نہ سنے گا اور برائی میں اپنی عمر گنوائے گا وہی اُس برائی کے وبال میں گرفتار ہوگا معتبر سند سے مسند امام احمدؒ میں حضرت محمد بن ابی عمیرہ صحابی سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ایک شخص اپنی پیدائش کے دن سے موت کے وقت تک خدا کی عبادت میں لگا رہے اور بڈھا ہو کر مرے تو اُس کو بھی قیامت کے دن یہ حسرت رہے گی کہ وہ دوبارہ پھر دنیا میں آتا اور ایسے کام کرتا جن سے اُس کا اجر اور ثواب زیادہ ہوتا۔[1] اب اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ جو شخص عمر بھر نیک کام نہ کرے گا اپنی عمر کا بڑا حصہ برے کاموں میں صرف کرے گا اس کو بُرے کاموں کے خمیازہ کے بھگتنے کے علاوہ نیک کام کا وقت ہاتھ سے جاتے رہنے پر کیا کچھ حسرت اور ندامت ہو گی اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اب دنیا میں وقت ہے جو کوئی بھلا کام جس قدر کرے گا اسی کے حق میں اچھا ہے ورنہ عقبیٰ میں سوا پچتانے کے کچھ حاصل نہیں ناقابل اعتراض سند سے ترمذی[2] اور بیہقی میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دنیا سے اٹھتے وقت ہر ایک شخص کو ایک طرح کی ندامت اور حسرت ہوتی ہے صحابہ نے پوچھا کہ حضرت ہر ایک شخص کو کس طرح کی ندامت اور حسرت ہوتی ہے آپ نے فرمایا نیک شخص کو اس بات کی ندامت اور حسرت ہوتی ہے کہ اور زیادہ نیکی کیوں نہیں کی اور بد شخص کو اس بات کی ندامت اور حسرت ہوتی ہے کہ تمام عمر بدی میں کیوں رائیگاں کی اور مرنے سے پہلے بدی سے باز کیوں نہ آیا وراء کا لفظ آگے اور پیچھے دونوں معنوں میں بولا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اگرچہ دوزخ کے منکر ہیں مگر دوزخ ان لوگوں کو گھیرے ہوئے ہے مرنے کے ساتھ ہی اُس سے کسی طرح ان کا چھٹکارہ نہیں ھذا ھدی والذین کفروا بایت ربھم لھم عذاب من رجز الیم اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اتارا ہے اگرچہ وہ سب کو نجات کا سیدھا رستہ بتلاتا ہے لیکن جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں بد ٹھہر چکے ہیں وہ اُس کی نصیحت کو نہیں مانتے جس سے کسی کا کچھ نہیں بگڑتا

[1] الترغیب والترہیب فصل فی ذکر الحساب۔ ص ۷۵۹ ج ۴۔

[2] بحوالہ مشکوٰۃ شریف باب الحشر الفصل الثانی ص ۴۸۴۔

الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ

دریا کہ چلیں اس میں جہاز اس کے حکم سے اور تا کہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور شاید تم حق مانو اور کام لگائے

لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۱۳﴾

تمہارے جو کچھ ہیں آسمانوں میں اور زمین میں اس کی طرف سے اس میں پتے ہیں ایک لوگوں کو جو دھیان کرتے ہیں

قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا يَغْفِرُوا لِلَّذِينَ لَا يَرْجُونَ أَيَّامَ اللَّهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًا بِمَا كَانُوا

کہہ دے ایمان والوں کو معاف کریں ان کو جو امید نہیں رکھتے اللہ کے دنوں کی کہ وہ سزا دے ایک لوگوں کو بدلہ اس کا

يَكْسِبُونَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۖ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴿۱۵﴾

جو کماتے تھے جس نے بھلا کیا تو اپنے واسطے اور جس نے برا کیا تو اپنے حق میں پھر اپنے رب کی طرف پھیرے جاؤ گے

بلکہ اپنا ہی ٹھکانہ دوزخ میں بناتے ہیں۔ رجز کے معنے سخت عذاب کے ہیں صحیح بخاری[۱] و مسلم کے حوالہ سے ابو موسیٰ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگوں کی مثال اچھی بری زمین کی بیان فرمائی ہے اس حدیث سے آیت کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مینہ کے پانی کی طرح قرآن کی نصیحت سب کے حق میں اگرچہ عام ہے لیکن نیک لوگوں کو اس نصیحت سے ایسا ہی فائدہ پہنچتا ہے جس طرح اچھی زمین کو مینہ کے پانی سے فائدہ پہنچتا ہے اور برے لوگوں کے حق میں وہ نصیحت ایسی ہی رائگان ہے جس طرح بری زمین میں کا پانی رائگان جاتا ہے،، قل للذین آمنوا یغفروا للذین لا یرجون ایام اللہ لیجزی قوما بما کانوا یکسبون۔ اس سورہ میں بھی ایک آیت ہے جس کے مدنی اور مکی ہونے میں سلف کا اختلاف ہے حضرت عبد اللہ بن عباس کا اگرچہ ایک قول یہ ہے کہ ہجرت کے بعد عبد اللہ بن ابی منافق نے حضرت عمر کو کچھ برا کہا تھا حضرت عمرؓ نے جب یہ خبر سنی تو عبد اللہ بن ابی سے بدلہ لینا چاہا اس پر یہ آیت اتری لیکن حافظ ابو جعفر ابن جریر نے اپنی تفسیر میں حضرت عبد اللہ بن عباس کا یہی قول پسند کیا ہے کہ ہجرت سے پہلے مکہ میں مشرک لوگ مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذا جو دیتے تھے اس پر یہ درگذر کی آیت اتری حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ ایماندار لوگوں کو ان لوگوں کی باتوں پر صبر کرنا چاہیے جو اللہ کے عذاب کے دنوں سے نہیں ڈرتے تاکہ وقت مقررہ پر صبر کرنے والوں کو صبر کی جزا اور زیادتی کرنے والوں کو زیادتی کی سزا پوری طور پر مل جائے،، معتبر سند سے طبرانی[۲] میں انس بن مالک سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بجائے بدلہ لینے کے درگذر کرے گا قیامت کے دن بغیر حساب کے اس کو جنت میں جانے کا حکم ہو جائے گا بجائے بدلہ لینے کے درگذر کی ہدایت جو اس آیت میں ہے اس کا مطلب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

[۱] صحیح بخاری باب فضل من علم وعلم۔ ص ۱۸ ج ۲۔

[۲] الترغیب والترہیب باب الترغیب فی العفو۔ ص ۱۴۵ ج ۳۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ

اور ہم نے دی ہے بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور پیغمبری اور کھانے کو دیں ستھری چیزیں اور بزرگی دی ان کو

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶ وَاٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ

جہان پر اور دیں ان کو کھلی باتیں دین کی پھر پھوٹ جو ڈالی تو سمجھ آچکے پیچھے آپس کی

الْعِلْمُ ۙ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۷ ثُمَّ

ضد سے تیرا رب چکوتی کرے گا ان میں قیامت کے دن جس بات میں وہ جھگڑتے تھے پھر

۱۶-۲۰- صحیح بخاری[1] میں خبابؓ بن الارت سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جناب نے مشرکین مکہ کی سختیوں سے تنگ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا اس حدیث کو آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ جس زمانہ میں یہ مکی آیتیں نازل ہوئی ہیں اُس زمانہ میں اہل اسلام مشرکوں کے ہاتھ سے ایسے ہی تنگ تھے جیسے کسی زمانہ میں فرعون اور اُس کی قوم کے ہاتھ سے بنی اسرائیل تنگ آگئے تھے اسی واسطے ان آیتوں میں بنی اسرائیل کی راحت کی باتوں کا ذکر فرما کر مسلمانوں کو یہ تسلی دی گئی ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل کا تکلیف کا زمانہ راحت کے زمانہ سے اللہ تعالیٰ نے بدل دیا رفتہ رفتہ یہی حالت مسلمانوں کو بھی پیش آنے والی ہے لیکن راحت کے زمانہ میں انسان کا دین پر پورا قائم رہنا بہت مشکل ہے یہود کا حال دیکھنے کے قابل ہے کہ انہوں نے راحت کے زمانہ میں کیا کیا آپس میں پھوٹ ڈال کر ایک توراۃ کی کئی توراتیں بنا ڈالیں توراۃ کے قائم رکھنے والے انبیا سے بدسلوکی کے ساتھ پیش آئے مسلمانوں کو راحت کے زمانہ میں ایسی باتوں سے بچنا چاہئے، اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں جو نصیحت مسلمانوں کو مختصر طور پر فرمائی تھی اللہ کے رسول نے وہی نصیحت کھلے لفظوں میں فرمائی ہے چنانچہ صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے عمروؓ بن عوف انصاری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو اپنی امت کی تنگ حالی کے زمانہ کا کچھ اندیشہ نہیں ہے اندیشہ تو اُس زمانہ کا ہے کہ پہلی امتوں کی طرح ان میں خوشحالی آجائے اور وہ خوشحالی ان کو پہلی امتوں کی طرح خرابی میں ڈال دے جب تک راحت کے زمانہ میں اللہ اور اللہ کے رسول کی اس نصیحت کو مسلمانوں نے پیش نظر رکھا اچھے رہے پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ سے جو مسلمانوں میں آپس کی پھوٹ شروع ہوئی تو اُس کا اثر آج تک باقی ہے، یہ عثمانؓ کی شہادت کا واقعہ ۳۵ھ ہجری میں ہوا ان آیتوں میں جو کچھ ارشاد ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ اے رسول اللہ کے اللہ نے بنی اسرائیل کو توراۃ نبوت اور توراۃ کے موافق فیصلے کرنے کے لئے بادشاہت اور حکومت دی لیکن ان میں سے توراۃ کے عالم آپس کی ضد سے جاہل بن گئے اور آپس کی پھوٹ کے سبب سے انہوں نے اس طرح ایک توراۃ کی کئی توراتیں بنا ڈالیں کہ ان میں کا ایک فرقہ دوسرے فرقے کی توراۃ کو نہیں مانتا۔ پھر فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی اس بیجا پھوٹ کا پورا فیصلہ کر دے گا،، پھر فرمایا جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے توراۃ نازل فرمائی اسی طرح اے رسول اللہ کے اللہ تعالیٰ نے تم پر قرآن نازل فرمایا ہے مشرکین مکہ تم کو اور مسلمانوں کو بڑے بوڑھوں کے طریقے کے چھوڑ دینے کا طعنہ جو دیتے ہیں یہ ان کی

[1] بخاری شریف باب ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من المشرکین ص ۵۴۳ ج ۱ [2] صحیح بخاری باب کتاب الرقاق باب ما یحذر من زھرۃ الدنیا

جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ

تجھ کو رکھا ہم نے ایک رستہ پر اس کام کے سو تو اسی پر چل اور نہ چل چاؤ پر ناداںوں کے اور

لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْــًٔا ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ

کام نہ آویں گے تیرے اللہ کے سامنے کچھ اور بے انصاف ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور اللہ رفیق ہے

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

ڈر والوں کا یہ سوجھ کی باتیں ہیں لوگوں کے واسطے اور راہ کی اور مہر ان لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

کیا خیال رکھتے ہیں جنھوں نے کمائی ہیں برائیاں کہ ہم کر دیں گے اُن کو برابر اُن کے جو یقین لاتے اور کیے

نادانی ہے ان کے اصل بڑے تو ابراہیم علیہ السلام ہیں جو بچپنے میں بھی شرک سے بیزار تھے اس لئے تم کو اور مسلمانوں کو قرآن کی نصیحت پر چلنا چاہئے عمرو بن لحی کے زمانہ سے جو ان مشرکوں کے گمراہ بڑے بوڑھے پیدا ہوتے وہ اپنے کسی چھوٹے کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتے اس واسطے ان مشرکوں کی تراشی ہوئی باتیں سننے کے قابل نہیں ہیں، اگر ان کے بڑے ان مشرکوں کے رفیق ہیں تو قرآن کی نصیحت پر عمل کرنے والوں کا اللہ رفیق ہے پھر فرمایا قرآن میں اگرچہ سراپا ہدایت کی باتیں ہیں جن باتوں پر عمل کرنے سے آدمی اللہ کی رحمت کے قابل ہو جاتا ہے لیکن قرآن کی نصیحت سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو اللہ کے علم غیب میں نیک ٹھہر چکے جس سے اُن کے دل میں ایک دن اللہ کے روبرو کھڑے ہونے اور حساب وکتاب کا پورا یقین ہے جو لوگ اللہ کے علم غیب میں بد قرار پاچکے ہیں اُن کو مرتے دم تک قرآن کی نصیحت سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا صحیح بخاری[۱] و مسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰ اشعری کی حدیث اوپر گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسولؐ نے قرآن کی نصیحت کی مثال مینہ کے پانی کی اور اچھے برے لوگوں کی مثال اچھی بری زمین کی بیان فرمائی ہے یہ حدیث آخری آیت کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے علم غیب میں نیک ٹھہر چکے ہیں اُن کو قرآن کی نصیحت سے ویسا ہی فائدہ ہوتا ہے جس طرح اچھی زمین کو مینہ کے پانی سے فائدہ پہنچتا ہے اور جو لوگ اللہ کے علم غیب میں بد قرار پا چکے ہیں اُن کے حق میں قرآن کی نصیحت ایسی رائگان ہے جس طرح بری زمین میں مینہ کا پانی رائگان جاتا ہے یہ جو فرمایا کہ بنی اسرائیل کو ستھری چیزیں کھانے کو دیں اس میں من سلویٰ مصر کے فرعون کے باغ وہاں کی کھیتی اور ملک شام کی کھیتی سب چیزیں داخل ہیں توراۃ کا علم نبوت بادشاہت کا دبدبہ جو بنی اسرائیل میں تھا اُس وقت کی کسی قوم میں یہ باتیں نہیں تھیں اسی واسطے فرمایا اُس وقت جو لوگ جہان میں تھے اُن سب پر بنی اسرائیل کو فضیلت حاصل تھی یہ جو فرمایا کہ بنی اسرائیل کو دین کی کھلی کھلی باتیں دی گئی تھیں اس کا مطلب یہی ہے کہ توراۃ میں دین کی کھلی کھلی باتیں تھیں اور توراۃ کے بڑے بڑے عالم بنی اسرائیل میں تھے۔،

۲۱ ـــ یہ منکرین حشر کے اُس قول کا جواب ہے جس کا آگے کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر فرمایا ہے وقالوا ماھی الا

[۱] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۲۰۰۔

الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾

بھلے کام ایک سا ان کا جینا اور مرنا بُرے دعوے ہیں جو کرتے ہیں

حیاتنا الدنیا نموت ونحی وما یھلکنا الا الدھر۔ حاصل ان دہریوں کے قول کا یہ ہے[1] کہ دنیا میں پیڑ کے پودوں کی طرح انسان کا بچہ پیدا ہوتا ہے اور پیڑ کا پودا جس طرح دن بدن بڑھتا جاتا ہے اسی طرح انسان کا بچہ دن بدن بڑھتا جاتا ہے پھر جس طرح پرانا ہو جانے کے سبب پیڑ سوکھ کر اکھڑ جاتا ہے اور گر پڑتا ہے اسی طرح انسان کی عمر کا زمانہ گذر جانے کے سبب سے ایک دن انسان مر جاتا ہے پیڑ کے سوکھ جانے کے بعد اس کی لکڑی جل کر یا گل کر آخر کو خاک ہو جاتی ہے پھر اس کا کچھ پتا نہیں لگتا کہ کہاں گئی اسی طرح انسان مر کر خاک ہو جاتا ہے اور اس کی خاک رواں دواں ہو جاتی ہے یہیں تک انسان کی پیدائش اور موت کا سلسلہ ختم ہو گیا اس سلسلہ کے بعد پھر دوبارہ انسان کا جلینا اور نیک اور بد کو جزا و سزا کا دیا جانا کچھ سمجھ میں نہیں آتا اس کا جواب جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں کو کچھ علم و عقل نہیں محض اٹکل سے ایسی باتیں یہ لوگ کرتے ہیں کیا دنیا میں دنیا کے حاکموں کے نافرمان لوگوں سے جیل خانے بھرے ہوئے ان لوگوں نے نہیں دیکھے اور کیا دنیا کے حاکموں کے فرمانبردار لوگ جاگیر تنخواہیں اور انعام کھاتے ہوئے ان کی نظر سے نہیں گذرے آخر یہ دنیا کے حاکم کس نے پیدا کئے خدا ہی نے تو پیدا کئے ہیں کیا ان کم عقل لوگوں نے خدا کے دربار کے انصاف کو خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوق کے انصاف سے بھی گھٹا دیا کہ خدا نیکوں کی جزا اور بدوں کی سزا کے لئے ایک دن دنیا کی عمر ختم ہونے کے بعد نہ ٹھہرائے گا اور یونہی کھیل کی طرح دنیا میں نیک و بد کو پیدا کر کے ایک دن دونوں کو خاک کر کے پھر خبر نہ لے گا کہ نیک نے نیکی جو کی تھی اس نے اس کا کیا پھل پایا اور بد نے بدی جو کی تھی اس نے اس کا کیا خمیازہ بھگتا اسی واسطے فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنی اٹکل سے اللہ تعالیٰ کے انصاف کو جو بٹا لگایا ہے وہ ان کی بہت ہی بری اٹکل ہے رہی یہ بات کہ یہ جزا و سزا دنیا کی دنیا میں ہی کیوں نہیں پوری ہو جاتی اس کا جواب سورہ الم سجدہ کی آیت ولنذیقنھم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلھم یرجعون میں اوپر گذر چکا ہے کہ دنیا پوری جزا و سزا کی جگہ نہیں ہے، کثرت گناہوں کے وقت کبھی تھوڑی سی سزا اس لئے دنیا میں ہو جاتی ہے کہ لوگ گناہوں سے باز آئیں اور آخر عمر تک کچھ کر لیں اور آخر عمر تک جبکہ اللہ تعالیٰ نے نیکی کا موقع انسان کو دیا ہے تو جزا اور سزا تمام دنیا کے لوگوں کے مرنے کے بعد ہی چاہئے اسی کا نام حشر اور قیامت ہے اب کوئی بات ان دہریوں کی مرضی کے مخالف ہو جاتے مثلاً کسی عزیز یا دوست کا جوانی کی حالت میں مر جانا یا کسی مال کا تلف ہو جانا تو یہ دہریئے لوگ زمانہ کو برا کہا کرتے ہیں چنانچہ جاہلیت کے زمانہ کے شعروں میں اب تک وہ مضمون موجود ہیں جن میں زمانہ کی گردش کی مذمت ہے اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اس حدیث قدسی میں دیا ہے جو صحیحین[1] میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے ہے حاصل اس روایت کا یہ ہے کہ یہ کم عقل لوگ زمانہ کو کیوں برا کہتے ہیں تمام دنیا کا انتظام تو خدا کے ہاتھ میں ہے انتظام دنیا کو برا کہنا خود خدا کو نام رکھنا ہے اس حدیث قدسی میں انا الدھر کا جو لفظ ہے اس لفظ کے سبب سے ابن حزم وغیرہ نے دہر اللہ کا نام ٹھہرایا ہے مگر حافظ ابن کثیر[2] اور اور علما نے اس پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ دہر اللہ

[1] صحیح بخاری تفسیر سورۃ جاثیۃ ص ۷۱۵ ج ۲۔ [2] تفسیر ابن کثیر ص ۱۵۰ ج ۴۔

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا

اور بنائے اللہ نے آسمان اور زمین جیسے چاہئیں اور تا بدلا پاوے ہر کوئی اپنی کمائی کا اور اُن پر

يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ

ظلم نہ ہوگا بھلا دیکھ تو جس نے ٹھہرایا اپنا حاکم اپنی چاؤ کو اور راہ سے کھویا اس کو اللہ نے جانتا بوجھتا اور مہر کی اسکے کان

وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾

اور دل پر اور ڈالی اس کی آنکھ پر اندھیری پھر کون راہ پر لاوے اس کو اللہ کے سوائے کیا تم سوچ نہیں کرتے

وَقَالُوْا مَا هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ

اور کہتے ہیں اور نہیں یہی ہے ہمارا جینا دنیا کا ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور مرتے ہیں ہم سو زمانہ سے اور اُن کو کچھ خبر نہیں اس کی

کا نام نہیں ہے بلکہ معنے حدیث کے یہ ہیں کہ تمام زمانہ کا انتظام جس کو دہر کہتے ہیں اللہ کے ہاتھ ہے۔ اس زمانہ میں بھی فارسی اردو کے شاعروں میں سے جو شاعر زمانہ کی مذمت کے مضمون باندھتے ہیں یا نثر کے قصوں کی کتابوں میں اس مضمون کو لکھتے ہیں وہ اس حدیث کے حکم میں داخل ہیں۔

۲۲-۲۸۔ مشرکین مکہ یہ جو کہتے تھے کہ مرنے کے بعد خاک ہو کر سب برابر ہو جائیں گے کیونکہ انسان کا پھر دوبارہ جینا اور جزا و سزا کا دیا جانا کچھ سمجھ میں نہیں آتا اوپر کی آیت میں اُس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا تھا کہ ایسی ناانصافی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا نہیں کیا کہ نیک و بد دونوں کے مر کر خاک ہو جانے کے بعد پھر خبر نہ لی جائے کہ نیک شخص نے نیکی جو کی تھی اُس کی جزا اور بد شخص نے بدی جو کی تھی اُس کی سزا کچھ ہونے کی ہے یا نہیں ان آیتوں میں اُس جواب کو پورا کرنے کے لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اس انصاف کی بنیاد پر پیدا کیا ہے کہ آخر عمر تک نیکی بدی جو جس کا جی چاہے کر لے پھر اس طرح ہر شخص کی عمر آخر ہوتے ہوتے جب دنیا ختم ہو جائے تو تمام دنیا کی نیکی و بدی کی جزا و سزا کا فیصلہ ایک دن کر دیا جائے اور یہ فیصلہ اس طرح انصاف سے ہو کہ اس میں کسی پر ظلم نہ ہو کیونکہ ظلم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرا لیا ہے صحیح مسلم[1] کے حوالہ سے ابوذرؓ کی حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے کہ ظلم اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک پر حرام کر لیا ہے آگے فرمایا اے رسول اللہ کے ان مشرکوں کی بے ٹھکانے باتوں کا کچھ تعجب نہ کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جن باتوں کو دین ٹھہرایا ہے اُن کو تو یہ لوگ جانتے نہیں اس لئے ان کی ہر بات بے سند اور دل کی خواہش پر ہے جس بات کو ان کا دل چاہتا ہے اُس کو یہ اپنا دین ٹھہرا لیتے ہیں جس بت کی پوجا کو ان کا دل چاہتا ہے اُس کی پوجا کرنے لگتے ہیں اسی واسطے ان کے ہر ایک قبیلہ کے بت الگ الگ ہیں، پھر فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں وہ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق نیک بات کے سننے سے اُن کے کانوں پر اور سمجھنے سے دل پر مہر لگی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کے دیکھنے سے اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اُن کو راہ راست پر نہیں لا سکتا اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کو گمراہی کی حالت پر چھوڑ رکھا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے

[1] صحیح مسلم باب تحریم الظلم ص ۳۱۸ ج ۲۔

إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٢٤﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ إِلَّا أَن قَالُوا ائْتُوا

نری اٹکلیں دوڑاتے ہیں اور جب سناتے ان کو ہماری آیتیں کھلی اور جھگڑا نہیں ان کو مگر یہی کہ کہتے ہیں لے آؤ

بِآبَائِنَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللَّهُ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

ہمارے باپ دادوں کو اگر تم سچے ہو تو کہہ اللہ جلاتا ہے تم کو پھر مارے گا تم کو پھر اکٹھا کرے گا تم کو قیامت کے دن

لَا رَيْبَ فِيهِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢٦﴾ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَيَوْمَ

اس میں کچھ شک نہیں پر بہت لوگ نہیں سمجھتے اور اللہ کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور جس دن

ع ۳ ۵ ۱۹

علم غیب میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ اس طرح کے لوگ کبھی اپنے ارادہ سے راہ راست پر آنے والے نہیں اور مجبور کر کے کسی کو راہ راست پر لانا اللہ تعالیٰ کے انتظام کے برخلاف ہے کس لئے کہ دنیا کو اللہ تعالیٰ نے نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کیا ہے کسی کو مجبور کر کے راہ راست پر لانے کے لئے نہیں پیدا کیا آخر آیت میں افلا تذکرون جو فرمایا اُس کا مطلب یہ ہے کہ جن مسلمانوں کو یہ تعجب ہے کہ ہر وقت کی نصیحت سے بعضے مشرک راہ راست پر کیوں نہیں آتے ان کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں وہ کسی طرح راہ راست پر آنے والے نہیں، آگے مشرکین مکہ کی ایک اور نادانی کا ذکر فرمایا کہ یہ لوگ قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کے جو قائل نہیں یہ فقط ان کی اٹکل ہے کوئی سند اس بات کی ان کے پاس نہیں ہے یہ نہیں سمجھتے کہ جزا و سزا کے لئے دوبارہ زندہ کیا جانا نہ ہو تو دنیا کا پیدا ہونا بیکار ٹھہرتا ہے جو اللہ کی شان سے بہت بعید ہے باقی تفسیر اس آیت کی اوپر کی آیت کی تفسیر میں گذر چکی ہے آگے ایک اور نادانی مشرکین مکہ کی بیان فرمائی کہ حشر کی آیتیں سُن کر وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر حشر کا ہونا سچ ہے تو ہمارے بڑوں کو زندہ کیا جا کر ہم سے ملا دیا جائے اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ دوبارہ زندہ ہونے کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے اب نہیں ہے پھر فرمایا بہت لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ جس نے ایک دفعہ پیدا کیا اُس کو وقت مقررہ پر دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے اس لئے وہ لوگ جو حشر کے منکر ہیں اگر سمجھیں تو حشر کچھ مشکل نہیں ہے پھر فرمایا جب آسمان و زمین کی سب مخلوقات پر اللہ کا حکم جاری ہے تو اس طرح کی عاجز چیزوں میں سے کسی چیز کو اللہ کا شریک نہیں ٹھہرایا جا سکتا اس واسطے جو لوگ کسی کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ قیامت کے دن جھوٹے قرار پا کر بڑی خرابی میں پڑ جاویں گے، پھر فرمایا اے رسول اللہ کے اب تو یہ لوگ سرکشی کی باتیں کرتے ہیں مگر قیامت کے ہول سے پریشان ہو کر جب یہ لوگ حساب کے وقت سر جھکا کے گھٹنوں کے بل بیٹھ جائیں گے تو وہ حالت ان لوگوں کی دیکھنے کے قابل ہو گی صحیح مسلم[1] کے حوالہ سے عبد اللہ بن مسعودؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ ستر ہزار نکیلیں لگا کر دوزخ کو محشر کے میدان میں لایا جائے گا سورۃ الفرقان میں یہ بھی گذر چکا ہے کہ جب دوزخ کو منکرین حشر کی صورت دکھائی دے گی تو غصہ کے مارے دوزخ میں سے طرح طرح کی خوفناک آوازیں آئیں گی علما نے لکھا ہے کہ ایسے ہی ہول کے وقت لوگ گردنیں ڈال کر گھٹنوں کے بل بیٹھ جائیں گے،،

[1] صحیح مسلم باب جہنم اعاذنا اللہ منہا۔ ص ۳۸۱ ج ۲۔

تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً تف كُلُّ

قائم ہوگی قیامت اس دن خراب ہوں گے جھوٹے اور تو دیکھے ہر فرقے زانو پر بیٹھے ہیں ہر

اُمَّةٍ تُدْعٰى اِلٰى كِتٰبِهَا ۭ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ

فرقہ بلایا جاتا ہے اپنے اپنے دفتر پاس آج بدلا پاؤ گے جیسا تم کرتے تھے یہ ہمارا دفتر ہے بولتا ہے تمہارے کام

بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٩﴾

ٹھیک ہم لکھواتے جاتے تھے جو کچھ تم کرتے تھے

۲۸-۲۹-اس آیت سے اور آیت یوم ندعو کل اناس بامامھم کی تفسیر میں علمائے مفسرین نے طرح طرح کا اختلاف کیا ہے مگر کسی آیت کی تفسیر کسی صحیح حدیث میں آجاتے تو پھر اختلاف کا کوئی موقع باقی نہیں رہتا ترمذی[1] مستدرک حاکم صحیح ابن حبان مسند بزار تفسیر ابن ابی حاتم اور تفسیر ابن مردویہ میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے جس کو ترمذی نے حسن اور حاکم نے صحیح کہا ہے حاصل جس کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن ہر شخص کو بلایا جائے گا اور دائیں اور بائیں ہاتھ میں ہر ایک کے عمل کے موافق ہر ایک کا نامہ اعمال دیا جائے گا جس کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا اُس کا چہرہ نورانی ہو جائے گا اور جس کے بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جائے گا اُس کے چہرہ پر سیاہی چھا جائے گی اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ نامہ اعمال دینے کے لئے اصحاب یمین اور اصحاب شمال اور مقربین اور سابقین کہہ کر قیامت کے دن اللہ کے حکم سے فرشتے لوگوں کو بلائیں گے اُسی بلانے کا ذکر ان دونوں آیتوں میں ہے اس لئے تینوں ترجموں میں نامہ اعمال کے ساتھ لوگوں کے بلائے جانے کا ترجمہ کیا گیا ہے جو اس حدیث اور حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق ہے، سوا اس کے اور قول جو مفسروں نے بیان کئے ہیں وہ صحیح حدیث اور امام المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے مخالف ہیں ان آیتوں میں یہ جو فرمایا انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون اس کے معنے میں دونوں اُردو ترجموں میں اختلاف ہے ایک ترجمہ لکھنے کا ہے اور ایک لکھوانے کا اس کا سبب یہ ہے کہ انسان کے عمل کئی دفعہ لکھے گئے ہیں سب سے پہلے جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا ہے تو لوح محفوظ میں اُس قلم نے اللہ کے حکم سے تمام دنیا کی موجودات کے ساتھ انسان کے عمل بھی لکھے ہیں جس کا ذکر صحیح مسلم[2] کی عبداللہ بن عمرو بن العاص کی اور ترمذی[3] کی عبادہ بن صامت کی روایت میں ہے اس عمل کے لکھنے میں فرشتوں کا کچھ دخل نہیں ہے پھر جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو ہر ایک بچہ کے عمر بھر کے عمل فرشتہ لکھتا ہے جس کا ذکر صحیحین[4] کی حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت میں ہے پھر شب قدر میں سال بھر تک کے ہر شخص کے عمل لوح محفوظ سے فرشتے نقل کر لیتے ہیں اور کراماً کاتبین زمین پر سے ہر شخص کے عمل جو لکھ کر ہر روز آسمان پر لے جاتے ہیں اُس سے وہ فرشتے جو لوح محفوظ پر سے سال بھر کے عمل کی نقل لے کر رکھ لیتے ہیں ہر اٹھوارہ میں مقابلہ کیا کرتے ہیں اس کا ذکر طبرانی[5] وغیرہ میں ناقابل اعتراض سند سے

[1] جامع ترمذی تفسیر سورہ بنی اسرائیل ۱۶۴ و الترغیب والترہیب فصل فی الحساب وغیرہ ص ۹۳ ۷ ج ۴۔ [2] صحیح مسلم باب حجاج آدم و موسیٰ علیہ السلام ص ۳۳۵ ج ۲۔ [3] جامع ترمذی ابواب القدر۔ ص ۴۷ ج ۲۔ [4] صحیح مسلم باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ الخ ص ۳۳۲ ج ۲۔ [5] تفسیر الدر المنثور ص ۳۷ ج ۶۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ (۳۰)

سو جو یقین لائے ہیں اور بھلے کام کیے سو اُن کو داخل کرے گا اُن کا رب اپنی مہر میں سو جو ہے یہی ہے صریح مراد ملنی

وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اَفَلَمْ تَكُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ (۳۱)

اور جو منکر ہوئے کیا تم کو نہ سنائی جاتی تھیں باتیں میری پھر تم نے غرور کیا اور ہو رہے تم لوگ گنہگار

وَاِذَا قِیْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَیْبَ فِیْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِیْ مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ

اور جب کہیے کہ وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے اور اس گھڑی میں دھوکا نہیں تم کہتے ہو ہم نہیں سمجھتے کیا ہے وہ ایک گھڑی ہم کو آتا ہے

اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَیْقِنِیْنَ (۳۲) وَبَدَا لَهُمْ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ (۳۳)

ایک خیال سا اور ہم کو یقین نہیں ہوتا اور کھلیں اُن پر برائیاں اُن کاموں کی جو کیے تھے اور الٹ پڑے اُن پر جس چیز سے ٹھٹھا کرتے تھے

حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت سے ہے غرض ایک ترجمہ میں بلا مداخلت فرشتوں کے خود قلم کے لکھنے کی روایت کے موافق ترجمہ ہے اور دوسرے ترجمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے وہ عمل جو لکھوائے اُن روایتوں کا ترجمہ ہی کے موافق ترجمہ کیا گیا ہے غرض حقیقت میں دونوں ترجمے صحیح ہیں۔

۳۰-۳۳۔ اوپر جزا و سزا کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں اُس کے نتیجہ کا ذکر فرمایا کہ جن لوگوں نے فرمانبرداری سے دنیا میں عمر گذاری اور نیک کام کیے اُن کے لئے جنت ہے اور یہی بڑی مراد ہے کیونکہ اسی مراد کے لئے وہ لوگ دنیا میں نیک کام کرتے تھے اور منکر قرآن لوگوں سے جھڑکی کے طور پر یہ پوچھا جائے گا کہ جب قرآن کی آیتیں تم کو سنائی جاتی تھیں تو سرکشی سے تم اُن کو جھٹلانے کے مجرم ٹھہرتے اور کہتے تھے کہ قیامت کے دن جزا و سزا کا تو ہم کو یقین نہیں آتا اور جزا و سزا کی باتوں کو مسخرا پن میں اُڑاتے تھے آج تمہارا وہی مسخرا پن تمہارے سامنے آیا اور اللہ نے تمہارا ٹھکانہ دوزخ قرار دیا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے جنت کو اپنی رحمت اور دوزخ کو اپنا غصہ فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن جس شخص پر اللہ کی رحمت ہو گی وہ جنت میں جائے گا اور جس پر غصہ ہو گا وہ دوزخ میں جھونکا جائے گا اُن آیتوں میں جنت میں داخل ہونے کو رحمت جو فرمایا ہے اُس کا مطلب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آ سکتا ہے۔ صحیح مسلم میں انس بن مالک کی حدیث ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بعضے صحابہ کو ہنستے ہوئے دیکھ کر یہ فرمایا کہ دوزخ کے عذاب کا جو حال میں نے دیکھا ہے اگر وہ حال تم کو نظر آ جائے تو تم ہنسنا چھوڑ دو رونے سے کام رکھو صحیح بخاریؒ و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایت سے حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جنت میں جو نعمتیں پیدا کی گئی ہیں نہ وہ کسی نے آنکھوں سے دیکھیں نہ کانوں سے سنی نہ کسی کے دل پر اُن کا خیال گذرتا ہے، ان حدیثوں سے یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے عذابوں کی پوری تفسیر علمائے امت کی طاقت سے باہر ہے۔

۱؎ صحیح بخاری باب ما جاء فی قول اللہ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین ص ۱۱۱۰ ج ۲۔ ۲؎ صحیح مسلم باب الامر بتحسین الصلوۃ واتمامہا ص ۱۸۰ ج ۱۔
۳؎ صحیح بخاری باب صفۃ الجنۃ وانہا مخلوقۃ ص ۴۶۰ ج ۱۔

وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰكُمُ النَّارُ

اور حکم ہوا کہ آج ہم تم کو بھلادیں گے جیسے تم نے بھلا دیا اپنے اس دن کا ملنا اور گھر تمہارا دوزخ ہے

وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾

اور کوئی نہیں تمہارا مددگار

۳۴۔ قرآن شریف میں کہیں تو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ملاقات اور اپنے سامنے کھڑے ہونے کو حشر فرمایا ہے جیسا کہ قد خسر الذین کذبوا بلقاء اللہ اور وقال الذین لا یرجون لقاء نا۔ میں ہے اور کہیں سزا و جزا جو اُس دن لوگوں کو پیش آئے گی اُس کو حشر فرمایا جیسا کہ اس آیت میں ہے لقاء یومکم ھذا صحیح حدیثوں میں حشر کے حالات کی جو تفصیل ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ نیکی و بدی کی پرسش کے وقت حشر کے دن نیک و بدسب اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے اور پھر جزا و سزا کا حکم ہوگا اسی واسطے بعضی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے سامنے کھڑے ہونے کو حشر فرمایا ہے اور بعضی آیتوں میں جزا و سزا کو صحیح مسلم[1] میں حضرت ابوہریرہؓ سے ایک بڑی روایت ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر طرح کی راحت دی ہے اور وہ لوگ دنیا کے عیش میں آخرت کو بھولے ہوئے ہیں ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کو اللہ تعالیٰ اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا کہ اے شخص کیا تجھ کو میں نے ہر طرح کی عزت اور راحت سے دنیا میں نہیں رکھا وہ شخص کہے گا کہ ہاں پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھ کو کیا کبھی یہ خیال بھی آیا تھا کہ ایک روز تجھ کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا وہ کہے گا کہ نہیں اُس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس طرح تو نے دنیا میں میری بندگی اور فرمانبرداری کو بھلا دیا اسی طرح آج میں نے تجھ کو اپنی نظر رحمت سے بھلا دیا غرض اس حدیث اور اور صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حشر کے دن بدلوگ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے لیکن صحیحین وغیرہ کی روایتوں میں اہل جنت کے لئے جو دیدار الٰہی کی خوشخبری آئی ہے وہ نظر رحمت کا دیدار ہے چنانچہ صحیحین[2] میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے دیدار کے وقت فرمائے گا تم لوگ اللہ کی عنایت سے راضی اور خوش ہو اہل جنت عرض کریں گے یا اللہ تو نے ہم کو ہمارے حوصلہ سے بڑھ کر عیش و آرام دیا ہے پھر ہم کیونکر خوش اور راضی نہ ہوں گے اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا سب سے بڑھ کر تمہارے خوش ہونے کی یہ بات ہے کہ میں بھی تم سے ہمیشہ کے لئے خوش ہوں اب یہ تو ظاہر بات ہے کہ آقا جس غلام سے خوش ہو اُس کو کس بات کی کمی ہے غرض اہل جنت کا دیدار تو اس خوشنودی کا ہوگا اور اہل دوزخ جو اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے اُن کا دیکھنا اللہ کو ایسا ہے جس طرح کسی مجرم کو حاکم کے روبرو کھڑا کرتے ہیں اور حاکم نظر غضب سے اُس مجرم کو دیکھتا ہے چنانچہ صحیحین[3] وغیرہ کی روایتوں میں ہے کہ جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی کا مال ہضم کرے گا ایسا شخص جس وقت حشر کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہوگا تو اللہ تعالیٰ اُس وقت غضب ناک ہوگا آخر آیت میں فرمایا

[1] صحیح مسلم کتاب الزھد ص ۴۰۹ ج ۲۔ [2] صحیح بخاری کلام الرب مع اھل الجنۃ ص ۱۱۲۱ ج ۲۔

[3] صحیح مسلم باب غلظ تحریم اسبال الازار الخ ص ۷۱ ج ۱۔

ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا

یہ تم پر اس واسطے کہ تم نے پکڑا اللہ کی باتوں کو ٹھٹھا اور بہکے دُنیا کے جینے پر سو آج نہ

يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ

اُن کو نکالنا ہے دہاں سے اور نہ اُن سے چاہیں توبہ سو اللہ کو ہے سب خوبی جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے

الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَاۗءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾ ع ۲۰

زمین کا رب سارے جہان کا اور اسی کو بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا

ایسے لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور کوئی اُن کی مدد کر کے اُن کو اُس عذاب سے چھوڑا نہ سکے گا یہ اُن مشرک لوگوں کا ذکر ہے جن کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان نہ ہوگا کیونکہ صحیح بخاریؒ[1] و مسلم کے حوالہ سے ابوسعید خدری کی یہ حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ جن لوگوں کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا فرشتے انبیا اور نیک لوگ اُن کی شفاعت مدد کے طور پر کریں گے اور آخر کو وہ ذرہ برابر ایماندار لوگ دوزخ سے نکل کر جنت میں جائیں گے ،،

۳۵-۳۷- دوزخیوں پر جب طرح طرح کا عذاب ہوگا تو اُن کو قائل کرنے کے لئے یہ کہا جائے گا یہ عذاب تم پر اس لئے ہے کہ تم نے اللہ کے کلام کو ہنسی ٹھٹھے میں اڑایا تھا اور دنیا کی زندگی پر مغرور ہو کر آج کے دن کو بھول گئے تھے اس لئے اب اس عذاب سے کسی طرح تم چھوٹ نہیں سکتے اور نہ تمہارا کچھ عذر سنا جائے گا آخر کو فرمایا جب آسمان اور زمین اور تمام جہان کا مالک اللہ ہے تو اُس کے بندوں کو اُس کی تعظیم اور تعریف لازم ہے اس میں کسی کو شریک ٹھہرانا بڑی نادانی کی بات ہے کیونکہ آسمان و زمین میں اللہ کی بڑائی مانی جاتی ہے زمین میں جو لوگ شرک میں گرفتار ہیں ان کے پاس کچھ اس کی سند نہیں ہے پھر فرمایا جو کوئی اس حکم کے برخلاف عمل کرے گا تو اللہ نافرمان لوگوں سے بدلہ لینے میں ایسا زبردست ہے کہ اُس کے بدلہ کو کوئی ٹال نہیں سکتا پچھلی بہت سی قوموں کو اُس نے طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا جو قومیں حال کے لوگوں سے قوت شدت ہر ایک بات میں بڑھ کر تھیں لیکن اللہ کے عذاب سے کوئی چیز اُن کو بچا نہ سکی ، فرعون جیسے صاحب لشکر بادشاہ کو اُس نے دریا قلزم میں ڈبو کر تہ و بالا کر دیا اور اُس کا لشکر اُس کے کچھ کام نہ آیا صاحب حکمت وہ ایسا ہے کہ اُس کی حکمت کے آگے بڑے بڑے بادشاہوں کی کوئی تدبیر نہیں چل سکتی جس طرح مثلاً فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے ہلاک کرنے کے ارادہ سے بنی اسرائیل کے ہزاروں لڑکوں کو قتل کرایا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کا جو نمونہ فرعون کو خواب میں دکھایا تھا اُس نمونہ حکمت الٰہی کو فرعون اپنی کسی تدبیر سے نہ روک سکا آخر اُس خواب کی تعبیر یہی ہوئی کہ موسیٰ علیہ السلام کے سبب سے فرعون مع اپنی قوم کے ہلاک ہوا اور حکمت الٰہی تدبیر فرعونی پر یوں غالب رہی کہ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ہی گھر میں پرورش کرایا چنانچہ سورہ طٰہٰ سورۃ الشعرا اور سورہ قصص میں یہ قصہ تفصیل سے گذر چکا ہے حاصل اس قصہ کا یہ ہے کہ فرعون نے شام کے ملک سے ایک آگ نکلتی ہوئی دیکھی جس سے بنی اسرائیل کے محلہ کے سوائے مصر کے اور سب گھر جل گئے

[1] صحیح بخاری کتاب التوحید ص ۱۱۰۷ ج ۲-

ایاتہا ۳۵ (۴۶) سُوْرَۃُ الْاَحْقَافِ مَکِّیَّۃٌ (۶۶) رکوعاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا

حٰمٓ ⓵ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ⓶ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا

اتارا کتاب کا ہے اللہ سے جو زبردست ہے حکمت والا ہم نے جو بنائے آسمان اور زمین اور جو

اُس وقت کے نجومیوں نے اس خواب کی یہ تعبیر بتلائی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے جس کے سبب سے فرعون کی سلطنت کو صدمہ پہنچے گا۔ اس تعبیر کے روکنے کے لئے فرعون نے بنی اسرائیل کے ہزاروں لڑکے قتل کرا ڈالے مگر حکمت الٰہی کے آگے انسانی تدبیر کیا چل سکتی ہے۔ اب آگے تقدیر الٰہی کے موافق جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ دودھ پلانے کے بعد اپنے بچہ کو ایک صندوق میں لٹا کر اُس صندوق کو اس طرح نیل دریا میں ڈال دیا کریں کہ اُس صندوق میں ایک رسی بندھی رہے اور پھر اُس رسی کا دوسرا سرا اپیڑ سے باندھ دیا جائے، موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اس کے موافق عمل کیا، ایک روز حکمت الٰہی کا یہ ظہور ہوا کہ رسی کھل کر وہ صندوق فرعون کے محل کے نیچے بہتے بہتے پہنچ گیا اور فرعون کی بی بی آسیہ کی نظر جب اُس صندوق پر پڑ گئی تو انہوں نے اُس کو نکلوایا اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی محبت آسیہ کے دل میں ڈال دی اور انہوں نے فرعون سے اجازت لے کر موسیٰ علیہ السلام کو پالا۔ یوسف علیہ السلام کے عہد میں بنی اسرائیل ملک شام سے مصر میں آکر آباد ہوئے یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد وہ مصر میں بڑی ذلت سے رہتے تھے، نبی ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو مصر سے لے جا کر ملک شام میں آباد کریں۔ اسی حکم کے موافق ایک رات بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر موسیٰ علیہ السلام مصر سے چلے فرعون نے جب یہ خبر سنی تو کئی لاکھ آدمیوں کا لشکر لے کر بنی اسرائیل کا پیچھا کیا اور قلزم دریا پر بنی اسرائیل کے قریب آپہنچا اللہ کے حکم سے دریا میں خشک راستہ پیدا ہو گیا جس راستہ سے موسیٰ علیہ السلام تو مع بنی اسرائیل کے دریا پار ہو گئے فرعون نے مع اپنے لشکر کے جب اس خشک راستہ سے دریا پار ہونے کا قصد کیا تو بیچ دریا میں پہنچ جانے کے بعد دریا کا پاٹ مل گیا اور فرعون مع اپنے لشکر کے ڈوب کر ہلاک ہو گیا۔ پچھلی قوموں کے ہلاک ہونے کے جتنے قصے گذرے وہ اور یہ فرعون کا قصہ اللہ تعالیٰ کے زبردست ہونے اور صاحب حکمت ہونے کی گویا تفسیر ہیں سورۃ الجاثیہ ختم ہوئی،

۱۔۸۔ شروع سورہ سے العزیز الحکیم کی تفسیر سورۃ الجاثیہ کے شروع میں گذر چکی ہے بالحق اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ دنیا کے ختم ہونے کے بعد دوسرا جہان پیدا کیا جائے جس میں نیکی اور بدی کی جزا و سزا کا فیصلہ کیا جائے "اجل مسمیٰ" اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام دنیا کی عمر پہلے صور تک ہے جس کا ذکر

بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۝۳ قُلْ

اُن کے بیچ میں ہے سو ٹھیک کام پر اور ایک ٹھہرے وعدے تک اور جو منکر ہیں ڈر سنایا نہیں دھیان کرتے تو کہہ

اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ

بھلا دیکھو تو جن کو پکارتے ہو اللہ کے سوائے دکھاؤ تو مجھے انہوں نے کیا بنایا زمین میں یا کچھ اُن کا ساجھا ہے آسمانوں میں

اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۴ وَمَنْ اَضَلُّ

لاؤ میرے پاس کوئی کتاب اس سے پہلے کی یا چلا آتا کوئی علم اگر ہو تم سچے اور اس سے بہکا کون

مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ

جو پکارے اللہ کے سوائے ایسے کو کہ نہ پہنچے اس کی پکار کو دن قیامت تک اور اُن کو خبر نہیں

سورہ زمر میں گذر چکا اور ہر شخص کی زندگی اُس کی عمر کے آخر ہونے تک ہے چنانچہ صحیحین کی حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث گذر چکی ہے کہ جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اُسی وقت اُس کی عمر اُس کے رزق سب کی ایک میعاد مقرر کر دی جاتی ہے غرض جب یہ اللہ اور اللہ کے رسول کے بتلانے سے معلوم ہو گیا کہ انسان کو دنیا میں ہمیشہ نہیں رہنا ہے ہر انسان کی عمر کی ایک میعاد مقرر ہے اور جس طرح اللہ اور اللہ کے رسول نے بتلایا تھا وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ کوئی بڑی عمر پا کر اور کوئی چھوٹی آگے پیچھے سب دنیا سے چلے جاتے ہیں ہمیشہ کوئی دنیا میں رہنے والا نہیں پھر جس اللہ اور اللہ کے رسول کے فرمانے کے موافق دنیا سے یہ چل چلاؤ سب کی آنکھوں کے سامنے ہے اُسی اللہ اور اللہ کے رسول نے یہ بھی فرمایا ہے کہ دنیا کی یہ چند روز کی زیست اللہ تعالیٰ نے بے فائدہ نہیں بنائی ہے بلکہ اس چند روزہ زیست کے بعد اور ہمیشہ کی زیست اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اور اس دنیا کی چند روز کی نیکی اور بدی کی جزا و سزا اُسی ہمیشہ کی زیست میں پیش آنے والی ہے اور اس سزا سے ان منکروں کو طرح طرح سے اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ڈرایا ہے لیکن ان منکروں کے دل ایسے سخت ہو گئے ہیں کہ جس قدر ان کو عقبیٰ کی خرابی سے ڈرایا جاتا ہے اُسی قدر یہ لوگ اُس نصیحت الٰہی سے منہ موڑ کے چلے جاتے ہیں اسی واسطے ان آیتوں میں فرمایا کہ جو لوگ کافر ہیں جس سے اُن کو ڈرایا جاتا ہے وہ اُس کو دھیان نہیں کرتے پھر فرمایا کہ جن بتوں کی پرستش کے دُھن میں یہ بت پرست لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کی نصیحت کو نہیں سنتے اے رسول اللہ کے ان مشرکوں بت پرستوں سے ذرا یہ تو پوچھو کہ کس استحقاق سے تم بت پرستوں نے ان بتوں کو اللہ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے اللہ تعالیٰ نے تو زمین و آسمان اور تم کو پیدا کیا تمہارے بتوں نے زمین یا آسمان پر کوئی چیز پیدا کی ہو تو اُس کو ثابت کرو پھر فرمایا کہ اب دنیا میں تو یہ بت پرست لوگ ان بتوں کو اپنا معبود گنتے ہیں قیامت کے دن جن چیزوں کو یہ گمراہ لوگ پوجتے ہیں وہ الٹی ان سے بیزاری ظاہر کریں گے پھر ان گمراہوں کی گمراہی بیان فرمائی کہ جو بت ان منکروں سے قیامت میں بیزاری ظاہر کریں گے ان کی حمایت میں یہ لوگ اللہ کے کلام کو جادو بتلاتے ہیں اور اللہ کے رسول پر یہ بہتان باندھتے ہیں کہ انہوں نے یہ قرآن اپنی طرف سے گھڑ کر بنا لیا ہے پھر اپنے رسول سے فرمایا کہ اے رسول اللہ کے تم ان بہتان باندھنے والوں کو اسی قدر جواب دے دو کہ یہ قرآن میں نے اپنی طرف

۵ صحیح بخاری کتاب القدر ص ۹۷۵ ج ۲۔

غٰفِلُوْنَ ۝۵ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝۶ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ

ان کے پکارنے کی اور جب لوگ جمع ہوں گے وہ ہوں گے ان کے دشمن اور ہوں گے اُن کے پوجنے سے منکر اور جب سنائیے اُن کو

اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

ہماری باتیں کھلی کہتے ہیں منکر سچی بات کو جب ان تک پہنچی یہ جادو ہے صریح کیا کہتے ہیں

افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ

یہ بنا لیا تو کہہ اگر میں یہ بنا لایا ہوں تو تم میرا بھلا نہیں کر سکتے اللہ کے سامنے کچھ اس کو خوب خبر ہے جن باتوں میں لگے ہو

فِيْهِ ۭ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۸

وہ بس ہے حق بتانے والا میرے اور تمہارے بیچ اور وہی ہے گناہ بخشتا مہربان

سے گھڑ لیا ہو گا تو خدا مجھ سے سمجھ لے گا خدا کے مواخذہ کے وقت تم میں سے کوئی میری مدد نہ کرنا اور اگر تم جھوٹ بہتان باندھتے ہو تو تم سے خدا سمجھے گا کیونکہ خدا کو ہر ایک کا حال معلوم ہے پھر ان منکروں کو توبہ کی رغبت دلا کر فرمایا کہ اب تک جو کچھ تم نے کیا سو کیا اب بھی اگر اپنے کئے سے آئندہ باز آؤ گے تو اللہ تعالیٰ ہر طرح کے گناہوں کو بخشنے والا ہے معتبر سند سے ترمذی[1] میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس شخص کا خاتمہ توحید پر ہوا اُس شخص کے گناہ اگر اس قدر بھی ہوں کہ جن سے زمین اور آسمان بھر جائے تو بھی مجھے ایسے شخص کے سب گناہوں کو بخش دینے میں دریغ نہیں ہے مشرکین مکہ اپنے آپ کو ملت ابراہیمی پر بتلاتے تھے اسی واسطے فرمایا اے رسول اللہ کے ان مشرکوں سے کہو کہ اُس زمانہ کی کوئی کتاب یا کوئی سچی زبانی روایت ایسی ہو جس سے ان بتوں کا کسی آسمان یا زمین کا پیدا کرنا جد اللہ کے ساتھ شریک ہو کر ثابت ہوتا ہو تو وہ کتاب یا روایت لا کر میرے روبرو پیش کرو اثارۃ من علم کی تفسیر مجاہدؒ[2] کے قول کے موافق پرانی سچی روایت کی ہے ترجمہ میں بھی یہی قول لیا گیا ہے عرب میں یہ بھی ایک دستور تھا کہ فال کے طور پر کسی نابالغ لڑکے سے زمین پر بہت سے خط کھنچوا کر ان میں سے دو دو خط کو مٹانا شروع کرتے تھے اب مٹاتے مٹاتے اگر آخر کو دو خط باقی رہتے تو اچھی فال سمجھتے اور اگر مٹاتے مٹاتے ایک خط باقی رہ جاتا تھا تو اُس فال کو مرضی کے موافق نہیں گنتے تھے معتبر سند[3] سے امام احمد مستدرک حاکم تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس کا جو قول ہے اُس میں اسی خطوں کی فال کو او اثارۃ من علم کی تفسیر قرار دیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ان مشرکوں نے خط کشی کی فال سے کیا یہ بات جان لی ہے کہ ان مشرکوں کے بتوں نے کوئی آسمان یا زمین جدا یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ہو کر پیدا کئے ہیں صحیح مسلم[4] میں معاویہ بن حکم کی حدیث ہے جس میں انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خط کشی کی فال کا مسئلہ پوچھا تھا آپ نے فرمایا پہلے

[1] جامع ترمذی باب ما جاء فی فضل التوبۃ والاستغفار ص ۲۱۶ ج ۲۔ [2] و [3] تفسیر ابن کثیر ص ۱۵۴ ج ۴۔

[4] صحیح مسلم باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان ص ۲۳۲ ج ۲۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى

تو کہہ میں کچھ نیا رسول نہیں آیا اور مجھ کو معلوم نہیں کیا ہوتا ہے مجھ سے اور تم سے میں اسی پر چلتا ہوں جو حکم آتا ہے

اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ

مجھ کو اور میرا کام یہی ہے ڈر سنا دینا کھول کر تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر یہ ہو اللہ کے یہاں سے اور تم نے اس کو نہیں مانا اور گواہی دے چکا

شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

ایک گواہ بنی اسرائیل کا ایک ایسی کتاب کی پھر وہ یقین لایا اور تم نے غرور کیا بے شک اللہ راہ نہیں دیتا

میں سے ایک پیغمبر کے زمانہ میں یہ فال جائز تھی اب جائز نہیں ہے۔ بعضے علما نے ان پیغمبر کا نام دانیال لکھا ہے اور بعضوں نے ادریس مگر معاویہ بن الحکم کی روایت میں کسی پیغمبر کا نام نہیں ہے یہ معاویہ بن الحکم مدنی صحابہ میں ہیں صحیح بخاری میں ان کی کوئی روایت نہیں ہے ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کے مابین کے زمانہ میں یہ دانیال پیغمبر تھے ان کے علاوہ بنی اسرائیل میں بھی ایک دانیال ہوئے ہیں مشرکین مکہ کے بت پتھر یا لکڑی کے تھے اسی واسطے فرمایا یہ پتھر و لکڑی کی چیزیں کسی کی التجا کو قیامت تک نہیں پورا کر سکتیں سورہ یونس میں نیک لوگوں کی بیزاری کا ذکر گذر چکا ہے اسی کو فرمایا کہ جن فرشتوں اور نیک لوگوں کی مورتوں کی یہ مشرک پوجا کرتے ہیں قیامت کے دن وہ فرشتے اور نیک لوگ ان مشرکوں کی صورت سے بیزار ہو جائیں گے۔

۹-۱۲۔ مشرکین مکہ ابراہیم علیہ السلام کو رسول سمجھتے اور اپنے آپ کو ملت ابراہیمی پر کہتے تھے اسی واسطے فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان مشرکین مکہ سے کہہ دو کہ میں کچھ نیا رسول نہیں ہوں جس طرح مثلاً ابراہیم علیہ السلام اللہ کے رسول تھے ویسا ہی میں بھی ہوں ان آیتوں میں یہ جو ذکر ہے کہ باوجود اللہ کے رسول ہونے کے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے یہ فرمایا کہ اے رسول اللہ کے قریش سے کہہ دو کہ اللہ میرے ساتھ کیا معاملہ کرے گا اور تمہارے ساتھ کیا کرے گا اس کا حال مجھ کو کچھ معلوم نہیں صحیح تفسیر اس کی مفسرین نے یہی قرار دی ہے[1] کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کا یہ آئندہ کا حال معلوم نہ تھا کہ مکہ میں رہنا ہو گا یا مکہ سے ہجرت کرنی ہو گی اور قریش لوگ ایمان لائیں گے یا ایمان نہ لانے کے سبب سے ان لوگوں پر کچھ عذاب الٰہی آئے گا رہا آخرت کا انجام وہ آپ کو یقینی معلوم تھا کہ آپ اعلیٰ درجہ کے جنت کے مقام میں ہوں گے اور آپ کی شفاعت سے امت میں کے بہت سے گنہ گار جنت میں جائیں گے اس صورت میں اس آیت کو آخرت کے انجام میں مان کر بعضے مفسروں نے آیت لیغفرلك الله ما تقدم من ذنبك سے اس آیت کو منسوخ جو کہا ہے اس کی اب ضرورت نہیں رہی اور ان آیتوں میں بنی اسرائیل میں ایک شخص کی آنحضرت کی نبوت پر اور قرآن شریف کے کلام الٰہی ہونے پر گواہی دینے کا جو ذکر ہے یہ تفصیل پورے طور پر طبرانی[2] مستدرک حاکم اور مسند ابی یعلی

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۱۵۵ ج ۴۔

[2] تفسیر الدر المنثور ص ۳۹ ج ۶۔

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ۭ وَاِذْ لَمْ
گنہگاروں کو اور کہنے لگے منکر ایمان والوں کو اگر یہ کچھ بہتر ہوتا تو یہ نہ دوڑتے اس پر ہم سے پہلے اور جب

يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ
راہ پر نہیں آئے اس کے بتلانے سے تو اب یہ کہیں گے یہ جھوٹ ہے مدت کا اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ کی ہے راہ ڈالتی اور مہر

وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲﴾
اور یہ ایک کتاب ہے اُس کو سچا کرتی عربی زبان میں کہ ڈر سناوے گنہگاروں کو اور خوشخبری نیکی والوں کو

کی عوف بن مالک کی ایک صحیح روایت میں آچکی ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور یہ بنی اسرائیل میں کے شخص عبداللہ بن سلام ہیں اور یہی شان نزول صحیح بخاری[۱] و مسلم اور نسائی میں مختصر طور پر سعد بن ابی وقاص کی روایت سے بھی آئی ہے اس لئے بعضے مفسروں نے اس پر یہ جو اعتراض کیا ہے کہ اس مکی آیت میں حضرت عبداللہ بن سلام کا ذکر کیونکر آسکتا ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن سلام کا اسلام تو صحیح بخاری کی[۲] حضرت انس کی روایت کی رو سے ہجرت کے بعد ہے یہ اعتراض صحیحین وغیرہ کی صحیح روایت کے مخالف ہے قریش کا خیال یہ تھا کہ جو لوگ مال داری یا قوم میں سرگروہ ہونے کے سبب سے دنیا میں کچھ عزت اور آبرو رکھتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک بھی عزت دار ہیں اسی واسطے حضرت بلال عمار صہیب خباب ایسے غریب لوگوں کو اہل اسلام میں دیکھ کر مال دار قریش لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر اسلام کوئی عزت کی چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ نے جس طرح ہم کو دنیا کی عزت دی ہے اسی طرح دین کی عزت سے بھی اللہ تعالیٰ ہم کو کبھی محروم نہ رکھتا اور یہ غریب لوگ اسلام لانے میں ہم عزت دار لوگوں سے کبھی آگے قدم نہ بڑھاتے وہی قریش کا خیال اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں ذکر فرما کر فرمایا ہے کہ مشرک لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ عزت دار نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت اُسی کی ہے جو اللہ کی فرمانبرداری کرے جب یہ لوگ اللہ کے کلام کو جھٹلاتے ہیں اور اللہ کے ساتھ بتوں کو شریک ٹھہراتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ لوگ کافر اور قابل سزا قرار پاچکے ہیں فقط دنیا کی عزت اور مال داری کے سبب سے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صاحب عزت نہیں قرار پاسکتے چنانچہ عبس و تولی میں آگے آئے گا کہ حضرت عبداللہ بن مکتوم ایک غریب صحابی کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے عزت دار قریش کو بالکل ذلیل قرار دیا آگے توراۃ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس لئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت کچھ ایک حضرت عبداللہ بن سلام کی گواہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ خود توراۃ میں آپ کی نبوت کی صداقت موجود ہے اور توراۃ میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ذکر صراحت سے ہے اسی سبب سے حضرت عبداللہ بن سلام کی طرح ان نبی آخر الزمان کو سب یہود کے عالم لوگ ایسا جانتے اور

[۱] صحیح بخاری باب مناقب عبداللہ بن سلام ص ۵۳۸ ج ۱۔

[۲] صحیح بخاری ص ۵۶۱ ج ۱۔

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۱۳﴾

مقرر جنھوں نے کہا رب ہمارا اللہ ہے پھر ثابت رہے تو نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ وہ غم کھاویں گے

أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴﴾

وُہ ہیں بہشت کے لوگ سدا رہیں گے اس میں بدلا اُس کا جو کرتے تھے

پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں مگر بغض اور عداوت کے سبب سے یہ لوگ ان نبی آخر الزمان کی نبوت کا اقرار زبان سے نہیں کرتے وہ عداوت یہی ہے کہ نبی آخر الزمان بنی اسمٰعیل میں کیوں ہوئے بنی اسرائیل میں کیوں نہیں ہوئے یہ نہیں سمجھتے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اسحاق اور اسمٰعیل اپنے دونوں بیٹوں کی اولاد میں نبوت کے عطا ہونے کی دعا کی تھی وہ قبول ہوئی اور ایک مدت تک اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں نبوت رہ کر اب اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں آئی یہ کیا بے انصافی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے اثر کو ایک بیٹے کی اولاد میں مانا جائے اور دوسرے بیٹے کی اولاد میں نہ مانا جائے آگے فرمایا کہ اس قرآن کے نازل ہونے سے پہلے جس طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ نازل فرمائی تھی جس نے بنی اسرائیل میں دین کی راہ ڈالی اور اُس راہ پر چلنے سے اُن کو اللہ کی رحمت کے قابل ٹھہرایا، اسی طرح نافرمان لوگوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرانے اور فرمان بردار لوگوں کو اللہ کی رحمت کی خوشخبری سنانے کے لئے اہل مکہ کی عربی زبان میں اللہ تعالیٰ نے یہ قرآن نازل فرمایا ہے جس طرح کسی کی ساتھ سلوک کرنے کو احسان کہتے ہیں اسی طرح دل لگا کر عبادت کرنے کو بھی حسن عبادت کے مطلب سے احسان کہتے ہیں چنانچہ صحیح مسلم[1] کے حوالہ سے حضرت عمرؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حسن عبادت کے معنے کے احسان کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ عبادت کے وقت آدمی یہ خیال کرے کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اگر یہ مرتبہ آدمی کو نصیب نہ ہو تو یہ خیال کرے کہ اللہ اُس کو دیکھ رہا ہے اس حدیث کو بشرا لمحسنین کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو ایماندار لوگ حدیث کے مضمون کے موافق دل لگا کر عبادت کرتے ہیں یہ قرآن اُن کو اللہ کی رحمت کی خوشخبری دیتا ہے اوپرے دل سے عبادت کرنے والے کو اوپرے دل کی عبادت کی عادت کو چھوڑ کر اس خوشخبری کے حاصل کرنے کی عادت سیکھنی چاہئے

۱۴- اوپر غریب مسلمانوں کا ذکر تھا ان آیتوں میں اُن مسلمانوں کی تسلی کے لئے فرمایا جن لوگوں نے اللہ کی وحدانیت اور رسول کی رسالت کو دل سے مانا اور زبان سے اس کا اقرار کیا اور پھر اس اقرار کو سچا کر کے دکھانے کے لئے جن کاموں کے کرنے کا حکم تھا اُن کو کرتے اور مناہی کے کاموں سے بچتے رہے اُن کو قیامت کے دن کی آفتوں کا کچھ خوف اور غم نہیں بلکہ بجائے غم کے اُن کو یہ خوشی کرنی چاہیئے کہ اُس دن اُن کے نیک کاموں کے بدلہ میں اُن کو وہ نعمتیں دی جائیں گی جو نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھیں اور کانوں سے سنیں نہ کسی کے دل

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان ص ۲۷ ج ۱۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ؕ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهُ وَ

اور ہم نے تقید کیا ہے انسان کو اپنے ماں باپ سے بھلائی کا پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اور جنا اس کو تکلیف سے اور حمل میں

فِصٰلُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰٓى إِذَا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِيْٓ أَنْ

رہنا اس کا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہے یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی قوت کو اور پہنچا چالیس برس کو کہنے لگا اے رب میرے میری قسمت

أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَأَصْلِحْ لِيْ

میں کر کہ شکر کروں احسان تیرے کا جو مجھ پر کیا اور میرے ماں باپ پر اور یہ کہ کروں نیک کام جس سے تو راضی ہو اور نیک دے مجھ کو

فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ؕ إِنِّيْ تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۵﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ

اولاد میری میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں ہوں حکمبردار وہ لوگ ہیں جن سے ہم قبول کرتے بہتر سے بہتر کام

میں ان نعمتوں کا خیال گذر سکتا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ کی روایت کی حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کی یہی تفسیر بیان فرمائی ہے جو اوپر بیان کی گئی صحیح مسلم کے حوالہ سے سفیان بن عبداللہ ثقفی کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں سفیان کہتے ہیں میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا حضرت مجھ کو دین کی ایسی باتیں بتلا دیجئے کہ پھر مجھ کو کچھ پوچھنے کی ضرورت باقی نہ رہے اس کے جواب میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سفیان کو آیت ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کا مطلب سمجھا دیا صحیح بخاری و مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کے بعد کفر و شرک کی باتوں سے ایماندار شخص کو ایسا گھبرانا چاہیے جس طرح ہر شخص آگ میں ڈالے جانے سے گھبراتا ہے ان حدیثوں کو آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ ایماندار شخص کو مرتے دم تک کن باتوں پر کس مضبوطی سے ثابت قدم رہنا چاہیے۔

۱۵-۱۶۔ جس طرح ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد ماں باپ سے بھلائی کرنے کا ذکر فرمایا ہے اسی طرح اور کئی آیتوں میں یہی ذکر ہے صحیح مسلم میں ابوہریرہ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کی حالت میں زندہ پایا اور ان کے ساتھ بھلائی کر کے اس کے اجر میں جنت نہ پائی تو وہ شخص بڑا بدنصیب ہے معتبر سند سے نسائی ابن ماجہ مستدرک حاکم اور طبرانی میں معاویہ بن جاہمہ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اولاد کے لئے جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح اولاد کو ماں باپ کے قدموں کے نیچے کی پڑی ہوئی چیز آسانی سے مل سکتی ہے اسی طرح ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے اور ان کی دعا سے اولاد کو جنت ہاتھ لگ سکتی ہے صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے

[1] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۲۰۸۔ [2] صحیح مسلم باب جامع اوصاف الاسلام ص ۴۸ ج ۱۔ [3] صحیح بخاری باب حلاوۃ الایمان ص ۷ ج ۱۔ [4] صحیح مسلم باب تقدیم بر الوالدین علی التطوع ص ۳۱۴ ج ۲۔ [5] مشکوٰۃ شریف البر والصلۃ ص ۴۲۱۔ [6] صحیح بخاری باب فضل الصلوٰۃ لوقتہا ص ۷۵ ج ۱۔

مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا

جو کیے ہیں اور معاف کرتے ہیں ہم برائیاں اُن کی جنت کے لوگوں میں سچا وعدہ جو اُن کو

يُوْعَدُوْنَ ۝ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ

ملتا تھا اور اس شخص نے کہا اپنے ماں باپ کو میں بیزار ہوں تم سے کیا مجھ کو وعدہ دیتے ہو کہ میں نکالا جاؤں گا قبر سے اور اُوپر گذر چکی ہیں کتنی سنگتیں

مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ڰ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ښ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ

مجھ سے پہلے اور وہ دونوں فریاد کرتے ہیں اللہ سے کہ اے خرابی تیری تو ایمان لا بیشک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے پھر کہتا ہے یہ سب

جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اول وقت کی نماز کے ادا کرنے کے بعد ماں باپ کی خدمت کو ان عملوں میں سے بتلایا ہے جو عمل اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہیں ان حدیثوں کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ شریعت میں ماں باپ کی خدمت کا کس قدر اجر اور اس کی کتنی بڑی فضیلت ہے، حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا ہے اور ماں کا حق جتلانے کے لئے فرمایا ہے کہ بچہ کے پیٹ میں ہونے اور پیدا ہونے کے وقت ماں کو بڑی بڑی مشقت اٹھانی پڑتی ہے بڑے ہونے کے بعد اولاد کو جس کا خیال ضروری ہے حمل اور دودھ پلانے کی مدت جو ڈھائی برس فرمائی حضرت عبداللہ بن عباس نے اس کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ اگر چھ مہینے حمل رہ کر ستوانسہ بچہ پیدا ہو تو دو برس دودھ پلانے کی مدت ہو گی اور اگر بچہ نو مہینے میں پیدا ہو تو ایک برس نو مہینے دودھ پلانے کی مدت ہو گی، امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کا مذہب بھی اسی کے موافق ہے امام ابو حنیفہؒ کو یہاں اپنے شاگردوں سے اختلاف ہے اُن کے نزدیک دودھ پلانے کی مدت ڈھائی برس تک ہے اس سے زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی فقہ کی کتابوں میں ہے، اب آگے نیک اولاد کا ذکر فرمایا کہ بچپنے کی عمر کو طے کر کے جب جوان اور جب چالیس برس کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں تو اللہ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ جو احسان تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں اُس کی شکر گذاری میں مجھ کو نیک کاموں کی توفیق دے اور مجھ کو نیک اولاد عنایت فرما اور میں پچھلے گناہوں سے توبہ کر کے آئندہ فرمانبرداروں کے گروہ میں داخل ہو جانے کا اقرار کرتا ہوں، آگے فرمایا ایسے لوگوں کی دعا اللہ تعالیٰ قبول کر کے اُن کے گناہوں کو معاف فرمائے گا اور اپنے رسولوں کی زبانی جو اُس نے وعدہ کیا ہے اُس وعدہ کے موافق وہ ایسے لوگوں کو قیامت کے دن جنت میں داخل کرے گا جن معاویہ بن جاہمہ بن عباس بن مرداس سلمی کی روایت اوپر گذری بعضے علما نے ان کو تابعی اور ان کے باپ دادا کو صحابی قرار دیا ہے۔

۱۷-۲۰- اگرچہ تفسیر سدی تفسیر[1] ابن جریر اور تفسیر ابن ابی حاتم وغیرہ میں لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت عبدالرحمٰن حضرت ابو بکر صدیق کے بیٹے کی شان میں نازل ہوئی ہے اور تفسیر ابن جریر[2] میں بجائے عبدالرحمٰن کے عبداللہ حضرت ابو بکر صدیق کے دوسرے بیٹے کا نام لیا ہے لیکن اور مفسروں نے اس شان نزول کو اس سبب سے

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۱۵۷ ج ۴۔ [2] و [3] تفسیر ابن کثیر ص ۱۵۹ ج ۴ =

أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٧﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ

نقلیں ہیں پہلوں کی وُہ لوگ ہیں جن پر ثابت ہوئی بات شامل اور فرقوں میں جو گزرے ہیں اُن سے پہلے

مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ﴿١٨﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِمَّا عَمِلُوا ۖ وَلِيُوَفِّيَهُمْ

جنوں سے اور آدمیوں سے بیشک وُہ تھے ٹوٹے میں آئے اور ہر فرقے کئی درجے ہیں اپنے کیئے کاموں سے اور تا پورے دے اُن کو

أَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٩﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ ط

کام ان کے اور اُن پر ظلم نہ ہوگا اور جس دن لائے جاویں گے منکر آگ کے سرے پر

ضعیف قرار دیا ہے کہ اس شان نزول کی روایت صحیح بخاری اور نسائی کی صحیح روایتوں کے مخالف ہے صحیح بخاری اور نسائی وغیرہ میں جو قصہ ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ جب مروان نے معاویہ کی طرف سے مدینہ میں لوگوں کو یزید کی بیعت کی رغبت دلائی اور کہا امیر المؤمنین معاویہ کا اپنے جیتے جی اپنے بیٹے کے نام پر لوگوں سے بیعت کا لینا ایسا ہی ہے جس طرح ابو بکر صدیق نے حضرت عمر کو اور حضرت عمر نے حضرت عثمان کو اپنے جیتے جی خلافت کے لئے نام زد کیا تھا حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر صدیق نے کہا نہیں یہ بیٹے کو ولی عہد بنانے کی رسم تو فارس اور روم کے بادشاہوں کی ہے خلفاء اسلام کی نہیں ہے مروان نے طعن کے طور پر کہا کہ یہ وہی عبد الرحمٰن ہیں جن کی شان میں سورہ احقاف کی مذمت کی آیت نازل ہوئی ہے حضرت عائشہ نے پردہ کے پیچھے سے جواب دیا کہ حضرت ابو بکر صدیق کی اولاد کی شان میں سوا سورہ نور کی آیتوں کے اور کوئی آیت نہیں اتری حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اپنے بھائیوں کا حال جس قدر حضرت عائشہ کو معلوم ہو سکتا ہے دوسرے شخص کو نہیں معلوم ہو سکتا اس واسطے حضرت عائشہ کے قول کے مخالف جن مفسروں نے حضرت عبد الرحمٰن یا حضرت عبد اللہ کی شان میں اس آیت کا نازل ہونا بیان کیا ہے وہ قول صحیح نہیں ہے اور حافظ ابن حجر نے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت عائشہ کے اس قول سے بعضے شیعہ مذہب کے لوگوں نے یہ بات جو نکالی ہے کہ خود حضرت ابو بکر کی بیٹی غار کی آیت حضرت ابو بکر صدیق کی شان میں نازل ہونے کی منکر تھیں کیونکہ وہ صاف کہتی ہیں کہ سورہ نور کی اُن کی برات کی آیتوں کے سوا اور کوئی آیت اُن کے خاندان کے حق میں نازل نہیں ہوئی شیعہ مذہب کے لوگوں کی یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ حضرت عائشہ کے قول میں خاندان سے مراد حضرت ابو بکر صدیق کی اولاد ہے خود حضرت ابو بکر صدیق کے تذکرہ کا وہاں موقع نہیں ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اوپر کی آیتوں میں نیک اولاد کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں ناہموار اولاد کا ذکر فرمایا ہے حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ بنی آدم میں بعضے ایسے ناہموار بھی ہیں کہ ماں باپ سے حشر کا ذکر سن کر بیزار ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے میرے ماں باپ تم مجھ کو دوبارہ زندہ ہونے اور حساب و کتاب سے ڈراتے ہو اگر ایسا ہوتا تو جو لوگ مجھ سے پہلے مر گئے ہیں آج تک اُن میں سے کوئی ضرور دوبارہ زندہ ہوتا، ماں باپ ناہموار اولاد کی نادانی کی باتیں سن کر اُس کے راہ راست

لہ صحیح بخاری تفسیر سورۃ الاحقاف ص ۷۱۵ ج ۲۔

اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ

منائع کرچکے تم نے اپنے مزے اپنے دُنیا کے جیتے اور ان کو برت چکے اب آج سزا پاؤ گے ذلت

الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾ ع ۲

کی مار بدلا اس کا جو تم غرور کرتے تھے ملک میں ناحق اور اس کا جو تم بے حکمی کرتے تھے

پر آجانے کی اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں اور اولاد کو سمجھاتے ہیں کہ اے کمبخت دوبارہ زندہ کئے جانے اور نیک و بد کی جزا و سزا کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے تاکہ دنیا کا پیدا کرنا ٹھکانے لگے ماں باپ کی یہ سمجھ میں آجانے کے قابل نصیحت سن کر اُس ناہموار اولاد نے یہ الٹا جواب دیا کہ یہ باتیں پہلے سے کہانیوں کی طرح چلی آتی ہیں اُن ہی کو تم نے سچا جان لیا ہے۔ آگے فرمایا کہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کے علم غیب میں اُن میں کے اگلے پچھلے جنات اور بنی آدم سب دوزخی ٹھہر چکے ہیں اور یہ لوگ ایسی باتوں سے کسی کا کچھ نہیں بگاڑتے قیامت کے دن انہی کو بڑا نقصان پہنچے گا ابن ماجہ[1] کے حوالہ سے ابوہریرہ کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے لئے ایک ٹھکانہ جنت میں اور ایک دوزخ میں پیدا کیا ہے اب جو لوگ ہمیشہ کے واسطے دوزخی قرار پائیں گے اور اُن کے جنت میں کے ٹھکانے خالی رہ جائیں گے وہ ٹھکانے بھی جنتیوں کو مل جائیں گے۔ آیتوں میں دوزخی لوگوں کے ٹوٹے کا جو ذکر ہے یہ حدیث گویا اُس کی تفسیر ہے۔ پھر فرمایا نیک و بد ہر فرقے کے لئے جنت و دوزخ میں درجے مقرر ہیں جیسے جس کے عمل ہوں گے ویسی ہی جزا و سزا ہو گی کسی پر کچھ ظلم نہ ہو گا کہ نیکی کا بدلہ گھٹا دیا جائے یا بدی کی سزا بڑھادی جائے صحیح مسلم[2] میں سمرہ بن جندب سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کی آگ کسی کے ٹخنوں تک ہو گی کسی کی کمر تک کسی کی گردن تک۔ ترمذی[3] کے حوالہ سے ابوہریرہ کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں صحیح مسلم[4] کے حوالہ سے ابوذر کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم اپنی ذات پاک پر حرام کر لیا ہے ان حدیثوں سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ عملوں کے موافق دوزخ اور جنت میں سزا و جزا کے درجے مقرر ہیں اُن کے موافق سزا و جزا تجویز ہو گی سزا کے بڑھا دینے یا جزا کے گھٹا دینے میں کسی پر ظلم نہ ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ظلم اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرا لیا ہے۔ آگے فرمایا کہ اب تو یہ لوگ دوبارہ زندہ ہونے اور سزا و جزا کو کہانیاں بتلاتے ہیں لیکن قیامت کے دن سزا کے طور پر دوزخ میں جھونکے جانے کے لئے جب اُن کو دوزخ کے کنارہ پر ٹھہرایا جائے گا تو اُس وقت کا ان کا حال دیکھنے کے قابل ہو گا کہ دنیا میں دوبارہ آنے اور نیک عمل کرنے کی کتنی بڑی آرزو ظاہر کریں گے ان آیتوں میں اس مطلب کو مختصر طور پر فرمایا ہے سورۃ الانعام میں یہ مطلب آیات ولو ترٰی اذ وقفوا علی النار میں تفصیل سے گذر چکا ہے اس لئے سورۃ الانعام کی وہ آیتیں ویوم یعرض الذین کفروا علی النار کی گویا تفسیر ہیں۔

۲۰۔ حدیث اور تفسیر کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر علیہ السلام کا اس آیت پر پورا عمل تھا خود بھی

[1] ابن ماجہ باب صفۃ الجنۃ۔ ص ۳۲۲۔ [2] صحیح مسلم باب جہنم اعاذنا اللہ منہا۔ ص ۳۸۱ ج ۲۔ [3] جامع ترمذی باب ماجاء فی صفۃ درجات الجنۃ ص ۸۹ ج ۲۔ [4] صحیح مسلم باب تحریم الظلم ص ۳۱۹ ج ۲۔

وَاذْكُرْ أَخَا عَادٍ ۭ إِذْ أَنذَرَ قَوْمَهُۥ بِٱلْأَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ ٱلنُّذُرُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ

اور یاد کر عاد کے بھائی کو جب ڈرایا اپنی قوم کو احقاف میں اور گزر چکے ڈرانے والے آگے سے اور پیچھے

خَلْفِهِۦٓ أَلَّا تَعْبُدُوٓا۟ إِلَّا ٱللَّهَ إِنِّىٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٢١﴾ قَالُوٓا۟ أَجِئْتَنَا

سے کہ بندگی نہ کرو کسی کی اللہ کے سوائے میں ڈرتا ہوں تم پر آفت سے ایک بڑے دن کے بولے کیا تو آیا ہے ہم پاس

لِتَأْفِكَنَا عَنْ ءَالِهَتِنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِن كُنتَ مِنَ ٱلصَّـٰدِقِينَ ﴿٢٢﴾ قَالَ إِنَّمَا ٱلْعِلْمُ عِندَ

کہ پھیر دے ہم کو ہمارے ٹھاکروں سے سو لے آ ہم پر جو وعدہ دیتا ہے اگر ہے تو سچا کہا یہ خبر تو اللہ ہی کو

ٱللَّهِ وَأُبَلِّغُكُم مَّآ أُرْسِلْتُ بِهِۦ وَلَـٰكِنِّىٓ أَرَىٰكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿٢٣﴾ فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ

ہے اور پہنچا دیتا ہوں جو کہہ دیا میرے ہاتھ لیکن میں دیکھتا ہوں تم لوگ نادانی کرتے ہو پھر جب اسکو ابر سامنے آیا

أَوْدِيَتِهِمْ قَالُوا۟ هَـٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۚ بَلْ هُوَ مَا ٱسْتَعْجَلْتُم بِهِۦ ۖ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٤﴾

ان کے نالوں کے بولے یہ ابر ہے ہم پر برسے گا کوئی نہیں یہ وہ ہے جس کی تم شتابی کرتے تھے باؤ ہے جس میں دکھ کی مار ہے

آپ تکلف اور راحت کے کھانے پینے کے سامان سے پرہیز کرتے تھے اور اوروں کو بھی آپ اسی قسم کی نصیحت کیا کرتے تھے حدیث کی کتابوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا میں حضرت عمر علیہ السلام کو دنیا کی راحت کی چیزوں سے اس قدر پرہیز نہیں تھا چنانچہ صحیحین[1] میں خود حضرت عمرؓ سے جو روایت ہے اس میں حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عرض کیا تھا کہ حضرت فارس اور روم کے لوگ باوجود مشرک ہونے کے چین کرتے ہیں اور آپ پر اور آپ کی امت پر تنگ دستی غالب ہے اس لئے اللہ تعالیٰ سے کچھ اپنی امت کی فارغ البالی کی دعا فرمائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی اس بات کے جواب میں یہ نصیحت فرمائی کہ اے عمرؓ تم کو اس بات پر قناعت کرنی چاہئے کہ مشرک لوگوں کے لئے دنیا کا چین ہے اور ہم کے لئے عقبیٰ کا چین ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نصیحت کا حضرت عمرؓ کے دل پر یہ اثر ہوا کہ اس دن سے حضرت عمرؓ کے دل سے دنیا کی راحت کا خیال بالکل اٹھ گیا حاصل کلام یہ ہے کہ جن نافرمان منکر حشر لوگوں کا اوپر ذکر تھا جب اُن کو دوزخ میں جھونکا جائے گا تو ذلیل کرنے کے لئے اُن سے یہ کہا جائے گا کہ آج لئے وقت دنیا میں دوبارہ جانے کی کیا آرزو کرتے ہو جب دنیا میں تھے تو تمہارا یہ حال تھا کہ دنیا کے عیش و آرام کے آگے عقبیٰ کی باتوں کے سننے میں سرکشی کرتے اور ہر وقت بے حکمی میں لگے رہتے تھے صحیح مسلم[2] کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ بڑے بڑے عیش و آرام والے نافرمان لوگ قیامت کے دن جب دوزخ میں جھونکے جائیں گے تو پہلے ہی جھونکے کے بعد فرشتے اُن سے پوچھیں گے کہ جس عیش و آرام کے نشہ میں تم آج کے دن کو جھٹلاتے تھے آج کے دن اس عذاب کے آگے تم کو دنیا کا وہ عیش و آرام کچھ یاد ہے وہ لوگ قسم کھا کر کہیں گے کہ اس عذاب کے آگے ہم کو وہ عیش و آرام ذرا بھی یاد نہیں اس حدیث کو آیت کے اس ٹکڑے کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو دنیا کے جس عیش و آرام نے عقبیٰ کا منکر یا عقبیٰ سے غافل بنا دیا تھا عقبیٰ کے عذاب کے آگے وہ عیش و آرام تو اُن لوگوں کو یاد بھی نہ رہے گا لیکن اس عیش و آرام نے ان لوگوں کو جو سرکشی سکھائی تھی اُس کا خمیازہ ان کو عقبیٰ میں بھگتنا

۲۱-۲۵۔ قوم عاد کے بھائی ہود علیہ السلام کو فرمایا ہود علیہ السلام کی امت کے لوگ بڑے تنومند اور صاحب قوت تھے

[1] مشکوٰۃ شریف باب فضل الفقراء الفصل الاول ص ۴۴۷ [2] صحیح مسلم باب فی الکفار ص ۳۷۴ ج ۲۔

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَىٰ إِلَّا مَسَاكِنُهُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ

اکھاڑ مارے ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے پھر کل کو رہ گئی کوئی نظر نہیں آتا سوائے ان کے گھروں کے یوں ہم سزا دیتے ہیں

الْمُجْرِمِينَ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ مَكَّنَّاهُمْ فِيمَا إِن مَّكَّنَّاكُمْ فِيهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَأَبْصَارًا وَأَفْئِدَةً

گنہگار لوگوں کو اور ہم نے مقدور دیئے تھے اُن کو جو تم کو مقدور نہیں دیئے اور اُن کو دیئے تھے کان اور آنکھیں اور دل

فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَا أَبْصَارُهُمْ وَلَا أَفْئِدَتُهُم مِّن شَيْءٍ إِذْ كَانُوا يَجْحَدُونَ بِآيَاتِ

پھر کام نہ آئے ان کو کان اُن کے اور آنکھیں اُن کی اور نہ دل اُن کے کسی چیز میں اس پر کہ تھے منکر ہوتے اللہ کی باتوں

اللَّهِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُم مِّنَ الْقُرَىٰ وَ

سے اور الٹ پڑے ان پر جس بات سے ٹھٹھا کرتے تھے اور ہم کھپا چکے ہیں جتنی تمہارے آس پاس ہیں بستیاں اور

صَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٧﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ

پھیر پھیر سنائیں اُن کو باتیں شائد وہ پھر آدیں پھر کیوں نہ مدد پہنچی اُن کی جن کو پکڑا تھا اللہ سے ورے

اس لئے اُن کی شہ زوری کا غرور توڑنے کے لئے اُن پر ہوا کا عذاب بھیجا اس قوم کا قصہ سورۃ الاعراف سورۃ ہود اور سورۃ الشعرا میں گذر چکا ہے ۔ ایسی شہ زور قوم کا ہوا میں اڑنا اور پٹخنیاں کھا کھا کر ہلاک ہونا اللہ کی قدرت کی ایک نشانی ہے اسی واسطے فرمایا اے رسول اللہ کے تم اپنی قوم کو قوم عاد کا حال سناؤ احقاف ریتلی جگہ کو کہتے ہیں ہود علیہ السلام نے اپنی بت پرست قوم کو یہی نصیحت کی کہ مجھ سے آگے نوح علیہ السلام گذر چکے ہیں اور مجھ سے پیچھے اور جو پیغمبر آئیں گے سب کی نصیحت یہی ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہیں ہے اگر تم میری اس نصیحت کو نہ مانو گے تو مجھ کو خوف ہے کہ تم لوگوں پر کوئی سخت عذاب آجائے گا قوم کے سرکش لوگوں نے جواب دیا کہ ہوئد اگر تم سچے ہو تو ہم پر عذاب لے آؤ ہم تو اپنے ٹھاکروں کی پوجا نہ چھوڑیں گے ہود علیہ السلام نے کہا میں تو فقط اللہ کا پیغام پہنچانے والا ہوں عذاب کے آنے کا وقت تو اللہ کو ہی معلوم ہے مگر یہ تم لوگوں کی نادانی ہے کہ اللہ سے خیر نہیں مانگتے عذاب کی جلدی کرتے ہو اس کے بعد بادل کی صورت میں آندھی آتی جس نے ساری قوم کو پٹخ پٹخ کر ہلاک کردیا آخر کو فرمایا کہ مجرموں کو اللہ تعالیٰ یوں سزا دیتا ہے اس قصہ کے سنانے میں قریش کو یہ تنبیہ ہے کہ تم لوگ بھی قوم عاد کی طرح اللہ کے رسول کے جھٹلانے کے مجرم ہو اگر تم اس حالت سے باز نہ آئے تو یہی انجام تمہارا ہوگا اللہ کا وعدہ سچا ہے قوم عاد کے قصہ سے مشرکین مکہ میں کے جن سرکش لوگوں کو عبرت نہیں ہوئی بدر کی لڑائی کے وقت اُن کے حق میں اس وعدہ کا جو ظہور ہوا اُس کا قصہ صحیح بخاری و مسلم کی انسؓ بن مالک کی روایت سے کئی جگہ گذر چکا ہے۔

۲۶-۲۸- قوم عاد کے لوگ جیسے شہ زور تھے ایسے ہی مالدار اور صاحب مقدور بھی تھے کیونکہ اطراف یمن میں ان کی بستیاں خوب شاداب تھیں زراعت کی کثرت تھی مکہ کے اطراف کی زمین کی طرح ناقابل زراعت نہ تھی

له صحیح بخاری باب قتل ابی جہل ص ۵۶۶ ج ۲۔

قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَاِذْ صَرَفْنَآ

معبود اور درجے پانے کو پوجنا کوئی نہیں گم ہوگئے اُن سے اور یہی جھوٹ تھا ان کا اور جو باندھتے تھے اور جب متوجہ کر دیے ہم نے

اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا

تیری طرف کتنے لوگ جنوں میں سے سننے لگے قرآن پھر جب وہاں پہنچے بولے چپ رہو پھر جب تمام ہوا الٹے پھرے

اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا

اپنی قوم کو ڈر سناتے بولے اے قوم ہماری ہم نے سنی کتاب جو اتری ہے موسیٰ کے بعد سچا کرتی ہے سب

نہیں تھی اس مالداری کے سبب سے ان لوگوں کو عمارتیں بنانے کا شوق بھی بہت تھا چنانچہ اس کا ذکر سورۃ الشعراء میں گذر چکا ہے ان آیتوں میں یہی بات اللہ تعالیٰ نے قریش کو سمجھائی ہے کہ قوم عاد کو اللہ تعالیٰ نے جیسا صاحب مقدور کیا تھا وہ بات تم لوگوں کو حاصل نہیں ہے پھر تم کس بھروسہ پر غریب مسلمانوں سے مسخراپن کرتے ہو اور کلام الٰہی کو جھٹلاتے ہو کیا تم کو معلوم نہیں کہ تم سے زیادہ صاحب مقدور قوم کو ان ہی باتوں کے خمیازہ کے طور پر ایک دم میں اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا، پھر فرمایا نصیحت کی باتیں سننے کے لئے کان قدرت کی نشانیوں کے دیکھنے کے لئے آنکھیں اچھے کاموں کی طرف خیال دوڑانے کے لئے دل یہ سب کچھ اُن کو دیا گیا تھا مگر ان چیزوں سے ان لوگوں نے اللہ کی ناراضی کے کام کئے اس کے عذاب میں پکڑے گئے، پھر فرمایا کچھ قوم عاد کے قصہ پر ہی عبرت منحصر نہیں ہے مکہ کے آس پاس ملک شام کے راستہ میں قوم ثمود قوم لوط کی اجڑی ہوئی بستیاں بھی اُن کو نظر آتی ہوں گی اور فرعون کا قصہ بھی انہوں نے سنا ہو گا اور یہ بھی سنا ہو گا کہ ان سب کو ہلتیں دے کر طرح طرح سے سمجھایا گیا کہ بُرے وقت پر تمہارے یہ بت کچھ کام نہ آئیں گے ان بتوں کی پوجا سے بارگاہ الٰہی میں قربت کا ڈھونڈنا بالکل گھڑی ہوئی ایک بات ہے جس کا آسمان و زمین میں کہیں پتہ ٹھکانہ نہیں لیکن جب مہلت کے زمانہ میں وہ لوگ اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو اچانک عذاب میں پکڑے گئے اور ان پتھر کی مورتوں کو خبر تک نہیں ہوئی کہ اُن کی پوجا کرنے والوں پر کیا گذری صحیح بخاری[1] و مسلم کے حوالہ سے ابوموسیٰؓ اشعری کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ نافرمان لوگوں کو اللہ تعالیٰ پہلے مہلت دیتا ہے اور مہلت کے زمانہ میں جب وہ لوگ اپنی نافرمانی سے باز نہیں آتے تو اُن کو کسی عذاب میں پکڑ لیتا ہے جس سے وُہ بالکل ہلاک ہو جاتے ہیں یہ وصرفنا الأيٰت لعلهم يرجعون کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ پچھلی جتنی قومیں طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوئیں اُن سب کو اللہ تعالیٰ نے ایک زمانہ تک مہلت دی اور مہلت کے زمانہ میں رسولوں کی معرفت طرح طرح سے ان کو سمجھایا تاکہ وہ اپنی عادتوں سے باز آئیں لیکن مہلت کے زمانہ میں جب وہ لوگ سمجھانے سے نہ سمجھے تو طرح طرح کے عذابوں سے اُن کو ہلاک کر دیا یہی حال قریش کا ہوا کہ بارہ تیرہ برس تک اُن کو مہلت دی گئی اور اُس مہلت کے زمانہ میں گھڑی گھڑی پچھلی قوموں کے مہلت اور ہلاکت کے قصے سنا کر ان کو ہوشیار کیا گیا لیکن اُن میں کے بڑے بڑے سرکش لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو بدر کی لڑائی کے وقت اُن پر وہ آفت آئی جس کا ذکر صحیح بخاری و مسلم کی انسؓ بن مالک کی روایت کے حوالہ سے کئی جگہ گذر چکا ہے۔

۲۹-۳۲ صحیح مسلم[2] میں عبداللہؓ بن مسعود سے جو روایت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] صحیح بخاری باب وکذلک اخذ ربک اذا اخذ القریٰ ص ۶۷۸ ج ۲۔ [2] صحیح مسلم باب الجہر بالقراءۃ فی الصبح والقراءۃ علی الجن ص ۱۸۴ ج ۱۔

بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ

اگلیوں کو سمجھاتی ہے سچا دین اور ایک راہ سیدھی اے قوم ہماری مانو اللہ کے بلانے

اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ

والے کو اور اس پر یقین لاؤ بخشے تم کو کچھ تمہارے گناہ اور بچادے تم کو ایک دکھ کی مار سے اور جو کوئی نہ مانے گا اللہ کے

اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾

بلانے والے کو تو وُہ نہ تھکا سکے گا بھاگ کر زمین میں اور کوئی نہیں اس کو اس کے سوائے مددگار وُہ لوگ بھٹکتے ہیں صریح

جنات سے ملاقات کی اور اُن کو قرآن شریف سکھایا صحیح بخاری[1] اور مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جو روایت ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات سے ملاقات نہیں کی بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے خبری میں جنات قرآن شریف سن کر چلے گئے، بیہقی حافظ ابن حجر اور اور علما نے اس اختلاف کو یوں رفع کیا ہے کہ ان دونوں روایتوں کا قصہ جدا جدا ہے پہلے پہل جنات نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بے خبری میں قرآن شریف سنا اور ایمان لائے اسی کا ذکر ان آیتوں اور حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں ہے، اس دفعہ جنات کے آنے کا سبب معتبر سند سے ترمذی[2] نسائی مسند امام احمد وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے جو بیان کیا گیا ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے سے پہلے جنات آسمان کی کچھ خبریں چوری سے سن آیا کرتے تھے اور کاہنوں سے کہہ دیا کرتے تھے، کاہن وہی لوگ تھے جو اسلام سے پہلے لوگوں کو کچھ آئندہ کی باتیں بتلایا کرتے تھے اور اُس زمانہ میں عرب کے بہت سے کاموں کا دار مدار ان ہی کاہنوں کی پیشین گوئی پر تھا اس کے بعد جب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے اور قرآن شریف اترنا شروع ہوا تو چوری سے جا کر آسمان کی خبر سننے والے جنات کی روک ٹوک زیادہ ہو گئی اور بہ نسبت پہلے کے ان پر انگارے زیادہ برسنے لگے اور آسمان کی خبروں کے بند ہو جانے سے کاہنوں میں جنات کی آؤ بھگت کم ہونے لگی تو آسمان کی خبروں کے بند ہو جانے اور انگاروں کے زیادہ برسنے کا سبب دریافت کرنے کے لئے جنات کی ٹکڑیاں زمین میں چاروں طرف چکر لگاتی پھرتی تھیں انہیں میں کی ایک ٹکڑی ادھر نکل آئی جہاں مکہ سے طائف کو جو راستہ جاتا ہے اُس راستہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز قرأت سے پڑھ رہے تھے یہی قرأت اُن جنات نے سنی اور پھر جا کر اپنی قوم سے قرآن کی تعریف کی اس پر بہت بڑا قافلہ جنات کا جنگل میں دین اسلام کی باتیں سیکھنے آیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے اس قافلہ میں جا کر اُن کو سورۃ الرحمٰن سنائی اور دین کی باتیں سکھائیں اس دوسری دفعہ جنات کے آنے کا صحیح[3] مسلم ترمذی مستدرک حاکم وغیرہ میں عبداللہ بن مسعودؓ اور جابرؓ بن عبداللہ کی روایتوں میں تفصیل سے ذکر ہے غرض حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں پہلا قصہ ہے اور عبداللہ بن مسعود کی روایت میں دوسرا قصہ ہے، امام مسلم نے صحیح مسلم میں پہلے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث کو روایت کر کے اُس کے بعد عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کو روایت کیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ پہلی روایت کا

[1] صحیح بخاری تفسیر سورۃ الجن ص ۷۳۲ ج ۲۔ [2] ترمذی شریف تفسیر سورۃ الجن ص ۱۹۰ ج ۲۔
[3] صحیح مسلم باب الجهر بالقراءة فی الصبح والقراءة علی الجن ص ۱۸۴ ج ۱۔

قصہ پہلے کا ہے اور دوسری روایت کا قصہ مابعد کا حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں یہ لفظ جو تھے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ جنات کو دیکھا نہ قصداً جنات کو قرآن سنایا، امام بخاریؒ نے سورہ جن کی تفسیر میں اس روایت کو اس طرح مختصر کیا ہے کہ ان لفظوں کو چھوڑ دیا ہے تاکہ معلوم ہو جاتے کہ دوسری دفعہ کے قصے میں اور روایتیں ایسی بھی ہیں جن میں یہ لفظ نہیں ہیں حاصل مطلب یہ ہے کہ امام مسلم نے جو مطلب عبداللہ بن مسعود کی روایت سے نکالا ہے امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کو مختصر کرکے وہی مطلب نکالا ہے جنات کے قصہ سے قریش کو یہ بات جتلائی گئی ہے کہ جنات جیسی سخت مخلوقات پر ایک دفعہ سننے سے قرآن کا اثر ہوا لیکن قریش میں بعضے انسان ایسے سخت دل ہیں کہ گھڑی گھڑی سننے سے بھی اُن کے دل پر قرآن کا کچھ اثر نہیں ہوتا اس کا سبب یہی ہے کہ ایسے لوگ اللہ کے علم غیب میں دوزخی قرار پاچکے ہیں اس لئے ان کو دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل کام اچھے نظر آتے ہیں اور جنت میں جانے کے قابل کاموں کی رغبت اُن کے دل میں کسی طرح پیدا نہیں ہوتی صحیح بخاریؒ و مسلم کے حوالہ سے حضرت علیؓ کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم غیب کے موافق اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں یہ لکھ لیا ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے کے بعد کون شخص جنت میں جانے کے قابل کام کرے گا اور کون شخص دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل اب جس مقام کے لائق جو پیدا ہوا ہے دنیا میں ویسے ہی کام اُس کو اچھے اور آسان معلوم ہوتے ہیں تجربہ کے موافق کسی کام کا نتیجہ پہلے سے دریافت کرلینا اور بات ہے اور کسی کام پر کسی شخص کو مجبور کرنا اور بات ہے اس لئے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اُس سے کسی شخص کو کسی کام پر مجبور کیا گیا ہے کیونکہ لوح محفوظ میں تو اُس کا نتیجہ لکھا گیا ہے جو ہر شخص اپنے اختیار سے کر رہا ہے باقی رہی یہ بات کہ زبردستی ہر شخص کو نیک راہ سے لگا دینا بھی تو اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہے اس کا جواب علما نے یہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کیا ہے چنانچہ تبارک الذی میں آوے گا لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا جس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جزا و سزا کا مدار اپنے علم پر نہیں رکھا بلکہ اُس علم کے ظہور پر رکھا ہے اور اُس ظہور کی صورت یہی تھی کہ نیک و بد کی جانچ کے لئے دنیا کو پیدا کیا گیا اب زبردستی کی حالت میں اُس نیک و بد کی جانچ کا موقع باقی نہیں رہتا اس واسطے زبردستی کرکے کسی شخص کو نیک راہ سے لگا دینا انتظام الٰہی کے برخلاف ہے حاصل کلام یہ ہے کہ قریش کے جو لوگ ایسے تھے کہ قرآن کی نصیحت کا کچھ اثر مرتے دم تک ان کے دل پر نہیں ہوا اُس کا سبب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ وہ لوگ اللہ کے علم غیب میں دوزخی قرار پاچکے تھے اس لئے مرتے دم تک اُن کو برے کام اچھے معلوم ہوتے رہے اور آخر کو اسی حال میں دنیا سے اٹھ گئے اور مرتے ہی آخرت کے عذاب میں گرفتار ہو گئے جس عذاب کے جتلانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اب تو تم لوگوں نے اللہ کے وعدہ کو سچا پایا چنانچہ اس باب میں صحیح بخاریؒ و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی حدیث کئی جگہ گذر چکی ہے حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اے رسول اللہ کے وہ قصہ یاد کرو جو اللہ تعالیٰ نے جنات کی ایک ٹکڑی کو قرآن سننے کے لئے تمہارے پاس بھیج دیا اور جب وہ جنات اُس جگہ پہنچ گئے جہاں تم قرآن پڑھ رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دل میں قرآن کے سننے

ا دیکھئے صفحہ گذشتہ۔ ۲ صحیح بخاری باب کان امر اللہ قدراً مقدوراً ص ۷۷ و ج ۲۔ ۳ صحیح بخاری باب قتل ابی جہل ص ۵۶۶

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى

کیا نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ جس نے بنائے آسمان اور زمین اور نہ تھکا اُن کے بنانے میں وہ سکتا ہے

اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰۤى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ

کہ جلاوے مردے کیوں نہیں وُہ ہر چیز کر سکتا ہے اور جس دن سامنے لادے منکروں کو آگ کے

اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۴﴾

اب یہ ٹھیک نہیں کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے ہمارے رب کی کہا تو چکھو مار بدلا اس کا جو تم منکر ہونے تھے

ایسا شوق پیدا کر دیا کہ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے چپ ہو یہ کلام اچھی طرح سننے دو اور جب وہ جنات قرآن کی نصیحت سن کر اپنی قوم کے پاس الٹے پھرے تو قوم کے لوگوں کو یہ نصیحت کی کہ اے قوم کے لوگو توراۃ کے بعد ایسی کتاب سنی ہے جس میں پہلی آسمانی کتابوں کی صداقت اور دین کا سیدھا راستہ بتلایا گیا ہے۔ اے قوم کے لوگو اللہ کے رسول کا کہنا مانو اور اللہ کے حکم کی فرمانبرداری کرو تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے پچھلے گناہوں کو معاف کر کے تمہیں دوزخ کے عذاب سے بچائے اور قوم کے لوگوں میں سے جو کوئی اس نصیحت کو نہ مانے گا تو وہ زمین بھر میں بھاگ کر اللہ کے عذاب کو نہیں ٹال سکتا ہے اور جو لوگ اپنے پیدا کرنے والے کو اپنا معبود نہیں جانتے وہ کھلم کھلا گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔

۳۳-۳۵- حشر کے منکر لوگوں کے پاس کوئی نقلی دلیل تو تھی نہیں صرف عقلی باتوں سے وہ لوگ حشر کا انکار کرتے تھے چنانچہ مستدرک حاکم اور بیہقی کے حوالہ[1] سے سورہ یٰس میں حضرت عبداللہ بن عباس کی صحیح روایت سے گذر چکا ہے کہ ایک شخص عاص بن وائل ایک بوسیدہ ہڈی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا اور اس ہڈی کو مل مل کر اس کی خاک ہوا میں اڑاتا جاتا تھا اور بڑے تعجب سے آنحضرت سے کہتا تھا کہ کیا اس ہوا میں اڑی ہوئی خاک سے خدا انسان کا پھر پتلا بنا دے گا وہاں سورہ یٰس میں بھی اور یہاں اس آیت میں اور سورہ مومن میں اور جگہ جگہ قرآن عقلی اعتراض کرنے والے لوگوں کی عقل میں آنے کے موافق اللہ تعالیٰ نے جو جواب دیا ہے حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ اگر یہ لوگ عقل کے ہی پورے پابند ہوتے اور اچھی طرح عقل کو کام میں لاتے تو ضرور ان کی سمجھ میں آجاتا کہ بغیر کسی مادہ اور بغیر مصالحہ کے جس اللہ نے خلاف عقل اتنا بڑا آسمان بلا کسی ستون کے بنا کر کھڑا کر دیا اور اتنی بڑی زمین بنا دی اور بغیر مادہ مصالحہ کے پہلی دفعہ انسان کا مادہ اور مصالحہ بھی پیدا کیا اور انسان کو بھی پیدا کیا اس کو انسان کی خاک کا مادہ اور مصالحہ موجود ہوتے ہوئے انسان کا دوبارہ بنانا کیا مشکل ہے کیا ان کی عقل اتنے کام کی بھی نہیں کہ اس عقل سے یہ لوگ اتنا سمجھ لیں کہ جس کی قدرت کے آگے مشکل کام آسان ہیں اس کو آسان کام کیا مشکل ہے اسی واسطے سورہ روم میں فرمایا (وھو الذی یبدء الخلق ثم یعیدہ وھو اھون علیہ) اور سورہ مومن میں فرمایا (لخلق السموت والارض اکبر من خلق الناس ولکن اکثر الناس لایعلمون) حاصل ان دونوں آیتوں کا یہ ہے جب پہلی دفعہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کر دیا تو اس کا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے اس طرح اگر انسان سمجھے تو بغیر ستون کے اتنے بڑے آسمان کا اور بغیر مصالحہ کے

[1] تفسیر الدر المنثور ص ۲٦۷ ج ۵۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ

سو تو ٹھہرارہ جیسے ٹھہرے رہے ہیں ہمت والے رسول اور شتابی نہ کر ان کے واسطے یہ لوگ جس دن دیکھیں

مَا يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٣٥﴾

جس چیز کا اُن سے وعدہ ہے جیسے ڈھیل نہ پائی تھی مگر ایک گھڑی دن پہنچا دینا اب وہی کھپیں گے جو لوگ بے حکم ہیں

اتنی بڑی زمین کا پیدا کرنا انسان کا پیدا کرنے سے مشکل ہے غرض جو کام جس کی قدرت سے باہر نہیں آسان کام اُس کو کیا مشکل ہے غرض بڑے بڑے کام خدا کی قدرت کے اپنی آنکھوں کے سامنے یہ لوگ دیکھتے تھے اور ایک چھوٹے سے کام کے لئے خدا کی قدرت کے منکر تھے اسی لئے خدا تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو بے علم اور کم عقل فرمایا ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب ان لوگوں کو قائل کیا ہے چنانچہ مسند[1] امام احمد ابن ماجہ کی ناقابل اعتراض سند کی روایتیں سورہ یٰسین میں گذر چکی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنی ہتھیلی میں تھوکا اور فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کو تھوک کی مثل ذلیل چیز سے میں نے پیدا کیا پھر بھی انسان میری قدرت کا قائل نہیں رہی یہ بات کہ مرنے کے بعد انسان کی خاک اس طرح رواں دواں ہو جائے گی جس طرح عاص بن وائل نے وہ خاک ہوا میں اڑا دی تھی عقل کے پابند لوگوں کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو سکتا ہے کہ حشر کے دن اُس رواں دواں خاک کا پتہ کیونکر لگے گا اس کا جواب عقل میں آنے کے موافق اللہ تعالیٰ نے سورہ ق میں دیا ہے کہ قد علمنا ما تنقص الارض منهم وعندنا كتاب حفيظ حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ جس طرح تاریخ کی کتابوں سے ہزاروں برس کی چیزوں کا دنیا میں پتا لگتا ہے اسی طرح خدا کے دفتر سے حشر کے دن ان شبہ کرنے والوں کی خاک کا پتا لگ جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان حشر کے منکر لوگوں کے پیدا ہونے سے پہلے ان کی رواں دواں خاک کا سب پتہ لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ آگے فرمایا کہ اب تو یہ سزا و جزا کے منکر لوگ اپنے دنیا کے عیش و آرام کے نشہ میں دوزخ کے عذاب کے ذکر کو مسخرا پن میں اڑاتے ہیں لیکن جب دوزخ کا عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا اور ان لوگوں کو قائل کرنے کے لئے ان سے پوچھا جائے گا کہ یہ سچا عذاب ہے یا مسخرا پن ہے تو قسمیں کھا کھا کر اُس عذاب کو سچا تبلائیں گے جس کے جواب میں ان لوگوں سے کہا جائے گا کہ دنیا میں تم نے جو اس عذاب کو جھٹلایا تھا اُس کی سزا میں اب اس عذاب کا مزہ چکھو مشرکین مکہ میں کے سرکش لوگ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو زیادہ ستانے لگتے تھے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ ان سرکشوں کی غیب سے کوئی تنبیہ ہو تو شاید ان لوگوں کی سرکشی کچھ کم ہو جائے اُس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی تسلی فرمائی اور فرمایا کہ سرکش لوگوں کی سرکشی تمہارے ساتھ کچھ نئی نہیں ہے پہلے انبیا جیسے نوح علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام اُن کے ساتھ بھی اُس وقت کے مخالف لوگوں نے بڑی بڑی سرکشی کی ہے اور ان انبیا نے اُس سرکشی کی برداشت اور اُس پر صبر کیا ہے ایسا ہی تم کو کرنا چاہئے اور ان سرکش لوگوں کے عذاب کی جلدی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ جس ہمیشہ کے عذاب کا ان سرکشوں سے وعدہ ہے جب وہ عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا تو اُس کے سامنے اُس سرکشی کے جینے کو یہ لوگ گھڑی دو گھڑی کا جینا سمجھیں گے۔

[1] تفسیر ابن کثیر ص ٥٦١ ج ٢۔

آیاتہا ۳۸ (۴۷) سورۃ محمد مدنیۃ (۹۵) رکوعاتہا ۴

حضرت عبداللہ بن عباس کے قول کے موافق یہ سورت مدنی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ① وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

جو لوگ منکر ہوئے اور روکا انہوں نے اللہ کی راہ سے کھو دیئے اس نے ان کے کیے اور جو یقین لائے اور کیے

الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ

بھلے کام اور مانا جو اترا محمد پر اور وہی ہے سچا دین ان کے رب کی طرف سے ان سے اتاریں ان کی برائیاں اور سنوارا

بَالَهُمْ ② ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ

ان کا حال یہ اس پر کہ جو منکر ہیں وہ چلے جھوٹی بات پر اور جو یقین لائے انہوں نے مانی سچی بات اپنے رب کی

پھر فرمایا اس قرآن کے ذریعہ سے نصیحت تو ہر ایک کو پہنچا دی جاتی ہے مگر جو لوگ اللہ کے علم غیب میں بے حکم ٹھہر چکے ہیں وہ کسی نصیحت سے راہ راست پر نہ آئیں گے اور دونوں جہان میں اپنی سرکشی اور نافرمانی کا خمیازہ اٹھائیں گے نوح علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پانچ انبیا کو مخالف لوگوں سے بڑے بڑے مقابلے رہے ہیں اس لئے ان کو اولوالعزم کہتے ہیں جس کے معنے ہمت والوں کے ہیں۔ صحیح مسلم[1] کے حوالہ سے انس بن مالک کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ دنیا میں بڑے عیش و آرام سے گذران کرنے والے نافرمان لوگوں کو نافرمانی کی سزا میں جب دوزخ کا ایندھن بنایا جائے گا تو دوزخ کے پہلے ہی جھونکے میں فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ دنیا کی جس خوشحالی کے نشہ میں تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور اللہ کے رسول سے سرکشی کا برتاؤ کیا اس ہمیشہ کے سخت عذاب کے آگے تم کو دنیا کی وہ خوشحالی کچھ یاد ہے وہ لوگ قسم کھا کر کہیں گے کہ اس عذاب کے آگے ہم کو دنیا کی خوشحالی کچھ یاد نہیں اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کی خوش حالی کے نشہ میں جو لوگ آخرت کے عذاب کو جھٹلاتے اور اللہ کے رسول سے سرکشی کا برتاؤ کرتے تھے جب اس کی سزا کے طور پر ان کو دوزخ میں جھونکا جائے گا تو اس عذاب کی سزا کے آگے دنیا کی وہ خوشحالی یاد بھی نہ رہے گی اور اس عذاب کے آگے دنیا کا چند روز کا جینا ان کو دن بھر کی گھڑیوں میں سے گھڑی بھر کا جینا اور رہنا نظر آئے گا۔

۱۔۳۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی عبادت میں غیروں کو شریک کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اللہ کی وحدانیت کے راستہ سے روکتے ہیں وہ مثلاً رشتہ داروں کے ساتھ سلوک یا حاجیوں کو پانی پلانا یا اور بعضے ایسے نیک کام جو دنیا کی رسم کے طور پر کرتے ہیں عقبیٰ کے اجر کے لحاظ سے ایسے لوگوں کے وہ سب نیک عمل اکارت ہیں کیونکہ قیامت اور عقبیٰ کے اجر کے تو یہ لوگ قائل نہیں ہیں اس لئے ان کے جو نیک عمل ہیں وہ فقط دنیا کی رسم کے طور پر ہیں جو بارگاہ الٰہی میں قبول ہونے اور عقبیٰ کے اجر کے قابل نہیں ہیں۔ صحیح بخاری[2] و مسلم میں حضرت عمرؓ کی مشہور حدیث ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

[1] صحیح مسلم باب فی الکفار۔ ص ۳۷۴ ج ۲۔ [2] صحیح بخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ ص ۲ ج ۱۔

رَّبِّهِمْ ۚ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ ﴿٣﴾ فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ

طرف سے یوں بتاتا ہے اللہ لوگوں کو اُن کے احوال سو جب تم بھڑو منکروں سے تو گردنیں ہیں

الرِّقَابِ حَتّٰى إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتّٰى

مارنی یہانتک کہ جب کُشادھاں چکے اُن میں تو مضبوط باندھو قید پھر یا احسان کرو یا چھڑوائی لیجو جب تک کہ

تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَاءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِيَبْلُوَا

رکھ دے لڑائی اپنا ہتھیار یہ سن چکے اور اگر چاہے اللہ تو بدلا لے اُن سے پر جانچنے کو

بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿٤﴾ سَيَهْدِيهِمْ

تمہارے ایک سے دوسرے کو اور جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں تو نہ کھو دے گا وہ اُن کے کئے ان کو راہ دے گا

نے فرمایا شریعت کے ہر کام میں نیت معتبر ہے نیت دل کے ارادہ کا نام ہے مشرک کے دلی ارادہ میں نیک عمل کرتے وقت اللہ کی توحید نہیں ہوتی اس لئے نہ مشرک شخص اللہ کی شان کو پہچان سکتا ہے نہ خالص اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اُس کا کوئی نیک کام ہوتا ہے بلکہ شرک میں گرفتار ہونے کے سبب سے ایسے لوگ جو کچھ کرتے ہیں وہ شیطان کے بہکانے سے کرتے ہیں جو بارگاہ الٰہی میں کسی طرح قبول ہونے کے قابل نہیں حاصل کلام یہ ہے کہ مشرکین مکہ نہ اللہ تعالیٰ کی شان کو پہچانتے تھے نہ عقبیٰ کے اجر کے قائل تھے اسی واسطے فرمایا ایسے لوگ شرک اور انکار حشر کے سبب سے کسی نیک عمل کا اجر عقبیٰ میں نہیں پاسکتے آگے ان مشرکوں کے مقابلہ میں اُن لوگوں کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اللہ کے کلام اللہ کے رسول اور عقبیٰ کی سزا و جزا کو مانتے ہیں تو اُن کے نیک عمل اللہ کی بارگاہ میں ایسے مقبول ہیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو نیک عملوں کے طفیل سے اُن کے گناہوں کو معاف فرما کر ہمیشہ نیک کاموں میں لگے رہنے کی اُن کو توفیق دیتا ہے۔ صحیح مسلم[1] کے حوالہ سے عمرو بن العاص کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ جو شخص شرک سے باز آکر دائرہ اسلام میں داخل ہو اُس کے اسلام سے پہلے کے کبیرہ صغیرہ سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ صحیح بخاری[2] و مسلم میں ابوہریرہ کی حدیث ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح کسی شخص کے دروازہ پر نہر ہو اور وہ دن میں پانچ دفعہ نہائے تو اُس کے بدن پر کچھ میل نہیں رہتا اسی طرح پانچوں وقت کی نماز سے صغیرہ گناہ باقی نہیں رہتے صحیح بخاری[3] و مسلم میں ابوہریرہ کی دوسری حدیث ہے جس میں خالص دل کی توبہ سے کبیرہ گناہوں کے معاف ہو جانے کا ذکر ہے حاصل کلام یہ ہے کہ آیتوں میں ایمان اور نیک عملوں کے بعد گناہوں کے معاف ہو جانے کا ذکر ہے اُس کی تفسیر ان حدیثوں سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص شرک سے باز آکر دائرہ اسلام میں داخل ہو اُس کے اسلام سے پہلے کے صغیرہ کبیرہ سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اسلام کے بعد صغیرہ گناہوں کی معافی کے لئے نماز روزہ کی پابندی کافی ہے اور کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے خالص دل کی توبہ ضرور ہے آگے فرمایا کہ منکر شریعت لوگوں کے نیک عملوں کا رائگاں جانا اور ایماندار لوگوں کے نیک عملوں کے طفیل سے اُن کے گناہوں کا معاف ہونا اس سبب سے ہے کہ منکر شریعت لوگ شیطان کے کہنے پر چلتے ہیں اور ایماندار لوگ اللہ کے حکم پر چلتے ہیں پھر فرمایا اللہ تعالیٰ یوں مثالیں بیان کر کے لوگوں کو سمجھاتا ہے تاکہ لوگ اپنے بھلے بُرے کو سمجھیں۔

۴-۶- اس آیت میں قیدیوں کے بغیر بدلہ لینے کے اور بدلہ میں کچھ چیز لے کر چھوڑ دینے کا حکم ہے اور سورہ انفال

[1] صحیح مسلم باب کون الاسلام یہدم ما قبلہ ص۷۶ ج۱۔ [2] صحیح بخاری باب الصلوٰۃ الخمس کفارۃ الخ ص۷۶ ج۱۔ [3] صحیح مسلم باب قبول التوبۃ من الذنوب ص۳۵۷ ج۲۔

وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا

اور سنوار یگا اُن کا حال اور داخل کریگا اُن کو بہشت میں معلوم کرا دی ہے وہ اُن کو اے ایمان والو اگر تم مدد کرو گے

اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ۝

اللہ کی وہ تمہاری مدد کرے گا اور جمادے گا تمہارے پاؤں اور جو لوگ منکر ہوئے اُن کو لگی ٹھوکر اور کھو دیے اُن کے کیے

میں گذر چکا ہے کہ بدر کی لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں سے فدیہ لیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اُس پر اپنی ناخوشی ظاہر فرمائی تھی اس سے صاف معلوم ہوا کہ بدر کی لڑائی تک قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنے کا حکم نہ تھا بدر کی لڑائی کے بعد یہ حکم نازل ہوا ہے اور یہ سورہ مدنی ہے اسی واسطے امام المفسرین[1] حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا ہے کہ یہ سورہ مدنی ہے سعید بن جبیر اور بعضے اور مفسرین نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اس باب میں اختلاف کر کے یہ جو کہا ہے کہ یہ سورہ مکی ہے یہ قول صحیح نہیں ہے بعضے مفسروں نے آیت فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم سے اس آیت کو منسوخ قرار دیا ہے لیکن صحیح قول اکثر مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے وہ مقابلہ کے وقت کا حکم ہے اور یہ قید کے وقت کا حکم ہے اب رہی یہ بات کہ قید کے بعد قیدی کے قتل کرنے کا بھی حکم ہے یا نہیں صحابہ کے زمانہ سے اب تک اس میں اختلاف ہے لیکن اللہ کے رسول کا فعل مشرک قیدیوں سے فدیہ لینے کا بھی پایا جاتا ہے اور بغیر فدیہ کے چھوڑ دینے کا بھی اور قیدیوں کے قتل کا بھی چنانچہ بدر کے قیدیوں سے فدیہ کا لینا اور بنی قریظہ اور عبداللہ بن خطل کو قید کے بعد قتل کرنا اور ثمامہ بن اثال کو بغیر فدیہ کے چھوڑ دینا یہ سب قصے صحیح بخاری[2] وغیرہ کی صحیح حدیثوں میں ہیں حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ جن ایماندار لوگوں کا اوپر ذکر تھا اُن کو حکم ہے کہ مقابلہ کے وقت مخالفوں سے خوب لڑو اور پوری لڑائی کے بعد کچھ دشمن تمہاری قید میں آ جائیں تو اُن کو اچھی طرح حفاظت سے رکھو تاکہ موقع پا کر وہ تمہارے کچھ آدمیوں کو مار کر نہ بھاگ جائیں جبکہ یہ قیدی فرمانبرداری نہ قبول کریں خواہ ان کو کچھ معاوضہ لے کر چھوڑ دو یا بغیر معاوضہ کے پھر فرمایا جس طرح اللہ تعالیٰ نے پچھلے نافرمان لوگوں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا وہ چاہتا تو حال کے نافرمان لوگوں کو بھی بغیر تمہارے لڑنے بھڑنے کے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتا لیکن دین کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ کو اہل اسلام کی ثابت قدمی کا حال جانچنا منظور ہے پھر فرمایا دین کی لڑائی میں جو لوگ مارے جائیں گے اُن کی کوشش رائگاں نہ جائے گی مرتے دم تک اللہ تعالیٰ اُن کو نیک راستہ پر رکھے گا اور ہر طرح غیب سے اُن کی مدد ہو گی اور مرنے کے بعد اُن کو جنت کے اُن عالی مقاموں میں داخل کیا جائے گا جو مقام اُن کو پہلے سے جتلا دیے جائیں گے مجاہد[3] نے عرفھا لھم کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ اہل جنت اپنے مقاموں کو جنت میں جانے سے پہلے جان لیں گے صحیح بخاری[4] میں ابوسعید خدری کی اسی مضمون کی ایک حدیث ہے جس سے مجاہد کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔ مستدرک[5] حاکم میں عبداللہ بن سلام سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے اللہ کے فرشتے جنت کے مقاموں کا سب پتہ اور نشان اہل جنت کو اچھی طرح تلا دیں گے حاکم نے عبداللہ بن سلام کی اس حدیث کو صحیح کہا ہے عبداللہ بن سلام کی اس حدیث سے ابوسعید خدری کی حدیث اور مجاہد کے قول کا یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آ جاتا ہے کہ جنت میں داخل ہونے سے پہلے اہل جنت اپنے جنت کے مقاموں سے واقف ہو جائیں گے۔

۷۔ ۱۰۔ اوپر مسلمانوں کو حکم تھا کہ جب منکر شریعت لوگوں سے مقابلہ ہو تو خوب دل کھول کر لڑو ان آیتوں میں فرمایا،

[1] تفسیر الدر المنثور ص ۴۶ ج ۶۔ [2] صحیح بخاری باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب ص ۵۹۱ ج ۲ و باب ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح ص ۶۱۴ ج ۲ و باب وفد بنی حنیفۃ و حدیث ثمامہ بن اثال ص ۶۲۷ ج ۲۔ [3] تفسیر ابن کثیر ص ۱۷۴ ج ۴۔ [4] صحیح بخاری باب قصاص المظالم ص ۳۳۰ ج ۱۔ [5] تفسیر ابن کثیر ص ۱۷۴ ج ۴ بحوالہ ابن ابی حاتم بحوالہ ابن ابی حاتم۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿۹﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

یہ اس پر کہ انہوں نے پسند نہ رکھا جو اتارا اللہ نے پھر اکارت کر دیئے ان کے کیے کیا پھرے نہیں ملک میں

فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۡ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ﴿۱۰﴾

کہ دیکھیں آخر کیسا ہوا اُن کا جو پہلے تھے اُن سے اکھاڑ مارا اللہ نے اُن کو اور منکروں کو ملنی ہیں ایسی چیزیں

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴿۱۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ

یہ اس پر کہ اللہ رفیق ہے اُن کا جو یقین لائے اور یہ کہ جو منکر ہیں اُن کا رفیق نہیں کوئی مقرر اللہ داخل کرے گا ان کو

اے ایماندار لوگو اگر تم اد ریکے حکم کے موافق عمل کر کے اللہ کے دین کو مدد دو گے تو اللہ تعالیٰ غیب سے ہر طرح تمہاری مدد کرے گا اور لڑائی کے وقت تمہارے دل میں ایسی جراءت پیدا کر دے گا جس سے تمہارے قدم میدان جنگ میں جم جائیں گے جس طرح بدر کی لڑائی میں آسمان سے فرشتے بھیج کر اُس نے تمہاری مدد کی اور میدان جنگ میں تمہارے قدم جما دیئے آگے فرمایا جو لوگ اللہ کے دین کے منکر اور اس کے کلام کو جادو بتلاتے ہیں اُن کے دل میں اللہ تعالیٰ لشکر اسلام کا رعب پیدا کر دے گا اس لئے میدان جنگ میں اُن کے قدم نہیں جمیں گے بلکہ ایسے لوگ ہمیشہ ٹھوکریں کھاتے رہیں گے اور اُن کی سب کوشش رائگاں جائے گی تعس کے معنے ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گر پڑنے کے ہیں حاصل مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے دین کے منکر ہیں وہ اسلام کی مخالفت کی لڑائی میں اور اسی طرح ہر کام میں ٹھوکریں کھا کر گرتے اور ہلاک ہوتے رہیں گے۔ یہ ویسا ہی خفگی کا ارشاد ہے جیسا عبس وتولی میں قتل الانسان ما اکفرہ فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ناشکر انسان مارا جائے صحیح بخاری[۱] میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی عقبیٰ سے غافل دنیا داروں کے حق میں تعس عبدالدینار والدرھم کے لفظوں سے خفگی کے طور پر بددعا فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے اشرفی اور روپے کے ایسے غلام جن کو سوائے مال کے جمع کرنے کے دنیا میں اور کچھ کام نہیں ایسے لوگ اوندھے منہ گر کر ہلاک ہو جائیں گے آگے فرمایا یہ خفگی ان لوگوں پر اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ اللہ کے کلام کے منکر ہیں اور ایسے لوگوں کے نیک کام شرک کے سبب سے رائگاں جائیں گے پھر فرمایا ان لوگوں نے ملک شام کے سفر میں قوم ثمود اور قوم لوط کی اُجڑی ہوئی بستیاں کیا نہیں دیکھیں اگر نہیں دیکھیں تو اب دیکھ لیں اور یہ یاد رکھیں کہ اُن نافرمان قوموں کے قدم بقدم چلنے والوں پر وہی آفتیں آنے والی ہیں جو اُن قوموں پر آ چکی ہیں۔

۱۱-۱۲- سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ نے عام طور پر سب نیک و بد لوگوں کی قبض روح کا ذکر فرما کر اس کے بعد فرمایا ہے ثم ردوا الی اللہ مولٰھم الحق جس کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد نیک بد سب اللہ کے سامنے جائیں گے کیونکہ وہ سب کا مالک ہے اور ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ ایمانداروں کا اللہ مولیٰ ہے اور کافروں کا مولیٰ نہیں ہے بعضے مفسروں نے ان دونوں آیتوں کو ملا کر یہ شبہ پیدا کیا ہے کہ ان دونوں آیتوں کے معنوں میں مطابقت نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمانداروں کا مولیٰ ہے اور سورہ انعام کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایماندار اور کافر سب کا مولیٰ ہے اس شبہ کا جواب مفسروں نے یہ دیا ہے کہ سورہ انعام میں حشر اور حساب اور کتاب کے ذکر کا موقع تھا اور قیامت میں حساب اللہ تعالیٰ نیک و بد سب سے لے گا اسی واسطے وہاں یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک نیک و بد کے حساب کا مالک ہے اور یہاں مدد کا موقع ہے اور کافروں کا کفر

[۱] صحیح بخاری باب ما یتقی من فتنۃ المال الخ ص ۹۵۲ ج ۲۔

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا

جو یقین لائے اور کیے بھلے کام باغوں میں نیچے بہتی اُن کے ندیاں اور جو منکر ہیں

یَتَمَتَّعُوْنَ وَیَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ﴿۱۲﴾ وَكَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ

برتتے ہیں اور کھاتے ہیں جیسے کھاویں ڈھور اور آگ ہے گھر اُن کا اور کتنی تھیں بستیاں۔

هِیَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْیَتِكَ الَّتِیْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ﴿۱۳﴾

جو زیادہ تھیں زور میں اس تیری بستی سے جس نے تجھ کو نکالا ہم نے ان کو کھپا دیا پھر کوئی نہیں اُن کا مددگار

اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے اسی واسطے یہاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فقط ایمانداروں کا مددگار ہے تفسیر قتادہ سے معلوم ہوتا ہے کہ احد کی لڑائی میں جب مسلمانوں کی شکست ہوئی اُس وقت مسلمانوں کی تسکین کے لئے یہ دونوں آیتیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہیں تاکہ مسلمانوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ کے رسول کے حکم کی نافرمانی تیرانداز لوگوں نے جو کی اُسی سبب سے اس لڑائی میں شکست ہو گئی ہے اگر ایمانداری اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری پر آئندہ یہ لوگ پورے قائم رہیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کا کارساز ہے ان کو اور لڑائیوں میں فتح نصیب کرے گا یہ تیراندازوں کی نافرمانی کا قصہ سورہ آل عمران میں گذر چکا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ احد کی لڑائی کے شروع ہونے سے پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کے ناکہ پر پچاس تیرانداز کو تعینات کر دیا تھا اور اس ناکہ کے قابو رکھنے کی بہت تاکید کر دی تھی لیکن لڑائی کے شروع ہونے کے بعد تیراندازوں نے وہ ناکہ چھوڑ دیا جس سے دشمنوں نے لشکر اسلام کی پشت پر سے بھی حملہ کر دیا اور مسلمانوں کی شکست ہو گئی اوپر فرمانبردار اور نافرمان لوگوں کی دنیا کی مدد اور خفگی کا ذکر فرما کر آگے دونوں فریق کا عقبیٰ کا انجام بیان فرمایا کہ فرمانبردار لوگوں کے لئے عقبیٰ میں جنت ہے اور نافرمان لوگ چوپایوں کی طرح چند روز دنیا کی چیزوں کو برت لیں اور جو کچھ کھانا ہے کھا لیں پھر عقبیٰ میں ان کا انجام دوزخ ہے عقبیٰ کے منکر لوگوں کی مثال چوپایوں کی اس واسطے فرمائی کہ جس طرح چوپایوں کی زندگی کا مدار فقط دنیا کے کھانے پینے پر ہے یہی حال عقبیٰ کے منکر لوگوں کا ہے صحیح بخاری[1] و مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کے عذاب کا جو حال مجھ کو معلوم ہے اگر وہ حال لوگوں کو معلوم ہو جائے تو لوگوں کو ہنسی کم آئے اور ہر وقت اُن کو رونے سے کام ہے صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایت سے حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جنت میں وہ نعمتیں پیدا کی گئی ہیں جو نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھیں نہ کانوں سے سنیں نہ کسی کے دل میں اُن کا خیال گذر سکتا ہے ان حدیثوں سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ ان آیتوں یا اور آیتوں میں جنت اور دوزخ کا جو ذکر ہے اُس کی پوری تفسیر طاقت انسانی سے باہر ہے۔

۱۳- مسند[3] ابو یعلیٰ موصلی میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے جو شان نزول اس آیت کی بیان کی گئی ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ ہجرت کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے تو آپ نے مکہ کی طرف پھر کر دیکھا اور فرمایا کہ دنیا بھر کے شہروں سے زیادہ یہ شہر مجھ کو زیادہ پیارا اور عزیز ہے اگر قریش لوگ زبردستی مجھ کو اس شہر سے نہ نکالتے تو میں ہرگز اس بستی سے نہ نکلتا اُس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرما دیا کہ قریش سے زیادہ صاحب قوت صاحب شوکت قوموں کو اللہ تعالیٰ نے

[1] صحیح بخاری باب قول النبی لو تعلمون ما اعلم الخ-۹۶۰ ج ۲۔ [2] صحیح بخاری باب ما جاء فی صفة الجنة وانها مخلوقة ص ۴۶۰ ج ۱۔
[3] تفسیر ابن کثیر ص ۱۷۵ ج ۴۔

أَفَمَن كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُم ﴿١٤﴾ مَّثَلُ الْجَنَّةِ

بھلا ایک جو چلتا ہے سوجھی راہ پر اپنے رب کی برابر اس کے جس کو بھلا دکھایا اس کا برا کام اور چلتے ہیں اپنے چاؤں پر احوال اس بہشت کا

الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ

جو وعدہ ہے ڈر والوں کو اس میں نہریں ہیں پانی کی جو بو نہیں کر گیا اور نہریں ہیں دودھ کی جس کا مزہ نہیں پھرا اور نہریں

مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ

ہیں شراب کی جس میں مزہ ہے پینے والوں کو اور نہریں ہیں شہد کی جھاگ اتارا ہوا اور ان کو وہاں سب طرح کے میوے ہیں اور معافی ہے

مِّن رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ ﴿١٥﴾ وَمِنْهُم مَّن يَسْتَمِعُ

اُن کے رب سے برابر اس کے جو سدا رہتا ہے آگ میں اور پلایا ہے ان کو کھولتا پانی تو کاٹ نکالے ان کی آنتیں اور بعضے ان میں ہیں کہ کان رکھتے ہیں

بڑی ذلت اور خواری سے ایک دم میں طرح طرح کے عذابوں سے ایسا ہلاک کر دیا کہ کوئی اُن لوگوں کی کچھ حمایت اور مدد نہ کرے گا اگر یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئیں گے تو وہی ذلت و خواری گویا اُن کے سر پر بھی سوار ہے چنانچہ اللہ کے وعدہ کے موافق دس برس کے اندر وہی ہوا کہ جن بتوں کی حمایت میں اُن بت پرستوں نے اللہ کے رسول کو اللہ کے گھر سے نکالا تھا وہ بت فتح مکہ کے وقت توڑے گئے بڑے بڑے بت پرست جنگ بدر میں بے گور و کفن نہایت ذلت و خواری سے مارے گئے بعضے مفسروں نے یہ جو لکھا ہے کہ حجۃ الوداع کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ چھوڑا تو آپ مکہ کی طرف دیکھ کر رو دیئے اُس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اس شان نزول پر اکثر مفسرین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حجۃ الوداع کے وقت تو مکہ فتح ہو چکا تھا پھر فتح کے بعد جس آئندہ کی تسکین کا اس آیت میں ذکر ہے اس کی ضرورت کیا تھی اور فتح مکہ اور مکہ میں اسلام پھیلنے کے بعد آنحضرت کو مکہ کے چھوڑنے کا رنج ہی کیا تھا غرض آیت کے مضمون سے پہلا ہی شان نزول صحیح ہے کیونکہ شان نزول سبب نزول کو کہتے ہیں اور سبب نزول آیت کے مضمون اور مطلب کے مخالف ممکن نہیں ہے علمائے مفسرین کے نزدیک سلف کا یہ مذہب مشہور ہے کہ ہجرت کے بعد خود مکہ میں بھی جو آیتیں نازل ہوئی ہیں وہ مدنی ہیں اس واسطے یہ آیت بھی مدنی کہلاتی ہے مشرکین مکہ میں کے بڑے بڑے سرکش بدر کی لڑائی میں جو مارے گئے اس کا قصہ صحیح بخاری و مسلم کی انسؓ بن مالک کی روایت سے اور بتوں کے توڑے جانے کا قصہ صحیح بخاری کی عبداللہؓ بن مسعود اور صحیح مسلم کی ابوہریرہ کی روایتوں سے اوپر گذر چکا ہے

۱۴-۱۹ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ جو لوگ خالص اللہ کی عبادت کرتے ہیں اُن کے پاس یہ سند ہے کہ انسان کو اور انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے جس میں کوئی اُس کا شریک نہیں ہے تو لائق تعظیم و عبادت بھی وہی وحدہ لاشریک ہے اور جو لوگ اللہ کی عبادت میں غیروں کو شریک کرتے ہیں اُن کے پاس شرعی یا عقلی کوئی سند نہیں ہے بت پرستی جیسی بری چیز کو شیطان نے اُن کی نظر میں اچھا کر کے دکھا دیا ہے اس لئے وہ لوگ اسی شیطانی وسوسوں پر چلتے ہیں صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ قوم نوح میں سے کچھ نیک لوگ مر گئے تھے جن کے مرنے کا رنج اُن کے رشتہ داروں اور معتقدوں کو بہت تھا شیطان نے ان لوگوں کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ اُن نیک لوگوں کی شکل کی مورتیں بنا کر رکھ لی جائیں تاکہ اُن مورتوں کی آنکھوں کے سامنے رہنے سے اُن نیک لوگوں کی آنکھوں کے سامنے

ل و ۲ دیکھئے تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۲۲۰ و ص ۱۹۷۔ ۳ صحیح بخاری باب وداً ولا سواعاً ولا یغوث و یعوق و نسراً ص ۷۳۲ ج ۲۔

اِلَيْكَ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اُولٰٓئِكَ

تیری طرف یہاں تک کہ جب نکلیں تیرے پاس سے کہتے ہیں اُن کو جن کو علم ملا کیا کہا تھا اس شخص نے ابھی یہ وہی ہیں

الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ

جن کے دل پر مہر رکھی اللہ نے اور چلے ہیں اپنی چاؤں پر اور جو لوگ راہ پر آئے ہیں اُن کو اور بڑھی اس سے سوجھ اور اُن کو اس سے ملا

تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ

بچ کر چلنا اب یہی راہ دیکھتے ہیں اس گھڑی کی کہ آکھڑی ہو ان پر اچانک کیونکہ آچکی ہے اس کی نشانیاں سو کہاں ملیں گی ان کو

اٹھ جانے کا رنج کم ہو جائے اور قوم کے لوگوں نے اُس کے موافق عمل کیا اب ان لوگوں کی دو تین پشت کے بعد اُن کی اولاد کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ یہ مورتیں نیک لوگوں کی ہیں جو کوئی ان مورتوں کی پوجا کرے گا تو وہ نیک لوگ اللہ کی بارگاہ میں اُس کی سفارش کریں گے اس وسوسہ سے دنیا میں بتوں کی پوجا جاری ہو گئی برے کام کو جو شیطان لوگوں کو اچھا کر کے دکھاتا ہے اس حدیث سے اُس کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس ملعون نے بت پرستی جیسے بُرے کام کو کس طرح اچھا کر کے لوگوں کو دکھایا جس سے لوگ اُس ملعون کے دھوکے میں آگئے حاصل کلام یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی عبادت میں غیروں کو شریک کرتے ہیں وہ شیطانی وسوسہ کے سبب سے اپنے دل کی خواہش پر چلتے ہیں اُسی کو واتبعوا اھواءھم فرمایا جن دو گروہ کا آیت میں ذکر تھا اُن دونوں کے آخرت کے انجام کا آگے ذکر فرمایا کہ خالص اللہ کی عبادت کرنے والے گروہ کو جنت میں داخل کیا جائے گا جس میں پانی دودھ شراب اور شہد کی نہریں بہتی ہوں گی اور فصل اور بے فصل کے میوے وہاں موجود ہوں گے اور اُن نعمتوں کا حساب و کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بالکل معاف ہو گا اور دوسرے گروہ کا یہ حال بیان فرمایا کہ وہ لوگ ہمیشہ آگ میں جلیں گے اور پیاس کے وقت ایسا کھولتا ہوا پانی اُن کو پلایا جائے گا جس سے اُن کی انتڑیاں کٹ کٹ کر نکل پڑیں گی سورۃ الصافات میں گذر چکا ہے کہ پہلے ان لوگوں کو سینڈھ کا پھل کھلایا جا کر پھر یہ کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اس لئے یہاں مختصر طور پر دوزخیوں کے پانی کا ذکر فرمایا اُن کے کھانے کا کچھ ذکر نہیں فرمایا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی روایت دوزخ کے عذاب کے باب[۱] میں اور ابو ہریرہؓ کی روایت جنت کی نعمتوں کے باب[۲] میں گذر چکی ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ دوزخ کے عذاب اور جنت کی نعمتوں کی پوری تفسیر علمائے امت کے علم کی حد سے باہر ہے دنیا کی نہروں میں بہت دنوں تک پانی رہے تو اُس میں بو آنے لگتی ہے دنیا کا دودھ زیادہ رہنے سے کھٹا ہو جاتا ہے دنیا کی شراب میں تلخی ہوتی ہے دنیا کا شہد بغیر چھانے کے صاف نہیں ہوتا اس واسطے فرمایا کہ جنت کے پانی دودھ شراب اور شہد میں یہ باتیں نہ ہوں گی اب بت پرستوں کے ذکر کے بعد منافقوں کا ذکر فرمایا کہ وہ اگرچہ قرآن کی آیتوں کو سنتے ہیں اور جب رسول اللہ کے یہ لوگ تمہاری مجلس سے نکلتے ہیں تو جو لوگ قرآن کی آیتوں کو دھیان سے سنتے ہیں ان سے پوچھتے ہیں کہ ابھی اللہ کے رسول نے کون سی آیت پڑھی ہے پھر فرمایا بت پرستوں کی طرح یہ منافق لوگ بھی اللہ کے حکم پر نہیں چلتے بلکہ اپنے دل کی خواہش پر چلتے ہیں اس لئے اُن کے دل پر مہر کی طرح زنگ لگ گیا ہے جس سے قرآن کی نصیحت کا اُن کے دل پر کچھ اثر نہیں ہوتا معتبر سند سے مسند امام احمد ترمذی[۳] نسائی وغیرہ

[۱] صحیح بخاری باب صفۃ الجنۃ والنار ص ۹۷۰ ج ۲۔ [۲] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۲۲۱۔ [۳] جامع ترمذی تفسیر سورۃ ویل للمطففین ص ۱۹۱ ج ۲۔

إِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

جب آپہنچے سمجھ پکڑنی سو تو جان رکھ کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں

وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ ع وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا

اور عورتوں کے لیے اور اللہ کو معلوم ہے بازگشت تمہاری اور گھر تمہارا اور کہتے ہیں ایمان والے کیوں نہ

نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَإِذَآ أُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ

اتری ایک سورت پھر جب اتری ایک سورت جانچی ہوئی اور ذکر ہوا اس میں لڑائی کا

میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس وقت کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر داغ پڑ جاتا ہے پھر اگر اس گناہ کے بعد اس شخص نے خالص دل سے آئندہ کے لئے توبہ کر لی تو وہ گناہ معاف ہو جاتا ہے اور داغ دل پر سے جاتا رہتا ہے اور نہیں تو گناہ پر گناہ کرنے سے دل پر زنگ لگ جاتا ہے اب یہ تو ظاہر بات ہے کہ جو لوگ مرتے دم تک کفر و نفاق سے توبہ نہیں کرتے ان کے دل پر کے زنگ کا کیا حال ہوگا اسی کو دل پر کی مہر فرمایا منافقوں کے ذکر کے بعد ایماندار لوگوں کا حال بیان فرمایا کہ قرآن کی نئی نئی نصیحت سے روز بروز ان کی ہدایت اور پرہیزگاری بڑھتی جاتی ہے آگے فرمایا جب یہ بت پرست اور منافق لوگ قرآن کی نصیحت کو نہیں مانتے تو ان کو دوسرے صور کا انتظار کرنا چاہئے جس کے پھونکے جاتے ہی قبروں سے نکل کر یہ لوگ حساب و کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہو جائیں گے اور قرآن کی نصیحت کے نہ ماننے کا خمیازہ بھگت لیں گے پھر فرمایا یہ وقت بھی اب کچھ دور نہیں ہے کیونکہ بڑی نشانی قیامت کی نبی آخر الزمان کے نبی ہونے کی ہے جس کا ظہور ہو چکا اب نبی آخر الزمان کے بعد کوئی نبی نہیں جس کی نصیحت کو یہ لوگ مانیں گے اس لئے نبی آخر الزمان کی نصیحت کو جو لوگ نہیں مانتے ان کو دوسرے صور کا انتظار کرنا چاہئے لیکن جب وہ وقت آجائے گا پھر اس وقت کا پچھتاوا کچھ کام نہ آئے گا صحیح بخاری و مسلم میں سہلؓ بن سعد اور انس بن مالک سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیاں کھڑی کر کے فرمایا جس طرح یہ دونوں انگلیاں پاس پاس ہیں اسی طرح میرا نبی ہونا اور قیامت کا آنا پاس پاس ہے[1] اس حدیث سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ نبی آخر الزمان کا پیدا ہونا اور نبی ہونا قیامت کے قریب ہونے کی بڑی نشانی ہے صحیح حدیثوں میں قیامت کے قریب ہونے کی اور نشانیاں بھی اللہ کے رسول نے بیان فرمائی ہیں مثلاً علم دین کا کم ہو جانا شراب خوری اور بدکاری کا پھیلنا عورتوں کا زیادہ ہونا دنوں کا جلدی گذرنا امانت میں خیانت کا ہونا مینہ کا برسنا اور پیداوار کا پھر بھی کم ہونا اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر امت کے لوگوں کو سمجھایا کہ خالص اللہ کی عبادت پر ہر ایک کو قائم رہنا چاہئے اور یہ بھی فرمایا کہ امت کو سکھانے کے لئے تم اپنی بھول چوک کی بھی اللہ تعالیٰ سے معافی چاہا کرو امت کے مرد اور عورتوں کے حق میں بھی مغفرت کی دعا کیا کرو آخر کو فرمایا لوگوں کے نیک و بد عمل اور ان عملوں کے سبب سے ہر ایک کا جنت اور دوزخ کا ٹھکانہ اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے قیامت کے دن اسی کے موافق جزا و سزا کا فیصلہ ہو جائے گا۔

۲۰۔ معتبر سند کی عبداللہ بن عباسؓ کی روایت نسائی مستدرک حاکم وغیرہ کے حوالہ سے سورۃ النساء میں گذر چکی ہے کہ ہجرت سے

[1] صحیح بخاری باب بعثت انا والساعۃ کہاتین ص ۹۶۳ ج ۲۔ تفسیر ابن کثیر ص ۳۲۵ ج ۳۔

رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَاَوْلٰى

تو تو دیکھتا ہے جن کے دلوں میں روگ ہے تکتے ہیں تیری طرف جیسے تکتا ہے کوئی بیہوشی پڑا مرنے کے وقت سو خرابی ہے

لَهُمْ ﴿۲۰﴾ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿۲۱﴾ فَهَلْ

ان کی حکم ماننا ہے اور بھلی بات کہنی پھر جب تاکید ہو کام کی تو اگر سچے رہیں اللہ سے تو اُن کا بھلا ہے پھر تم سے

پہلے چند صحابہ نے اللہ کے رسول سے اجازت چاہی کہ مشرکوں سے لڑبھڑ کر بھگت لینا چاہئے مگر اُس وقت تک مسلمانوں کی جمعیت بھی کم تھی اور اُن کے پاس لڑائی کا سامان بھی نہ تھا اس لئے ہجرت سے پہلے لڑائی کی اجازت نہیں ہوئی ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار کے ایک جگہ ہو جانے سے مسلمانوں کی جمعیت بھی بڑھ گئی اور کچھ لڑائی کا سامان بھی جمع ہو گیا تو اللہ نے مسلمانوں کی تمنا کے موافق دین کی لڑائی کا حکم نازل فرمایا جس کا ذکر آیت کے اس ٹکڑے میں ہے قتادہ[1] کا قول ہے کہ جہاد کی آیتوں کے نازل ہونے سے منافقوں اور کم ہمت لوگوں کی جانچ ہو گئی اس واسطے جہاد کی آیتوں کو جانچ والی آیتیں فرمایا آگے جانچ کے نتیجہ کا ذکر ہے جس سے قتادہ کے قول کی پوری تائید ہوتی ہے۔

۲۰-۲۴۔ ہجرت سے پہلے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے تو اسلام کا کچھ زور نہ تھا اس واسطے جن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کی خوبیاں جمائیں اور وہ اسلام لائے اُن کا اسلام خالص دل سے تھا یہ بات نہیں تھی کہ اُن کا ظاہر کچھ اور باطن کچھ ہو ہجرت کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے اور اسلام کا دن بدن زور اور غلبہ شروع ہوا تو مدینہ کے بہت سے لوگ اپنی عزت اپنا مال اپنی جان بچانے کی غرض سے اس طرح داخل اسلام ہو گئے تھے کہ ظاہر میں تو وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے لیکن دل سے وہ لوگ مسلمان نہ تھے اور جب موقعہ پاتے تھے در پردہ مسلمانوں کی بدخواہی کی باتیں کرتے تھے ان ہی لوگوں کو منافق کہتے ہیں یہ منافق لوگ اپنے دل میں جانتے تھے کہ اُن کی در پردہ بدخواہی کو مسلمان جان نہ سکیں گے لیکن اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے جو بات یہ منافق لوگ پردہ کے طور پر مسلمانوں کی بدخواہی کی یا بناوٹ کے طور پر کرتے تھے اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں اُس کا ذکر فرما کر اُن منافقوں کو رسوا اور فضیحت فرما دیتا تھا چنانچہ غزوہ بنی مصطلق کے وقت ایک شخص مہاجر اور ایک انصار کا کچھ جھگڑا ہو گیا تھا اس پر عبداللہ بن ابی منافقوں کے سردار نے در پردہ اپنے آپس کے لوگوں سے یہ کہا کہ آئندہ سے ہمارے جتھے کے لوگ ان مہاجروں سے سلوک کرنا بند کر دیں تاکہ تنگ آ کر یہ لوگ ہماری بستی چھوڑ کر چلے جائیں اللہ تعالیٰ نے سورہ منافقون میں اس قصہ کا ذکر فرما کر منافقوں کو خوب رسوا کیا چنانچہ صحیح بخاری[2] و مسلم کی زید بن ارقم کی روایت میں اس کا ذکر تفصیل سے ہے اسی طرح قرآن شریف میں منافقوں کی در پردہ باتوں اور اُن کی رسوائی کا اکثر جگہ ذکر ہے اُسی کو اللہ تعالیٰ نے آگے کی آیتوں میں فرمایا ہے کہ کیا ان منافق لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی بدنیتی کو اپنے رسول اور مسلمانوں پر ظاہر نہ فرمائے گا اگر یہ لوگ اپنے منافق پنے سے باز نہ آئیں گے تو قرآن میں ان کی رسوائی کی آیتیں نازل ہونے کے علاوہ خود اُن کے چہروں پر ایسی پھٹکار برسنے لگے گی کہ اُن

---

[1] تفسیر الدر المنثور ص ۶۳ ج ۶۔ [2] صحیح بخاری تفسیر سورۃ اذا جاءک المنافقون ص ۷۲۷ ج ۲ و صحیح مسلم باب صفات المنافقین و احکامھم ص ۳۶۸ ج ۲۔

عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ

یہ بھی توقع ہے اگر تم کو حکومت ہو کر خرابی ڈالو ملک میں اور توڑو اپنے ناتے ایسے لوگ وہی ہیں جن کو پھٹکارا

اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾

اللہ نے پھر کر دیا انکو بہرے اور اندھی اُن کی آنکھیں کیا دھیان نہیں کرتے قرآن میں دلوں پر لگ رہے ہیں اُن کے قفل

کی صورت اُن کی باتوں سے اِن کی پہچان ہو جائے گی حضرت انسؓ فرمایا کرتے تھے آگے کی آیتیں نازل ہونے کے بعد مدینہ کا کوئی منافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چھپا نہیں رہا تھا نام بنام سب منافقوں کا حال اللہ تعالیٰ نے آپ کو تبلایا تھا ناقابل اعتراض سند سے مسند امام احمد بن حنبل میں ابو مسعودؓ عقبہ بن عمرو کی روایت سے جو قصہ ہے اُس قصہ سے حضرت انسؓ کے قول کی تصدیق ہوتی ہے حاصل اُس قصہ کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہ کو جمع کر کے خطبہ پڑھا اور چھتیس ۳۶ شخص کا نام لے کر اُن کو منافق فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اے لوگو تم میں منافق بھی شریک ہیں تم کو خدا سے ڈرنا اور اپنے اعتقاد اور عملوں کو درست کرنا چاہئے حاصل یہ ہے کہ جب آیت کے اوپر کے ٹکڑے کے موافق مسلمانوں کی خواہش پر جہاد کا حکم نازل ہوا اور منافقوں کے دل پر اُس حکم کا اثر جو کچھ پڑا اُس کا ذکر ان آیتوں میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب جہاد کا حکم نازل ہوا تو اے رسول اللہ کے تم نے منافقوں کا حال دیکھا کہ قریب المرگ شخص کی طرح اُن کی آنکھیں پتھرا گئیں اور اُن کے چہروں پر مردنی چھا گئی سورہ قیامہ میں نسائیؓ وغیرہ کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی صحیح روایت آئے گی کہ ایک روز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کی چادر کا پلو پکڑ کر یہ فرمایا تھا اولی لک جس کا مطلب یہ ہے کہ تیرے لئے خرابی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے کلام کی صداقت کے طور پر سورہ قیامہ میں یہی لفظ چار دفعہ نازل فرمائے اس شان نزول کی بنا پر بعضے سلف نے یہاں بھی فاولی لھم میں لفظ اولی کو ویل سے لے کر آیت کے ٹکڑے فاولی لھم کی یہ تفسیر بیان کی ہے کہ جو لوگ دین کی لڑائی سے جی چراتے ہیں اُن کے لئے بڑی خرابی ہے تینوں ترجموں میں یہی قول لیا گیا ہے اس قول کے موافق فاولی لھم پر پچھلا کلام ختم ہو جاتا ہے اور طاعة وقول معروف کی خبر الگ نکالنی پڑے گی مثلاً یوں کہا جائے گا کہ طاعة وقول معروف خیر لھم جس کا مطلب یہ ہو گا کہ بجائے جی چرانے کے دین کی لڑائی کے حکم کو ماننا اور اچھی بات کا منہ سے نکالنا بہتر ہے بعضے مفسروں نے فاولی لھم طاعة وقول معروف کو ایک ہی کلام شمار کر کے آیت کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ بہتر ان لوگوں کے حق میں لڑائی کے حکم کو ماننا اور اچھی بات کا منہ سے نکالنا ہے اس قول کی بنا پر طاعة وقول معروف کی کوئی خبر الگ نہیں نکالنی پڑتی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عباس سے بھی یہ آخری تفسیر آئی ہے[1] فاذا عزم الامر اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ منافق لوگ اگر لڑائی سے پہلے لڑائی کے حکم کے ماننے کا زبانی اقرار بھی کر لیتے ہیں تو عین وقت پر اُس اقرار سے پھر جاتے ہیں اگر عین وقت پر یہ لوگ اپنے اقرار کو سچا کریں تو اُن کے حق میں بہتر ہے سورہ آل عمران میں گذر چکا ہے کہ عبداللہ بن ابی منافق احد کی لڑائی کے میدان میں سے تین سو آدمیوں کو بہکا کر مدینہ واپس لے آیا جس سے لشکر اسلام کی تعداد بجائے ہزار آدمیوں کے

[1] تفسیر الدر المنثور ص ۶۹ ج ۶۔

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَ

بیشک جو لوگ الٹے پھر گئے اپنی پیٹھ پر پیچھے اس سے کہ کھل چکی ان پر راہ شیطان نے بات بنائی ان کے دل میں اور

أَمْلَىٰ لَهُمْ ﴿۲۵﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَ

دیر کے وعدے دیئے یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہا ان سے جو بیزار ہیں اللہ کے اتارے سے ہم تمہاری بات مانیں گے بعضے کام میں اور

اللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ﴿۲۶﴾ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴿۲۷﴾

اللہ جانتا ہے ان کا مشورہ کرنا پھر کیسا ہوگا جبکہ فرشتے جان لیں گے ان کی مارتے جاتے ہیں ان کے منہ پر اور ان کی پیٹھ پر

ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿۲۸﴾ ع ۹

یہ اس پر کہ وہ آچلے اس راہ جس سے اللہ بیزار ہے اور ناپسند کی اس کی خوشی پھر اس نے اکارت کر دیئے ان کے کیے

سات سو کی رہ گئی منافقوں کی ایسی باتوں کو فرمایا کہ یہ لوگ عین وقت پر دغا دیتے ہیں آگے فرمایا کہ جو لوگ قرآن کی نصیحت کے پورے پابند نہیں اور قرآن کے جہاد کے حکم کی تعمیل سے جی چراتے ہیں اگر دین کی لڑائی کے طفیل سے ایسے لوگوں کو کبھی حکومت مل گئی تو ان سے یہ بھی کچھ دور نہیں کہ حکومت کے غرور میں یہ لوگ اللہ کے ملک میں طرح طرح کے فساد ڈالیں اور اس فساد کے برپا کرنے میں رشتہ داری کا بھی کچھ پاس ولحاظ نہ رکھیں یہ قرآن کی ایک بڑی پیشین گوئی ہے یزید کی خلافت میں جو فساد برپا ہوئے اور مامون رشید نے اپنے بھائی امین کو جو قتل کیا ان قصوں کو تاریخ کی کتابوں میں دیکھا جائے تو قرآن کی اس پیشین گوئی کا ظہور اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے پھر فرمایا کہ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے اور اللہ کی رحمت سے وہ بالکل دور ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نصیحت کی بات کے سننے کے لئے کان بھلا برا دیکھنے کے لئے آنکھیں سب کچھ دیا اس پر بھی ان لوگوں نے بہرے اندھوں کے سے کام کئے پھر فرمایا نافرمانی کے سبب سے ایسے لوگوں کے دلوں میں زنگ کے قفل لگ رہے ہیں اس لئے قرآن کی نصیحت ان کے دلوں پر کچھ اثر نہیں کرتی مسند امام احمد ترمذی[1] نسائی کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی معتبر روایت اوپر گذر چکی ہے کہ بغیر توبہ کے گناہ پر گناہ کرنے سے آدمی کے دل پر زنگ لگ جاتا ہے اس زنگ کی سیاہی کو قرآن شریف میں کہیں دل کی مہر فرمایا ہے اور کہیں دل کا قفل رشتہ داروں کے ساتھ سلوک سے پیش آنے کے باب میں بہت سی صحیح حدیثیں آئی ہیں۔

۲۵-۲۸۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے شاگردوں میں قتادہ[2] کا قول ہے کہ یہ آیتیں یہود کی شان میں ہیں مطلب یہ ہے کہ نبی آخر الزمان کی صفتیں جو توراۃ میں تھیں ان سے یہ لوگ نبی آخر الزمان کو خوب پہچانتے تھے لیکن نبی آخر الزمان کے نبی ہونے اور ہجرت کر کے مدینہ میں آنے کے بعد آپ کی نبوت کے منکر ہو گئے خود حضرت عبداللہ بن عباسؓ[3] کا یہ قول ہے کہ یہ آیتیں منافقوں کی شان میں ہیں سورۃ الحشر میں آئے گا کہ مدینہ کے منافقوں نے یہود بنی نضیر اور بنی قریظہ سے یہ کہلا بھیجا تھا کہ ہم تمہارا ہر طرح ساتھ دیں گے اور ان آیتوں میں بھی سنطیعکم فی بعض الامر فرمایا ہے اس لئے صحیح قول یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیتیں منافقوں کی شان میں ہیں حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ جو لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہو کر پھر پچھلے قدم پلٹ گئے اور منافق بن گئے اس کا سبب یہی ہے کہ وسوسہ شیطانی کے موافق منافق بنے اور جہاد سے جی چرانے میں

[1] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۲۳۴ [2] و [3] تفسیر الدر المنثور ص ۶۶ ج ۶۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَن لَّن يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ

کیا خیال رکھتے ہیں جن کے دل میں روگ ہے کہ اللہ نہ کھولے گا اُن کے جیوں کے بیر اور اگر ہم چاہیں تجھ کو دکھا دیں

فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَاهُمْ ۚ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ

سو پہچان تو چکا ہے تو اُن کے چہرے سے اور آگے پہچان لے گا بات کے ڈھب سے اور اللہ کو معلوم ہیں تمہارے کام اور البتہ ہم تم کو جانچیں گے

حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾

تاکہ معلوم کریں تم میں لڑائی کرنے والے اور ٹھہرنے والے اور تحقیق کریں تمہاری خبریں

انہوں نے اپنا دیر تک کا بچاؤ سمجھا اور اس خیال سے انہوں نے درپردہ یہود سے میل جول کا پیغام کہلا بھیجا کہ مسلمان اور یہود دونوں سے دوستی بنی رہے پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ بھید کی باتیں خوب معلوم ہیں ایک دن ان لوگوں سے ان دغا کی باتوں کی پرسش ہوگی پھر فرمایا اب تو یہ لوگ موت کو ٹالنے کے لئے دین کی لڑائی سے جان چراتے ہیں لیکن جب موت ان کے سامنے آجائے گی اور اللہ کے فرشتے ان کے منہ اور اُن کی پیٹھ پر لوہے کی موگریاں مار مار کر اُن کی جان نکالیں گے اُس وقت یہ کیونکر جان بچائیں گے پھر فرمایا یہ وبال ان پر اس لئے پڑا کہ انہوں نے اللہ کی رضامندی کے کاموں کو چھوڑ کر اُس کی بیزاری کے کام کئے اس لئے اوپرے دل سے جو کچھ نیک کام انہوں نے کئے تھے وہ تو بارگاہ الٰہی میں نامقبول ٹھہرے اور برے کاموں کا خمیازہ ان کو بھگتنا پڑا مسند امام احمد اور ابوداؤد کے حوالہ سے براء بن العازب رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ نافرمان لوگوں کی قبض روح کے لئے عذاب کے فرشتے آتے ہیں اور غضب الٰہی سے نافرمان شخص کی روح کو ڈراتے ہیں جس سے وہ روح جگہ جگہ جسم میں چھپتی ہے آخر بڑی سختی سے وہ فرشتے اُس روح کو جسم سے نکالتے ہیں آیتوں میں یہ جو ذکر ہے کہ نافرمان لوگوں کی قبض روح کے وقت فرشتے ایسے لوگوں کے منہ اور اُن کی پیٹھ پر مارتے ہیں اُس کا مطلب اس حدیث سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ غضب الٰہی سے ڈر کر ایسے لوگوں کی روح جسم میں جگہ جگہ چھپتی ہے اس لئے اُس روح کو جسم سے نکالنے کے لئے فرشتے مار دھاڑ اور طرح طرح کی سختی کرتے ہیں۔

۲۹۔ ۳۱۔ یہ وہی آیتیں ہیں جن کا خلاصہ اوپر گذر چکا ہے کہ کیا ان منافق لوگوں نے اپنی بدنیتی کی درپردہ باتوں کو اللہ تعالیٰ سے چھپانا چاہا ہے کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ آسمان و زمین میں کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں لوگوں کے درپردہ مشورے اور اُن کے دلوں کے بھید سب اُس کو معلوم ہیں وہ اگر چاہے تو اُن منافقوں کے چہروں پر ایسی پھٹکار برسنے لگے اور اُن کی بات چیت میں ایسا اندازہ پیدا ہو جائے کہ وہ منافق اپنے چہروں اور اپنی باتوں سے پہچانے جائیں پھر مسلمانوں کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ دین کی لڑائی کا حکم اللہ تعالیٰ نے اس حکمت کے لئے نازل فرمایا ہے کہ لڑائی میں ہمت کرنے والے اور فقط زبان سے ہمت جتلانے والوں کا حال کھل جائے نہیں تو اللہ کی قدرت سے یہ بات کچھ باہر نہیں تھی کہ وہ پچھلی قوموں کی طرح ان اسلام کے بدخواہ لوگوں کو کسی عذاب سے ہلاک کر دیتا اوپر کی آیت ولو شاء اللہ لانتصر منهم کو ان آیتوں میں کی آخر آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا صحیح بخاری و مسلم کے حوالہ سے

[1] بحوالہ مشکوٰۃ فیما یقال عند من حضرہ الموت ص ۱۴۲۔ [2] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۲۳۵۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ

جو لوگ منکر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے اور خلاف ہوئے رسول سے پیچھے اس کے کہ کھل چکی اُن پر راہ

لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

بگاڑیں گے اللہ کا کچھ اور وہ اکارت کر دے گا اُن کے کیے اے ایمان والو حکم پر چلو اللہ کے اور حکم پر چلو رسول کے

زیدؓ بن ارقم کی جس روایت کا ذکر اوپر گذرا اوپر کے ذکر کے موافق وہی حدیث ان آیتوں کی گویا تفسیر ہے۔

۳۲-۳۵۔ عبداللہ بن ابی اور جد بن قیس معتب بن قشیر منافقوں کے سردار تھے ان کی دغا بازی دیکھ کر اُن کی قوم کے اور نادان لوگ بھی اُن کے ڈھنگ سیکھتے تھے اس لئے فرمایا کہ یہ لوگ آپ بھی دین کی باتوں کے دل سے منکر ہیں اور اوروں کو بھی یہی راستہ سکھاتے ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منافق لوگ طرح طرح کی مخالفتیں کرتے تھے مثلاً عبداللہ بن ابی نے اُحد کی لڑائی کے وقت تین سو آدمیوں کو بہکا کر لشکر اسلام میں سے کم کر دیا چنانچہ سورۃ النساء میں اس کا ذکر گذر چکا ہے۔ من بعد ما تبین لھم الھدیٰ اس کا مطلب یہ ہے کہ غلبہ اسلام کے سبب سے ان لوگوں کو اگرچہ یہ معلوم ہو گیا تھا کہ دین اسلام حق ہے لیکن پھر بھی یہ لوگ اپنے منافق پنے کی باتوں سے باز نہیں آتے تھے جیسے مثلاً بدر کی فتح کے وقت عبداللہ بن ابی کو غلبہ اسلام اور اُس غلبہ کے سبب سے اسلام کی حقانیت کا حال معلوم ہو چکا تھا پھر بھی اُس نے بدر کی فتح کے بعد اُحد کی لڑائی کے وقت وہ منافق پنے کی بات کی جس کا ذکر اوپر گذرا آگے فرمایا کہ ان منافق پنے کی باتوں سے اللہ کے دین کو کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ میں اسلام کی ترقی قرار پا چکی ہے پھر اُس کے ارادہ کو کون روک سکتا ہے فرعون جیسا صاحب حشمت بادشاہ تو اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے برخلاف موسیٰ علیہ السلام کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکا ان منافقوں کی چھوٹی سی جماعت کی کیا حقیقت ہے جو یہ اللہ کے دین کو یا اللہ کے رسول کو کچھ نقصان پہنچا سکیں گے پھر فرمایا کہ جب ان منافقوں کے دل میں اسلام کی طرف سے ایسی کھوٹ ہے تو ان کا ظاہری اسلام روزہ نماز کچھ کارآمد نہیں اللہ تعالیٰ ان کے سب عملوں کو اکارت کر دے گا کیونکہ غلبہ اسلام کے سبب سے یہ لوگ اپنی جان اپنا مال بچانے کے لئے جو کچھ کرتے ہیں وہ فقط دکھانے کے طور پر کرتے ہیں اور اس طرح کے دکھانے کے نیک عمل اللہ کے انتظام میں اجر کے قابل نہیں ہیں معتبر سند سے مسند امام احمدؒ مسند بزار وغیرہ میں چند صحابہ سے روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن جب لوگوں کے اعمال نامے اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہوں گے تو بہت سے عملوں کو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ عمل دنیا کے دکھاوے کے لئے کئے گئے ہیں اس لئے قابل قبول نہیں ہیں یہ حدیثیں وسیحبط اعمالھم کی گویا تفسیر ہیں آگے مسلمانوں کو فرمایا کہ اللہ اور رسول کے حکم پر چلو برخلاف حکم اللہ اور رسول کے کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے تمہارا خاتمہ بگڑ کر تمام عمر کے تمہارے پچھلے نیک عمل رائگاں ہو جائیں ابوداؤد اور ترمذیؒ میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ بعضے مسلمان مرد اور عورتیں عمر بھر نیک کام کرتے ہیں اور مرتے وقت وصیت میں حق تلفی کر کے اپنی عاقبت خراب کر لیتے ہیں اس حدیث کی سند میں ایک راوی شہر بن حوشب ہے جس کو بعضے علماء نے ضعیف کہا ہے لیکن ابن معین نے شہر بن حوشب کو ثقہ اور ابوزرعہ اور

؎ بحوالہ المشکوٰۃ شریف باب فی الریاء والسمعۃ فصل ثانی ص ۴۵۴ و ۴۵۵ ؎ جامع ترمذی باب ما جاء فی الوصیۃ بالثلث ص ۱۴۴ ج ۲۔

وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ

اور ضائع مت کرو اپنے کیے جو لوگ منکر ہوئے اور روکا اللہ کی راہ سے پھر مر گئے اور وہ منکر ہی رہے تو ہرگز نہ بخشیگا

اللّٰهُ لَهُمْ ﴿۳۴﴾ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۵﴾

اُن کو اللہ سو تم بودے نہ ہوئے جاؤ اور پکارنے لگو صلح اور تم ہی رہو گے اوپر اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور نقصان نہ دیگا تمکو تمہارے کاموں میں

امام احمد نے معتبر کہا ہے صحیح بخاری[۱] کے حوالہ سے سہل بن سعد کی روایت ایک جگہ گذر چکی ہے کہ خیبر کی لڑائی میں ایک صحابی نے بڑی جرأت سے دشمنوں کا مقابلہ کیا لیکن اللہ کے رسول نے اُس شخص کا خاتمہ برا اور اُس کو دوزخی بتلایا اور آخر کو اُس شخص نے خود کشی کی صحیح بخاری[۲] و مسلم میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ بعضے لوگ ایسے نیک کام کرتے ہیں جس سے اُن میں اور جنت میں کچھ تھوڑا فاصلہ رہ جاتا ہے لیکن وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں دوزخی قرار پا چکے ہیں اس لئے آخر عمر میں وہ لوگ دوزخیوں کے ایسے کام کرنے لگتے ہیں اور اُسی حالت بغیر توبہ کے مرجاتے ہیں ان حدیثوں کو ولا تبطلوا اعمالکم کے ساتھ ملانے سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ جس طرح نیک کاموں سے گناہ مٹ جاتے ہیں جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے اسی طرح اللہ اور رسول کی نافرمانی کے طور پر بعضے گناہ ایسے ہیں جن کے کرنے سے مسلمانوں کے پچھلے نیک عمل اکارت ہو جاتے ہیں سورۃ النسا کی آیت ان اللہ لایغفر ان یشرک بہ کا اور آیت ان الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ ثم ماتوا وھم کفار فلن یغفر اللہ لھم کا ایک ہی مطلب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص کفر و شرک میں گرفتار رہ کر بغیر توبہ کے مرجائے گا اُس کی مغفرت کسی طرح نہیں ہو سکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اور انسان کی سب ضرورت کی چیزوں کو اس طرح پیدا کیا کہ اُس میں کوئی اس کا شریک نہیں پھر اُس کی تعظیم اور عبادت میں بغیر کسی استحقاق کے دوسروں کو شریک کرنا اس سے بڑھ کر دنیا میں نہ کوئی گناہ ہو سکتا ہے نہ بغیر توبہ کے اتنا بڑا گناہ معاف ہونے کے قابل ہے اسی مطلب کے ادا کرنے کے لئے صحیح بخاری[۳] و مسلم کے حوالہ سے عبداللہ بن مسعود کی اسی مضمون کی حدیث ایک جگہ گذر چکی ہے کہ شرک سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں آگے فرمایا شرک جیسے بڑے گناہ میں یہ مشرک لوگ گرفتار ہیں اس لئے اللہ ان سے بیزار ہے جس کے سبب سے ایسے لوگوں کی کوئی مدد غیب سے نہیں ہو سکتی پھر ایسی حالت میں اے مسلمانو اتم ان مشرکوں سے دب کر صلح نہ کرو کیونکہ تم حق پر ہو اس واسطے اللہ تمہارے ساتھ ہے دنیا میں تم کو دشمنوں پر غالب رکھے گا اور آخرت میں تمہارے نیک کاموں کا پورا اجر دے گا صحیح بخاری[۴] و مسلم کے حوالہ سے حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے حدیث قدسی ایک جگہ گذر چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر نیکی کا اجر دس سے لے کر سات سو تک اور زیادہ نیک نیتی کی نیکیوں کا اجر اس سے بھی بڑھ کر دیا جائے گا یہ حدیث پورے اجر کی گویا تفسیر ہے صحیح مسلم[۵] میں جابرؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے

[۱] صحیح بخاری باب غزوہ خیبر ص ۶۰۴ ج ۲۔ [۲] صحیح بخاری کتاب القدر ص ۹۷۵ ج ۲ و صحیح مسلم باب کیفیۃ خلق الآدمی الخ ص ۳۳۲ ج ۲۔ [۳] صحیح بخاری تفسیر سورہ فرقان ص ۷۰۱ ج ۲ و صحیح مسلم باب بیان کون الشرک اقبح الذنوب الخ ص ۶۳ ج ۱۔ [۴] صحیح بخاری باب من ھم بحسنۃ اوسیئۃ ص ۹۶۰ ج ۲ صحیح مسلم باب بیان تجاوز اللہ تعالیٰ عن حدیث النفس الخ ص ۷۸ ج ۱۔ [۵]

إِنَّمَا الْحَيَوٰةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۚ وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ

یہ دنیا کا جینا تو کھیل ہے اور تماشا اور اگر تم یقین لاؤ گے اور بچ چلو گے دیگا تم کو تمہارے نیگ اور نہ مانگے گا تم سے

أَمْوَالَكُمْ ﴿۳۶﴾ إِن يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ﴿۳۷﴾ هَٰأَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ

تمہارے مال اور اگر مانگے تم سے وہ مال پھر تنگ کرے تو بخیل ہو جاؤ اور نکالدے تمہارے دل کی خفگیاں سنتے ہو تم لوگ کو تم کو بلاتے ہیں

لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ ۖ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِ ۚ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ

کہ خرچ کرو اللہ کی راہ میں پھر تم میں کوئی ہے کہ نہیں دیتا اور جو کوئی نہ دے گا سو نہ دے گا اپنے آپ کو اور اللہ بے نیاز ہے

وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ ۚ وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم ﴿۳۸﴾

اور تم محتاج ہو اور اگر تم پھر جاؤ گے بدل لے گا کوئی لوگ سوائے تمہارے پھر وہ نہ ہوں گے تمہاری طرح کے

کبیرہ گناہوں کا جو گنہ گار بغیر توبہ کے مر جائے گا تو اس کی مغفرت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے چاہے بغیر کسی عذاب کے ایسے شخص کو جنت میں داخل کر دے چاہے کس قدر عذاب کے بعد شرک کے گناہ گار اور کبیرہ گناہ کے گنہ گار کی حالت میں جو فرق ہے وہ اس حدیث کو آیتوں کے ساتھ ملانے سے اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے۔

۳۷-۳۸- دنیا کی زندگی پر گرویدہ ہو کر دین کی لڑائی اور دین کے کاموں سے جی چرانے والوں کو ان آیتوں میں یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ دنیا کی زندگی ناپائدار اور چند روزہ کا کھیل تماشہ ہے جس سے کچھ حاصل نہیں ہاں دنیا کے اندر اگر تم ایمان لاؤ اور پرہیز گاری اختیار کرو تو تم کو خدا اس کا اجر دے گا جس میں ہمیشہ کی راحت ہے تھوڑے دنوں کے کھیل تماشے کے پیچھے ہمیشہ کی راحت کو ہاتھ سے دینا کسی سمجھ دار کا کام نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے صدقہ خیرات کی تاکید جو کی ہے اور زکوٰۃ جو فرض کی ہے وہ اسی فائدہ کے لئے کہ دنیا میں غریبوں کا کام چلے اور ایمانداری اور پرہیز گاری سے جو شخص کچھ خرچ کرے عقبیٰ میں ایک کے دس سے لے کر سات سو تک اور زیادہ نیک نیتی کی صورت میں اس سے بھی بڑھ کر اس کو اجر دیا جائے ورنہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے مال کے مانگنے کی کچھ ضرورت نہیں دنیا میں جو کچھ ہے وہ اس کا پیدا کیا ہوا ہے اس لئے جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ اس کا ہے، اللہ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں اس کو خوب معلوم ہے کہ انسان کے دل میں مال کی الفت بہت ہے اگر تنگ کر کے سارا مال خرچ کرنے کا حکم دیا جائے گا تو تم بخیلی کرنے لگو گے اور غریبوں کو جو کچھ دو گے وہ طرح طرح کی خفگی جتلا کر دو گے اس واسطے زکوٰۃ کی مقدار اس نے برس روز میں چالیسواں حصہ ٹھہرائی ہے اور نفل صدقہ خیرات کی مقدار ہر شخص کی ہمت پر منحصر رکھی ہے اس حکم کی تعمیل میں جو شخص بخیلی کرے گا وہ اپنا ہی نقصان کرے گا کیونکہ آدمی کے پاس جو کچھ مال متاع ہے وہ دنیا کا دنیا میں رہے گا اور آدمی مر جائے گا ایسی ساتھ چھوڑ دینے والی چیز کو ساتھ لے جانے کا طریقہ تو یہی ہے کہ جس طرح مال کے خرچ کرنے کا حکم شریعت میں ہے عقبیٰ کے اجر کی نیت سے اس حکم کے موافق مال خرچ کیا جائے اور اللہ سے اس کے اجر کی توقع رکھی جائے چنانچہ صحیح مسلم کے حوالہ سے عبداللہؓ بن شخیر کی اسی مضمون کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے آخر کو فرمایا اگر موجودہ لوگ اللہ کے حکم کی تعمیل نہ کریں گے تو ان کی جگہ اللہ تعالیٰ کسی اور فرمانبردار مخلوقات کو بدل دے گا، اس فرمانبردار قوم کی تفسیر[1] بعضے سلف نے فارس کو قرار دیا ہے اور بعضوں نے اہل یمن کو مگر مجاہد نے اس کو اللہ تعالیٰ کے علم پر سونپا ہے صحیح مسلم[2] کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] تفسیر الدر المنثور ص ۶۷ ج ۶ [2] صحیح مسلم باب قبول التوبۃ من الذنوب ص ۳۵۷ ج ۲۔

ایاتھا ۲۹ — (۴۸) سُوْرَۃُ الْفَتْحِ مَدَنِیَّۃٌ (۱۱۱) — رکوعاتھا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا ① لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ تا معاف کرے اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ اور جو پیچھے رہے اور پورا کرے

نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ② وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ③ هُوَ الَّذِي

تجھ پر احسان اور چلاوے تجھ کو سیدھی راہ اور مدد کرے تجھ کو اللہ زبردست مدد وہی ہے جنے

أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَعَ إِيمَانِهِمْ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمٰوٰتِ وَ

اتارا چین دل میں ایمان والوں کے کہ اور بڑھے ان کو ایمان اپنے ایمان کیساتھ اور اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں کے

قسم کھا کر فرمایا کہ اگر موجودہ لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کی جگہ اور گناہ اور توبہ کرنے والے قوم کو پیدا کرتا کہ اس نئی قوم کے لوگ گناہ کر کے توبہ کرتے اور اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرتا، اس حدیث کو آخری آیت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب قرار پاتا ہے کہ جس طرح سارے موجودہ لوگوں کے بے گناہ نہ ہو جانے سے کوئی نئی مخلوق پیدا نہیں ہوئی اسی طرح اس زمانہ کے موجودہ لوگ صحابہ اور اول درجہ کے فرمانبردار تھے اس لئے یہی تفسیر صحیح اور موجودہ صحابہ کی شان کے موافق معلوم ہوتی ہے کہ ان کی جگہ کسی نئی فرمانبردار قوم کو پیدا کرنے کی ضرورت نہیں پڑی اگر ضرورت پڑتی تو اللہ تعالیٰ اپنے علم غیب کے موافق کسی نئی فرمانبردار قوم کو بدل دیتا یہ تفسیر مجاہد کے قول کے موافق ہے۔ سورۃ محمد ختم ہوئی۔

جس بیعت کا ذکر ان آیتوں میں ہے اس بیعت کا نام بیعت رضوان ہے اور صلح حدیبیہ کو فتح اس لئے کہتے ہیں کہ یہی صلح آخر کو فتح مکہ کا سبب قرار پائی ہے معتبر سند سے مسند بزار طبرانی مصنف ابن ابی شیبہ تفسیر عبد الرزاق وغیرہ[1] میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے وقت قبیلہ خزاعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امن میں تھا اور قبیلہ بنی بکر قریش کے امن میں تھا اور صلح حدیبیہ اگرچہ دس برس تک کی مدت کے لئے ہوئی تھی لیکن اس صلح کے ڈیڑھ برس کے بعد ان دونوں قبیلوں میں لڑائی ہوئی اور قریش نے صلح حدیبیہ کی شرط کے خلاف قبیلہ بنی بکر کو در پردہ ہر طرح کی مدد دی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حال معلوم ہوا کہ قریش شرائط صلح حدیبیہ پر قائم نہیں رہے تو آپ نے دس ہزار صحابہ کی جمعیت سے مکہ پر چڑھائی کی اور مکہ فتح ہو گیا حاصل کلام یہ ہے کہ یہ سورۃ اگرچہ صلح حدیبیہ سے واپس ہوتے وقت نازل ہوئی ہے لیکن فتح مکہ سے ڈیڑھ برس پہلے اس سورۃ میں فتح مکہ کی خوشخبری ہے اس واسطے صحیح بخاری[2] و صحیح مسلم میں عبد اللہ بن مغفل وغیرہ سے جو روایتیں ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح مکہ کے دن بڑی خوش آوازی سے اونٹنی پر سوار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کو پڑھا اور اس سورۃ کے نازل ہونے کے وقت صلح حدیبیہ کے باب میں جب حضرت عمر علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا حضرت یہ صلح فتح ہے تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ ہاں اس صلح کے وقت ابو جندل صحابی کا قصہ ایسا پیش آیا کہ جس وقت یہ قصہ پیش آیا تھا اس وقت

(۱) تفسیر الدر المنثور ص ۷۶ ج ۶ (۲) صحیح بخاری باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح ص ۶۱۴ ج ۲ (۳) صحیح مسلم باب صلح الحدیبیۃ ص ۱۰۶ ج ۲

الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝۴ لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

زمین کے اور ہے اللہ خبردار حکمت والا تا پہنچاوے ایمان والے مردوں اور عورتوں کو باغوں میں نیچے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا

بہتیں ان کے نہریں سدا رہیں ان میں اور اتارے ان سے اُن کی برائیاں اور یہ ہے اللہ کے ہاں بڑی

عَظِيْمًا ۝۵ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ

مراد پانی اور تا عذاب کرے دغاباز مردوں کو اور عورتوں کو اور شرک والے مردوں کو اور عورتوں کو جو اٹکلتے ہیں

السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ

اللہ پر اٹکلیں انہیں پر پڑے پھیر مصیبت کا اور غصے ہوا اللہ ان پر اور ان کو پھٹکارا اور رکھی ان کے واسطے دوزخ اور بری جگہ

بھی مسلمانوں کے دل ہل گئے تھے اور اب بھی اس قصہ کے ذکر سے ہر مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں پوری تفصیل اس قصہ کی تو حدیث کی کتابوں میں ہے مگر حاصل اس قصہ کا یہ[1] ہے کہ ابوجندل کے اسلام لانے اور ہجرت کا ارادہ کرنے کے سبب سے ابوجندل کے باپ سہل بن عمرو نے ابوجندل کے پیروں میں بیڑیاں ڈال کر ابوجندل کو قید کر رکھا تھا قریش کی طرف سے جب سہل بن عمرو ابوجندل کے باپ صلح نامہ لکھوانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حدیبیہ میں آئے تو ابوجندل نے بیڑیوں کی حالت میں ہی کسی طرح سے اپنے آپ کو مسلمانوں کے لشکر میں پہنچا کر مسلمانوں سے فریاد کی کہ مشرکوں کی ایذا سے ان کو چھوڑایا جائے لیکن صلح نامہ میں یہ شرط تھی کہ قریش میں کا جو شخص مسلمانوں میں آئے گا وہ واپس کیا جائے گا اس شرط کے موافق اسی حال میں آنحضرت نے ابوجندل کو ان کے باپ سہل کے حوالہ کیا اور اس وقت صحابہ پر جو حالت گزری وہ بیان سے باہر ہے اسی صلح کے سفر میں حدیبیہ کے سوکھے ہوئے کنویں کا پانی بڑھ جانے کا معجزہ ظہور میں آیا[2] ہے اور اس بیعت الرضوان کا سبب یہی تھا کہ آنحضرت نے حضرت عثمانؓ کو قریش کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا تھا کہ ہم لوگ لڑائی کی نیت سے نہیں آئے صرف عمرہ کی نیت سے آئے ہیں اتنے میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ حضرت عثمانؓ کو قریش نے شہید کر ڈالا اس خبر سے آنحضرت نے صحابہ سے قریش کی لڑائی پر بیعت لی اور حضرت عثمانؓ کی طرف سے خود اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمایا یہ عثمانؓ کی بیعت[3] ہے جو سورتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہیں وہ مدنی کہلاتی ہیں اس واسطے حضرت عبداللہ بن عباس[4] سے اس سورۃ کے مدنی ہونے کی روایت بیہقی وغیرہ میں ہے۔ اور صحیح مسلم[5] کی انسؓ بن مالک کی روایت کے موافق یہ سورۃ حدیبیہ کے واپس ہونے کے وقت راستہ میں نازل ہوئی ہے حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اے رسول اللہ کے اس حدیبیہ کے معاملہ کی ظاہری صورت اگرچہ صلح کی ہے لیکن حقیقت میں یہ ایک بہت بڑی فتح ہے جس کا نتیجہ تم کو اور تمہارے ساتھ کے مسلمانوں کو آئندہ معلوم ہو جائے گا ۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے اس صلح کے وقت مسلمانوں کی فوج[6] چودہ سو کے قریب تھی اسی صلح کے میل جول کے سبب سے جب اس صلح کے بگڑ جانے کے بعد مکہ پر چڑھائی ہوئی تو مسلمانوں کی تعداد دس ہزار کے قریب ہو گئی جس کے مقابلہ سے اہل مکہ عاجز آگئے اور آسانی سے مکہ فتح ہو گیا جس طرح یہ صلح فتح مکہ کی نشانی تھی اسی طرح فتح مکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی نشانی تھے چنانچہ اذا جاء نصر اللہ والفتح میں اس کا ذکر آئے گا اس لئے اس صلح کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

[1] صحیح بخاری باب الشروط فی الجہاد ص ۳۷۷ ج ۱ [2] صحیح بخاری باب غزوۃ الحدیبیۃ ص ۵۹۸ ج ۲ [3] صحیح بخاری باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ ص ۵۲۳ ج ۱ [4] تفسیر الدر المنثور ص ۶۷ ج ۶ [5] صحیح مسلم باب صلح الحدیبیۃ۔ ص ۱۰۶ ج ۲ [6] صحیح بخاری باب غزوۃ الحدیبیۃ ص ۵۹۸ ج ۲۔

مَصِيْرًا ۝۶ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝۷ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ

اور اللہ کے ہیں لشکر آسمانوں کے اور زمین کے اور ہے اللہ زبردست حکمت والا ہم نے تجھ کو بھیجا

شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝۸ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ

احوال بتانے والا اور خوشی اور ڈر سنانے والا تاکہ تم لوگ یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی مدد کرو اور اس کا ادب رکھو اور اس کی

بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا

پاکی بولو صبح اور شام جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے اللہ کا ہاتھ ہے اوپر ان کے ہاتھ کے پھر جو کوئی قول

يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝۱۰

توڑے سو توڑتا ہے اپنے بُرے کو اور جو کوئی پورا کرے جس پر اقرار کیا اللہ سے وہ دے گا اس کو نیگ بڑا

کو یہ خوشخبری سنا دی کہ فتح مکہ کے بعد بطور شکر یہ کے کثرت سے عبادت اور کثرت سے استغفار کرنے کا جو حکم تم کو ہونے والا ہے اس کے موافق عمل کرنے سے لے رسول اللہ کے اللہ تعالیٰ تمہارے آخری حصہ عمر کے سب گناہ اور اس سے پہلے کے سب گناہ معاف کر دے گا تاکہ تم سے جو کچھ بھول چوک ہوئی ہے اس کو یاد کر کے قیامت کے دن شفاعت کبریٰ کو اپنے ذمہ لینے میں اور انبیا کی طرح تمہیں کچھ پس و پیش نہ ہو صحیح بخاری[1] و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ میدان محشر میں گرمی اور پسینہ کی تکلیف سے جب لوگ گھبرائیں گے تو آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیا سے یہ التجا کریں گے کہ وہ لوگوں کا حساب و کتاب جلدی شروع ہو جانے کی سفارش بارگاہ الٰہی میں کریں لیکن سب انبیا اپنی اپنی بھول چوک کو یاد کر کے اس سفارش کی جرأت نہ کریں گے، آخر یہ سب اہل محشر خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں گے اور عرض کریں گے کہ اور انبیا تو اپنی اپنی بھول چوک یاد کر کے اس کی ندامت سے اللہ تعالیٰ کے روبرو جانے اور ہماری سفارش کرنے کی جرأت نہیں کرتے آپ کے اگلی پچھلی سب بھول چوک اللہ تعالیٰ نے معاف کر دی ہے آپ ہی ہماری سفارش کر دیجئے یہ سن کر آپ سفارش کریں گے اور آپ کی سفارش مقبول ہو کر حساب و کتاب شروع ہو جائے گا، یہ سفارش تمام اہل محشر کے حق میں ہو گی اور گناہ گاروں کو دوزخ سے نکالنے کی سفارش فقط امت محمدیہ کے گناہ گاروں کے حق میں ہو گی اس واسطے اس سفارش کو سفارش کبریٰ کہتے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ ان آیتوں میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہوں کے معاف کر دینے کا جو احسان اللہ تعالیٰ نے جتلایا ہے اس کے سبب سے تمام اہل محشر میں جو عزت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہو گی اس کا حال اس حدیث سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے، صحیح بخاری[2] و مسلم کے حوالہ سے مغیرہؓ بن شعبہ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نمازیں یہاں تک کھڑے رہتے تھے کہ آپ کے پیروں پر ورم ہو جاتا تھا صحیح بخاری[3] وغیرہ کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث بھی ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز ستر دفعہ سے زیادہ توبہ استغفار کیا کرتے تھے، کثرت عبادت اور کثرت استغفار کے حکم کی تعمیل جس کوشش سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اس کا حال ان حدیثوں سے اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے آگے فرمایا کہ صلح حدیبیہ اور فتح مکہ اور خیبر وغیرہ کا سامان اللہ تعالیٰ نے اپنی زبردست مدد اس لیے کر دیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے احسان کو پورا کر دے اور ان فتوحات کے سبب سے مخالف لوگوں کی شرارت کم ہو کر اللہ کے دین پر تمہاری اور مسلمانوں کی

[1] صحیح بخاری تفسیر سورہ بنی اسرائیل ص ۶۸۴ ج ۲ و صحیح مسلم باب اثبات الشفاعۃ ص ۱۱۱ ج ۱۔ [2] صحیح بخاری تفسیر سورۃ انا فتحنا لک الآیۃ ص ۷۱۶ ج ۲ و صحیح مسلم باب اکثار الاعمال الخ ص ۳۷۷ ج ۲۔ [3] صحیح بخاری باب استغفار النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الیوم واللیلۃ ص ۹۳۲ ج ۲

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ

اب کہیں گے تجھ کو پیچھے رہنے والے گنوار ہم لگے رہ گئے اپنے مالوں میں اور گھروں میں سو ہمارا گناہ بخشوا

يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ

کہتے ہیں اپنی زبان سے جو نہیں اُن کے دل میں تو کہہ کس کا کچھ چلتا ہے اللہ سے تمہارے واسطے اگر وہ چاہے تم پر

ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١١﴾ بَلْ ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَنقَلِبَ

تکلیف یا چاہے تمہارا فائدہ بلکہ اللہ ہے تمہارے کام سے خبردار کوئی نہیں تم نے خیال کیا کہ پھر نہ آوے گا

ثابت قدمی بڑھ جائے پھر فرمایا اس صلح کی بعض شرطوں کو اگرچہ مسلمان مضر جان کر انھیں نہیں ماننا چاہتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا تحمل پیدا کر دیا جس سے ان شرطوں کو انھوں نے مان لیا اور جب اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق ان شرطوں کے فائدے ان کو نظر آئے تو اللہ کی قدرت پر ان کا ایمان بڑھ گیا، پھر فرمایا اللہ کے حکم میں تو آسمان اور زمین میں کے ایسے لشکر ہیں کہ پچھلی امتوں کی طرح ان مخالف اسلام لوگوں کو جس طرح چاہے ہلاک کر دے لیکن علم الٰہی میں یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ فرمانبردار لوگوں کو دین کی لڑائی کے سبب سے بڑا اجر ملنے والا ہے اس لئے اس نے اپنی حکمت کے موافق صلح کی جگہ اور لڑائی کی جگہ سب باتیں مقرر کر دی ہیں جن کی ہدایت اللہ کے رسول کی معرفت فرمانبردار لوگوں کو پہنچتی ہے اور اس ہدایت پر چلنا عین فرمانبرداری ہے اور فرمانبردار مرد اور عورتوں کا بدلہ ان کے گناہوں کو معاف کر کے جنت میں داخل کر دینا ہے جو نیک لوگوں کے دنیا میں پیدا ہونے کا بڑا نتیجہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کے لئے یہی بڑی کامیابی ہے، پھر فرمایا جس طرح فرمانبرداری نیک لوگوں کے جنت میں جانے کا سبب ہے اس طرح کفر اور نفاق اللہ کے غصہ اور اس کی رحمت سے دور ہونے اور دوزخ میں جانے کا سبب ہے، جو بہت بڑا ٹھکانہ ہے اور یہ لوگ تو اللہ کے رسول اور مسلمانوں کے حق میں برائی سوچتے تھے کہ یہ حدیبیہ کے سفر سے صحیح وسلامت لوٹ نہ پھریں گے لیکن اس برائی نے ان ہی لوگوں کو دنیا اور عقبیٰ کے چکر میں ڈال دیا دنیا میں تو یہ لوگ مسلمانوں کی ترقی دیکھ کر جلتے رہیں گے اور عقبیٰ میں ان کا انجام وہی ہوگا جو بیان کیا گیا پھر اللہ تعالیٰ اپنے نافرمان بردار بندوں سے بدلہ لینے میں بڑا زبردست ہے اور اس کے لشکر بھی طرح طرح کے ہیں وہ چاہتا تو ان کافروں اور منافقوں سے اب تک بدلہ لے لیتا لیکن اس نے اپنی حکمت سے ہر کام کا وقت مقرر کر رکھا ہے وقت مقررہ پر یہ لوگ اپنی سزا کو پہنچ جائیں گے، قیامت کے دن تمام رسولوں سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تم نے جو اپنی امتوں کو اللہ کے احکام پہنچائے تو کتنے آدمیوں نے ان احکام کو مانا اور کتنے آدمیوں نے نہیں مانا چنانچہ اس کا ذکر سورۃ اعراف میں گزر چکا ہے اسی کو فرمایا انا ارسلنک شاھدا مبشرا کے معنی فرمانبردار لوگوں کو جنت کی خوشخبری سنانے والا، نذیرا کے معنی نافرمان لوگوں کو دوزخ کے عذاب سے ڈرانے والا پھر فرمایا یہ خوشخبری اور ڈرانا اس لئے ہے کہ لوگ اللہ اور رسول کی باتوں کو دلی یقین سے مانیں اور رسول کی مدد اور توقیر میں اور اللہ کی عبادت میں لگے رہیں، جس بیعت رضوان کا اوپر ذکر تھا آگے اس بیعت کا ذکر فرمایا اور اللہ کے رسول جو کام کرتے تھے وہ اللہ کے حکم کے موافق ہوتا تھا اس واسطے فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے رسول سے بیعت کر رہے ہیں ان کی بیعت گویا اللہ سے ہے پھر فرمایا جو کوئی اس بیعت کے معاہدہ کو توڑے گا اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو کوئی اس عہد کو پورا کرے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ بڑا اجر دے گا، جن مفسروں نے اپنی تفسیروں کی بنیاد سلف کے اقوال پر رکھی ہے یداللہ کی تفسیر اللہ کے علم پر سونپتے ہیں اور بلامشابہت مخلوقات کے اس طرح کی آیتوں کے ظاہری معنوں پر ایمان لاتے ہیں،

۱۱-۱۷- جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کی نیت سے مکہ کا ارادہ کیا تو جو لوگ ظاہر میں طرح طرح کے عذر کر کے اس سفر میں آنحضرت

الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ

رسول اور مسلمان اپنے گھر کبھی اور بھلا نظر آیا تمہارے دل میں یہ اور اٹکل کیں تم نے

السَّوْءِ ۚ وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

بُری اٹکلیں اور تم لوگ تھے کھپنے والے اور جو کوئی یقین نہ لاوے اللہ پر اور اس کے رسول پر تو ہم نے رکھی ہے منکروں کے واسطے

سَعِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَ

دہکتی آگ اور اللہ کا ہے راج آسمانوں کا اور زمین کا بخشے جس کو چاہے اور مارے جس کو چاہے اور

كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا

ہے اللہ بخشنے والا مہربان اب کہیں گے پیچھے رہ گئے ہوئے جب چلو گے لوٹیں لینے کو

ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ۭ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ

چھوڑو ہم چلیں گے تمہارے ساتھ چاہتے ہیں کہ بدلیں اللہ کا کہا تو کہہ تم ہمارے ساتھ نہ چلو گے یونہی کہہ دیا اللہ نے پہلے سے

کے ساتھ نہیں گئے تھے اور اصل میں ان کے دل میں یہ ڈر تھا کہ قریش سے لڑائی ہوگی اور مفت مارے جائیں گے اب صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرتؐ کے مدینہ واپس ہوتے وقت راستہ میں جب یہ سورۃ نازل ہوئی اور ان لوگوں کے منصوبے اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں ظاہر فرما کر ان لوگوں کو رسوا اور فضیحت کیا اور جو لوگ آنحضرتؐ کے ساتھ حدیبیہ کو گئے تھے ان کو فتح خیبر اور غنیمت کے مال کی خوشخبری دی تو آنحضرت کے مدینہ میں تشریف لانے اور اس سورۃ کی آیتیں سننے کے بعد کچھ اپنی رسوائی رفع کرنے کی غرض سے[1] اور کچھ غنیمت کے مال کے لالچ سے اس حدیبیہ کے سفر میں نہ جانے والوں نے یہ چاہا کہ وہ بھی خیبر کی لڑائی میں آنحضرت کے ساتھ جائیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ یہ لوگ کلام الٰہی کو بدلنا چاہتے ہیں پہلے اس سورۃ کی آیتوں میں یہ قرار پا چکا ہے کہ خیبر کی لڑائی میں فقط وہی لوگ جائیں گے جو حدیبیہ کے سفر میں اللہ کے رسول کے ساتھ تھے یہی تفسیر ان آیتوں کی صحیح[2] ہے تفسیر ابن زید[3] وغیرہ میں کلام الٰہی سے سورۃ برات کی آیت جو مراد لی ہے اس تفسیر پر حافظ ابو جعفر ابن جریر اور اور مفسرین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ قصہ جنگ تبوک کا ہے اور جنگ تبوک فتح خیبر اور فتح مکہ سے بعد ہے پھر یہ مابعد کا قصہ ماقبل کی آیت کی تفسیر کیونکر قرار پا سکتا ہے یہ بھی فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ عذر کہ ان کے گھر میں بال بچوں کا سنبھالنے والا کوئی نہیں تھا اس مجبوری سے یہ لوگ حدیبیہ کے سفر میں نہیں گئے یہ عذر بالکل جھوٹا ہے کیونکہ اگر یہ عذر سچا ہوتا تو یہ لوگ لوٹ کے مال کے لالچ سے خیبر کے لئے کس طرح تیار ہو گئے، یہ بھی فرمایا اے رسول اللہ کے ان لوگوں سے کہہ دیا جائے کہ آسمان و زمین میں سب جگہ اللہ ہی کی حکومت ہے حدیبیہ کے سفر سے بچ کر تم اس کی حکومت سے باہر نہیں ہو سکتے جب تم گھر میں بیٹھے ہو اس وقت بھی تمہارا نفع و نقصان اس کے اختیار میں ہے لیکن وہ غفور رحیم ہے جلدی سے کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا ایسے لوگوں کی سزا اس نے دوزخ کی دہکتی آگ ٹھہرا رکھی ہے ان آیتوں میں یہ جو فرمایا کہ ان ڈرپوک لوگوں کو ایسا ہی لڑنے کا شوق ہے تو آیندہ ان کو ایک سخت لڑائی والی قوم سے لڑنا پڑے گا اگرچہ مفسرین نے اس سخت لڑائی والی قوم کی تفسیر میں بڑا اختلاف کیا ہے لیکن علیؓ بن طلحہ کی سند سے حضرت عبداللہؓ بن عباس کی جو تفسیر[4] ہے اس میں اس قوم سے مراد فارس کے لوگ ہیں جن سے حضرت عمر علیہ السلام

[1] و [2] تفسیر ابن کثیر ص ۱۸۹ ج ۴۔ [3] تفسیر ابن کثیر ص ۱۹۰ ج ۴۔

فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾ قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ

پھر اب کہیں گے نہیں تم جلتے ہو ہمارے بھلے سے کوئی نہیں پر وہ نہیں سمجھتے ہیں مگر تھوڑا کہہ دے پیچھے رہ گئے

مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِن

گنواروں کو آگے تم کو بلادیں گے ایک لوگوں پر بڑے سخت لڑنے والے تم اُن سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہوں گے پھر

تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِن تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُم مِّن قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦﴾

اگر تم حکم مانو گے دے گا اللہ تم کو نیگ اچھا اور اگر پلٹ جاؤ گے جیسے پلٹ گئے پہلی بار مارے گا تم کو ایک دکھ کی مار

لَّيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَن يُطِعِ اللَّهَ

اندھے پر تکلیف نہیں اور نہ لنگڑے پر تکلیف اور نہ بیمار پر تکلیف اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا

وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَمَن يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٧﴾ ع

اور اس کے رسول کا اس کو داخل کرے گا باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں ندیاں اور جو کوئی پلٹ جاوے اس کو مار دے دُکھ کی مار

کے زمانہ میں اور کچھ حضرت عثمانؓ علیہ السلام کے زمانہ میں لڑائی ہوئی یہ تفسیر بہت صحیح ہے کیونکہ علیؓ بن طلحہ کی سند کی قوت و صحت اوپر بیان[1] ہو چکی ہے، آخر کو فرمایا کہ اگر اس فارس کی لڑائی میں ان لوگوں نے بھلوتہی کی تو سخت عذاب میں پکڑے جائیں گے۔ حضرت عمرؓ علیہ السلام کے عہد عثمان علیہ السلام کے زمانہ میں کثرت سے فتوحات ہوئیں اور اطراف مدینہ کے لوگ اس واسطے ان لڑائیوں میں جانے سے بھلوتہی نہیں کر سکے کہ حضرت عمرؓ علیہ السلام کے زمانہ سے تمام لشکر اسلام کے لوگوں کے نام کی فہرست لکھی جانی شروع ہو گئی۔ معتبر سند سے مسند امام احمدؒ اور نسائی میں براءؓ بن العازب سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ احزاب کی لڑائی کے وقت مسلمانوں کی تسکین کے لئے فتوحات اسلام کے ذکر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ ملک شام، یمن اور فارس کی کنجیاں مجھ کو مل گئیں ہیں اس حدیث کو آیتوں کی ساتھ ملانے سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ جو ملک صحابہ کے زمانہ میں فتح ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس کا حال اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے بتلا دیا تھا۔

۱۷۔ اوپر بناوٹی عذر والوں کا ذکر تھا اس آیت میں ان لوگوں کا ذکر فرمایا جو حقیقت میں صاحب عذر ہیں جیسے اندھے لنگڑے اور بیمار کہ ان لوگوں کو دین کی لڑائی چھوڑ کر گھر میں بیٹھا رہنا جائز ہے بناوٹی عذر والوں کو سمجھانے کے بعد آخر فرمایا کہ جو کوئی اللہ اور رسول کے حکم پر چلے گا اس کے بدلے میں جنت پائے گا اور جو کوئی اس کے برخلاف کرے گا تو سخت عذاب بھگتے گا، صحیح مسلم[2] میں حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے اور صحیح ابن حبان وغیرہ میں ابوہریرہؓ سے جو روایتیں ہیں ان میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن کم سے کم دوزخ کا عذاب یہ ہو گا کہ دوزخی شخص کے پاؤں میں آگ کی جوتیاں پہنا دی جائیں گی جس سے اس شخص کا بھیجا پگھل کر گھڑی گھڑی نکلے گا اور پھر بدل دیا جائے گا اس سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ جب کم سے کم عذاب کا یہ حال ہے تو جس عذاب کو سخت فرمایا اس کا کیا حال ہو گا اس واسطے صحیح بخاریؒ[3] و مسلم میں انسؓ بن مالک کی جو روایت ہے اس میں آنحضرت کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ کے عذاب کا پورا حال اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے تو ان کو کبھی ہنسی نہ آئے بلکہ ہر وقت وہ روتے رہیں،

[1] تفسیر الدر المنثور ص ۱۸۶ ج ۵۔ [2] صحیح مسلم باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب ص ۱۱۵ ج ا۔ [3] صحیح بخاری باب لو تعلمون ما اعلم الخ ص ۹۶۰ ج ۲۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ

اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب ہاتھ ملانے لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے پھر جانا جو ان کے جی میں

قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً

تھا پھر اتارا ان پر چین اور انعام دی ان پر ایک فتح نزدیک اور غنیمتیں بہت جو ان کو

يَّاْخُذُوْنَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾

ملیں گی اور ہے اللہ زبردست حکمت والا

۱۸- ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بیعت کرنے والے ایمانداروں سے خوش ہوا اس واسطے اس بیعت کا نام بیعت رضوان مشہور ہے صحیح مسلم[1] میں جابرؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن لوگوں نے یہ بیعت کی ہے ان میں سے کوئی شخص دوزخ میں نہ جائے گا، صحیح مسلم[2] میں جابرؓ کی دوسری روایت ہے کہ جس پیڑ کے نیچے یہ بیعت ہوئی وہ پیڑ کیکر کا تھا اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ سوائے ایک شخص جد بن قیس انصاری کے اور سب موجودہ لوگوں نے بیعت کی یہ وہی جد بن قیس ہے جس کا ذکر سورۃ توبہ میں گزر چکا کہ تبوک کے سفر میں بھی یہ شخص شریک نہیں ہوا معتبر سند سے طبقات ابن سعد[3] میں نافع سے روایت ہے کہ عمرؓ علیہ السلام نے اس درخت کو اس لئے کٹوا ڈالا کہ لوگ اس کی تعظیم کرنے لگے تھے یہ ابن سعد چوتھی صدی کے علمائے نیشاپور میں سے معتبر علما میں ہیں۔

۱۸-۱۹- اللہ کے نزدیک اس صلح میں بڑی مصلحتیں تھیں جن مصلحتوں کے سمجھنے سے انسان کی عقل قاصر ہے علاوہ اور مصلحتوں کے یہ کتنی بڑی مصلحت تھی کہ اس صلح کی جو باتیں ظاہر میں مسلمانوں کو شاق اور گراں معلوم ہوئیں آخر کو انجام ان باتوں کا مسلمانوں کے حق میں بہت اچھا ہوا چنانچہ صلح حدیبیہ کی یہ شرط کہ جو شخص مشرکوں کی طرف سے صلح کی مدت کے اندر مسلمان ہو کر مسلمانوں کی طرف چلا آئے گا وہ مشرکوں کے حوالہ کر دیا جائے گا ایک بڑی سخت اور ناگوار شرط مسلمانوں کو معلوم ہوتی تھی اور اس شرط کے موافق ابوجندل اور ابوبصیر کا مشرکوں کے حوالہ کرنا مسلمانوں کو ابتدا میں شاق گزرا لیکن جب ابوبصیر اور ابوجندل نے کچھ لوگ جمع کر کے مکہ اور شام کے راستہ میں ایک جنگل میں اپنا مقام ٹھہرا لیا اور قریش کے ملک شام جانے آنے والے قافلہ کو لوٹنا شروع کیا تو قریش بہت تنگ ہوئے اور ایک مدت تک ان کی تجارت بند ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس طرح ابتدا میں مسلمان اپنے حق میں اس شرط کو سخت گنتے تھے اس طرح قریش نے اپنے حق میں اس شرط کو سخت اور مضر گنا اور بڑی منت سے اس شرط کو منسوخ کیا اسی طرح اس صلح کی اور مصلحتیں بھی ہیں جن کی تفصیل حدیث کی کتابوں میں ہے انھیں مصلحتوں میں سے ایک یہ مصلحت بھی کہ اس صلح کے سفر میں بیعت رضوان کا موقع پیش آیا جس بیعت سے اللہ تعالیٰ خوش ہوا اور اللہ کے رسول نے بیعت کرنے والے لوگوں کو جنتی فرمایا صحیح مسلم[4] کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر ہمیشہ آدمی کے دل پر رہتی ہے اگر خالص دل سے نیک کام کیا جائے تو وہ قابل اجر ٹھہرتا ہے ورنہ نہیں اس حدیث کو آیت کے ساتھ ملانے سے یہ تفسیر قرار پائی کہ بیعت کرنے والوں کے دلوں میں خالص دین کی مدد کا جوش تھا اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ مدد کی کہ ان کے دلوں میں تحمل پیدا کر دیا جس سے وہ خلاف طبیعت شرائط صلح پر راضی ہو گئے اور ان کو اس صلح میں کچھ مال نہیں ملا تھا اس لئے اس کے معاوضہ میں خیبر کی فتح ہو جانے اور وہاں سے بہت سا لوٹ کا مال آنے کی تدبیر نکال دی، آخر کو فرمایا اللہ اپنی حکمت اور تدبیر میں ایسا زبردست ہے جس سے تمام جہان کا کام چلتا ہے

[1] و [2] صحیح مسلم باب استحباب مبایعۃ الامام الجیش الخ ص ۱۲۹ ج ۲ [3] تفسیر الدر المنثور ص ۷۳ ج ۶ [4] صحیح مسلم باب تحریم ظلم المسلم الخ ص ۳۱۷ ج ۲۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ

وعدہ دیا ہے تم کو اللہ نے بہت غنیمتوں کا تم اُن کو لوگے سو شتاب ملا دے تم کو اور روکے لوگوں کے ہاتھ تم سے

وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ

اور تا ایک نمونہ ہو قدرت کا مسلمانوں کے واسطے اور چلا دے تم کو سیدھی راہ اور ایک فتح جو تمہارے بس میں نہ آئے وہ

اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا

اللہ کے قابو میں ہے اور ہے اللہ ہر چیز کر سکتا اور اگر لڑتے تم سے کافر تو پھیرتے

الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ

پیٹھ پھر نہ پاتے کوئی حمایتی اور نہ مددگار رسم پڑی اللہ کی جو چلی آتی ہے پہلے سے اور تو نہ دیکھے گا

اور کوئی اُس کی تدبیر کے برخلاف کچھ کام نہیں کر سکتا۔

۲۰-۲۶- اوپر ذکر تھا کہ جن لوگوں نے بیعت رضوان خالص دل سے کی ہے اللہ ان سے خوش ہے اور اس نیک نیتی کے کام پر اللہ تعالیٰ نے ان کو خیبر کی فتح انعام کے طور پر عنایت کی اور یہ حکم دیا کہ اس فتح کی غنیمت کے مال میں سوائے ان بیعت والے لوگوں کے اور کسی دوسرے کا حصہ نہیں ان آیتوں میں فرمایا جن فتوحات اور غنیمت کے بہت سے مال کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اس وعدہ میں سے فتح خیبر اور وہاں کا غنیمت کا مال ایک فوری انعام ہے اس کے بعد رفتہ رفتہ اور فتوحات کی امید اللہ تعالیٰ سے رکھنی چاہیئے اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے اس کے بعد اللہ کے رسول اور خلفا کے زمانہ میں بہت سی فتوحات ہوئیں جن کا ذکر حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں تفصیل سے ہے۔ جس وقت مسلمانوں کا لشکر خیبر کی چڑھائی پر تھا اس وقت میں اسد اور غطفان قبیلہ کے لوگوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ مسلمانوں کے اہل وعیال پر حملہ کر کے ان کا مال لوٹ لیا جائے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا رعب پیدا کر دیا جس سے ان کے دلوں میں اس ارادہ کے پورا کرنے کی جرأت باقی نہیں رہی۔ اسی کو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی دست درازی روک دی تاکہ مسلمانوں کو یہ نمونہ ہو جائے کہ دین کی لڑائی پر جو لوگ جاتے ہیں ان کے اہل وعیال کا اللہ نگہبان ہے اسی نمونہ کے دیکھ لینے کے بعد وہ دین کی باتوں پر ثابت قدم ہو جائیں۔ مسلمان جب عمرہ کی نیت سے مکہ گئے اور مشرکین مکہ نے ان کو روکا اور ان کا روکنا چل بھی گیا اس سے مسلمانوں کی نظر میں فتح مکہ ایک دشوار چیز معلوم ہوتی تھی اس واسطے عام فتوحات کے ذکر کے بعد خاص فتح مکہ کا یوں ذکر فرمایا کہ جو فتح تم لوگوں کے بس کی نہیں ہے وہ اللہ کی قدرت سے باہر نہیں ہے پھر فرمایا مسلمانوں کے اس سفر میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک صلح مناسب تھی اگر یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں نہ ٹھہری ہوتی کہ اس سفر میں لڑائی نہ ہوگی اور یہ مشرک لڑائی کا قصد کرتے تو ضرور ایسے بھاگتے کہ ان کا مددگار اور حمایتی کوئی پیدا نہ ہوتا کیونکہ نیکیوں کی جزا اور بدیوں کی سزا ایک دستور الٰہی ہے جو پلٹ نہیں سکتا صحیح مسلم[1] میں انس بن مالک سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مسلمان لوگ بیعت میں مصروف تھے تو مشرکین مکہ میں کے اسی آدمی مسلمانوں کے لشکر میں گھس آئے اگرچہ ان کا ارادہ حملہ کرنے کا تھا مگر مسلمانوں نے زندہ گرفتار کر لیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا قصور معاف کر کے ان کو چھوڑ دیا۔ آخری آیت میں اسی قصہ کا ذکر فرمایا۔ پھر فرمایا

[1] صحیح مسلم باب قول اللہ تعالیٰ وھو الذی کف ایدیھم عنکم الآیۃ۔ ص ۱۱۶ ج ۲۔

لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ

اللہ کی رسم بدلتی ۔ اور وہی ہے جس نے روک رکھے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے بیچ شہر مکے کے

بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ

پیچھے اس سے کہ تمہارے ہاتھ لگا دیے وہ اور ہے اللہ جو کرتے ہو دیکھتا ۔ وہی ہیں جنہوں نے انکار کیا اور روکا تم کو

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۭ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاۗءٌ

ادب والی مسجد سے اور نیاز کی قربانی کو بند پڑے نہ پہنچے اپنی جگہ تک اور اگر نہ ہوتے کتنے مرد ایمان والے اور کتنی عورتیں

مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَـُٔوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ

ایمان والیاں جو تم کو معلوم نہیں یہ خطرہ کہ ان کو پیس ڈالتے تم پر خرابی پڑتی بے خبری سے کہ اللہ کو داخل کرنا ہے اپنی مہر میں

اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق فتوحات تو ضرور ظہور میں آئیں گی مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ نیک و بد سب کے عمل اللہ کی نگاہ میں ہیں فتوحات کے خوشحالی کے بعد ایسے کام نہیں کرنے چاہئیں جس سے ناشکری پائی جائے ورنہ پھر یہ فتح مندی باقی نہ رہے گی صحیح بخاری[1] و مسلم کے حوالہ سے عمروؓ بن عوف انصاری کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو اپنی امت کی تنگ دستی کے زمانہ کا کچھ خوف نہیں ہے خوف تو اسی زمانہ کا ہے جب پچھلی امتوں کی طرح ان پر دنیا کی بہبودی زیادہ ہو جائے گی جس سے پہلے لوگوں کی طرح ان میں ناشکری کی باتیں پھیل جائیں گی جو ان کی ہلاکت کی نشانی ہے اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق فتوحات اور غنیمت کے مال سے امت محمدیہ کو مالا مال کر دیا لیکن اس خوشحالی کے زمانہ میں امت کے لوگوں میں وہی ناشکری کی باتیں پھیل گئیں جن کا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا۔ شروع اس اندیشہ کا حضرت عثمانؓ کی خلافت سے ہوا ایک ذرا سی بات میں لوگوں نے خلیفہ عثمانؓ کو شہید کر ڈالا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے قصہ کا حاصل یہ ہے[2] کہ عثمانؓ نے عبداللہؓ بن ابی سرح اپنے دودھ کے بھائی کو مصر کا حاکم کر دیا تھا۔ عبداللہ نے مصر کے لوگوں پر جب ظلم کرنا شروع کیا اور مصر کے لوگ عثمانؓ کے پاس عبداللہؓ کے ظلم کی فریاد کو آئے تو حضرت علیؓ کے مشورہ سے حضرت عثمانؓ نے عبداللہ کو معزول کر کے اس کی جگہ محمدؐ بن عبدالرحمٰن حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے کو مامور کر دیا۔ یہ لوگ محمدؐ بن عبدالرحمٰن کی ماموری کا حکم لے کر جب مصر کو جا رہے تھے اور محمدؐ بن عبدالرحمٰن ان لوگوں کے ساتھ تھے تو انھوں نے حضرت عثمانؓ کے غلام کو حضرت عثمانؓ کے اونٹ پر سوار مصر کی طرف گھبرایا ہوا جاتے ہوئے دیکھا اس غلام کو گھبرایا ہوا دیکھ کر ان لوگوں نے اس سے پوچھا تو کس کام کو مصر جا رہا ہے تو اس نے کہا خلیفہ نے مجھ کو مصر کے حاکم کے پاس بھیجا ہے۔ ان لوگوں نے پوچھا تیرے پاس خلیفہ کا کوئی خط ہے تو اس نے انکار کیا اس پر ان لوگوں نے اس کی تلاشی لی تو حضرت عثمانؓ کا مہری خط عبداللہؓ بن ابی سرح کے نام کا نکلا جس کا مضمون یہ تھا کہ محمدؐ بن عبدالرحمٰن اور ان کے ساتھیوں

[1] صحیح بخاری باب ما یحذر من زہرۃ الدنیا۔ الخ ص ۹۵۰ ج ۲۔ [2] اس قصہ کے بہت سے اجزا تاریخی حقائق کے خلاف ہیں اور تھوڑے سے تامل سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سب باتیں صحابہ کرام کو اور خاص کر حضرت عثمانؓ کو بدنام کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں حقیقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

مَنْ يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

جس کو چاہے اگر وہ لوگ ایک طرف ہو جاتے تو آفت ڈالتے ہم منکروں پر دکھ کی مار جب رکھی منکروں نے

فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

اپنے دل میں کد نادانی کی ضد پھر اتارا اللہ نے اپنی طرف کا چین اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر

وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ

اور لگا رکھا ان کو ادب کی بات پر اور وہی تھے اس کے لائق اور اس کام کے اور ہے اللہ ہر

شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾

چیز سے خبردار

کو کسی حیلے سے قتل کر دیا جائے اور تا حکم ثانی عبداللہ مصر کا حاکم رہے۔ اس خط کو دیکھ کر یہ لوگ مصر میں نہیں گئے بلکہ مدینہ کو واپس آئے اور اس خط کا حال حضرت عثمانؓ سے جب بیان کیا گیا تو انھوں نے قسم کھا کر اس خط کے لکھنے سے انکار کیا۔ پھر زیادہ دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ خط حضرت عثمانؓ کے چچازاد بھائی مروان بن حکم نے لکھا تھا اور حضرت عثمانؓ کی مہر کسی طرح اس خط پر کر کے حضرت عثمانؓ کے غلام کو ان کے اونٹ پر بٹھا کر اس غلام کے ہاتھ یہ خط عبداللہؓ بن سرح کے پاس مصر بھیجا تھا اس دریافت کے بعد مروان کے مخالف لوگ حضرت عثمانؓ سے مروان کو مانگتے تھے اور حضرت عثمانؓ مروان کو ان لوگوں کے حوالہ میں دینے سے تامل کر رہے تھے کہ اتنے میں نامعلوم دو شخص حضرت عثمانؓ کے پڑوس کی دیوار پر سے حضرت عثمانؓ کے گھر میں کود پڑے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر ڈالا۔ یہ دونوں شخص غیر راست سے اس واسطے گئے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے گھر کے دروازہ پر امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو کھڑا کر دیا تھا اور تاکید کر دی تھی کہ حضرت عثمانؓ کے گھر کے اندر کوئی نہ جائے حضرت علیؓ کے فرمانے سے حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ ہتھیار لگائے وہاں کھڑے تھے۔ یہ عبداللہ بن ابی سرح وہی شخص ہے جس کے مار ڈالنے کا حکم فتح مکہ کے وقت اللہ کے رسول نے دیا تھا اور حضرت عثمانؓ کی سفارش سے اس کی جان بخشی ہوئی[1] تھی۔ یہ ذکر پہلے ایک جگہ تفصیل سے گزر چکا ہے حدیبیہ کے سفر سے پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب دیکھا کہ آپ مع صحابہ کے امن سے مکہ گئے ہیں اور عمرہ کی باتیں ادا کر رہے ہیں نبوت سے پہلے بھی اللہ کے رسول کے خواب کی تعبیر جلدی ظاہر ہو جایا کرتی تھی چنانچہ صحیح بخاری[2] کے حوالہ سے حضرت عائشہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے کہ جس طرح ہر رات کے بعد صبح ہوتی ہے اسی طرح اللہ کے رسول کے ہر ایک خواب کے بعد تعبیر کا حال تھا حاصل کلام یہ ہے کہ اور خوابوں کی جلدی اور یقینی تعبیروں کی طرح اس خواب کی تعبیر کو خیال کیا اور چودہ سو صحابہ کو ساتھ لے کر اللہ کے رسول نے مکہ کا قصد کیا لیکن اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں برس دن کے بعد اس خواب کی تعبیر کا ظہور ہونے والا تھا اس لئے مکہ کے اندر اس سال جانا نہیں ہوا مکہ کے قریب حدیبیہ نام کی ایک بستی ہے وہاں مشرکوں نے اہل اسلام کے اس عمرہ کے قافلہ کو روکا اور بڑے جھگڑے کے بعد اگلے سال عمرہ کرنے اور دس برس تک لڑائی کے موقوف رہنے پر صلح ہوئی اس کا ذکر ان آیتوں میں ہے کہ یہ مشرکین مکہ

[1] سنن ابو داؤد کتاب الحدود باب الحکم فیمن ارتد ص ج ۲۔

[2] صحیح بخاری باب کیف کان بدء الوحی الخ۔ ص ۲ ج ۱۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

اللہ نے سچ کر دکھایا اپنے رسول کو خواب تحقیق تم داخل ہو گے ادب والی مسجد میں اگر اللہ نے چاہا

اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ

چین سے بال مونڈتے اپنے سروں کے اور کترتے بے خطرہ پھر جانا جو تم نہیں جانتے پھر ٹھہرادی

دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ

اس سے ورے ایک فتح نزدیک وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول راہ پر اور سچے دین پر کہ اوپر رکھے اس کو

عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾

ہر دین سے اور بس ہے اللہ حق ثابت کرنے والا

اپنے آپ کو ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کہتے ہیں اتنا نہیں جانتے کہ ابراہیم علیہ السلام نے تو اللہ سے یہ دعا کی تھی کہ غیب سے لوگوں کے دلوں میں کعبہ کی زیارت کا شوق پیدا ہو جائے اور یہ نسل ابراہیمی کہلا کر لوگوں کو اس زیارت سے اور قربانی کے جانوروں کو منیٰ کے جانے سے روکتے ہیں پھر فرمایا کہ کچھ چھپے ہوئے مسلمان مرد و عورت مکہ میں نہ ہوتے اور کچھ نئے لوگوں کا رحمت الٰہی سے داخل اسلام ہونا اللہ کے علم غیب میں نہ ٹھہر چکا ہوتا تو بدر کی لڑائی کی طرح اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ایسی مدد دیتا کہ وہ لڑ کر مکہ تہ و بالا کر دیتے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اس وقت صلح ہو کر صلح کے زمانہ میں کمزور چھپے ہوئے مسلمان مدینہ میں امن سے آن بیٹھیں اور جو نئے مسلمان ہونے والے ہیں وہ مسلمان ہو جائیں اس لئے اگرچہ ان مشرکین مکہ نے صلح کے وقت ضد کی باتیں کیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کر دیا جس سے انھوں نے مشرکوں کی ضد کی باتوں کی برداشت کی اور آخر صلح ہو گئی۔ ضد کی باتیں مثلاً صلح نامہ میں بسم اللہ کا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ لفظ رسول کا نہ لکھنے دینا پھر فرمایا مسلمانوں کی بردباری کی باتیں اور مشرکوں کی ضد کی باتیں اللہ کو سب معلوم ہیں جزا و سزا کے وقت ہر ایک کا فیصلہ ہو جائے گا۔ صحیح بخاری[1] میں مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے جو روایتیں ہیں ان میں اس صلح حدیبیہ کی تفصیل زیادہ ہے اور وہی روایتیں ان آیتوں کی گویا تفسیر ہیں جس کا حاصل وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا زہری[2] نے کلمۃ التقوی کی تفسیر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم قرار دی ہے حاصل مطلب اس تفسیر کا یہ ہے کہ مسلمانوں نے صلح نامہ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرنا چاہا لیکن مشرکین مکہ ضد سے اس پر رضامند نہیں ہوئے۔

۲۷۔۲۸۔ اللہ کے رسول کے جس خواب کا ذکر اوپر گزرا جب حدیبیہ پر اسلامی قافلہ کے رک کے جانے سے اس حدیبیہ کے سفر میں اس خواب کی تعبیر ظہور میں نہیں آئی تو اس خواب کے باب میں منافق طرح طرح کی باتیں بناتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ سچا خواب دکھایا ہے کہ تم مسلمان لوگ مسجد حرام میں امن و امان سے جاؤ گے اور عمرہ کی سب باتوں سے فارغ ہو کر احرام کی حالت سے باہر آنے کے لئے کوئی سر منڈوائے گا اور کوئی بال کترائے گا۔ اس خواب کی تعبیر اگلے سال تک ملتوی رکھا کہ اس سال اللہ تعالیٰ نے صلح جو کرا دی ہے جو فتح مکہ کا گویا پیش خیمہ ہے اس صلح کی مصلحت اللہ کو خوب معلوم ہے تم کو معلوم نہیں پھر فرمایا اس بات کا اللہ گواہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اور دین محمدی کو اللہ تعالیٰ پچھلے سب

---

[1] صحیح بخاری باب غزوۃ الحدیبیۃ ص ۵۹۸ و ۶۰۰ ج ۲۔ [2] تفسیر ابن کثیر ص ۱۹۴ ج ۴۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ

محمد رسول اللہ کا ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں تو دیکھے انکو رکوع میں اور سجدہ میں ڈھونڈتے ہیں

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚۖ

اللہ کا فضل اور اس کی خوشی نشان ان کا ان کے منہ پر ہے سجدے کے اثر سے یہ کہاوت ہے انکی توریت میں

وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ

اور کہاوت ہے ان کی انجیل میں جیسے کھیتی میں نکالا اپنا پٹھا پھر اسکی کمر مضبوط کی پھر موٹا ہوا پھر کھڑا ہوا اپنی نال پر خوش لگتا

الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝۲۹

کھیتی والوں کو تا جلائے ان سے جی کافروں کا وعدہ دیا ہے اللہ نے ان میں سے جو یقین لاتے ہیں اور کرتے ہیں بھلے کام معافی کا اور بڑے نیگ کا

دینوں پر غالب کرے گا فحلہ مالم تعلموا کی تفسیر اوپر گزر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق جب کمزور چھپے ہوئے مسلمان مدینہ میں امن سے آبیٹھیں گے اور مشرکین مکہ میں سے جو لوگ نئے مسلمان ہونے والے ہیں وہ مسلمان ہو جائیں گے اس وقت اس خواب کی پوری تعبیر ظہور میں آئے گی اس وقت تک اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق یہی بات ظہور میں آنے والی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے صلح کرا دی یہ بھی اوپر گزر چکا ہے کہ اس صلح کے شرائط میں فتور پڑ جانے سے اللہ کے حکم سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی مدت کے اندر مکہ پر چڑھائی کی اور مکہ کو فتح کر لیا اسی سبب سے صلح کو فتح فرمایا یہ بھی اوپر گزر چکا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ساتھ لفظ رسول لکھنے پر مشرکین مکہ نے بہت شور مچایا اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے حق میں فرمایا کہ ان کے رسول ہونے کا اللہ گواہ ہے اور پھر اس گواہی کی یہ نشانی بیان فرمائی کہ مدد غیبی سے اللہ تعالیٰ دین محمدی کو بہت پھیلائے گا۔ صحیح بخاری[1] و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور معجزوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کا معجزہ مجھ کو ایسا دیا ہے جس سے مجھ کو امید ہے کہ قیامت کے دن میری امت کے نیک لوگوں کی تعداد اور امتوں کے نیک لوگوں کی تعداد سے زیادہ ہوگی اس حدیث کو لیظھرہ علی الدین کلہ کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اور آسمانی کتابوں کی ہدایت کی باتیں بھی قرآن شریف میں ہیں اور نئی باتیں بھی ہیں اس لئے اور آسمانی کتابوں کو قرآن نے منسوخ کر دیا کیونکہ اکیلے قرآن کی ہدایت کے غلبہ سے قیامت کے دن قرآن کے پیرو اور آسمانی کتابوں کے پیروؤں سے زیادہ ہوں گے اس واسطے قرآن ہی پہلی کتابوں پر غالب ٹھہرا۔

۲۹۔ اوپر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی رسالت کو اپنی گواہی سے ثابت کیا یہاں آیتوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو بتلایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ جس رسول کی رسالت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی گواہی سے ثابت کیا ہے ان کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے صحابیوں کے اوصاف بیان فرمائے کہ وہ آپس میں تو بڑی نرم دلی سے رہتے ہیں اور جوش اسلام کے سبب سے منکر شریعت لوگوں کے ساتھ زور آوری سے پیش آتے ہیں اکثر اللہ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں اور ان کی وہ عبادت عقبیٰ کے اجر اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی نیت سے ہوتی ہے دنیا کے دکھاوے

[1] صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب کیف نزل الوحی ص ۷۴۴ ج ۲۔

آیاتہا ۱۸ (۴۹) سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِیَّۃٌ (۱۰۶) رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ (۱) یٰۤاَیُّهَا

اے ایمان والو آگے نہ بڑھو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ سنتا ہے جانتا اے

کا اس میں کچھ دخل نہیں ہوتا کثرت عبادت سے ان کے چہروں پر نور برستا ہے علاوہ قرآن کے ان لوگوں کے اوصاف تورات و انجیل میں بھی بیان کئے گئے ہیں سورۃ اعراف میں گزر چکا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو تورات ملی تو اس میں موسیٰ علیہ السلام نے بہت سے اوصاف امت محمدیہ کے لکھے ہوئے پائے متی اور لوقا کی انجیل میں اسی کھیتی کی مثال کا اسی طرح ذکر ہے جس طرح اس آیت میں ہے حاصل مطلب اس مثال کا یہ ہے کہ جس طرح کھیتی کے درخت شروع میں کم زور ہوتے ہیں پھر زور پکڑ جاتے ہیں یہی حال خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کا ہے کہ ہجرت سے پہلے بالکل کمزور تھے پھر ہجرت کے بعد اللہ نے ان کو زور آور کر دیا تھا کہ مخالف لوگ ان کا زور دیکھ کر جل جائیں۔ آخر کو فرمایا ان میں سے جو لوگ ایمانداری اور نیک عمل پر قائم رہیں گے ان کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور ان کی نیکیوں کا بڑا اجر ملے گا۔ صحیح بخاری[1] میں اسماءؓ بنت ابی بکر صدیق سے اور مسند امام احمد مستدرک حاکم وغیرہ میں عبداللہؓ بن زبیر سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طلاق دی ہوئی بیوی قیلہ شرک کی حالت میں اپنی بیٹی اسماء کے پاس مکہ سے مدینہ ملنے آئیں اور کچھ تحفہ بھی اپنے ساتھ لائیں لیکن اسمائ نے نہ اپنی مشرک ماں کو گھر میں آنے دیا نہ اپنی ماں کا تحفہ لیا۔ آیت میں یہ جو ذکر ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جوش اسلام کے سبب سے منکر شریعت لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آتے ہیں ان روایتوں سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آسکتا ہے کہ مرد صحابہ تو درکنار صحابیہ عورتوں کو بھی یہاں تک جوش اسلام تھا کہ اسماء اپنی مشرک ماں سے نہیں ملیں صحیح بخاری[2] و مسلم میں ابوہریرہ سے اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ قیامت کے دن حوض کوثر پر سے بعضے مرتد صحابہ کو فرشتے کھینچ کر دوزخ میں لے جائیں گے۔ آیت میں اللہ تعالیٰ نے سب صحابہ سے اجر عظیم کا وعدہ جو نہیں فرمایا یہ حدیثیں گویا اس کی تفسیر ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بعضے صحابہ کا اسلام پر قائم نہ رہنا ٹھہر چکا تھا۔ صحیح بخاری[3] و مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایت سے حدیث قدسی اوپر گزر چکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جنتی لوگوں کے لئے جنت میں وہ نعمتیں پیدا کی گئیں ہیں کہ جو نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھیں نہ کانوں سے سنیں نہ کسی کے دل میں ان کا خیال آسکتا ہے۔ آیت میں جنت کو اجر عظیم جو فرمایا یہ حدیث قدسی گویا اس کی تفسیر ہے۔

۱-۳- حضرت عبداللہ[4] بن عباسؓ کے قول کے موافق یہ سورۃ مدنی ہے صحیح بخاری[5] میں عبداللہؓ بن زبیر کی روایت سے

[1] صحیح بخاری باب صلۃ المرأۃ امہا ولہا زوج ص ۸۸۴ ج ۲۔ [2] صحیح بخاری کتاب الحوض ص ۹۷۴ ج ۲ و صحیح مسلم باب اثبات الحوض لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم ص ۲۴۹ ج ۲ [3] صحیح بخاری باب ما جاء فی صفۃ الجنۃ وانہا مخلوقۃ ص ۴۶۰ ج ۱۔ [4] تفسیر الدر المنثور ص ۸۳ ج ۶ [5] صحیح بخاری تفسیر سورۃ الحجرات ص ۷۱۸ ج ۲۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ

ایمان والو اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی کی آواز سے اور اس سے نہ بولو کھلک کر جیسے کھلتے ہو ایک دوسرے پر

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۲ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ

کہیں اکارت نہ ہو جاویں تمہارے کیے اور تم کو خبر نہ ہو جو لوگ دبی آواز بولتے ہیں رسول اللہ کے پاس

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۳ اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ

وہی ہیں جن کے دل جانچے ہیں اللہ نے ادب کے واسطے ان کو معافی ہے اور نیگ بڑا اور جو لوگ پکارتے ہیں تجھ کو

مِنْ وَّرَاۗءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۴ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا

دیوار کے باہر سے وہ اکثر عقل نہیں رکھتے اور اگر وہ صبر کرتے جبتک تو نکلتا ان کی طرف تو ان کو بہتر تھا

جو شان نزول ان آیتوں کی بیان کی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ بنی تمیم میں کے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے ان لوگوں میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک شخص کو قوم کا سردار ہونے کے قابل خیال کیا اور حضرت عمرؓ نے دوسرے شخص کو اس بحث میں یہ دونوں صاحب بلند آواز سے چیخ چیخ کر باتیں کرنے لگے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا اے ایماندار لوگو جس طرح اللہ اور رسول کے حکم سے پہلے بنی تمیم میں کسی شخص کو سردار ٹھہرانے کی پیش قدمی کی گئی اور جس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں عام مجلسوں کی شان کے موافق چیخ چیخ کر باتیں ہوئیں یہ اللہ کو پسند نہیں اللہ تعالیٰ سب کی باتیں سنتا جانتا ہے اس لئے ایسی باتیں منہ سے نکالتے وقت اللہ سے ڈرنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ دین کے تمام احکام امت کے لوگوں کو اللہ کے رسول کی معرفت پہنچے ہیں جس کے سبب سے امت کے لوگوں کو اللہ کے رسول کی بہت بڑی توقیر لازم ہے جو شخص اس توقیر میں خلل ڈالے گا اس کی بے خبری میں ایسے شخص کے نیک عمل رائیگاں ہو جائیں گے کیونکہ جس شخص نے نیک عملوں کے حاصل ہونے کے ذریعہ کی کچھ قدر نہ کی اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے نیک عملوں کی کچھ قدر نہ کرے گا۔ پھر فرمایا جو لوگ اللہ کے رسول کی مجلس میں دبی آواز سے باتیں کرتے ہیں ان کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیزگاری کے لئے جانچا ہے کیونکہ جن باتوں کے کرنے کا حکم ہے ان کو کرنا اور جن کی مناہی ہے ان سے بچنا اسی کا نام پرہیزگاری ہے پھر فرمایا ایسے لوگوں کے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا اور ان کی نیکیوں کا بہت بڑا اجر ان کو ملے گا۔ صحیح بخاری[1] و مسلم میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعضے وقت آدمی کے منہ سے کوئی ایسا کلمہ نکل جاتا ہے جس سے آدمی دوزخی قرار پا جاتا ہے اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آیتوں میں جس قسم کے کلموں کے زبان سے نکالنے کی مناہی ہے حدیث میں اس قسم کے کلموں کی سزا جتلائی ہے۔

۴-۵- صحیح سند سے مسند[2] امام احمد طبرانی میں اقرع بن حابس تمیمی سے روایت ہے کہ اسلام لانے سے پہلے اقرع بن حابس اپنی قوم بنی تمیم کے کچھ لوگوں کو ساتھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ یہ لوگ مدینہ میں ایسے وقت

---

[1] صحیح بخاری باب حفظ اللسان الخ ص ۹۵۹ ج ۲۔

[2] تفسیر ابن کثیر ص ۲۰۸ ج ۴۔

لَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ

اور اللہ بخشتا ہے مہربان اے ایمان والو اگر آوے تم پاس ایک گنہگار خبر لے کر تو تحقیق کرو کہیں

تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَــهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰي مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ

جا نہ پڑو کسی قوم پر نادانی سے پھر کل کو لگو اپنے کیے پر پچھتانے اور جان لو کہ تم میں رسول ہے

اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ

اللہ کا اور اگر وہ تمہاری بات مانا کرے بہت کاموں میں تو تم پر مشکل پڑے پر اللہ نے محبت ڈالی تمہارے دل میں ایمان کی اور اچھا دکھا دیا اس کو

فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝

تمہارے دلوں میں اور برا لگا دیا تم کو کفر اور بے حکمی اور گناہ وہ لوگ وہی ہیں نیک چال پر

فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اللہ کے فضل سے اور احسان سے اور اللہ سب جانتا ہے حکمت والا

پہنچے کہ وہ وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام کا تھا ان لوگوں نے یہ انتظار نہیں کیا کہ آپ زنانہ حجروں میں سے باہر آئیں حجروں کی دیوار کے پیچھے سے آپ کا نام لے کر پکارنا شروع کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں ان دونوں آیتوں کی شان نزول کی یہ حدیث براء بن العازب کی روایت سے ترمذی[1] میں معتبر سند سے ہے لیکن اس میں اقرع بن حابس کا نام نہیں ہے حاصل مطلب ان دونوں آیتوں کا یہ ہے کہ گاؤں کے رہنے والے لوگ اکثر کم عقل ہوتے ہیں اس لئے اپنی ناسمجھی سے یہ لوگ دیوار کے پیچھے سے پکارنے لگے اگر ان میں کچھ سمجھ ہوتی اور حجرہ سے باہر نکلنے تک اللہ کے رسول کا انتظار کرتے تو ان کے حق میں بہتر تھا کیونکہ اللہ کے رسول کی بے توقیری کے الزام سے یہ لوگ بچ جاتے اب انہوں نے جو کچھ کیا اگر یہ لوگ نادم ہوں گے تو اللہ غفور الرحیم ہے ان کے اس الزام کو معاف کرے گا۔

۶ــــ مسند امام[2] احمد طبرانی اور تفسیر ابن ابی حاتم میں معتبر سند سے حارث بن ضرار خزاعی کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری قوم میں ولید بن عقبہ کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا قوم کے لوگ ولید کے آنے کی خبر سن کر ولید کی پیشوائی کو بستی کے باہر نکلے تو ولید نے قوم کے اسلام سے پھر جانے کا اندیشہ کر کے مدینہ کا راستہ پکڑا اور مدینہ میں یہ خبر مشہور کر دی کہ حارث کی قوم مرتد ہوگئی۔ حارث کہتے ہیں کہ ولید کے پیچھے پیچھے میں بھی مدینہ کو آیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا ماجرا بیان کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور فرمایا اے ایمان والو جھوٹی سچی خبر کا حال ذرا دریافت کر لیا کرو تاکہ بے بنیاد خبر سے کسی فرمانبردار قوم پر چڑھائی کر کے پھر پچھتانا نہ پڑے۔

۷۔۸۔ معتبر سند سے ترمذی[3] میں روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت ابوسعید خدری اس آیت کو پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ آنحضرت کی حیات کے زمانہ میں اعلیٰ درجہ کے صحابہ کو ملا کر اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اگر اللہ کے رسول تم لوگوں

[1] جامع ترمذی تفسیر سورۃ الحجرات ص ۱۸۲ ج ۲ [2] تفسیر ابن کثیر ص ۲۰۸ ج ۴۔

[3] جامع ترمذی تفسیر سورۃ الحجرات ص ۱۸۲ ج ۲۔

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى

اور اگر دو فرقے مسلمانوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں ملاپ کرا دو پھر اگر چڑھ جاوے ایک ان میں

الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا

دوسرے پر تو سب لڑو اس چڑھائی والے سے جب تک پھر آوے اللہ کے حکم پر پھر اگر پھر آیا تو ملاپ کراؤ ان میں

بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ⑨ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا

برابر اور انصاف کرو بے شک اللہ کو خوش آتے ہیں انصاف والے مسلمان جو ہیں سو بھائی ہیں سو ملا دو

بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ⑩

اپنے دو بھائیوں کو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم پر رحم ہو

ع ۱۳

کے کہنے پر چلیں گے بڑی خرابی آ جائے اب تو وہ اعلیٰ درجہ کے صحابہ بھی نہ رہے آج کل کے لوگ اگر خواہ مخواہ کلام رسول کو اپنی مرضی کے مطابق کرنا چاہیں تو خرابی در خرابی ہے حضرت ابو سعیدؓ خدری کے اس کلام پر ہر مسلمان کو غور کی نظر ڈالنی چاہیئے کل پچاس یا ساٹھ برس کا زمانہ آنحضرت کی وفات کے بعد کا حضرت ابو سعیدؓ خدری نے پایا ہے اس زمانہ میں ان کا کلام رسول کی مخالفت یا بے توقیری کی نسبت وہ خیال تھا حال زمانہ میں جو نہ صحابہ کا زمانہ ہے نہ تابعیوں کا نہ تبع تابعیوں کا اس زمانہ میں جو کلام رسول کی کچھ بے توقیری کی جائے گی تو اس کا انجام ظاہر ہے سورۃ مومنون میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اس سے حضرت ابو سعیدؓ خدری کے اس قول کی پوری تصدیق ہوتی ہے حاصل سورۃ مومنون کی آیتوں کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول جو کچھ نصیحت کرتے ہیں وہ سب حق ہے لیکن اکثر لوگوں کو حق بات اس سبب سے کڑوی معلوم ہوتی ہے کہ وہ حق بات ان کی مرضی کے مخالف ہوتی ہے اس لئے وہ لوگ اللہ اور اللہ کے رسول کے کلام کو اپنی مرضی کے موافق ہو جانا چاہتے ہیں حالانکہ اللہ اور اللہ کے رسول کا کلام ہر ایک کی مرضی کے موافق ہونے لگے تو زمین و آسمان کا انتظام بالکل بگڑ جائے۔

۹۔۱۰۔ صحیح بخاریؒ[1] و مسلم میں انسؓ بن مالک اور اسامہ بن زید سے روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی کے ظاہری اسلام لانے سے پہلے ایک روز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خچر پر سوار ہو کر عبداللہ کی ہدایت کے لئے اس کے گھر پر گئے تو عبداللہ آپ کے وہاں جانے سے ناخوش ہوا اور اپنی ناک پکڑ کر اڑا ہانک کر یہ کہنے لگا کہ آپ کے خچر کی بو سے میرا دماغ پریشان ہو گیا عبداللہ کی یہ بات سن کر ایک انصاری صحابی نے عبداللہ کی اس بات کا یہ جواب دیا کہ تیرے جسم کی بو سے اللہ کے رسول کے خچر کی بو اچھی ہے اس انصاری صحابی کے اس جواب کو سن کر بعضے انصاری صحابی عبداللہ کے طرفدار بن گئے اور بعضے اس انصاری صحابی کے اور یہاں تک جھگڑا بڑھا کہ ان انصار کی دو جماعتوں میں خوب مار پیٹ ہوئی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا مسلمانوں کی دو جماعتوں میں اگر لڑائی ہو جائے تو ان میں ملاپ کرا دیا جائے انسؓ بن مالک کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ان آیتوں کے نازل ہونے کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی ان دونوں جماعتوں میں ملاپ کرا دیا

[1] صحیح بخاری کتاب الصلح باب ما جاء فی اصلاح بین الناس ص ۳۷۰ ج ۱ و صحیح مسلم باب ما لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اذی المشرکین والمنافقین۔ ص ۱۰۹، ۱۱۰ ج ۲۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ

اے ایمان والو ٹھٹھا نہ کریں ایک لوگ دوسروں سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے اور نہ عورتیں دوسری

مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ

عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے اور عیب نہ دو ایک دوسرے کو اور نام نہ ڈالو چڑ ایک دوسرے کی

بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۱۱)

برا نام ہے گنہگاری پیچھے ایمان کے اور جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی ہیں بے انصاف

اس شان نزول سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ آیت میں اقتتلوا کا جو لفظ ہے اس کے معنی مار پیٹ کے ہیں خون ریزی کے نہیں۔ آگے فرمایا کہ اگر اس طرح کی دو جماعتوں میں سے ایک جماعت زیادتی پر اتر آئے اور صلح کے حکم کو نہ مانے تو اس جماعت سے مسلمانوں کو وہاں تک لڑنا چاہیئے کہ یہ سرکش جماعت ملاپ پر راضی ہو جائے پھر جب یہ سرکش جماعت صلح پر راضی ہو جائے تو انصاف سے جس طرح ملاپ ہو سکتا ہو اسی طرح ملاپ کرا دیا جائے کیونکہ سب مسلمان آپس میں دینی بھائی ہیں ان میں جھگڑا رہنا اچھا نہیں جو لوگ جھگڑے سے بچتے ہیں اللہ سے ڈریں گے تو وہ اللہ کی رحمت کے قابل ٹھہریں گے مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف فرمائے گا۔ ان آیتوں میں بہت بڑی پیشین گوئی ہے جس کا ظہور آیتوں کے نازل ہونے کے بیس پچیس برس کے بعد حضرت علیؓ کی خلافت میں ہوا۔ جمل صفین اور نہروان کی لڑائیاں جو مشہور ہیں وہ حضرت علیؓ اور ایسے ہی باغی لوگوں کی لڑائیاں ہیں جن کا تذکرہ ان آیتوں میں ہے۔ بمناسبت مقامات پر ان لڑائیوں کا ذکر اس تفسیر میں گذر چکا ہے۔ ان لڑائیوں میں زیادہ مشہور وہ لڑائی جو ۳۶ھ میں حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ سے ہوئی ہے۔ اس لڑائی میں ستر ہزار سے زیادہ مسلمان کام آئے۔ ان تینوں لڑائیوں کی بنیاد حضرت عثمانؓ کی شہادت ہے پہلے طلحہ اور زبیر نے حضرت عائشہؓ کو ساتھ لے کر بصرہ کے لوگوں کو جمع کیا اور حضرت علیؓ سے حضرت عثمان کے قاتلوں کو مانگا حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ تم میں کوئی شخص ان قاتلوں کا پتا لگائے تو میں ان کو سزا دے دوں گا ورنہ گھر کے اندر حضرت عثمانؓ کی شہادت کا حادثہ ہوا حضرت عثمانؓ کی بی بی کے سوا گھر کے اندر کوئی نہیں لیکن وہ بھی دونوں قاتلوں کو نہیں پہچانتیں پھر میں قاتلوں کو کس گواہی پر گرفتار کروں حضرت علیؓ کے مخالف لوگوں کا یہ گمان تھا کہ حضرت علیؓ ان دونوں شخص قاتلوں کو پہچانتے ہیں اس پر جمل اور صفین کی لڑائی ہوئی صفین کی صلح پنچایت پر جو ہوئی جن آٹھ ہزار آدمیوں کو یہ پنچایت کا فیصلہ پسند نہیں تھا وہ حضرت علیؓ کے لشکر سے الگ ہو گئے۔ ان ہی لوگوں کو خارجی کہتے ہیں نہروان کے مقام پر ان ہی خارجی لوگوں سے حضرت علیؓ کی لڑائی ہوئی۔

۱۱-۱۲۔ صحیحینؓ میں ابوہریرہؓ کی روایت سے ایک بڑی حدیث ہے جس کے ایک ٹکڑے کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایماندار آدمی کو چاہیئے کہ یا تو نیک بات منہ سے نکالے نہیں تو چپکا رہے غرض اس آیت اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ٹھٹھے بدگوئی اور غیبت سے زبان کو روکنا ایمانداری کی نشانی ہے جس طرح گالی کا منہ سے نکالنا جھوٹ بولنا امانت میں خیانت کرنا منافق کی نشانی ہے صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

لہ صحیح بخاری باب من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ ص ۸۸۹ ج ۲ و صحیح مسلم باب تحریم ... ص ۳۲۲ ج ۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا

اے ایمان والو بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے مقرر بعضے تہمت گناہ ہے اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۭ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ۭ

اور بد نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو بھلا خوش لگتا ہے تم میں کسی کو کہ کھاوے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو سو گھن آتے تم کو اس سے

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ⑫

اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ معاف کرنے والا ہے مہربان

علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کی مذمت پیٹھ پیچھے کرنا غیبت ہے صحابہ نے عرض کیا کہ حضرت اگر اس شخص میں وہ مذمت کی بات موجود ہو تو کیا اس کا ذکر کرنا بھی غیبت ہے آپ نے فرمایا غیبت تو یہی ہے ورنہ ایک شخص میں کوئی بات موجود ہی نہیں ہے اگر اس کی مذمت کوئی شخص اپنے جی سے ایک بات گھڑ کے کرے تو اس کا نام بہتان ہے ترمذی[1] میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خوبی اسلام کی اس شخص نے پائی جس نے بیہودہ باتوں سے اپنی زبان کو روکا اس حدیث کی سند میں ایک راوی قرۃؒ بن عبدالرحمن بن حیویل ہے جس کو بعضے علما نے ضعیف قرار دیا ہے لیکن ابن عدی نے اس کو معتبر قرار دیا ہے اور ابن حبان نے اس کی روایتوں کو صحیح ٹھہرایا ہے اور صحیح مسلم میں دوسری روایتوں کی تقویت سے اس کی روایتیں لی گئی ہیں مسند امام احمد ترمذی[2] نسائی اور ابن ماجہ کی روایت سے حضرت معاذؓ بن جبل کی حدیث مشہور ہے کہ حضرت معاذ بن جبل نے بڑے تعجب سے آنحضرت سے پوچھا کہ کیا حضرت زبانی باتوں پر بھی قیامت کے دن مواخذہ ہو گا آپ نے فرمایا کہ ہاں بڑا مواخذہ زبان کے سبب سے ہی ہو گا ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے صحیح بخاری[3] میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت نے فرمایا بعضے وقت بے پروائی سے آدمی زبان سے ایسا کلمہ کہہ بیٹھتا ہے جس کے سبب سے بری طرح دوزخ میں جھونکا جائے گا حاصل کلام یہ ہے کہ بعضے وقت خوش طبعی کے طور پر کسی سچی بات کا منہ سے نکالنا جیساکہ مثلاً آنحضرت نے ہنسی سے حضرت انسؓ[4] کو دو کانوں والا فرمایا کرتے تھے یا ایک بڑھیا عورت سے آپ نے[5] فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی جب وہ عورت بہت گھبرائی تو آپ نے فرمایا کہ بوڑھی عورتیں جوان ہو کر جنت میں جائیں گی اسی طرح ضرورت دینی کے سبب سے نصیحت کے طور پر غیبت کے جائز ہونے کا بھی حکم ہے غرض شریعت میں جس قدر روا ہے اس سے بڑھ کر خوش طبعی بدگوئی بدگمانی خود پسندی غیبت سب حرام ہے اسی واسطے ان سب باتوں سے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں مسلمانوں کو منع فرمایا ہے اور اللہ کے رسول نے اپنے قول اور فعل سے امت کے لوگوں کو یہ سمجھایا ہے کہ کون سی خوش طبعی اور کون سی غیبت جائز ہے پوری تفصیل اس کی حدیث کی کتابوں میں ہے۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ کسی مسلمان مرد کو مرد سے یا عورت کو عورت سے بے جا ہنسی دل لگی جائز نہیں ہے کیونکہ جس سے ہنسی کی جاوے ہنسی میں اس کی حقارت نکلتی ہے اب ہنسی کرنے والے کو کیا معلوم کہ یہ جس کی حقارت کے درپے ہے اللہ کے نزدیک بعض باتوں میں وہ اس ہنسی کرنے والے شخص سے بہتر ہو۔

[1] جامع ترمذی باب ما جاء من تکلم بالکلمۃ لیضحک الناس ص ۲۷ ج ۲۔ [2] جامع ترمذی باب ما جاء فی حرمۃ الصلوۃ ص ۱۰۰ ج ۲۔

[3] صحیح بخاری باب حفظ اللسان الخ ص ۹۵۹ ج ۲ [4] و [5] مشکوۃ شریف باب المزاح۔ ص ۴۱۶۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا

اے آدمیو! ہم نے تم کو بنایا ہے ایک نر اور ایک مادہ سے اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور گوتیں تا آپس کی پہچان ہو

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۱۳﴾

مقرر عزت اللہ کے ہاں اسی کو جس کو ادب بڑا اللہ سب جانتا ہے خبردار

پھر فرمایا جس طرح مسلمان مرد اور عورتوں کو آپس کی بیجا ہنسی جائز نہیں ہے اسی طرح آپس میں طعنے دینا نام رکھنا بھی جائز نہیں ہے کیونکہ اسلام لانے کے بعد اسلام سے پہلے کی عادتوں سے کسی کو شرمانا اچھی بات نہیں ہے۔ پھر فرمایا جو شخص ان مناہی کی باتوں سے باز نہ آئے گا تو اپنی جان پر گویا ظلم کرے گا کیونکہ یہ سب مناہی کی باتیں حق العباد کی قسم کے گناہ ہیں جن کا فیصلہ قیامت کے دن یہ ہوگا کہ ظالموں کی نیکیاں مظلوموں کو مل جائیں گی اور ظالم خالی ہاتھ دوزخ میں جھونک دیئے جائیں گے چنانچہ صحیح مسلم[1] کے حوالہ سے ابی امامہ کی حدیث اس باب میں ایک جگہ گزر چکی ہے۔ صحیح مسلم[2] کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی حدیث جو اوپر گزری جس میں بہتان کا ذکر ہے وہ حدیث ان بعض الظن اثم کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ زبردستی ایک شخص کی نسبت کوئی بدگمانی پیدا کرکے کوئی عیب اس کے ذمہ لگانا اسی کا نام بہتان ہے جس طرح مردہ کا کوئی گوشت کاٹے تو اس کو خبر نہیں ہوتی اسی طرح جس کی غیبت کی جائے وہ بھی بے خبر ہوتا ہے لیکن جس طرح جسم میں سے گوشت کی بوٹی کاٹ لینے سے جسم کو زخم کی تکلیف ہوتی ہے اسی طرح بدگوئی کے لفظوں کو سن کر آدمی کے دل میں زخم پڑ جاتا ہے چنانچہ مثل مشہور ہے کہ برچھی کا زخم بھر جاتا ہے لیکن زبان کا زخم نہیں بھرتا انھیں مناسبتوں سے غیبت کو مردہ کے گوشت کے کھانے سے مشابہت دی گئی ہے۔ آگے فرمایا آیندہ جو کوئی ان باتوں سے توبہ کرے گا تو اللہ غفور الرحیم ہے اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ صحیح مسلم[3] میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان آدمی اپنے بھائی مسلمان کی حقارت اور ذلت کے درپے ہو اس نے بہت بڑا گناہ کمایا اس حدیث کو آیتوں کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آیتوں میں جن باتوں کی مناہی ہے وہ سب باتیں مسلمانوں میں حقارت اور ذلت کے پھیلنے کی ہیں جو اس صحیح حدیث کے موافق بڑے وبال کی بات ہے اس لئے ہر مسلمان کو ان سب باتوں سے بہت بچنا چاہئے۔ سورہ آل عمران میں گزر چکا ہے کہ گناہوں کی دو قسمیں ہیں ایک فقط اللہ کا گناہ ہے جیسے مثلاً نماز کا نہ پڑھنا دوسرا وہ گناہ ہے جس میں بندوں کا بھی حق ہے جیسے مثلاً غیبت کا کرنا اس دوسری قسم کے گناہوں کی توبہ میں صاحب حق کا راضی کر دینا بھی ضرور ہے۔ ان آیتوں میں دوسری قسم کے گناہوں کے ذکر کے بعد ان اللہ تواب رحیم جو فرمایا اس کا مطلب یہی ہے کہ اس قسم کے گناہ کرنے کے بعد جو شخص آیندہ کے لئے خالص دل سے توبہ کرکے صاحب حق کو بھی راضی کرے گا تو اللہ غفور الرحیم اپنی رحمت سے اس کی توبہ قبول کرے گا۔

۱۳؎ سورۃ بقر میں گزر چکا ہے کہ اسلام سے پہلے قریش لوگ حج سے فارغ ہونے کے بعد اپنے باپ دادا کی مدح کے شعر پڑھا کرتے تھے جس طریقہ کو اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے موقوف کر دیا اسی طرح اور موقعوں پر بھی عرب میں شرافت خاندانی کے فخر کا بڑا دستور تھا اسی دستور کے سبب سے بعضے قبیلے بعضوں کو حقیر جانتے تھے جس سے وہ باتیں پیش آتی تھیں جن

[1] صحیح مسلم باب تحریم الظلم ص ۳۲۰ ج ۲ [2] تفسیر ہذا جلد ہذا ص ۲۵۹ [3] صحیح مسلم باب تحریم ظلم المسلم الخ ص ۳۱۷ ج ۲۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ

کہتے ہیں گنوار ہم ایمان لاتے تو کہہ ایمان نہیں لائے پر تم کہو مسلمان ہوئے اور ابھی نہیں بیٹھا ایمان تمہارے

قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴﴾

دلوں میں اور اگر تم حکم پر چلوگے اللہ کے اور اس کے رسول کے کاٹ نہ لے گا تمہارے کاموں میں سے کچھ اللہ بخشتا ہے مہربان

کی مناہی اوپر کی آیتوں میں گزری اسی واسطے اس آیت میں فرمایا اے لوگو اللہ تعالیٰ نے تم سب کو ایک ماں باپ آدم اور حوا سے پیدا کیا اس لئے بنی آدم کو آپس میں بزرگی جتلانے کے لئے کوئی نئی بات پیدا کرنی چاہیے اب یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ نئی بات پرہیزگاری ہے جس ذات برادری کو تم لوگ فخر سمجھتے ہو اللہ کے نزدیک وہ فخر کی چیز نہیں ہے بلکہ وہ تو فقط اس لئے ہے کہ مثلاً بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل کے کہنے سے لوگ جدا جدا پہچانے جائیں۔ صحیح بخاری[1] میں ابوہریرہؓ سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے مزاج میں پرہیزگاری زیادہ ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی زیادہ عزت والا اور شریف ہے۔ اس حدیث کو آیت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ شریعت میں جن کاموں کے کرنے کا حکم ہے خالص دل سے ان کو کرنا اور جن باتوں کی مناہی ہے ان سے بچنا اسی کا نام پرہیزگاری ہے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہی پرہیزگاری بڑی عزت کی چیز ہے اب پرہیزگاری میں دل کے خالص ہونے کی جو شرط ہے اس کا حال سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں اس کا حال اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ حقیقت میں کون شریف ہے۔ زبردستی جو لوگ اپنی شرافت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ ایک بے سند دعویٰ ہے جو اللہ کو پسند نہیں جس طرح یہاں قوم کی بڑی جماعت کو ذات اور چھوٹی کو برادری کہتے ہیں اسی طرح عرب میں بڑی جماعتوں کو شعوب اور چھوٹی چھوٹی کو قبائل کہتے ہیں۔

۱۴ ـــــ ایمان اور اسلام کے ایک ہونے اور نہ ہونے میں بڑا اختلاف قدیم سے ہے امام احمد علیہ الرحمۃ اور امام شافعی علیہ الرحمۃ کا مناظرہ اس باب میں مشہور ہے امام بخاری[2] نے صحیح بخاری میں چند آیتوں اور حدیثوں سے یہی ثابت کیا ہے کہ حقیقت میں ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہے لیکن مجازی طور پر کبھی مسلمان ایسے شخص کو بھی کہا جاتا ہے جو ظاہری نماز روزہ کرتا ہو اور دین کی باتوں کا پورا یقین اس کے دل میں نہ ہو اور اپنے اس قول کے ثبوت میں امام بخاری نے یہی آیت پیش کی ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور سلف اس بات کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت منافقوں کی شان میں نہیں ہے یہ آیت تو بنی اسد کی شان میں اتری ہے یہ لوگ منافق نہیں تھے بلکہ نومسلم اور قدیم مسلمانوں کی برابری کا دعویٰ کرتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو وہ نصیحت فرمائی جس کا ذکر اس آیت میں ہے اور جب یہ آیت منافقوں کی شان میں نہ رہے گی تو اس آیت سے ایمان اور اسلام میں فرق آجائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان گنوار لوگوں کو مسلمان فرمایا ایمان دار نہیں فرمایا مگر ان سب آیتوں کو ملایا جائے تو ان آیتوں کے مضمون سے امام بخاری کے قول کی تائید نکلتی ہے کس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرقہ کی پہلے مذمت فرمائی اور پھر دوسرے فرقہ کی تعریف فرمائی ہے اور تعریف والے فرقے کے ذکر میں یہ بھی فرمایا ہے کہ ان لوگوں کو

[1] صحیح بخاری باب لقد کان فی یوسف واخوتہ آیۃ للسائلین ص ۴۷۹ ج ۱۔ [2] و [3] صحیح بخاری باب اذا لم یکن الاسلام علی الحقیقۃ الخ ص ۸ ج ۱۔ [4] تفسیر الدر المنثور ص ۱۰۰ ج ۶۔

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ

ایمان والے وہ ہیں جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر پھر شبہ نہ لائے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال

وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿۱۵﴾

اور جان سے وہ جو ہیں وہی ہیں سچے

دین کی باتوں میں کچھ شک و شبہ نہیں ہے اس سے معلوم ہوا کہ مذمت والے فرقے کے دل میں دین کی باتوں کی طرف سے کچھ شک و شبہ ہے اس لئے وہ فرقہ منافق لوگوں کا تھا۔ حاصل کلام یہ ہے کہ سلف میں کے جو علما آیت کو بنی اسد کی شان میں بتلاتے ہیں ان کے نزدیک معنی آیت کے یہ ہیں کہ یہ دیہاتی نومسلم لوگ قدیمی مسلمانوں کی طرح جو اپنے آپ کو پکا ایماندار کہتے ہیں اے رسول اللہ کے تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ قدیمی مسلمانوں کی تو طرح طرح کی جانچ ہو چکی ہے جس میں وہ ثابت قدم ہے تم لوگ تو ابھی دائرہ اسلام میں داخل ہوئے ہو مسلمانوں کے ساتھ فقط نماز روزہ میں شریک ہو جاتے ہو تمہارے دل اعتقاد کی مضبوطی کی جانچ ابھی کچھ نہیں ہوئی آئندہ جانچ کے وقت اگر تم لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہارے عملوں کے بدلے میں کچھ کمی نہ کرے گا کیونکہ وہ اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے اس لئے بندوں کے نیک عملوں میں کچھ قصور رہ جائے تو وہ اپنی رحمت سے اس کو معاف کر دیتا ہے سلف میں کے جو علما آیت کو قبیلہ جہنیہ مزینہ کے منافقوں کی شان میں بتلاتے ہیں ان کے نزدیک معنی آیت کے یہ ہیں کہ یہ لوگ حدیبیہ کے سفر کی جانچ کے وقت جان بچا کر گھروں میں رہ گئے۔ اس واسطے ابھی تو ان کی ایمانداری کا دعویٰ جھوٹا ہے آئندہ خالص دل سے یہ کچھ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے نیک عملوں کے اجر میں کچھ کمی نہ کرے گا صحیح بخاری[1] و مسلم میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پکے ایماندار نافرمانی کی باتوں سے ایسے گھبراتے ہیں جس طرح کوئی آگ میں ڈالے جانے سے گھبراتا ہے اس حدیث کو آیت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ یہ دیہاتی لوگ جب تک یہ مرتبہ نہ حاصل کر لیں کہ جانچ کے وقت نافرمانی کی بات کے اختیار کرنے کو آگ میں گرنے کے برابر سمجھنے لگیں اس وقت تک یہ لوگ قدیمی مسلمانوں کی برابری ہی نہیں کر سکتے۔

۱۵۔ اوپر کچے ایمان والوں کا ذکر فرما کر اس آیت میں پکے ایمان داروں کا ذکر فرمایا کہ یہ لوگ جس طرح زبان سے اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کا سچا اقرار کرتے ہیں دل و زبان سے مرتے دم تک اس پر قائم اور ہر طرح جان و مال سے اسلام کی ترقی میں لگے رہتے ہیں غرض یہ سچے ایماندار کسی سختی میں اپنی حالت کو نہیں بدلتے یہ لوگ ان دیہاتی لوگوں کی طرح نہیں ہیں کہ زبان سے تو انھوں نے رسول کی فرمانبرداری کا اقرار کیا اور حدیبیہ کے سفر کے وقت اپنے اس اقرار پر قائم نہیں رہے اور رسول کی حکم عدولی کر کے گھروں میں بیٹھ رہے یا اپنی جان اپنا مال بچانے کے لئے تو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے اور اللہ کے رسول پر اپنے اس اسلام کا الٹا احسان جتلاتے ہیں صحیح مسلم[2] کے حوالہ سے سفیانؓ بن عبداللہ ثقفی کی حدیث ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں سفیانؓ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حضرت مجھ کو اسلام کی کوئی ایسی پوری بات بتلا دیجئے کہ گھڑی گھڑی پوچھنے کی مجھ کو ضرورت نہ پڑے آپ نے فرمایا جن باتوں کے کرنے کا شریعت میں حکم ہے

[1] صحیح بخاری باب حلاوۃ الایمان ص ۷ ج ۱۔ [2] صحیح مسلم باب جامع اوصاف الاسلام ص ۴۸ ج ۱۔

قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (۱۶)

تو کہہ کیا جتاتے ہو اللہ کو اپنی دینداری اور اللہ کو خبر ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اللہ ہر چیز جانتا ہے

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ

تجھ پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہوئے تو کہہ مجھ پر احسان نہ رکھو اپنی مسلمانی کا بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ تم کو راہ دی ایمان کی

ان کے بجالانے میں اور جن باتوں کی شریعت میں مناہی ہے ان سے بچنے میں خالص دل سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری قبول کر اور پھر مرتے دم تک اس پر قائم رہ یہ حدیث آیت کی گویا تفسیر ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو باتیں آیت میں پکے ایمانداروں کی نشانی کے طور پر بیان فرمائی ہیں یہ ایسی باتیں ہیں کہ ان پر قائم ہو جانے کے بعد آدمی کا اسلام ایسا پکا اور پورا ہو جاتا ہے کہ پھر اس کو کسی اور بات کی اسلام میں ضرورت باقی نہیں رہتی۔

۱۶ ــــــ جب اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے پکے ایمانداروں کے اوصاف بیان فرمائے تو وہ دیہاتی لوگ یہ کہنے لگے کہ کسی آزمائش کے وقت معلوم ہو جائے گا کہ ہم میں بھی یہ سب اوصاف موجود ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے علم غیب میں ان لوگوں کی یہ باتیں فقط زبانی تھیں ان کے دلوں میں ان باتوں کا اثر بہت کم تھا اس لئے اس آیت میں فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ آسمان و زمین میں جتنی چیزیں ہیں ان میں سے کوئی چیز اللہ کے علم سے باہر نہیں ہے پھر تم لوگ جو اپنی دینداری کا حال اللہ کو جتلاتے ہو تو تمہاری زبانی باتوں کی اور دل کے بھید تک اس کو سب خبر ہے صحیح مسلم[۱] کے حوالہ سے ابوہریرہؓ کی روایت ایک جگہ گزر چکی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی نظر انسان کی ظاہری حالت پر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نظر تو ہمیشہ انسان کے دل پر ہے کہ انسان جو کچھ کرتا ہے وہ کس نیت سے کرتا ہے۔ اس حدیث کو آیت کی تفسیر میں بڑا دخل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ دیہاتی لوگ زبان سے کچھ کہتے تھے اور دل میں ان کے کچھ اور تھا اور اللہ تعالیٰ کی نظر ہمیشہ انسان کے دل پر لگی رہتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ظاہری زبانی باتوں کو جھوٹا ٹھہرایا۔

۱۷-۱۸- اٰیۃ قالت الاعراب اٰمنا۔ کی شان نزول میں قبیلہ بنی اسد کا ذکر جو گزرا یہ لوگ قحط کے زمانہ میں اپنے گاؤں سے گھبرا کر مدینہ آگئے اور اس لالچ سے دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے کہ غنیمت کے مال میں سے صدقہ خیرات کی چیزوں میں سے مدد ملتی رہے گی جس سے قحط کا زمانہ اچھی طرح کٹ جائے گا۔ اب اسلام لانے کے بعد یہ لوگ اپنے اسلام کا احسان جتلانے لگے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے رسول اللہ کے تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ یہ لوگ اپنے اسلام کا احسان کسی پر نہ رکھیں ان کے اسلام سے اور کسی کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا یہی لوگ اگر سچے دل سے اسلام پر قائم رہیں گے تو ان کا عقبیٰ کا بھلا ہو جائے گا اس لئے ان لوگوں کو اللہ کا احسان ماننا چاہیے کہ اس نے ان کو نیک راستہ سے لگا دیا پھر فرمایا اگر اسی طرح دوسروں پر احسان رکھنے کے لئے یہ لوگ مسلمان بنے رہے تو اسی طرح کا اوپرے دل کا نیک کام بارگاہ الٰہی میں مقبول نہیں ہے اور دلی ارادہ اور اوپرے دل کے لوگوں کے سب کام اللہ کی نظر میں ہیں اس واسطے یہ نہیں

[۱] صحیح مسلم باب تحریم ظلم المسلم وخذلہ الخ ص ۳۱۷ ج ۲۔

إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٧﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾

اگر سچ کہو اللہ جانتا ہے چھپے بھید آسمانوں کے اور زمین کے اور اللہ دیکھتا ہے جو کرتے ہو

ہو سکتا کہ کوئی شخص اوپرے دل کے کسی نیک عمل کو دلی ارادہ کا عمل بتلا دے۔ طبرانی کے حوالہ سے انسؓ بن مالک کی صحیح روایت[1] ایک جگہ گزر چکی ہے کہ قیامت کے دن جب سر بمہر اعمال نامے پیش ہوں گے تو بہت سے نیک عملوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں کے اعمال ناموں میں سے نکال ڈالنے کا حکم دے گا فرشتے عرض کریں گے یا اللہ ظاہر تو ان عملوں میں کوئی خرابی نہیں معلوم ہوتی اللہ تعالیٰ فرمائے گا انسان کے دل کا حال تم کو معلوم نہیں مجھ کو خوب معلوم ہے یہ عمل نیک نیتی اور خالص عقبیٰ کے اجر کی غرض سے نہیں کئے گئے اس واسطے نامقبول ہیں۔ اس حدیث کو آیتوں کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ اعمال نامہ لکھنے والے فرشتوں کو بھی اعمال کا جو حال معلوم نہیں اللہ تعالیٰ کے علم غیب سے وہ حال بھی چھپ نہیں سکتا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس علم غیب کے موافق سزا و جزا کا فیصلہ فرمائے گا۔

---

[1] الترغیب والترہیب باب الترہیب من الریاء الخ ص ۶۵ ج ۱۔

بسم الله الرحمن الرحيم
قل أعوذ برب الفلق من شر ما خلق ومن شر
غاسق إذا وقب ومن شر النفاثات
في العقد ومن شر حاسد إذا حسد

بسم الله الرحمن الرحيم
قل أعوذ برب الناس ملك الناس إله
الناس من شر الوسواس الخناس الذي
يوسوس في صدور الناس من الجنة والناس

وقف فی سبیل اللہ
ہدیہ منجانب
بلال گروپ آف انڈسٹریز
لاہور کراچی
۱۰- سی فیلڈ روڈ- کراچی ــــ ۸۸- اے مین گلبرگ - لاہور
Tel: 512529
513311
Tel: 5716134-6
Fax: 5711530